خطبات طاہریہ

شیخ الاسلام محمد طاہر القادری

M T W T F S S

فہرست

Memo No
Date / /

نمبر شمار	مضامین	صفحہ	خطیب
٣٧٨	طہارت ونسب کا بیان	١	ڈاکٹر محمد طاہر القادری
٣٧٩	حضورؐ سراپا رحمتِ الٰہی	١٤	// // //
٣٨٠	حضورؐ سراپا مظہر نورِ الٰہی	٢٨	// // //
٣٨١	عظمت وشانِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم	٤١	// // //
٣٨٢	بلندیٔ ذکرِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم	٥٢	// // //
٣٨٣	حضور اکرمؐ ہی صراطِ مستقیم ہیں۔	٥٩	// // //
٣٨٤	بیانِ شانِ مصطفیٰؐ سنتِ مصطفیٰؐ ہے	67	// // //
٣٨٥	انتظارِ مصطفیٰؐ میں یہود کی مدینہ آمد	77	// // //
٣٨٦	معیارِ نیکی وبدی ذاتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم	٨٩	// // //
٣٨٧	حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے القابات واختیارات	٩٩	// // //
٣٨٨	رحیم وکریم آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم	١٠٩	// // //
٣٨٩	اللہ تعالیٰ کا حضورؐ سے مشفقانہ اندازِ خطاب	١١٧	// // //
٣٩٠	بنائے دین شخصیات ہیں۔	١٢٧	// // //
٣٩١	ذکرِ مصطفیٰؐ ہی صراطِ مستقیم ہے	١٢٩	// // //
٣٩٢	لیجو محمدؐ نام صلی اللہ علیہ وسلم	١٤٩	// // //
٣٩٣	نور وبشر نبی صلی اللہ علیہ وسلم	١٦٢	// // //
٣٩٤	ولیوں کی پہچان عرس داتا گنج بخش	١٨٤	// // //
٣٩٥	جشن میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم	١٩٦	// // //
٣٩٦	عالمی میلاد کانفرنس ٢٠٠٧ء	٢١٢	// // //
٣٩٧	مرج البحرین یلتقیین ٢٠٠٢	٢٣٩	// // //
٣٩٨	تصوف اور علم روحانیت	٢٥٣	// // //
٣٩٩	دوام حیات کے مراحل	٢٦٦	// // //

M	T	W	T	F	S	S

Memo No ______
Date / /

۴۰۰	ذکر حسین کربلا سے پہلے	۲۷۷	ڈاکٹر محمد طاہر القادری
۴۰۱	شانِ سیدہ کائنات بزبانِ سرورِ کائنات	۲۸۸	〃 〃 〃
۴۰۲	صحبت بد کے اثرات اور انکا ازالہ	۳۰۲	〃 〃 〃
۴۰۳	من انا میں کون ہوں صلی اللہ علیہ وسلم	۳۱۵	〃 〃 〃
۴۰۴	ذکر آخرت اور علامات قیامت۔	۳۴۸	〃 〃 〃

Qabbas
۲—۴—۲۰۱۹
۲۶—۰۷—۱۴۴۰
PM ۷—۳۷—۵۲
منگل

QARI MUHAMMAD ABBAS
Naqashbandi Chishti Qadri Soharverdi
02 APR 2019
Chak 365/E.B Burewala District Vehari
Mob:0334-7632365

طہارت حسب ونسب کا بیان

۲۸۶ یہ جو انفُسِکُم اور انفَسِکُم کی بات تھی۔ مگر بعض لوگوں کے ذہن میں ہے۔ سوال پوچھا ہے کہ فلاں طبقہ اس سے یہ ثبوت تو نہیں نکال سکتا کہ قرآن مجید میں تحریف ہوئی۔ یہ علی الاجماع ہے کہ تحریف نہیں۔ حضور علیہ السلام آیت وہ ہے جس آیت کو لکھا ہوا ہے۔ جس اعراب کے ساتھ لکھا ہوا ہے وہی اس کی قرأت ہے۔ جب مختلف قرأت کے ساتھ صحابہ نے یا حضور نے پڑھا۔ وضاحتاً شرح کے ساتھ پڑھا۔ تاکہ اس کے معنیٰ مفہوم کو سمجھانے کے لئے عربی زبان کی یہ عظمت ہے۔ لفظ تو درکنار ایک حرکت اعراب بدل جانے سے نیا معنیٰ متعین ہو جاتا ہے۔ تو اس کی شرح کرتے ہوئے تفسیر کرتے ہوئے۔ ان چیزوں کو مختلف اعراب سے پڑھتے ہیں۔ لہٰذا مفسرین نے اُن کو رقم کر لیا کہ اس کو شاذہ قرأت کا درجہ دیا۔ اس سے کسی کا تحریف کا خیال نہیں ہے۔ حروف اور الفاظ سے ہوتی ہے۔ آیات بدل دیں۔ الفاظ بدل دیئے اس سے تحریف و تدوین ہوتی ہے۔ اعراب پڑھنے کا انداز ہوتا ہے۔ نہ تحریف میں آتا ہے نہ تدوین میں آتا ہے۔ یہ تحریف کا سوال ہی نہیں ہے۔ لفظ بدل جائیں۔ الفاظ بدل جائیں۔ آیات بدل جائیں۔ اس سے تحریف ہوتی ہے اور جہاں وہی لفظ وہی آیتیں وہی حروف وہی رہیں۔ اعراب پڑھنے میں دو اعرابوں سے پڑھا گیا ہو۔ تو وہ قرأت شاذہ کہلاتی ہے۔ وہ تحریف کا سوال ہی نہیں۔

سیدنا مولا علی علیہ السلام نے اسی آیت کو لقد جاءکم رسول من انفَسِکم کو پڑھا تو ان سے بھی مروی ہے شرح آیت کے باب میں انفُسِکُم پڑھا۔ نسب دو طرح کا ہوتا ہے قاضی بیضاوی نے تفسیر بیضاوی میں کہا ہے۔ ایک باپ کی طرف سے چلتا ہے اور ایک ماں کی طرف سے۔ تو ددھیال اور ننھیال کا نسب۔ ددھیال والا نسب کہلاتا ہے۔ اور ننھیال والے کو نسب نہیں بلکہ صِہر کہتے ہیں۔ یہ قاضی بیضاوی نے اس کو بیان کیا ہے۔ قرآن مجید سے اخذ کیا۔ ھو الذی خلق من الماء بشرا فجعلہ نسبا وصھرا۔ اس آیت کے تحت قاضی بیضاوی نے بیان کیا۔ اب وہ بیان کرتا من انفسکم یہ مطلب ہے کہ آپ کے نسب اور صہر دونوں میں آپ کو انفَس پیدا کیا۔ یعنی جو نسب حضرت عبداللہ کا چلتا ہے وہ بھی حضرت

حضرت آدم علیہ السلام تک پاک ہیں۔ اور حضرت نسب حضرت آمنہ سے چلتا ہے وہ بھی حضرت
حوا تک پاک ہے۔ ان کا ددھیال بھی آدم علیہ السلام تک پاک ہے۔ اور ننھیال بھی حضرت حوا تک
پاک ہے۔ باپ کی طرف سے شجرہ نسب کہلاتا ہے۔ اور ماں کی طرف سے شجرہ طہر کہلاتا
ہے۔ پھر اپنی وراثت کا جو شجر اخلاق و کردار ہے۔ وہ حسب کہلاتا ہے۔ انفسکم کا مطلب ہے کہ اللہ
پاک نے آپ کو نفیس ترین بنایا کا اثبات ہیں۔ اپنے نسب و طہر میں بھی۔ کسی سمت سے
کوئی عیب مصطفیٰ کی طرف آنے نہیں دیا۔ کسی جہت سے کوئی نقص کمی اور کجی اور میل حضور علیہ السلام
کی طرف آنے نہیں دیا۔ اوپر حضور کی ذات سے آدم علیہ السلام تک۔ جو حضور کے نسب اور
طہر میں آ گیا اس کو پاک رکھا۔ اور اللہ کی شان دیکھیں حسب و نسب میں ہر ایک کو پاک کر دیا
اور قرآن کہتا ہے اے حبیب آپ سے اوپر تک انفسکم بنا کے پاک کر دیا۔ اور پھر آپ سے نیچے
آپ کی اہل بیت ہے۔ لیطہرکم تطہیرا ان کو بھی ہر میل کچیل سے پاک کر دیا ہے (۶۔۷)
اور اہل بیت کی شان کہ ازواج مطہرات کے بیان میں نازل ہوئی۔ تو جو آقا علیہ السلام سے رشتہ
ازدواج میں منسلک ہو گئیں وہ بھی پاک ہو گئیں۔ اہل بیت پہلی ازواج مطہرات ہیں۔ جو حضور کے
رشتہ نسب میں جڑ گیا وہ بھی پاک ہو گئے۔ جو حضور علیہ السلام کے ساتھ رشتہ طہر میں جڑ گئیں
وہ بھی پاک ہو گئے۔ جو حضور علیہ السلام سے رشتہ زوجیت میں جڑ گئیں وہ بھی اہل بیت ہو کر
طیب و مطہر ہو گئیں۔ اور جو حضور علیہ السلام سے نسبت ذریت میں آل و اولاد کی نسبت میں جڑ
گئیں وہ بھی پاک طاہر اور مطہر ہو گئے۔ گویا آقا علیہ السلام خود بھی طاہر اور آقا علیہ السلام کی نسبت
میں ہر کوئی طاہر و مطہر ہو گیا۔ کوئی میل اور کچیل کسی سمت سے آقا علیہ السلام کی طرف اللہ نے آنے
ہی نہ دیا۔ اس کا اشارہ اس امر کی طرف ہے۔ کہ میرے حبیب کی طرف کوئی نقص منسوب ہی نہ ہو
اب اس سے جو اخذ کر کے بتانا چاہتا ہوں۔ وہ یہ کہ لوگو جب میرے حبیب کی شان بیان
کرو۔ کوئی پہلو جس میں نقص ہو کمی ہو کجی ہو وہ میرے مصطفیٰ کی شان نہیں ہو سکتی۔ کوئی
گوشہ کوئی بیان کوئی شرح کوئی تفسیر کوئی تشریح کوئی تبلیغ کوئی دعوت کوئی بیان
کوئی تقریر کوئی تصنیف کوئی کتاب کوئی خطاب جو حضور علیہ السلام کی ذات اقدس کے بارے

M	T	W	T	F	S	S

Memo No
Date / /

میں ہو۔ اور سوئنگ کو سیٹل کرو۔ کمی رہ گئی کہیں ہو گی حضور کی ذات میں۔ یہ نقص تھا یہ کمی تھی۔ یہ لاعلمی
تھی۔ یہ بے خبری تھی۔ یہ نقص تھا۔ یہ کمزوری تھی۔ جو حضور کی طرف کمزوری منسوب کرے اللہ نے کہا۔
اگر نادان ہے کسی اور کی بات ہو گی۔ مصطفیٰ کی بات نہیں ہے۔

میرے حبیب کی بات میں میرے حبیب کی شان میں۔ میرے حبیب کے مقام میں میرے حبیب کی
ذات میں۔ میرے حبیب کی صفات میں۔ میرے حبیب کے خصائل میں۔ میرے حبیب کے ضمیر نسب
میں۔ میرے حبیب کی ذات و صحبت میں۔ میرے حبیب کے کمال میں۔ میرے حبیب کی عظمت
قدرت اور جمال میں۔ میرے حبیب کی آل میں۔ میرے حبیب کی ذریت میں کسی شئے میں کمی
ممکن ہے۔ نہ کوئی کمی ممکن ہے۔ وہاں تو صرف کمال ہی کمال ہے۔ وہ ایسا سورج ہے۔
جس کو کبھی گرہن نہیں ہے۔ (۵۳-۸)

اس لیے قرآن میں اللہ نے صرف حضور کو سورج ہی نہیں کہا۔ سراجاً منیراً۔ کہا ہے
ہر وقت چمکانے والا سورج خالی سورج کہہ دیتا تو کبھی گرہن کی طرف خیال جاتا۔ نہیں گرہن
تاریکی کمزوری کبھی ہے ہی نہیں۔ اور اللہ نے حضور کی مثال سورج کہہ کے دی چاند کہہ کے نہیں دی
۔ آپ اللہ ہم سب جب اپنے محبوب کی مثال دیتے ہیں۔ تو سورج نہیں کہتے۔ چاند کہتے ہیں۔ ہماری
سمجھوں میں کمی ہے۔ ہمارا فہم اور کمی ہے کبھی ہے اس لیے ہم چاند کہہ کے پیار کا اظہار کرتے ہیں۔
اللہ نے حبیب کو چاند نہیں کہا۔ سورج سراجاً منیراً۔ چمکنے چمکانے والا کائنات کو روشن
کرنے والا سورج۔ وہ یوں کہا ہے۔ اچھا چاند کیوں نہیں کہا۔ اس زمانے میں تو کسی کو
کوئی خبر نہیں تھی۔ یہ پورا قرآن میں جب حضور کو لقب دیا تھا۔ تو جہاں سراجاً منیراً کہا۔
تو وہاں بھی قمراً منیراً کہہ دیتا۔ یا قمراً منوراً کہہ دیتا۔ چاند نہیں کہا۔ سورج کہا۔
اب اس کی تحقیق بارہ سو سال پہلے تو کوئی نہیں کر سکتا تھا۔ اس زمانے میں تو یہ راز سمجھ
میں نہیں آیا۔ آج سائنس نے ترقی کی۔ آج ہر ایک حال کو واضح کر دیا۔ آج ہر ایک کی
سمجھ میں آ گیا۔ چاند اس لیے نہیں کہا۔ کہ چاند کی اپنی کوئی روشنی نہیں ہوتی۔ چاند سورج
کی روشنی کے انعکاس سے چمکتا ہے ہم زمین پر ہیں۔ تو ہمیں چاند چمکتا نظر آتا ہے۔

چاند خود روشن نہیں ہے۔ چاند خود نور نہیں ہے۔ منور ہے۔ ہم یہاں سے سورج کی روشنی چاند پر
پڑتی ہے تو ہمیں چمکتا ہوا نظر آتا ہے۔ اور چاند پہ چلے جائیں تو وہ زمین کی طرح ہی پتھروں پہاڑوں کا
ہے۔ ریت زمین کنکر یا پتھر پہاڑیاں وغیرہ۔ وہ روشن نہیں ہے۔ تو چونکہ چاند خود روشن
نہیں ہے۔ اس میں روشنی کسی سے ادھار لی ہوئی ہے۔ مستعار ہے۔ کسی کے عکس سے
چمکتا ہے۔ اس لیے اپنے حبیب کو چاند کہنا گوارہ نہیں کیا۔ سورج کہا۔ چاند ایک سیارہ ہے۔
اگر آپ چاند پر چلے جائیں۔ اسی طرح جس طرح چاند چمکتا نظر آتا ہے۔ وہاں چلے جائیں تو زمین
چمکتی ہوئی نظر آئے گی۔ تو چاند پر لوگ رہتے ہوں تو ان کا چاند زمین ہو گی۔ تو آپ یہ نہیں
کہہ سکتے کہ ہم تو ہم ہی گئے۔ کہ لوگ ہی چاند کو چاند سمجھتے رہے۔ وہ تو ہمارے جیسا ہی ہے۔ تو اللہ نے
حضور کو ایسا کوئی لقب نہیں دیا جو ہمارے جیسا ہو۔ جو اہلِ زمین جیسا ہو۔ حضور کو
چاند نہیں کہا۔ چونکہ وہ سورج کی روشنی کے انعکاس سے چمکتا ہے۔ اور سورج کہا۔ سورج
ستارہ ہے۔ وہ اپنی روشنی سے چمکتا ہے۔ اس میں روشنی خود اللہ نے پیدا کی ہے۔ اس
کے اندر روشنی پیدا کی ہے۔ ہیٹ بھی تپش بھی حرارت بھی اور روشنی اس کے اندر ہے۔
وہ سورج بکھیر رہا ہے پوری طرف روشنیاں اور جتنے سیارے ہیں وہ سورج کی روشنی
سے چمکتے ہیں۔ ہمارے حبیب آپ سورج ہیں چاند نہیں۔ گویا کل سیارگانِ فلکِ انسانی
اور کل سیارگانِ خلافت مخلوق کے کل سیارے حبیب کے نور سے چمکتے ہیں۔ تو کسی کے
نور سے نہیں چمکتا۔ جس کے نور سے ہر کوئی چمکتا ہے۔ تو سورج ہے۔ اور سورج جو ہوتے
ہیں ان کو بھی کبھی گرہن لگتا ہے۔ آگے کوئی آ گیا تو اس نے دکھائی نہ دیا۔ تو گویا رکاوٹ روشنی
سے زیادہ طاقتور ہو گئی نا۔ تو روشنی چھپ گئی۔ گرہن لگ گیا۔ اس روشنی کے چھپ جانے
اس کو گرہن کہتے ہیں۔ تو گویا حبیب کو گرہن اس لیے نہیں لگتا کہ کوئی رکاوٹ ان کے نور
سے زیادہ طاقتور ہے ہی نہیں۔ جو ان کی روشنی کو چھپا سکے۔ کیونکہ تو سب سے نور سے
روشن ہے۔ اس لیے تیرا چمکنا ہی چمکنا ہے۔ تیرا گرہن نہیں ہے۔ تو اللہ تبارک و تعالیٰ نے حضور
علیہ السلام کی طرف کوئی عیب اور نقص منسوب ہی نہیں کیا۔ اور منسوب ہونے ہی نہیں دیا۔

چنانچہ اس کو حضور علیہ السلام نے بیان فرمایا۔ کنتُ فی آبائی ملتُ آدم صفیاً۔ آدم علیہ السلام
سے لے کر آج تک میرے والدین تک کھلا تھا۔ پورے نسب شجرہ میں کوئی ایک شخص ایک مرد
اور ایک عورت میں ایسا نہیں ہوا جو بغیر نکاح کے پیدا ہوا ہو۔ آقا کے پورے نسب میں پانچ
ہزار سال کی نسب کی تاریخ میں کسی کوئی مرد اور عورت جس نے حضور کے نسب
میں آنا ہے۔ بغیر نکاح کے پیدا نہیں ہوا۔ کل نکاح سے پاک پیدا ہوئے ہیں۔ (۱۲-۱۵)
عبداللہ ابن عباس رضی سے مروی ہے۔ اس آیت کی تفسیر میں وتقلبک فی الساجدین۔
کہ اللہ تعالیٰ آپ کو سجدہ گزاروں میں منتقل کرتا رہا ہے۔ شواہد 219۔ قاضی عیاض فرماتے ہیں۔ کہ حضور
کا نور سجدہ گزاروں میں منتقل ہوتا چلا آیا ہے۔ اور امام جعفر بن محمد الصادق اور سوال نے اس کی شرح
میں روایت کیا۔ کہ اللہ تبارک وتعالیٰ جانتا تھا۔ اور یہ جو میں نے بیان کیا کہ پاک صلبوں سے پاک
رحموں میں شیخوں سے نسب تک حضور منتقل ہوئے۔ اس حدیث کی جو حضرت عبداللہ ابن عباس رض کی
مروی ہے اس کو امام ہیثمی نے مجمع الزوائد میں روایت کیا ہے۔ اور امام بزار نے اپنی مسند
میں روایت کیا ہے۔ رجال الثقات کے ساتھ۔ ثقہ راویوں کے ساتھ۔ یہ حدیث صحیح ہے۔ اور
اور امام سیوطی نے المناھل میں تخریج کر کے اس کی تصحیح کی ہے۔ اب اس حدیث پر جراح
اور اعتراض ہو رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ حضور علیہ السلام کو پاک صلبوں سے پاک صلبوں میں
منتقل کیا۔ یہاں قاضی عیاض نے ایک بڑا عجیب قول روایت کیا ہے۔ امام ابن الکلبی کا قول
روایت کیا ہے۔ یہ امام کلبی یہ وہ بزرگ ہیں ان کا اصل نام ہے۔ امام محمد بن صائب۔
الکلبی۔ اور یہ عظیم مفسر بھی ہیں۔ یہ روایت کرتے ہیں جس کو قاضی عیاض نے بیان کیا ہے۔
کہ میں نے حضور علیہ السلام کے آباؤ اجداد اور امہات آپ کے نسب اور شجرہ میں۔ باپ
اور مائیں۔ ان کے نام جمع کئے۔ امام ابن الکلبی روایت کرتے ہیں۔ کہ پانچ سو دادا اور دادیوں
نسب اور شجرہ میں کل جمع کئے۔ خدا کی قسم نہ کوئی مرد اور نہ کوئی عورت بغیر نکاح کے تھا۔
نہ جاہلیت کی کسی خرابی سے ملوث تھا۔ اس قول پر ایک اعتراض ہوا۔ وہ یہ کہ محققین نے بیان
کیا کہ آدم علیہ السلام تک جو معروف نسب ہے۔ ابراہیم علیہ السلام سے اوپر تک کوئی شخص

M T W T F S S Memo No ______ Date / /

نہیں حضور علیہ السلام نے فرمایا۔ ابراہیم علیہ السلام تک تحقیق ہے مگر جو معروف نسب ہے۔ وہ سینتالیس
بنتے ہیں اباء حضرت عبداللہ سے آگے جیسے ابراہیم علیہ السلام تک۔ اور ۴۷ مائیں بنتی ہیں حضرت آمنہ سے
حضرت حوا تک۔ فرماتے ہیں نسب اور صہر میں تو ۴۷ + ۴۷ آتے ہیں۔ یہ بن گئے دونوں ملا
کے ۹۴۔ تو پانچ سو کیسے ہو گئیں۔ اس وجہ سے کئی لوگوں نے رد کیا کہ یہ درست نہیں۔
ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس کا جواب دیا۔ وہ کہتے ہیں کہ میرا خیال یہ ہے۔ مختصراً بیان کروں گا۔
کہ نسب کے باپ اور صہر کی مائیں نہیں۔ آپ نے پھر ان کی پھوپھیاں بھی جمع کی ہیں۔ خالائیں
بھی جمع کی ہیں۔ چچا بھی جمع کیے ہیں اور ماموں بھی جمع کیے ہیں۔ جو نسب اور صہر میں ذکر تک
آتے ہیں۔ اس میں باپ بھی آگیا اور چچا بھی آگئے، ماں آگئیں ماں کی بہنیں خالائیں بھی آگئیں
باپ کی پھوپھیاں بھی آگئیں۔ وہ کہتے ہیں باپ چچا ماموں خالائیں یہ سارے ملا کر علامہ
امام ابن الکلبی نے پانچ سو گنے ہیں۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ مقصد بیان کرنے کا یہ ہے۔ یہ طرف نسب
میں ذکر کی حضرت آدم سے عبداللہ تک براہ راست نطفہ رحم میں آیا
میں آیا ہے۔ حضرت آمنہ سے حضرت آدم و حوا تک براہ راست جو حضور کے صہر
میں آئی ہیں۔ جو جو ان سے براہ راست رشتے میں منسلک ہو گئے۔ ان کو رشتے
کی وجہ سے بھی پاک رکھا ہے۔ یعنی حضور علیہ السلام کی نسبت کی اتنی برکت ہے۔ جو
حضور کی نسبت اور قرابت میں آگیا۔ اللہ نے اسے بھی طہارت عطا کر دی۔ جب بات سجدہ
اتنی صحابہ کرام سے مروی ہے۔ آپ سجدہ گزاروں میں سے گزر کے آئے ہیں۔ کو جن
کو سجدہ گزار ساجدین کہا قرآن کی نص سے ثابت ہو گیا۔ تو حضور کے آباؤ اجداد میں سے کوئی
مرد کافر مشرک تھا اور نہ کوئی عورت مشرکہ تھی۔ سب اہل نسب، اہل ایمان، اہل توحید
اور اہل فطرت کا تھا۔ سب ساجدین تھے یعنی موحدین تھے۔ اہل توحید تھے۔ کوئی مشرک نہ
تھا۔ اب یہ حدیث جو عبداللہ بن عباس کی روایت ہے۔ اس کو امام ابن سعد نے بھی روایت
کیا۔ اس کو امام بزار نے بھی روایت کیا۔ امام ابو نعیم نے بھی دلائل النبوۃ میں روایت کیا پھر اس کی سند
کو سند صحیح کہا۔ کہ حضور کے جمیع آباؤ اجداد اور امہات ساجدین اور ساجدات ہو گئے۔

M T W T F S S

Memo No
Date / /

(ابراہیم کے والد)

کہ میں پاک لوگوں کی پشتوں سے پاک امہات کے رحموں تک منتقل ہوتا چلا آیا ہوں۔ تو
پتہ چلا کہ حضور کے پورے نسب میں بغیر نکاح کے کوئی شخص اللہ نے گوارہ نہیں کیا تو کسی مشرک
کو کیسے گوارہ کر سکتا ہے۔ تو حضور کے والدین و ماجدین حضرت عبداللہ و آمنہ کی نسبت
معاذ اللہ براہ راست یہ گمان کرتے ہیں۔ کہ وہ مسلمان نہ تھے مومن نہ تھے۔ کافر و مشرک تھے۔
اس سے بڑھ کر بدبختی اور کیا ہوگی۔ جس رب نے پانچ سو پشتوں کو پاک رکھا ہو۔ آدم
علیہ السلام تک پورا نسب پاک رکھا ہے۔ زنا سے بھی اور کفر و شرک کی پلیدی سے
بچا۔ اور ان کو سجدہ کرنے والوں میں ظاہر کیا ہے۔ ان میں حضور کے والدین مومن نہ ہوں معاذ اللہ
کتنا غضب کر دیا بعض لوگوں نے۔ اس گستاخی اور بدبختی سے بچنا چاہیے۔ یہ خیال بالکل
غلط ہو گیا۔ اس آیت کریمہ اور احادیث و اقوال ائمہ حدیث سے۔ کہ حضرت ابراہیم کے والد
آزر تھے۔ یا مشرک تھے ان کے والد آزر۔ آزر حضرت ابراہیم کے والد نہ تھے
قرآن مجید میں ذکر اس لئے آیا کہ آپ بچپن میں تھے جب آپ کے والد کی وفات ہو گئی
تھی۔ اصل والد کا نام تھا (تارخ) ان کی وفات ہو گئی آپ کی تھوڑی عمر میں تو آپ
کے چچا نے پالا۔ آزر آپ کا چچا تھا۔ اور چونکہ پالا اسی نے بیٹا بنا کر۔ تو پھر اسی کو باپ
کہتے تھے۔ اسی کا ذکر قرآن میں ہے۔ مگر آپ آزر کے بیٹے نہیں۔ آپ تارخ کے بیٹے
ہیں۔ تارخ مومن اور موحد تھے۔ آزر مشرک تھا۔ اس نے پالا ہے جیسے موسیٰ ؑ
کو فرعون نے پالا۔ موسیٰ علیہ السلام کو فرعون نے بلوایا۔ یعنی پتہ چلا کہ
حضور علیہ السلام کے نسب میں کوئی مشرک اور کافر اور پلید بغیر نکاح کے نہیں ہو سکتا
اس کے آگے قاضی عیاض رح نے امام جعفر الصادق رض کا قول نقل کیا۔ وہ بڑا ایمان افروز
قول ہے۔ وہ فرماتے ہیں۔ امام جعفر صادق نے فرمایا یہ گھر کی بات ہے گھر والوں سے سمجھیں۔
اہل بیت کے امام کی سنیں۔ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کو یہ علم تھا۔ کہ ہم لوگ یعنی مخلوق براہ راست
اللہ کی اطاعت نہیں کر سکتے۔ یہ امام جعفر الصادق کا مشاہدہ ہے۔ مخلوق اس کی اطاعت اور اس کی
فرمانبرداری اور بندگی براہ راست بغیر واسطے کے اللہ کی مخلوق نہیں کر سکتی۔ اس حکم کی سمجھ

بھی نہیں آئے گی۔ علم کا عملی نمونہ ہمارے سامنے نہیں ہوگا۔ اس کا سبب ہوگا فیض کا ملکہ اور صلاحیت کبھی نہ ہوگی۔
استعداد میں بھی کمی اور کجی کمزوری کا ہے۔ تو براہ راست اللہ سے مخلوق اس کی اطاعت نہیں کر سکتی۔
یہ مخلوق کی کمزوری ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے یہ جتلوایا ہے۔ لوگوں کو جتایا ہے آگاہ کیا ہے۔ تاکہ وہ جان لیں کہ
اللہ کی بندگی میں جو اعلیٰ مقام ہے۔ جس سے قلب و باطن کی صفائی ہوتی ہے۔ خلعت اور دوستی
نصیب ہوتی ہے اللہ کے ساتھ۔ اللہ کی ولایت میں بندہ آتا ہے۔ اللہ کی بارگاہ میں اس کا فیض
حاصل کر کے بندہ صفائے قلب نصیب ہوتی ہے۔ وہ مقام بندہ اللہ کی خدمت اور اطاعت سے نہیں
پا سکتا۔ تو پھر اللہ نے کیا کیا ہم خود اس کے قابل نہ تھے۔ کہ اس کی خدمت میں مقام
صدق و صفا تک پہنچیں۔ مقام خلعت و ولایت تک پہنچیں۔ جو اس کی اطاعت بجا لا
سکیں۔ اس قابل نہ تھے۔ تو اللہ پاک نے کیا کیا۔ تو اللہ نے مخلوق اور اپنے درمیان ایک واسطہ
اور وسیلہ پیدا فرما دیا۔ یہ امام جعفر صادق بیان فرماتے ہیں۔ ایک ہستی کو قائم مقام بیچ میں
کھڑا کر دیا۔ ایک ہستی کو اپنے اور مخلوق کے درمیان قائم کر دیا۔ اس تصور کی نفی ہوگئی کہ اللہ اور اس کی
مخلوق کوئی نہیں ہو سکتا۔ بڑی نادانی ہے کوئی مخلوق درمیان والے واسطے کے بغیر اللہ
مل ہی نہیں سکتی۔ اکتساب فیض ہی نہیں کر سکتی۔ (۴۸-۳۴)
اقتدا اس کی نہیں کر سکتی۔ اس کی خدمت نہیں کر سکتی۔ اللہ کی بندگی نہیں کر سکتی۔
عبادت نہیں کر سکتی۔ اس کی وحی وصول نہیں کر سکتی۔ راہنمائی نہیں لے سکتی۔ خاص
طور پر وسیلہ کے بغیر تو اللہ پاک نے مقرر کیا ہے۔ اپنے ~~بیچ~~ اور مخلوق کے درمیان واسطہ اور وسیلہ
ایک مخلوق کو کھڑا کر دیا۔ اپنے اور مخلوق کے درمیان۔ یہ بات بڑی توجہ طلب ہے پہلے فرمایا
اللہ کی مخلوق بلا واسطہ وسیلہ کے فیض بجا نہیں لا سکتی۔ تو اس نے مخلوق اور اپنے درمیان
ایک مخلوق کو کھڑا کر دیا۔ ~~تو بیچ~~ تو جو مخلوق خالق و مخلوق کے درمیان کھڑی کی گئی وہ صرف مخلوق
نہیں کچھ اور بھی ہے۔ اگر خالی محض مخلوق ہوتی ایک طرف کھڑی ہوتی کہ ہم سب کا بندگی کے بجا لانے
کے قابل اور استعداد نہیں ہے۔ پھر اس پار ہوتی۔ ان کو اللہ کی اطاعت کے قابل بنایا جا رہا
ہے۔ اس مخلوق کے ذریعے سے۔ اپنے اللہ کا فیض اکتساب حاصل کرنے کے قابل بنایا جا رہا

ہے۔ اس مخلوق کو اللہ سے جوڑا جا رہا ہے۔ اس مخلوق کے وسیلے سے۔ اس مخلوق کو اللہ کی تمام ولایت و خلعت میں داخل کیا جا رہا ہے۔ اس مخلوق کے وسیلے سے۔ تو پتہ چلا یہ جو درمیان میں ہے۔ یہ مخلوق بھی ہے۔ اور مخلوق سے زائد فوقیت بھی ہے۔ بس خالق نہیں ہے۔

ہم ذاتِ خدا سے نہ جدا ہیں نہ خدا ہیں۔

اللہ ہی کو معلوم ہے کیا جانیئے کیا ہیں۔

یہ مخلوق ہیں۔ اس میں تو کچھ ہی نہیں۔ مگر یہ مخلوق بھی ہیں۔ وہاں بھی ہیں یہاں بھی مخلوق بھی ہیں مخلوق سے بھی ہیں مخلوق میں ہیں۔ اور سب تو یہ ہے کہ وہاں بھی ہیں اور یہاں بھی ہیں مخلوق نہیں ہے۔ مخلوق تو لامکاں تک ہے۔ اور لامکاں وہ جگہ ہے۔ جہاں لے جانے والا۔ سدرۃ المنتہیٰ تک جبرائیل لانے والا بھی ساتھ نہیں جا سکتا۔

اور جہاں براق جیسی مخلوق بھی نہیں جا سکتی۔ وہ نوروں کا مجموعہ ہے۔ وہ خالی نور نہیں بلکہ انوار کا مجموعہ ہے۔ تو حضور علیہ السلام صاحب بشریت بھی ہیں۔ سید البشر ہیں۔ بشروں میں بھی ہیں۔ مگر وہاں بھی ہیں یہاں بشر کا گمان بھی نہیں جا سکتا۔ اور حضور علیہ السلام نور بھی ہیں۔ نوروں میں سے بھی ہیں۔ نوروں میں بھی ہیں۔ اور وہاں ہیں جہاں نوروں کا سردار جبرائیل امین وہ نور بھی نہیں جا سکتا۔ تو پتہ چلا لوگو۔ نور بشر کے جھگڑوں میں نہ جایا کرو۔ حضور کے مقام کو اس تنگ سی جا میں نہ تولا کرو۔ یہیں بیٹھے ہیں نور کا، ڈبا بشر کا۔ وہ تو وہاں ہیں جہاں بشر بھی نہیں جا سکتا۔ تو وہاں بھی جہاں نور بھی نہیں جا سکتا۔ تو بشریت بھی ہے اور ما فوق البشریت بھی ہے۔ نورانیت بھی ہے۔ اور ما فوق النورانیت بھی ہے۔ اس کو امام جعفر الصادق فرماتے ہیں۔ کہ مخلوق کو اللہ نے دیکھا کہ براہِ راست میری الوہیت کے قابل نہیں۔ تو مخلوق اور اپنے درمیان اپنے حبیب محمد مصطفیٰ کو قائم کر دیا۔ واسطہ اور وسیلہ بنا دیا۔ اور آگے بڑی پیاری بات کہی قاضی عیاض نے میں نے شروع میں اس لیے کہہ دیا تھا۔ کہ اب قاضی عیاض کو پڑھیں گے اور سنیں گے اور یاد رکھ لینا، نہ وہ پاکستان سے ہیں۔ نہ منہاج القرآن سے ہیں۔ نہ ہندوستان سے ہیں۔ نہ بریلوی ہیں نہ دیوبندی ہیں۔ یہ سارے دھندے بعد کے ہیں۔ وہ اس وقت کے ہیں جب خالص عقیدہ اور ایمان کا اظہار تھا۔ نہ دہلوی ہیں۔ یہ قاضی عیاض۔ اور بیان کس کا۔ کس کا عقیدہ

M T W T F S S — Memo No ______ Date / /

امام جعفر الصادق کا ـــــ یہ حضور کے گرد الاعشرہ ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ انہیں حضور کو کھڑا کر دیا مخلوق کو۔ اور آگے بڑی لطیف بات کہی فرمایا ـــــ من جنسہم فی الصورۃ ـــ یہ بشریت کا مسئلہ حل ہو گیا۔ فرمایا یہ جو مخلوق ہیں جیسے ہیں۔ فرمایا صورۃً ان کی جنس میں سے بنایا۔ صورت ان کی جنس والی بنائی۔ صورتاً ہیں ان جیسا بنایا ـــ وہ ہے انما انا بشر مثلکم کا معنیٰ ـــ صورت میں تمہارے جیسا۔ سیرتاً میں تمہارے جیسا نہیں۔ ظاہر میں تو تمہارے جیسا ہوں۔ اندر میں تمہارے جیسا نہیں ہوں۔ دیکھنے میں تمہارے جیسا ہوں جانچنے میں تمہارے جیسا نہیں ہوں۔ صورۃً ان کی جنس سے بنایا۔ پھر کیا گیا۔ اب اوپر چلے گئے امام جعفر الصادق۔ معرفت کی بات کرتے ہیں۔ فرمایا۔ ان کی جنس میں سے بنایا صورۃً کیونکہ ان کی صورۃً ـــــ بنایا اس لیے ضروری تھا۔ کہ ہم جنسی کا تعلق ہو گا تو وہ حضور سے وہ چیز لے سکیں گے جو براہ راست اللہ سے نہیں لے سکتے۔ اگر صورۃً ان میں سے حضور نہ ہوتے، تو حضور سے بھی نہ لے سکتے جیسے اللہ سے بھی نہیں لے سکتے۔ لہٰذا اللہ نے صورۃً ہم جنس ان کا بنایا۔ لیکن صورۃً ـــــ مقاماً نہیں۔ مرتبۃً نہیں۔ مکانۃً نہیں۔ منزلتاً نہیں۔ حقیقۃً نہیں۔ صورۃً۔ دیکھنے میں صورۃً ان کا ہم جنس بنایا۔ یہ تو ادھر کا تقاضا پورا کیا۔ کہ ان کو حضور کے ساتھ ان کا جنس کا تعلق ہو۔ ہم جنس ہونے کا۔ اور آقا علیہ السلام سے لے سکیں۔ اب دیا کیسے ہے۔ اللہ نے تو جس طرح وہ بشر اور انسان حضور سے لے رہا ہے ہم جنس ہونے کے ناطے۔ تو حضور نے بھی تو اللہ سے لینا ہے۔ تو حضور براہ راست اللہ سے نہیں لے سکتے۔ تو حضور نے تو براہ راست اللہ سے لینا ہے۔ ادھر تو صورۃً ہم جنس بنایا۔ ادھر کیا بنایا۔

ـــ سچ آکھاں تے بھانبڑ مچدا کوڑ آکھاں تے کجھ نہیں بچدا ـــ

جھوٹ بولوں تو ایمان نہیں بچتا۔ کچھ نہیں بچتا ـــ سچ بولوں تو بھانبڑ مچتا ہے۔ یہ کیا [illegible] کا زمانہ ہے۔ جہالت ہے یا جبری ہے۔ حضرت خواجہ غلام فرید وہ کیا کہتے تھے۔

ـــ ایہہ مُلاں نہیں کسی کار دے ـــ شیوے نہ جانن یار دے ـــ

یہ مُلاں زدگی کا دور ہے۔ لوگ مُلا زدہ ہو گئے اور عاشق لوگ کم رہ گئے ہیں۔

وایہہ ملاں نہیں کسی کار دے ـــ یہ پڑھے ہیں بہت کچھ پر الف کو نہیں جانا۔

ـــ علموں بس کریں او یار ـــ تینوں اکو الف درکار

باطنی علموں کو کیا کرنا جب اس الف تک نہ لے جائے — یہ مثلاً کسی کا رستہ نہیں
یار کے لئے ویسا نہیں جانتے — یار کے طور طریقے نہیں جانتے — تو امام جعفر
الصادقؑ نے راز کہہ دیا — تو ہم بھی اُن کے خوشہ چینوں میں یہی راز کہتے رہتے ہیں صبح و شام
اور بتایا یہ ہے کہ یہ عقیدہ ہم نے نہیں گھڑا — یہ مفتاح القرآن میں شمار نہیں ہوا — یہ عقیدہ
امام جعفر صادق دے رہے ہیں — یہ عبداللہ ابن عباس دے رہے ہیں — یہ مولا علی المرتضیٰ دے رہے ہیں۔
عائشہ صدیقہ دے رہی ہیں — یہ صحابہ و تابعین دے رہے ہیں — یہ قاضی عیاض دے رہے ہیں۔
وہ فرماتے ہیں کہ حضورؐ ہمارا ہم جنس بنا دیا — آدم علیہ السلام کو — حضورؐ ہمارا ہم جنس
بنا دیا — اور آگے تو کہہ نہیں سکتے — کہ کیونکہ ان کا آگے تو ہم جنس ہے کوئی نہیں —
لیس کمثلہ شئی — (سورۃ الشوریٰ) — اس کی کوئی مثل کوئی نہیں — ان کا مثال نہیں نہ اس کا کوئی ہم
جنس — شامل ہو اللہ احد — وہ تو لا شریک لہ ہے — اس کی مجانست نہیں ہے۔
ہم جنس نہیں ہے — ادھر تو ہو گیا کہ حضورؐ ہم جنس بنا دیا — تو اب اگلا جو آ رہا ہے — اس
کو امام جعفر صادقؑ کیسے بیان کر رہے ہیں — ادھر کا تو کھیل پورا ہو گیا تھا — کہ فرمایا ادھر تو ہمارا جنس
بنا دیا — ہم فیض لے سکیں — ادھر کیا بنا دیا تھا کہ حضورؐ اللہ — فیض لے سکیں —
تو فرماتے ہیں لفظ سنیے — امام جعفر الصادقؑ کے اور امام جعفر الصادق پوتے امام زین العابدین کے
یہ امام حسین کے بیٹے — یہ عقیدہ اس گھر سے لیا ہے — فرمایا — ادھر حضورؐ ہمارا ہم جنس بنا دیا۔
اللہ ادھر ہم اپنا ہم جنس تو بنا نہیں — کیونکہ وہ جنس اور مجانست سے پاک ہے
اور کوئی اس کا ہم جنس ہو نہیں سکتا — شان توحید کے خلاف ہے — ہمارا ہم جنس بنا دیا
حضورؐ اور ادھر کیا کیا — لباس اپنا چڑھا دیا مصطفیٰ پر — ادھر رب نے اپنا اور اپنے حبیب
کا فاصلہ مٹانے کے لئے — حضورؐ کی ذات پہ اپنی صفتوں کا لباس چڑھا دیا (۴۰-۵۸)
تو حضور رب کا رہے — خدا تو نہ بنے — کوئی خدا سمجھے تو کافر ہو گیا — مخلوق رہے۔
اس نے کیا کیا حضور ہم نے آپ کو ہم جنس تو بنا نہیں — کیونکہ مجانست نہیں — میری کوئی جنس
نہیں میری مثل شان توحید کے خلاف ہے — اور مجھے ایسا بھی کرنا ہے کہ مجھ سے براہِ راست
لے بھی سکو۔ لہٰذا — فرمایا جامہ کے صورت سے اُن کے ہم جنس ہو جاؤ۔ اور لیا کہ میری کا ہم جنسی

M T W T F S S

Memo No ______

Date / /

4 کا پہن لو۔ صورت اُن کی ہم جنس کی کر لو۔ اور لباس میری ہم صفتی کا پہن لو۔ دونوں کام ہو جائیں گے۔
ذات تمہاری اپنی رہی —— لباس اپنی صفتوں کا جبہ قمیص پہنا دیتا ہوں۔ حضور صفات الٰہیہ میں
ملبوس ہو کر آ گئے۔ یہ توحید اور رسالت کا عقدہ کھل گیا ——
لباس صفات الوہیت میں ملبوس ہو کر آ گئے —— اور ہمارے اندر آ گئے کیا ہو گئے۔ بس صورۃً
ہم جنس ہو گئے۔ حقیقت سوائے اللہ کے کوئی نہیں جانتا —— تو فرمایا رأفت و رحمت اللہ کی صفت
ہے۔ اس کو بیان فرمایا قاضی عیاض نے کہ ان اللہ بالناس لرؤف رحیم —— بقرہ - ۱۴۳ سے
اللہ رؤف رحیم ہے —— تو اصل میں صفتیں رأفت اور رحیم کس کی ہیں —— اللہ کی ہیں —— اور
اس رأفت کا حوالہ دیا۔ پیچھے تو اپنے حبیب کو فرمایا۔ لقد جاءکم رسول —— رؤف رحیم۔
پہلا لباس پہنایا تو رؤف کر دیا —— تو دوسرا لباس پہنایا تو رحیم کر دیا۔ لباس پہ لباس پہنایا
گیا صفتوں کا رنگ چڑھایا گیا —— انفسکم —— جل کے انفسکم کیا۔ انفسکم سے
ہمارا ہم جنس کیا۔ اور صبغۃ اللہ نے اپنی صفات میں رنگ کے فنا کر دیا —— اپنی صفات
لباس میں اپنا ہم صفت کر دیا —— تو فرمایا رؤف رحیم اللہ کی صفت ہے —— حضور کو لباس پہنا
کر حضور کو بھی رؤف رحیم بنا کے بھیج دیا —— شہید اللہ کی صفت ہے۔ وکفیٰ باللہ شہیدا۔
النساء = پھر ایک اور لباس پہنایا محبوب ویکون الرسول علیکم شہیدا۔ میں شہید ہوں تجھے
بھی شہید کا لباس پہناتا ہوں۔ رؤف اور رحیم ہوں تجھے بھی رؤف رحیم کا لباس پہناتا ہوں اور کیا
فرمایا اللہ نے کہ میں عزیز ہوں —— (انہ ھو العزیز الحکیم - عنکبوت ۲۶) فرمایا میں عزیز ہوں لو
محبوب میں نے تجھے عزیز علیہ ما عنتم —— کا لباس پہناتا ہوں —— میں حلیم ہوں تجھے بھی حلیم کا
لباس پہناتا ہوں۔ علیم ہوں تجھے بھی علیم کا لباس پہناتا ہوں۔ میں رحیم ہوں تجھے بھی رحیم کا لباس
پہناتا ہوں۔ میں کریم ہوں تجھے بھی کریم کا لباس پہناتا ہوں۔ میں حق کا تجھے حق کا لباس پہناتا ہوں۔
یہ بات آگے آگے گا —— جب یہ سارا لباس گن گن کے بتاؤں گا —— تو آپ
اس شفا شریف میں ——
تو امام جعفر الصادق نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے حضور کو اپنی صفتوں کا لباس پہنا دیا۔ تو ثابت ہو گیا کہ
پیدا شان ہو گئی۔ کہ آپ کی اطاعت اللہ نے فرمایا ان کی اطاعت میری اطاعت ہے۔ لیکن براہ راست

۱۳ ۲۱۸۶

۲۶ ماہ شوال ۱۴۲۹

کہ میری اطاعت نہیں کر سکتے تھے۔ اور میرا حکم ہے۔ کہ میری اطاعت کرو۔ اطیعوا اللہ۔ تو میں نے اپنے محبوب کو اپنے اور مخلوق کے درمیان واسطہ وسیلہ بنا دیا ہے۔ و طاعۃ طاعتی۔ اس کی اطاعت میری اطاعت ہے۔ اس کی موافقت میری موافقت ہے۔ تو اللہ نے حضور کی اطاعت کو اپنی اطاعت بنا دیا۔ اور حضور کی موافقت کو اپنی موافقت بنا دیا۔ حضور کی بیعت کو اپنی بیعت بنا دیا۔ حضور کی حرمت کو اپنی حرمت بنا دیا۔ حضور کے ادب کو اپنا ادب بنا دیا۔ حضور کی محبت کو اپنی محبت بنا دیا۔ حضور کی معصیت کو اپنی معصیت بنا دیا۔ حضور کی تعظیم و تکریم کو اپنی تعظیم و تکریم بنا دیا۔ اور آپ علیہ السلام کو وما ارسلنک الا رحمۃ للعالمین (الانبیاء ۱۰۷) فرمایا کہ ساری کائنات کے لیے سراپا رحمت بنا دیا۔ تو اللہ کی جو رحمت تھی۔ اور اللہ کی جو رحمت ہے۔ اللہ نے اپنی رحمت کو مشکل بنا کے اس شکل صفت رحمت کو بشکل مصطفیٰ کر دیا۔ اور بھیج دیا۔ اور نہیں فرمایا۔ کہ حبیب آپ کو رحیم بنایا۔ آپ کو رحمت کرنے والا بنایا ہے نہیں فرمایا۔ وما ارسلنک الا رحمۃ للعالمین۔ رحمت کرنے والے تو آپ ہیں ہی سراپا رحمت بنا دیا۔ اب آپ کا وجود میری رحمت ہے۔ آپ کی ذات وصفات میری رحمت ہے۔ لوگوں کیلیے آپ کا اخلاق میری رحمت ہے۔ آپ کی شفاعت میری رحمت ہے۔ آپکا توسل میری رحمت ہے۔ برکت جو بھی آپ سے تعلق جوڑے گا اسے میری رحمت کا حصہ مل جائیگا۔

یہ ارشاد فرمایا امام جعفر الصادق رضی اللہ عنہ۔

QARI MUHAM...
Naqashbandi Chist...
09 OCT 2019
Chak 355/E.B ...
Mob:0331...

Abbas

پیر

۱۹ — ۱۱ — ۲۰۱۸
۱۱ — ۳ — ۱۴۴۰
۸ — ۲۳ — ۱۲ — PM

~~(۲) (حضور صلی اللہ علیہ وسلم سراپا طہر نور النبی ؐ)~~ ۲۸۹

(۱) (حضور صلی اللہ علیہ وسلم سراپا رحمت النبی ؐ)

(۱) وما ارسلنٰک الا رحمۃ للعالمین۔ ہم نے اللہ جل مجدہٗ کی توفیق اور اس کے فضل و کرم سے کل کا درس اس نکتہ پر پہنچایا۔ کہ سیدنا امام جعفر الصادقؓ نے یہ ارشاد فرمایا۔ کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے حضورؐ کو اپنے اور مخلوق کے درمیان ایک واسطہ کے طور پہ قائم کیا۔ تاکہ خلقِ خدا حضور علیہ السلام سے اکتسابِ فیض کر سکے۔ اور اللہ کی خدمت بجا لاسکے۔ اللہ کی اطاعت بجا لاسکے۔ اور اس فیض کو ان میں منتقل کرنے کے لیے اللہ تبارک و تعالیٰ نے حضور علیہ السلام کو مخلوق بنایا۔ اور صورۃً ان کی جنس میں سے بنایا۔ اور پھر آپ علیہ السلام کو اللہ پاک نے اپنی صفات کے لباس پہنائے۔ اور اس وجہ سے حضور علیہ السلام کی اطاعت کو اللہ نے اپنی اطاعت بنایا۔ اور آپ کی موافقت کو اپنی موافقت بنایا۔ اس کے بعد قاضی عیاضؒ اس آیت کریمہ کو کوٹ کرتے ہیں۔ کہ اللہ پاک نے حضور علیہ السلام کو سراپا رحمت بنایا ہے۔ بتانا یہ چاہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی صفت ہے۔ تو اس وجہ سے اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ السلام کو اپنی صفت کا سراپا بنایا ہے۔ اس بیان کے بعد قاضی عیاضؒ۔ حضرت ابوبکر بن طاہر ان کے قول کو آگے شرح میں بیان کرتے ہیں۔ زینہ اللہ تعالیٰ بزینۃ الرحمۃ۔ اس کا معنی اضافہ اور زیادتی کا ہے۔ جب آپ کسی چیز کو مزین کرتے ہیں۔ تو مزین اس حسن اور خوبصورتی پیدا کرنے والی چیز کو بڑی محنت و کثرت کے ساتھ لگاتے ہیں تاکہ انتہائی حسن پیدا ہو۔ وہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے صرف حضور علیہ السلام کو رحمت عطا ہی نہیں کیا۔ بلکہ رحمت بنایا ہے۔ اور پھر صرف رحمت بنایا ہی نہیں۔ بلکہ اپنی رحمت کے ساتھ مزین کیا ہے۔ یعنی بڑی کثرت اور نعمتیں عطا کر دی آقا ؐ کو۔ اس سے نوازا ہے۔ بیان کرتے ہیں کہ حضور علیہ السلام کی ذات کو اللہ نے انسانا رحمت بنایا ہے۔ کہ آپ کے جمیع شمائل بھی رحمت ہیں۔ آپ کی جمیع عادات بھی رحمت ہیں۔ آپ کی خصوصیات بھی رحمت ہے آپ کے اخلاق میں سے ایک ایک خلق بھی رحمت ہے۔ ایک ایک شے کسی نہ کسی طریق سے مخلوق پر رحمت ہے اور دنیا و آخرت میں نجات انہی کے لیے ہے جسے حضور علیہ السلام کی رحمت میں سے کچھ نہ کچھ حصہ مل جاتا ہے۔ اور وہی شخص مقصد تک واصل ہوتا ہے۔ چنانچہ اس کے بعد اسی آیت کریمہ کے ذیل میں آگے وہ بیان کرتے ہیں کہ اس کی وضاحت ہے۔ کہ حضور علیہ السلام کی حیات بھی رحمت ہے۔ اور حضور

M | T | W | T | F | S | S

Memo No ______
Date / /

کا وصال بھی رحمت ہے۔ وہ کہتے ہیں جیسا کہ حضور علیہ السلام نے خود فرمایا ہے کہ میری ظاہری حیات بھی تمہارے لیے خیر ہے۔ اور میرا وصال بھی تمہارے لیے خیر اور رحمت ہے۔ اور کہا قال ﷺ حیاتی خیر لکم ومماتی خیر لکم۔
یہ جو حدیث ہے اسے امام بزار نے روایت کیا۔ اپنی مسند میں۔ عبداللہ بن مسعودؓ سے اور اس کا تفصیلی مضمون یہ ہے۔ عبداللہ بن مسعود نے روایت کیا۔ حیاتی ــــ میری زندگی تمہارے لیے رحمت ہے۔ اللہ نے مجھے فرمایا کہ تم میرے ساتھ کلام کرتے ہو۔ میں تمہارے ساتھ کلام کرتا ہوں۔
اور میری وفات بھی تمہارے لیے خیر اور رحمت ہے۔ اس لیے کہ امت کے اعمال میرے اوپر پیش ~~کیے جاتے ہیں~~ کیے جائیں گے۔ پھر تم میں سے کسی کا عمل میرے سامنے آئے گا۔ اچھائی کی بات آئے گی۔ میں اللہ کی حمد وثنا کروں گا۔ یعنی اللہ کا شکر بجا لاؤں گا۔ کہ مولا تو نے میرے امتیوں کو یہ توفیق عطا کی ہے۔ اور اگر کسی کا کوئی گناہ کمزوری خطا میری بارگاہ میں آئے گی۔ دیکھتے ہیں نامہ اعمال تو ہر شام کو ہوتا ہے۔ میں اس کے لیے اللہ کے حضور بخشش طلب کروں گا۔ تو فرمایا میں زندہ ہوں ظاہری حیات میں ہوں تو تمہارے لیے رحمت ہوں۔ اس طرح سے کہ تمہیں ہدایت دیتا رہتا ہوں۔ تمہیں سکھاتا رہتا ہوں۔ تمہیں تعلیم وتربیت دیتا رہتا ہوں۔ تمہیں سنوارتا رہتا ہوں۔ اور وفات اس لیے تمہارے لیے رحمت ہے۔ جب میرا وصال ہو جائے گا تو تمہیں بخشواتا رہوں گا۔ اس کی شرط صحیح مسلم کی شرط پہ ہے۔ اور اصلاً اسے امام احمد بن حنبل نے روایت کیا۔ مسند میں۔ اور امام بزار نے روایت کیا۔ وقال رجاله رجال الصحیح۔ اس حدیث کے رجال صحیح ہیں۔ اور ابن سعد نے طبقات میں روایت کیا۔ اور عبداللہ بن ابی بکر نے مرفوعاً روایت کیا۔ اور کہا مرسل صحیح۔ یہ مرسل صحیح ہے اور حدیث پاک صراحت کے ساتھ بیان کر رہی ہے۔
کہ حضور علیہ السلام وفات کے بعد بھی امت کے لیے بخشش استغفار کا سامان مہیا کرتے رہتے ہیں۔ امت کے اعمال آپ علیہ السلام کے پیش کیے جاتے ہیں۔ حضور علیہ السلام اپنے امتیوں کی نیکیاں بھی دیکھتے ہیں۔ اور خطائیں بھی دیکھتے ہیں۔ اس اعتبار سے گنہگاروں کے احوال بھی دیکھتے ہیں۔ اور نیکوکاروں کے احوال بھی دیکھتے ہیں۔ حسب حال امت کی بخشش اور بلندی درجات کا سامان تیار کرتے ہیں۔ یہ حدیث حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمائی ہے۔

حاضر و ناظر

قرآن مجید نے اس کو بیان فرمایا۔ حیاتی خیر لکم و مماتی خیر لکم ۔ قرآن پاک نے فرمایا ما کان اللہ لیعذبھم
اور اللہ تعالیٰ کی یہ شان نہیں ہے کہ میرے حبیب کہ آپ بھی ان میں ہوں۔ اور میں ان کو عذاب بھیجوں۔
یہ مجھے زیب نہیں دیتا۔ یہ مجھے شایانِ شان نہیں ہے۔ یہ مجھے پسند نہیں۔ یہ روش کو اپنایا
نہیں ہے کہ یہ حبیب جب تو رہے تو میں ان پر عذاب کروں ۔ حضور علیہ السلام کی موجودگی
اور عذاب ایک جگہ جمع نہیں ہوتے۔ جہاں آقا علیہ السلام کا وجود مسعود ہوگا۔ آپ کی
موجودگی ہوگی خواہ وہ موجودگی۔ دونوں کے لیے فرمایا۔ حیاتی خیر لکم و مماتی خیر لکم ۔ جب آقا علیہ السلام
ظاہری حیات میں تھے تو صحابہ کرام کے اندر تھے۔ اہل ایمان کے اندر تھے۔ اور ظاہری حیات کے بعد وفات
ہوئی تو فرمایا۔ وفات بھی اسی طرح خیر ہے ۔ اور رحمت ہے ۔ اس پر قرآن کی سند
پیش کرتا ہوں ۔ وانت فیھم میں ظاہری حیات میں ان کے اندر موجود ہونا مراد ہے ۔
اور دوسرا مقام پر فرمایا ۔ آل عمران میں ہے ۔ اس سے تفسیر بھی ہو جائے گی۔ اور ایک اور مقام
پہ آگے ۔ کہ حضور کا صرف حیات ظاہری میں ہمارے اندر نہیں ہونا ۔ کہ قیامت کے بعد بھی حضور
ہمارے اندر ہیں ۔ وکیف تکفرون وانتم تتلی ایاتنا وفیکم رسولہ ۔ الی صراط مستقیم ۔
فرمایا تم کافر کیسے ہو سکتے ہو۔ کیسے بھٹک سکتے ہو۔ کہ تم وہ قوم ہو۔ کہ تم پر اللہ کی آیات
تلاوت کی جاتی ہیں۔ اور یہ جو اللہ کا فضل بیان ہوا۔ یہ صرف صحابہ کرام کے لیے محدود نہیں ہے۔
پھر اس آیت کریمہ کا فیض یہ ختم ہو گیا ۔ بعد کی امت کے لیے ۔ وانتم تتلی ایات اللہ
یہ جو کہ صیغہ مجہول بیان کیا ہے ۔ تتلو علیہ ایاتہ نہیں فرمایا ۔ کہ حضور آیات تلاوت فرماتے
ہیں ۔ تتلی ایات اللہ ۔ تم پر اللہ کی آیات تلاوت کی جاتی ہیں ۔ (۱۷ ۔ ۱۳)
اور وہ تلاوت آقا علیہ السلام کے عہد مبارک سے لے کر آج تک حفاظ اور قرآن کی شکل میں
جاری ہے ۔ اور قیامت تک اس امت پر آیات تلاوت کی جاتی رہیں گی ۔ تو فرمایا تم پر اللہ
کی آیات تلاوت کی جاتی ہیں ۔ ہر رات ماہ رمضان میں کھڑے ہو کر پورے قرآن کی تلاوت کی جاتی
ہے تم پر ۔ اور تم سنتے ہو ۔ اور شب و روز ہر وقت اللہ کی آیات کی تلاوت اس
امت پر ہوتی ہے ۔ اور اس آیت میں یہ بھی اشارہ ہے ۔ کہ اس امت کو خصوصیت عطا کر دی

گئی ہے۔ کہ باقی امتوں کا رابطہ اُن کی الہامی کتابوں سے کٹ گیا۔ یا ان کتابوں کی تحریف
ہو گئی۔ ترمیم ہو گئی اور مسخ و غش جس طرح اتری تھی ان کتابوں کا ۔۔۔ وہ ان پر تلاوت ہونا
بند ہو گئیں ۔۔۔ ان کا اپنا تعلق اپنی الہامی کتابوں کے ساتھ کٹ گیا۔ (۱۴-۱۷)
مگر امت محمدی کو یہ انعام عطا کر دیا۔ یہ خصوصیت عطا کر دی۔ اس میں ضمانت ہو گئی۔
کہ قیامت تک وہ آیتیں۔ ان میں ترمیم اور تحریف نہ ممکن ہے اور نہ قیامت تک اس امت کا تعلق
قرآن کی آیات سے کی تلاوت سے کٹ سکتا ہے۔ اور قیامت تک ان آیات کی تلاوت
اس امت پر ہوتی رہے گی۔ اور اللہ نے فرمایا انتم اے امت محمدی تم وہ امت ہو
تتلی علیکم آیات اللہ۔ تم پر اللہ کی آیات تلاوت کی جاتی ہیں۔ اور تلاوت کی جاتی رہیں گی۔
تو جب تک قرآن ہے۔ اس وقت تک اس امت کا علاقہ تعلق۔ اس قرآن سے ہے۔
تب تک آیات تلاوت کی جاتی رہیں گی۔ تو اللہ پاک نے اس ایک نعمت کو ذکر کیا
کہ تم وہ امت ہو جن پر اللہ کی آیات تلاوت کی جاتی ہیں۔ (۱) اور اب ایک دوسری
نعمت بیان فرمائی۔ دوسری نعمت کیا ہے۔ وفیکم رسولہ۔ اور تم وہ امت ہو کہ مصطفیٰ
میرا ہر وقت تمہارے اندر ہے ۔۔۔ اگر فیکم رسولہ کو محدود کر دیا جائے۔ تو صحابہ کرام
تک۔ تو آیت تو ایک ہی ہے۔ اور دونوں خصوصیتیں انتم کے تحت بیان ہو رہی ہیں۔ انتم
تم وہ امت ہو۔ دونوں باتیں ایک ہی مقام پر ہیں ۔۔۔ کہ جس پر اللہ کے قرآن کی آیتیں تلاوت
کی جاتی ہیں۔ اور تم میں میرا رسول رہتا ہے۔ اگر رسول ؐ کو محدود کر دیا ان کی زندگی کو صرف
زمانہ صحابہ تک۔ یا عہد رسالت تک۔ ظاہری دور تک اور بعد والوں تک تمہیں غیر ظاہری
آیات کو بھی پڑھے گا۔ اس کی بھی نفی ہو جائے گی ۔۔۔ کہ تتلی علیکم آیات اللہ کا حکم صرف
صحابہ کے لیے ہے۔ بعد کی امت تلاوت قرآن کے فیض سے محروم ہو گئی ۔۔۔ تو اشارہ
اس امر کی طرف ہے۔ کہ تم وہ امت ہو کہ جن میں میرا قرآن ہے تتلی علیکم آیات اللہ
کا مراد یہ ہے کہ تم وہ امت ہو۔ جن میں میرا قرآن ہے۔ جب۔ تو مطلب یہ ہے کہ جب تک
تم میں میرا قرآن ہے۔ اور جب تک تم میں میرا رسول محبوب ہے (۱۴-۵۴)

تم گمراہ نہیں ہو سکتے۔ اور جب تک تمہارا رابطہ قرآن سے ہے جب تک تمہارا رابطہ صاحب قرآن
سے ہے۔ اور تیسرا ومن یعتصم باللہ۔ اور جو اللہ کا دامن تھام لے۔ تو اگر تین
چیزوں کا ذکر محدود ہے (۱) تلاوت آیات (۲) فیکم رسولہ (۳) تیسرا اعتصام باللہ کہ
اللہ کا دامن تھام لینا ـــ فقد ھدی الی صراط مستقیم ـــ ایسا نہیں کر سکتے؟ آپ کہ
تین چیزوں میں سے جن کو آپ زمانے میں محدود کر دیں۔ اور باقی زمانے خالی کر دیں۔
اور دو چیزوں کو ہر زمانے کے لئے جاری رکھیں ـــ یہ اپنی مرضی سے نہیں ہو سکتا ـــ
جب تینوں اس زمانے میں بند ہو گئے جائیں گے۔ یا تینوں قیامت تک جاری رہیں گی۔ کیونکہ
تینوں خوبیاں انتم کے تحت آئی ہیں ـــ کہ تم وہ امت ہو کہ جن پر میری آیات
تلاوت ہوتی ہیں۔ جن میں میرا رسول موجود ہے ـــ اور جو اللہ کے دامن کو تھام لے۔
تو کیا اس کا مطلب یہ لیا جا سکتا ہے۔ کہ صحابہ تم میں سے جو اللہ کا دامن تھام لے۔
اور باقی لوگوں کے لئے نہیں۔ اور امت کیا گئی ـــ وہ امت اللہ کا دامن تھامنے سے مستثنیٰ
ہو گئی۔ تابعین کیا انہوں نے اللہ کا دامن نہیں تھاما ـــ تبع تابعین نے نہیں تھاما ـــ
آئمہ اولیاء محدثین مجددین مجتہدین نے اللہ کا دامن نہیں تھاما ـــ مگر آپ نہیں کہ
تابعین تبع تابعین نے بھی تھاما۔ اور اگر ومن یعتصم باللہ کو خاص زمانے میں عام کر دیا۔
قیامت تک کے دور کیلئے تو تو پھر یہی عمومیت تلاوت آیات کیلئے بھی ہو گی۔ اور یہی عمومیت
حضور علیہ السلام کی موجودگی کے لئے بھی ہو گی ـــ تو یہ تینوں چیزیں آگئیں۔ (11-19)
ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا ـــ واعلموا ان فیکم رسول اللہ ـ حجرات (7)
جان لو کہ اللہ کا رسول تمہارے اندر ہے۔ تم میں اللہ کے رسول ہیں۔ اور اگر بہت سے معاملے
میں۔ لو یطیعکم فی کثیر ـــ فی ملوکم (حجرات) راشدون ـــ حکم
یہاں بھی اللہ نے واعلموا ان فیکم رسول اللہ کا حکم ارشاد فرمایا ـــ ایک اور مقام پر سورۃ
آل عمران میں ـــ اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا ـــ یہ صرف صحابہ کرام کے لئے مخصوص نہیں
امت سے خطاب ہے ـــ ان اولی الناس ـــ المومنین آل عمران 68

(حاضر و ناظر کا اہم مسئلہ)

فرمایا بے شک سب لوگوں سے بڑھ کر حضرت ابراہیمؑ کے حقدار وہ لوگ تھے جنہوں نے حضرت ابراہیمؑ کی پیروی کی۔ یہ بات بڑی خاص بتا رہا ہوں ۔۔۔ اور یہ جو لفظ ہے اولی الناس سب انسانیت کے لیے۔ اس کو کسی ایک زمانے پہ محدود نہیں کیا۔ پوری انسانیت میں قیامت تک انسانیت میں بڑھ کر حضرت ابراہیم کے حقدار وہ ہیں۔ کہ حضرت ابراہیمؑ سے نسبت جوڑنے والے۔ ان کی ملت پر چلنے کا دعویٰ کرنے والے۔ سب سے بڑھ کر عالم انسانیت میں بڑھ کر وہ لوگ ہیں جنہوں نے حضرت ابراہیم کی پیروی کی ۔۔۔ وھذا النبیؐ اور سب سے بڑھ کر حضرت ابراہیم کے یہ نبیؐ ہیں۔ یوں نہیں فرمایا۔ یہ بات بڑی قابل توجہ ہے۔ الذین اتبعوہ والنبیؐ۔ والذین امنوا۔ ان کے حقدار ان کی پیروی کرنے والے وہ لوگ ہیں اور نبی ہیں ۔۔۔ لیکن ھذا کا اضافہ فرمایا۔ اور یہ نبی ہیں۔ اب جب یہی یہ آیت صحابہ کرام کے وقت میں پڑھی گئی۔ آقا علیہ السلام ظاہراً سامنے تھے۔ تو ھذا النبی کا معنیٰ سمجھ میں آیا کہ یہ نبی ہیں۔ اور یہ ایسے مثلی آیات اللہ تعالیٰ کی ہم پہ ساری آیات ہمیں تلاوت کی جاتی ہیں۔ جو آج پڑھی گئی اس انسانیت پر۔ امت پر۔ ابراہیمؑ کی ملت کی پیروی کرنے والوں پر پڑھی گئی ۔۔۔ جو چودہ سو سال قبل مدینہ میں بیٹھنے والے صحابہ کرام کے سامنے تو ھذا النبی کا معنیٰ تھا۔ تو جب یہ آیات آج پڑھی گئی تو ھذا النبی تو کیا مطلب ہوا۔

تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت بھی یہ نبی تھے۔ اور آج بھی وہی نبی۔ آج بھی یہ نبی ہیں وہ نبی نہیں ہیں۔ یہ جو قرب ہے بزرگی اور قرب کو ملا کر قرآن مجید کسی قرب کی وجہ کبھی ذالک میں استعمال کر دیتا ہے۔ فرمایا ذالک الکتاب لاریب فیہ ۔۔۔ یہ وہ کتاب ہے جس میں وہ شک نہیں ہے۔ تو کتاب ہاتھ میں ہے ۔۔۔ اور جو سامنے ہاتھ میں چیز ہو تو کہنا چاہئے۔ ھذا الکتاب لاریب فیہ ۔۔۔ یہ کتاب جس میں کوئی شک نہیں ۔۔۔ مگر اس کو ذالک کہا۔ اس کی بلند بزرگی ہے۔ اس کا اونچا رتبہ ۔۔۔ انسان کی سمجھ سے بالا ہونے کی وجہ سے ایک بعد رتبت۔ جو سامنے ہے اس کو ھذا الکتاب نہیں کہا۔ اس کو فرمایا ذالک الکتاب۔ یہ اس کا معنیٰ محذوف ہوگا (بریکٹ) میں۔ ترجمہ ہے یہ کتاب ہے۔ مشہور بیان سے ہوتا ہے وہ کتاب جس میں کوئی شک نہیں ہے۔ اور آپ کیا ترجمہ کرتے ہیں یہ وہ کتاب ہے۔ یہ کا لفظ آیت

میں نہیں ہے ۔ وہ محذوف ہے ۔ اللہ پاک نے اس اشارہ بعید کا بیان کیا کہ یہ وہ
کتاب ہے ۔ تو قرآن ہاتھ میں ہے مگر اللہ فرماتا ہے ۔ وہ کتاب ۔ تو جب ہاتھ میں قرآن ہے۔
اسے وہ کتاب کہہ کے اللہ نے یاد فرمایا ۔ تو وہ رسول کو بھی کہہ سکتا تھا ۔ للذین اتبعوہ وذلک النبی
سب سے حقدار پیروکار ابراہیم کے اور وہ نبی ۔ اور ان کی امت ۔ اور وہ بھی اور ایمان والے
اسی اسلوب کو یہاں بھی اپنا سکتا تھا ۔ مگر یہاں اس اسلوب کا ذکر کر دیا ۔ یہاں اس لیے فرمایا
کہ نبی کو خود سے دور نہ سمجھیں ——

اور خود کو میرے نبی سے دور نہ سمجھیں ۔ اس عقیدہ کو ان کے دل و دماغ میں مزین کرنے کے لیے ۔ راسخ
کرنے کے لیے ۔ متمکن کرنے کے لیے ۔ شعوری طور پر جاگزین کرنے کے لیے ۔ اللہ پاک نے نہ النبی کہا ۔
نہ ذلک النبی کہا —— ھذا النبی کہا ۔ تاکہ حضور کی حاضر ہیت پہ ہونا اور وہ نہ ہونا دل و دماغ
میں راسخ ہو جائے ۔ لوگوں کو بتانا مقصود ہے کہ جب بھی تم جس زمانے میں بھی ملت ابراہیمی کے
پیروکار ہو گے اور ہدایت دینا چاہو گے ۔ ہمیشہ زمانہ بدلتا رہے گا ۔ تم یہ نہ سمجھنا کہ اگلے زمانے میں لوگ یہ
وہ سمجھ کر کہیں گے ۔ کہ اس نبی والے لوگ آج جو ہیں تم وہ ہو جاؤ گے ۔ وہ زمانوں کے چہرے
بدلتے رہیں گے وہ ہو جائیں گے ہر ایک کا چہرہ بدلتا رہے گا ۔ مگر میرے مصطفیٰ کا چہرہ رہے گا۔
ھذا اس لیے فرمایا تاکہ لوگوں کے دلوں میں جو قرب ہے آقا علیہ السلام کی بارگاہ کا ۔ اور
اتصال ہے ۔ یہ حضور کا تعلق قائم رہے ۔ اس لیے ہم ہمیشہ آقا علیہ السلام کو حضور کہتے ہیں ——
امت کی زبان پر چڑھا دیا رب نے ۔ جب نبی کا نام لو تو کہو حضور علیہ السلام ۔ حضور کسے
کہتے ہیں ۔ یہ کہ ——

حضور کسے کہتے ہیں جو حاضر ہے ۔ جس کی بارگاہ میں ہم کھڑے ہیں ۔ جس کی قربت میں ہم
ہیں ۔ جس کے قدموں کے سامنے میں ہم ہیں ۔ حضور حاضر کو کہتے ہیں ۔ یعنی اللہ نے ھذا
النبی کا تصور اجاگر کر دیا ۔ تاکہ قیامت تک امت حضور کو وہ نبی نہ کہتی رہے نہ سمجھتی رہے
جب کہیں گے تو حضور علیہ السلام ۔ یعنی یہ نبی —— یہ جو نبی اس کا معنی ما کان اللہ ——
ایک مقام پر اس کا ظاہری اطلاق تو ہوا —— اور اس کا تصور عام فرمائیں .

اور اسے آگے نہ چلاؤ گی۔ (۲۶-۳۰) تو بعد کو قرآن مجید کی وہ ساری آیات جن کا شان
نزول آپ پڑھتے ہیں مفسر بیان کرتے ہیں۔ تو اس شان نزول کے واقعات کے ساتھ خاص ہو گئیں۔
اور امت کیلئے اُن کا فائدہ ہدایت نفع تعلیم و تربیت تمام ختم ہو رہی۔ تو ہمارا سا شان نزول ہی تو کوئی
آیت ہی نہ اتری ہو۔ ہم تو کسی ایک آیت کے شان نزول میں بھی نہیں ہیں۔ تو انسان تو سکتا
ہے بڑی آسانی سے جان چھوٹ گئی ہمارے لئے آیت تو اتری نہیں۔ آیت تو اتری ہے۔ بدر
والوں کے لئے۔ اُحد والوں کے لئے غزوہ خندق والوں کے لئے۔ آیت اتری تھی ہجرت کرتا
وقت تو بعد کو ساری آیات خاص ان پر اتری تھیں۔ اس کے لئے اگر بند کر دیا۔ پوری امت
ابد آباد تک فیض سے محروم ہو گئی۔

نمازوں کا بھی خاص ہو گیا۔ اقیموا الصلاۃ۔ نماز قائم کرو۔ امر کا صیغہ ہے اور مخاطب تو
صحابہ کرام ہی تھے۔ کوئی کہے گا جی کہاں اُن کو تھا۔ ہم تو موجود ہی نہیں تھے وہاں۔ جو موجود تھے
حکم اُن کو تھا۔ کہ نماز پڑھو۔ ہم چودہ سو سال بعد آ کر بیٹھے ہیں ہم کہاں موجود تھے۔
تو آیت میں ہمارا نام کہاں ہے کہ تم بھی پڑھو۔ یہ تو اُن کو حکم تھا۔ تو سارے قرآن کی تعلیمات
کا مذاق بن جائے گا۔ اگر مورد خاص اور عام نہ کیا جائے۔ شان نزول کے اعتبار
سے جب نازل ہوتی ہیں آیات اس کا پہلا ~~اطلاق~~ اطلاق اسی طرح ہوتا ہے مورد خاص کی
مناسبت سے۔ تاکہ سمجھا جا سکے۔ لیکن بعد ازاں اس ~~کا~~ ایک مورد عام ہوتا ہے۔ اس عام
اطلاق ہوتا ہے۔ اس میں عمومیت ہوتی ہے۔ اس کا قیامت تک اطلاق پوری امت کے لئے
ہوتا ہے۔ حسب حال ہوتا رہتا ہے۔ اس لئے شان نزول کے دو معنی بن جاتے ہیں۔
ایک جس واقعہ میں نازل ہوئی۔ اور جس معنی اور مطلب میں نازل ہوئی۔ تو واقعہ میں نازل ہوئی
جب مسئلہ میں تھے وہاں فہم۔ اور اس کے مطلب اور مقصد معنی میں نازل ہوئی۔ مورد عام
لیا۔ تو امت اُن کے عمل امر میں شامل ہے۔ تو قرآن بتا رہا ہے کہ جب جس امت میں آیا
ہیں میں اس پر عذاب نازل نہیں کرتا۔ اور دلیل اس کی یہ ہے کہ وہ جو پہلے امتوں پر
اُن کی آنکھوں اور بداعمالیوں کے نتیجے میں فوری عذاب آتے تھے۔ وہ فوری عذاب حضور
علیہ السلام کی امت کے لئے اٹھا دیئے گئے۔ تو کیا یہ صحابہ کرام کے لئے اٹھائے گئے یا قیامت تک

M T W T F S S — Memo No ______ Date / /

= (کافر بھی امت میں شامل)

اٹھے ہوئے ہیں - کسی کی شکل بگڑی ہے خنزیر بنا ہے بندر بنا ہے - کسی پر پتھروں کی بارش ہوئی ہے کسی کی زمین الٹ دی گئی ہے - وہ آقا علیہ السلام نے فرمایا کہ میری امت کے خصائص میں سے ہے - کہ عذاب عاجلہ جو تھے وہ اٹھا دیئے گئے - قیامت تک - تو آج بھی عذاب عاجلہ نہیں آرہا نہ مسلمانوں پر نہ کافروں پر - کیونکہ کافر بھی امت میں شامل ہیں —— =

تو آقا علیہ السلام کی بعثت پوری ہو گئی تھی - کہ اس امت پر عذاب عاجل اٹھا دیا گیا - تو عذاب عاجل کو اٹھا جانا اس کا اشارہ بھی اس آیت کریمہ میں ہے - وما کان اللہ ——

اگر فیہم کا معنی ہم پر اطلاق نہ ہوتا نہ ہوتے تو عذاب عاجل جو اس وقت اٹھ گیا تھا - دوبارہ بحال کر دیا ہوتا —— اب وہ عذاب ہم پر آتے شکلیں بگڑتیں - پتھروں کی بارشیں آتی —— مگر چونکہ وہ عذاب عاجل اٹھ گیا - آج تک اٹھا ہوا ہے - تو پتہ چلا آج تک مصطفیٰ ہم میں ہیں ——

اور جب تک عذاب عاجل نہیں آتا ہم حضور ہم میں رہیں گے - تو حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ اس جگہ میں تم میں ہوں —— جب میں ظاہراً تھا تو تب بھی تم میں تھا - جب وصال ہو گیا تو - اب تمہارے حالات کو بہتر کرنے کے لئے صبح و شام دعا کرتا رہتا ہوں - تمہارے اعمال پیش ہوتے ہیں تو اچھا کو دیکھتا ہوں —— جو گناہ ہوتا ہے اس کے لئے بخشش کی دعا کرتا ہوں - اور یہ معنی قرآن نے بھی اس کی تشدید کی ویکون الرسول علیکم شہیدا - رسول تمہارے اوپر - یہ صحابہ کا بیان نہیں ہے - اس کو مخاطب صرف صحابہ کرام نہیں ہیں بلکہ عام ہے کہ امت مسلمہ ہے - لفظ میں کذالک جعلنکم امۃ وسطا لتکونوا —— اے امت محمدی تم کو امت وسط بنایا گیا ہے یعنی اعتدال والی امت بنایا - اور اعلیٰ امت بنایا —— اب یہ کس کو خطاب ہے امت - تاکہ تم عالم انسانیت پر گواہ ہو جاؤ —— اور اب اس امت کو کہا - ویکون الرسول —— اور رسول تم سب پر گواہ ہے - رسول کی گواہی پوری امت پر ہے قیامت تک ہے - اور گواہی وہ ہے جو شہادت بالمشاہدہ ہو گی - اس کی تفسیر میں مفسرین نے لکھا - اور یہ حدیث بیان کی کس طرح شہید ہیں ہم پر کہ آقا نے فرمایا امت کے اعمال صبح و شام میری بارگاہ میں پیش ہوتے ہیں - اور میں دیکھتا ہوں - اور قرآن مجید نے بھی اس کی تشدید کی - قل اعملوا .

نیز فرمایا فسیری اللہ عملکم - لوگوں عمل کیا کرو۔ عنقریب اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول تمہارے سارے اعمال دیکھ رہا ہے۔
اور مومنین اہل ایمان کاملین بھی دیکھیں گے - فرمایا ویکون الرسول علیکم شہیدا ۔ تمہارے اوپر رسول
شہید ہوں گے - تو آقا نے فرمایا میرا ظاہر میں رہنا بھی تمہارے لئے بہتر ہے اور وصال بھی تمہارے لئے بہتر
ہے - کہ میں جس طرح آج تمہیں دیکھتا ہوں اسی طرح وصال کے بعد میں تمہیں صبح و شام دیکھتا رہوں گا۔
اور جس کی جہاں جہاں کمی نظر آئے گی میں پورا کرتا رہوں گا۔ (۳۳-۳۷)
بخشش کی دعا کرتا رہوں گا۔ شفاعت کرتا رہوں گا۔ جس کی اچھائی نظر آئے گی اس کو شاباش
دیتا رہوں گا۔ جس کی کمزوری نظر آئے گی اسے دھکا دے کے پار کرتا رہوں گا۔ شہید بنایا تم
پر آج بھی ۔ وکیف اذا جئنا من کل امۃ بشہید وجئنا بک علی ھؤلاء شہیدا ۔ اور یہ نگرانی پر مشاہدہ
پر دیکھنا - صرف یہاں ہی نہیں ہے قیامت کے دن بھی آقا کی شان یہی ہو گی۔ اور فرمایا حبیب
وہ منظر کیسا ہوگا۔ فکیف وہ کیا منظر ہوگا۔ اللہ تعالیٰ فرما رہا ہے ـــــ وہ کیسا منظر ہوگا۔ اذا
جئنا من کل امۃ بشہید - جب ہم ہر نبی کو اس کی اپنی امت پر گواہ بنا کے اٹھائیں گے - کہ
اپنی امت پر گواہی دے - ہر نبی اپنی امت پر گواہ بن کے کھڑا ہوگا۔ امتیں انکار کریں گی کہ ہمیں
دعوت نہیں دی گئی - انبیاء ہوں گے گواہ کوئی نہیں ہوگا۔ کہ امتیں سچ بول رہی ہیں یا جھوٹ - ہر نبی
اپنی امت پر گواہ ہوگا - اے محبوب وہ منظر دیکھنے والا ہوگا - کہ آپ کو کھڑا کریں گے کہ حضرت
آدم سے لے کر اب ~~امتوں کو~~ قیامت تک سب امتوں پر گواہ بنائیں گے - نبیوں پر بھی گواہ
من کل امۃ ہر امت میں سے گواہ اٹھے گا - تو کوئی امت خارج نہ رہی کہ ہر امت کا گواہ
ہوگا اس کا نبی - اور آپ کو سب پہ گواہ بنا کے شاہد بنا کے لائیں گے - مشاہدہ کرنے
والا بنا کے لائیں گے - اور آپ کی گواہی پر بات ختم ہو جائے گی - اب ایک بات بڑی
اہم ہے - کہ نبیوں کی گواہی ہو گی کہ باری تعالیٰ ہم نے تیرا پیغام پہنچا دیا تھا - ان کی گواہی پر اعتراض
کریں گے امتوں میں سے وہ لوگ جو کافر ہوں گے جو انکار کر دیں گے - تو بحث ہو گی مطالبہ
میں - جھگڑا ہوا کہ نبیوں نے کہا کہ ہم نے پہنچا دیا تیرا پیغام - انہوں نے کہا منکرین نے ہمیں
نہیں پہنچایا - تو گویا نفس دعویٰ کا انکار ہو گیا - کہ ہمیں تیرا پیغام انہوں نے پہنچایا ہی
نہیں - تو ان کی گواہی کا انکار کر دیا - اب ان کی گواہی کو سچا قرار دینے اور ان امتوں کے

کے انکار کو جھوٹ قرار دینے کے لیے اب ایک گواہ چاہیے کہ جس کی گواہی قطعی ہو ۔ تو بتا لیجیے ۔
سنی سنائی گواہی دینے والا قطعی ہو گا یا دیکھ کر گواہی دینے والا قطعی ہو گا ۔ جب گواہ پر رد ہو جائے کہ
جب گواہ پر اعتراض ہو جائے ۔ تو گواہ کی گواہی کی صداقت کے لیے کس کو بلایا جائے ۔ تو وہ کون ہو گا ۔
سن کر شہادت دینے والا یا دیکھ کر شہادت دینے والا ۔ کہ میں نے سنا ہے کہ انہوں نے گواہی
دی تھی کہ کیا ایسی گواہی کی تصدیق ایسی گواہی سے ہو گی ۔ وہ تو کمزور گواہی ہو گی ۔ کہ میں نے جانا ہے ۔
سنتا ہے کہ ان امتوں نے انکار کیا تھا ۔ کیا وہ گواہی قبول ہو گی ۔ نبی اللہ کے گواہ ہیں ۔ اللہ کے
گواہوں کی گواہی چیلنج ہو جائے ۔ تو اس کی تصدیق کے لیے جب گواہ کھڑا کیا جاتا ہے ۔ تو وہ مشاہدہ
والا گواہ ہی ہو سکتا ہے ۔ وہ سن سنا کے گواہی دینے والا نہیں ہو سکتا ۔ یہ فرق ہے ۔ کہ ان کا گواہ
دیکھا اور بصیر ہو گی ۔ وجئنا بک علی ھولاء شہیدا ۔ (۳۰ ۔ ۳۷) اور ہم جب آپ کو لے کے
ہوں گے تو آپ کہیں گے کہ میں گواہی دیتا ہوں ۔ اور آپ کی گواہی اصالۃً ہو گی وکالۃً نہ ہو گی ۔ اس لیے آقا
علیہ السلام کو جو مقام عطا کیا ۔ وہ یہ کہ حضور علیہ السلام کی حیات اور وفات سارا کا سارا
خیر ہے رحمت ہے ۔

اور یہ جو آیت کریمہ اس پر ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ حنفی ہیں یہ شارح لکھتے ہیں ۔
اس مقام کے تحت وہ لکھتے ہیں ۔ انہ حاضر و ناظر ۔ یہ جو حاضر و ناظر یہ جو لقب ہے آقا علیہ السلام
کا یہ کوئی ہندوستان سے پیدا نہیں ہوا ۔ یہ ملا علی قاری بھی کہتا ہے ۔ یہ شرح الشفا میں ۔
فی ذلک الاصل الکلی ۔ کہ حضور علیہ السلام اس پورے ارض اور میں حاضر بھی ہیں موجود بھی
ہیں ۔ اور ناظر مشاہدہ کرنے والے بھی ہیں ۔ موجود ہر جگہ حکماً ہیں ناظر حقیقتاً ہیں ۔
جسم پاک قبر انور میں رہتا ہے ۔ اس جسم پاک سے نکل کر کہیں تشریف نہیں جاتے
وہ قبر انور میں رہتا ہے جسد حقیقی ۔ تو حاضر کیسے ہوئے ۔ اگر کوئی بیٹھا یہاں ہو ۔ اور دیکھ وہاں
ہو ۔ جہاں جہاں تک مشاہدہ صحیح ہو یہاں وہاں تک وہ حکماً حاضر بھی تصور کیا جاتا ہے ۔
بے شک کم کا درمیان کا فاصلہ ایک فرلانگ کا ہی کیوں نہ ہو ۔ یا پانچ سو میل کا فاصلہ ہی کیوں نہ
ہو ۔ جسمانی طور پر ہر جگہ انچ انچ پر موجود ہونا ضروری نہیں ہے ۔ جہاں جہاں آپ کے مشاہدہ نے
کام کیا ۔ حکماً وہاں حاضری کا تصور کیے جائیں گے ۔ تو جو مشاہد ہوتا ہے وہ حاضر ہوتا ہے ۔

M T W T F S S　　Memo No ______　Date / /

جو ناظر ہوتا ہے وہ حکماً حاضر ہوتا ہے — ہر حاضر حکماً ناظر نہیں ہو سکتا۔ بندہ موقع پہ حاضر ہے مگر ہے نابینا —— حاضر ہے مگر ناظر نہیں۔ اس کی گواہی قبول نہیں کریں گے۔ مگر ہے مدینہ میں موجود دیکھ ساری دنیا کو رہا ہے اس کی گواہی قبول ہوگی۔ کیونکہ وہ ناظر کائنات ہے —— ناظر خلق ہے —— جو ناظر ہوتا ہے جو مشاہدہ کرتا ہے۔ مشاہدہ کی وجہ سے حاضر ہوتا ہے ——

بعض سوال ہوتا ہے۔ بعض سوچتے ہیں —— (۳۶-۴۰) اگر حضور علیہ السلام حاضر وناظر ہیں۔ تو پھر آپ مصلے پہ خود کیوں کھڑے ہو جاتے ہیں امامت اس سے کیوں نہیں کروائے؟ ایسی سوچ یا باتیں جاہلانہ ایسی لاعلمی کی باتیں ہیں —— نادانی اور گستاخی کی باتیں ہیں۔ ایسی بات نہیں ہیں۔ امامت کے احکام اور ہیں۔ امام ہو آپ میں سے موجود ہو جسمانی طور پہ کھڑے ہو کر اس نے جماعت کروانی ہوتی ہے ——

اور آقا علیہ السلام کا حضور۔ جن کو ہم ہر وقت حضور کہہ کر پکارتے ہیں۔ ان منکم رسول اللہ —— منکم رسولہ پہ جو بار بار تمہارے اندر آیا ہے کہ یہ ہر جگہ موجود ہونا۔ روحانی معنی میں ہے —— اپنی روحانیت کے ساتھ ہر جگہ ہیں۔ اپنی روح اقدس کے ساتھ ہر جگہ موجود ہیں۔ اپنے نور کے ساتھ ہر جگہ ہے۔ اپنی محمد کے ساتھ۔ اپنی نبوت ورسالت کے ساتھ ہر جگہ ہیں۔ اپنی برکت کے ساتھ ہر جگہ ہیں۔ اپنی شفاعت اور توسل کے ساتھ ہر جگہ ہیں۔ اور سب سے بڑھ کر اپنی نگاہ اور مشاہدہ کے ساتھ ہر جگہ ہیں —— جسمانی طور پہ قبر انور میں ہی رہتے ہیں۔ وہاں سے باہر نہیں تشریف لے جا سکتے —— مگر ایک جسم مثالی ہوتا ہے۔ جس میں روح متمثل ہوتی ہے۔ جیسے جبرائیل امین جسم مثالی کے ساتھ انبیاء کے پاس حاضر ہوتے ہیں۔ فارسلنا الیہا روحنا فتمثل لہا بشرا سویا ۔ ہم نے حضرت جبرائیل امین کو بھیجا وہ سراپا نور تھے فرشتے تھے۔ مگر ان کو متمثل کر دیا۔ جسم مثالی کے ساتھ بھیجا —— پورا پورا بشر انسان بنا کر اس روپ میں بھیجا —— تو یہ جسم مثالی ہوتا ہے۔ تو آقا علیہ السلام خود بھی انبیاء اولیاء ملائکہ جسم مثالی کے ساتھ جہاں چاہیں جس وقت چاہیں جا سکتے ہیں۔ اگر کسی کو بیداری میں آقا علیہ السلام کی زیارت ہو جسمی طور پہ بیداری میں زیارت نصیب ہو۔

وہ جسم لطیفہ نہیں ہوتا۔ یاد رکھ لیں۔ وہ جسم مثالی ہوتا ہے۔ وہ جسم مثالی سے وہ ایک لمحہ میں
لاکھوں مقامات پر جیسے جا سکتے ہیں۔ ملائکۃ الموت ملک الموت کو دیکھو ہزاروں کا ہزاروں کو
شہروں میں بیک وقت ارواح قبض کرنے کے لئے جا سکتا ہے۔ تو آقا علیہ السلام تو ملک الموت
جیسے کروڑوں فرشتوں کے آقا ہیں۔ ملک الموت تو حضور کے غلاموں میں ہے۔
ملک الموت الذی وکل بکم۔ السجدہ۔ قرآن کہتا ہے ملک الموت فرشتہ وہ ہے۔
جو تمہارے اوپر مقرر کیا گیا ہے۔ الذی وکل بکم واحد کا صیغہ ہے۔ موت کا فرشتہ تم سب
پر مقرر کیا گیا ہے۔ اگر ایک ہزار آدمیوں کی بھی موت آ گئی۔ تو ٹھیک چھوڑیے۔ ایک سیکنڈ بھی
آگے پیچھے نہ ہو۔ ایک سنگاپور میں آ گئی۔ ایک آسٹریلیا میں آ گئی۔ ایک ہی پاکستان میں
آ گئی۔ ایک ہی امریکہ میں آ گئی۔ ایک ہی بغداد میں آ گئی۔ عراق۔ افغانستان۔ فلسطین۔
کشمیر۔ ایک ہی وقت پہ ہزار ~~آدمیوں~~ آدمیوں کی موت واقع ہو۔ پوری دنیا کے ہزار ملکوں
پر۔ تو فرمایا ملک الموت الذی وکل بکم۔ وہ موت کا فرشتہ تم سب پر موکل بنایا گیا ہے۔
وہ فرشتہ ایک ہی وقت میں ہزار بندوں کی روح قبض کر لیتا ہے۔ اگر آقا کے غلاموں میں ہو کر
وہ کائنات کے ہر گوشے ایک ہی وقت میں جا سکتا ہے۔ تو اس فرشتے کے آقا مصطفیٰ!
جسم مثالی سے جاتے ہیں اور اقدس کی طرف سے جاتے ہیں۔ تو کس کس سے وصل تک
جب جہاں جا سکتے ہیں۔ اسی لئے آقا علیہ السلام کسی کی زیارت میں جائیں۔ ہزاروں لوگوں
کو زیارت کروائیں روحانی طور پر۔ بیک وقت کروائیں تو وہ بھی جائز ہے۔ جسمانی طور پر
ظاہری طور پر کسی کو دیدار کروائیں تو وہ بھی جائز ہے۔ وہ جسم مثالی ہوگا۔ روحانی طور پر تو جو کریں
تو وہ بھی جائز ہے۔ مگر امامت اور اس کی چیزیں جو ہوتی ہیں۔ وہ حقیقی جسم کے ساتھ
ہوتی ہیں۔ آقا علیہ السلام کے بارے میں ایسا عقیدہ مسلمانوں کا ہے نہ ہونا چاہیے۔
تو آقا نے اسی لئے ارشاد فرمایا کہ میری وفات سے گھبرانا جانا۔ میں وفات کے بعد بھی تمہی
کے اندر رہوں گا۔ یہ ہے حدیث کا مفہوم جو قاضی عیاض نے بیان فرمایا حیاتی خیر لکم۔ وفاتی خیر لکم۔
ظاہری حیات بھی بہتر ہے۔ وفات بھی بہتر ہے۔ وفات تو ہو گی مخلوق جیسا ہوا۔ مگر وفات
ہو گی مگر تم سے فراق نہ ہوگا۔ فرق صرف اتنا ہے کہ چراغ جس میں تھا۔ باہر رکھا تھا۔

27 ۱۳۶

M T W T F S S

Memo No

Date / /

اس کو ابو بکر عمر و عثمان و علی کی آنکھیں بھی دیکھتی تھیں ـــــ اسے ابو جہل و ابو لہب کی آنکھیں بھی دیکھتی تھیں ـــــ یہ تھی حیات ظاہری ـــــ اب وفات سے اتنا فرق پڑ گیا ـ کہ مالک نے پردہ لگا دیا ـ ابو بکر و علی کی آنکھ والا ہو تو آج بھی دیکھتا ہے ـ ابو جہل و ابو لہب کی آنکھ والا ہو تو اس کے آگے پردہ لگ گیا وفات کا ـ وہ نہیں دیکھتے ـــــ تو وفات ایک پردہ بن گئی ـــــ جیسے چراغ بے پردہ تھا ـ چراغ حسن مصطفیٰ ـ بے پردہ تھا مومن و کافر اپنے پرائے سب دیکھتے تھے ـ اسی وجہ ـــــ تو اپنے جھکتے تھے ـ پرائے اکڑتے تھے ـ اپنے مانتے تھے ـ پرائے انکار کرتے تھے ـ اپنے ادب کرتے تھے ـ پرائے گستاخ ہوتے تھے ـ ہر ایک کو دیکھنے کی اجازت تھی ـ اللہ نے دنیا جب یہ 63 برس حسن پورا کر دیا ـ اب وفات کے پردے میں آپ کو رکھتے ہیں ـ تاکہ ہر کوئی گستاخ نہ دیکھ سکیں ـ نہ کوئی بات کر سکیں ـ اب جو ادب والے زندہ دل کی آنکھ والے ہیں ـ وہ دیکھیں بھی جھکتے چلے جائیں ـ دیکھا دار کا دارا جائیں ـ عین فیض پائیں ـ اور جنہوں نے مانا نہیں ـ وفات کے پردے میں ان سے اوجھل کر دیا ـ انہوں نے دیکھنا ہی نہیں ہے ـــــ آقا علیہ السلام نے اشارہ دے دیا کہ میری حیات بھی بہتر ہے ـ وفات بھی بہتر ہے ـ مگر میرا فیض کم نہ ہوگا ـ تو یہ اس حدیث پاک کا بیان تھا ـــــ

[signature]

۲۴ — ۱۱ — ۲۰۱۸
۱۴ — ۳ — ۱۴۴۰
۴ — ۲۲ — PM

QARI MUHAMMA…
Naqashbandi Chis…
09 OCT 2019
Chak 265/E.B Burewala …
Mobil …

دروس الشفاء ۵

(۲) (حضور صلی اللہ علیہ وآلہ سراپا مظہر نور السراج)

یہ جو مضمون ہم نے پہلے حصے میں بیان کیا - اسی مضمون کی تائید اللہ پاک نے قرآن مجید میں ایک اور مقام پر بھی فرمائی — ارشاد فرمایا دو مقام پر - اپنی ذات کیلئے فرمایا نحن اقرب الیہ — ہم تمہاری شہ رگ سے بھی قریب ہیں — اور حضور علیہ السلام کے لیے فرمایا النبی اولیٰ — اور میرا نبی تمہاری جانوں سے بھی قریب ہے — ہم تمہاری شہ رگ سے بھی قریب ہیں — اور نبی تمہاری جانوں سے بھی قریب ہے — شہ رگ ظرف ہے - برتن ہے جس میں خون چلتا ہے - خون میں جان چلتی ہے — جان مظروف ہے - شہ رگ ظرف ہے - نالی ہے - اس نالی کے اندر خون چلتا ہے — اس خون کے اندر جان چلتی ہے - اپنی ذات کے لیے - اللہ پاک ویسے ہی فرماتا - اس کا انکار کوئی نہیں کر سکتا تھا — وہ خالق جو ہوا جو چاہو - اس کے آگے بات کرنے کی کون جرأت کر سکتا ہے — اپنے لیے فرمایا نحن اقرب الیہ — ہم تمہاری خون کی نالی — قریب ہیں - شہ رگ سے قریب ہیں - اور حبیب کے لیے فرمایا - اور حبیب کی حفاظت زیادہ کرتا ہے — اپنے آپ کو محافظ رکھتا ہے اور حبیب کو محفوظ رکھتا ہے — اپنے آپ کو رکھتا ہے حفاظت کرنے والا - حفاظت کرنے والے کا حصار باہر ہوتا ہے — حفاظت کرنے والا باہر کھڑا ہوتا ہے - ایسا کبھی نہیں ہوا کہ محافظ اندر سو جائے اور محفوظ کو باہر کھڑا کر دے — نہیں محافظ باہر کھڑا ہوتا ہے - چار چیزیں — جس کو محفوظ کرتا ہے وہ اس کے حصار کے اندر ہوتا ہے — فرمایا ہم تمہاری شہ رگ سے بھی قریب ہیں — باری تعالیٰ حبیب کو کہاں رکھتا ہے — فرمایا النبی اولیٰ — حبیب کو شہ رگ کے اندر خون - خون کے اندر جان اور حبیب میرا تمہاری جانوں سے بھی زیادہ قریب ہے -

اس حدیث کی شرح بیان فرمایا - حیاتی خیر لکم، مماتی خیر لکم — اب اگلی حدیث آرہی ہے - اس میں ارشاد فرمایا — کما قال علیہ الصلوٰۃ والسلام - اس حدیث کو امام مسلم نے روایت کی صحیح مسلم میں - حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ اس حدیث کے راوی ہیں - قاضی عیاض فرماتے ہیں کہ اسی طرح جیسا کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ جس امت کے ساتھ بھلائی کا

ارادہ فرماتا ہے۔ تو اس کے خاتمے سے پہلے اس امت کے نبی کو اپنے ہاں بلا لیتا ہے۔ نبی کا
وصال پہلے ہو جاتا ہے۔ امت کا زمانہ پورا ہونے سے پہلے۔ یعنی نبی کو پہلے بھیجتا ہے آگے۔
اس حدیث کو امام ابن جریر نے کیا۔ اس کا مطلب ہے کہ جو سلفًا۔ فرطًا۔ حضور
علیہ السلام ارشاد فرما رہے ہیں کہ اپنی وفات کا کہ تم سے پہلے اس سے کہ میں تمہارے فرط اور
سلف بنوں۔ حضور علیہ السلام کے لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ وہ امت کے لئے شفاعت
کرنے والے۔ اور بخشش کا سامان کرنے والے۔ اور سلف بنوں۔ کہ تم سے مقدم بن
کے جاؤں۔ اور پہلے اس لئے جاؤں کہ تمہاری بخشش کا انتظام کر دوں۔ جب تم آؤ تو
تمہیں کسی پریشانی کا سامنا نہ کرنا پڑے۔ میں نے تمہاری بخشش کا سامان پہلے کر رکھا
ہے۔ اور اس بخشش کے سامان میں سے ایک یہ ہے۔ ایک لطیف بات بتا رہا ہوں۔
کہ یہ شان کس امت کو نہ دی گئی۔ کہ اس نبی کا امتی فوت ہو۔ جب قبر میں
سوال و جواب کا وقت آئے تو نبی سامنے کھڑا ہوا۔ بعد سوال و جواب کیسا
کمرہ امتحان میں یہ تو جانے ہی نہیں دیتے۔ جو مدد کر دے۔ راہنمائی دے دے۔ کمرہ امتحان
میں تو کسی کو جانے ہی نہیں دیتے۔ (۵۶-۶) امتحان والے بچے کو اکیلا بٹھا کے پوچھتے
ہیں۔ یہ جواب دو یہ جواب دو۔ ایسا کبھی نہیں ہوتا کہ استاد مربی مرشد و مربی
باپ کمرۂ امتحان میں بیٹے کے ساتھ آ جائیں۔ یہ کسی امت کو نہ دیا شرف کہ آقا کی امت کو
دیا کہ اس میں سے ایک یہ ہے۔ جب تم قبر میں جاؤ۔ قیامت کا معاملہ تو بعد میں ہوتا
رہے گا۔ جب قبر میں جاؤ پہلی شام جب فرشتے اٹھا کے سوال و جواب کریں تو سامنے
میں کھڑا ہوں گا۔ اور اس کے انتظام میں یہ ہے۔ کہ اللہ کا سوال کریں تو فیصلہ نہ
سنایا جائے۔ من ربک تمہارا رب کون ہے۔ یہ کس طرح بخشش کا سامان کر دوں
گا آگے جا کے۔ میں اس کی شرح کر رہا ہوں۔ اللہ کا سوال کریں من ربک۔ جواب آ جائے
تو نمبر درج ہو گئے اچھے نمبر مل گئے۔ نہ آیا فیل ہو گیا تو اس کے جواب میں فیل ہونے کی صورت
میں سزا شروع نہ کی جائے۔ اللہ سے منوا لیا ہوا ہے۔ کہ اگر مولا میری پہچان نہ کر سکیں۔
تو سزا نہیں ہو گی میرے امتی کو اس کو اگلے سوال کا موقع دیں۔ (اللہ)

M T W T F S S   Memo No   Date / /

ورنہ بات کیا تھی۔ کہ جس نے اپنے رب کو ہی نہیں پہچانا اگلے سوال کی ضرورت کیا ہے۔
من ربک۔ تیرا رب کون ہے۔ اسے پتا ہی نہیں پتا کہ رب کون ہے۔ تو اگلے دین
پوچھنے کی کیا ضرورت ہے۔ جو رب کو ہی پہچانتا تو اس کے دین کو کیا پہچانتا ہے۔
اگلا سوال بنتا نہیں تھا۔ مگر معصوم تو بتانے گئے ہیں۔ یہی تو انتظام کیا ہے۔
اللہ سے وعدہ لے لیا ہے کہ باری تعالیٰ اپنا سوال تو پہلے ہوگا۔ شری سنا لیا ہے۔ مگر میری
امت کو آ جائے تو نمبر لگا لیں اگر نہ آئے فیل ہو جائے سوال کے جواب میں میرا امتی
تو یہ حکم ہوگا فرشتوں کو تیرا۔ کہ اس پر سختی نہ کریں سزا نہ کریں۔ محبوب کیا ہو۔
انہیں ایک اور سوال کا موقع دیں۔ اللہ نے فرمایا حبیب ایسے ہی ہوگا۔
اب قیامت تو قیامت ہے۔ یہ تو حشر کی بات ہے۔ پہلی شام مرنے کے بعد
پہلی سے انتظام شروع کر دیا ہے آقا نے۔ پھر باری تعالیٰ دوسرا سوال پوچھا جائے۔
تو فرشتے دوسرا سوال پوچھیں گے۔ ما دینک۔ تمہارا دین کیا ہے۔ آقا علیہ السلام
نے عرض کیا باری تعالیٰ ممکن ہے کہ گنہگار امتی کو یہ جواب بھی آ جائے۔ اس پر بھی سزا نہیں
دینا۔ اللہ نے فرمایا تھا محبوب جیسے تو راضی میرا تو وعدہ ہے۔ ولسوف یعطیک
ربک فترضیٰ۔ تجھے راضی کرنا جیسے راضی ہو جائے بخشش اتنی عام کرتا جاؤں گا۔
اتنی عام کرتا جاؤں گا۔ جب جہاں تک کہ تو راضی ہو جائے گا۔ اچھا۔
فرشتوں کو حکم دے دیا کہ جواب آ جائے تو فیل ہو جائے تو تب بھی سزا اور
عذاب کو شروع نہیں کرنا۔ تو کیا کریں۔ آقا نے عرض کیا میرے مولا پھر اسے تیسرے
سوال کا موقع دیں۔ تیسرے سوال کا موقع دیا تو فرمایا۔ ما کنت تقول فی حق ھذا
الرجل محمد ﷺ۔ اب مجھے تو یوں لگتا ہے کہ تیسرا سوال اللہ کی بارگاہ میں پرچہ بن رہا
ہے۔ آقا علیہ السلام نے پاس بیٹھ کے لکھوایا ہے۔ (معذرت کے ساتھ جس کے ذہن
میں یہ بات نہ آئے تو معاف کر دے۔ مگر کہہ رہا ہوں اس کے سوا کوئی اور بات بنتی نہیں ہے۔)
اور بات ہے ہی نہیں۔ اللہ کا سوال سادہ سا بھولا لوکلی ہے من ربک۔ رب کا سوال
اور دین کا سوال تو یوں سبجیکٹ ہیں۔ کسی راہ پہ ڈالنے کے لیے۔ جس کو معرفت ہے بتا دے

M T W T F S S

Memo No
Date / /

گا۔ اللہ ربی ـــ جس نے ناتا توڑ لیا ہے ـــ نہیں پہچانے گا۔ پھر پوچھا جائے گا ما دینک
تیرا دین کیا ہے ـــ تو فرمایا مولا دوسرے سوال کا جواب بھی میرے امتی کو کہ جا آ کے تو فیصلہ
فرما دے۔ میں پہلے اسی لئے تو آیا ہوا ـــ ورنہ جب ملک الموت آیا تھا میرے پاس میری روح
قبض کرنے اور اس نے مجھ سے اجازت مانگی تھی۔ اور جبرائیل امین بھی ساتھ آئے تھے۔
ورنہ تو ملک الموت دروازہ پر کھڑا تھا۔ اندر آنے کی اجازت نہ تھی ـــ

کیوں اجازت نہ تھی کہ اندر سیدہ فاطمۃ الزہراء تھی ـــ پھر دل میں آقا کی
شہزادیاں بیٹھیں ـــ اور آقا آرام فرما تھے۔ سیدہ عالم ؓ نے پوچھا تھا۔ من انت الباب۔
دروازہ کس نے کھٹکھٹایا ہے ـــ اس نے ڈرتے ڈرتے عرض کیا۔ اپنا نام بتایا۔ ملک الموت بھی
نہیں کہا۔ اصل نام بتایا وہ آیا ہوں ـــ عزرائیل آیا ہوا۔ اندر اطلاع دی آقا یا رسول اللہ ﷺ اس
نام کا کوئی شخص آیا ہے تو سیدہ فرمایا پردہ کر لو۔ اور اسے اجازت دے دو۔ وہ تو ملک الموت
مصطفیٰ کی بارگاہ میں داخل ہونے کی اجازت مانگ رہا تھا۔ باری تعالیٰ سے اس نے اندر جانے کے
اجازت مانگی تھی ـــ باری تعالیٰ میری روح قبض کرنے سے پہلے اس کی ہمت نہیں پڑی کہ مجھ
سے پوچھے۔ حضور روح مبارک قبض کر لوں۔ ہمت نہیں پڑتی ـــ

اس نے کیا کیا۔ ڈر رہا تھا۔ بارگاہ مصطفیٰ میں جا کے عرض کیا باری تعالیٰ جبرائیل امین کو
بھیج دے کیسے عرض کروں گا بارگاہ میں جا کے ـــ جب جبرائیل امین ساتھ کھڑے تھے۔ تو آقا
علیہ السلام نے فرمایا اچھا ملک الموت سے اجازت ہے ـــ (۱۵ ـــ ۰۰) جو تمہاری بات
کرنا ہے کرلے۔ کیسے آئے ہو تو آقا سے نہیں عرض سکا۔ اس نے سیدنا جبرائیل امین
سے کہا۔ آداب دیکھیں۔ یہ ادب موسیٰ علیہ السلام سکھا گئے ہیں۔ بخاری مسلم
متفق علیہ حدیث ہے۔ نہ کمزور کتاب ہے نہ کمزور راوی ہے۔ عزرائیل نے سیدھا سیدنا
موسیٰ علیہ السلام کی بارگاہ میں کہہ دیا تھا۔ روح قبض کرنے آیا ہوں ـــ (مسلم کتاب الفضائل)
تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ایک تھپڑ مارا ـــ کیونکہ ملک الموت بشر کی لباس میں متمثل ہوا
بشر اسو ہوا ـــ جب بشری شکل متجسم ہو کے آتے ہیں۔ بشر کا روپ میں آتے
ہیں تو احکام بشر کا نافذ ہوتے ہیں۔ پھر مارا۔ پیٹنا زخم ہونا سا رکھ بشر کا روپ

(نبی کی بارگاہ میں فرشتے نوری نہیں رہتے)

کے احوال طاری ہوتے ہیں۔ جب نور کی شکل میں آئے تو بے ہوش ہو سکتا ایسا ——
جب بشری شکل میں آتے ہیں تو پھر بشری احوال بھی ان پر وارد ہوتے ہیں۔ نبیوں کی
بارگاہ میں وہ مجرد نور کی شکل میں آنے کی جرأت نہیں کرتے — وہ بشریت کا لباس پہن =
کے آتے ہیں تو آپ نے تھپڑ مارا۔ وہ چونکہ انسانی شکل میں تھے ملک الموت اس کی
آنکھ نکال دی —— اس نے آنکھ اپنے ہاتھ پر رکھ لی۔ واپس اللہ کی بارگاہ میں گئے۔ اور جا کے
عرض کیا یا اللہ آپ نے مجھے اپنے ایسے بندے کی طرف بھیجا ہے۔ جو مرنا چاہتا ہی نہیں
یعنی مروا دیا مجھے — عام سادہ ترجمے میں (مروا دیا مجھے) (۰۸ — ۱۷)

ملک الموت کو بھی سمجھ آئی کہ سارے ایک جیسے نہیں ہوتے — لا یرید الموت۔
لفظ ہیں حدیث پاک کے — واقعہ موسیٰ علیہ السلام ہیں اور بیان تاجدار کائنات ﷺ فرما رہے ہیں
لفظ لفظ کر دیا نا حضور نے —— اور امت کو بتا رہے ہیں — اور کیوں بتا رہے ہیں ——
باری تعالیٰ اپنے ایسے بندے کے پاس بھیجا ہے جو مرنا ہی نہیں چاہتا —— اللہ پاک تو جانتے ہیں
ساری —— اللہ تعالیٰ نے فرمایا ملک الموت چھوڑو یہ بتا تو نے جا کے کیا کیا تھا۔ بات کیسے
کی تھی۔ باری تعالیٰ بات ایسے کی تھی۔ فرمایا میں تو حیران ہو رہا تجھے پتا ہی نہیں کہ جلال والا پیغمبر ہے
میرا —— کوہ طور پر چالیس راتیں گزار کے مجھ سے عرض کر دیا تھا مولا۔ دیدار تو کرا دے۔
۱۸-۲۵ وہ ایسا پیغمبر ہے۔ پھر میں نے اسے دس راتیں اور رکھا۔ تجلی دکھائی بے ہوش کیا =
پھر ہوش کیا۔ وہ تو میرا ایسا پیغمبر ہے —— تو تم نے یوں ہی جا کے نہیں کہنا تھا کہ روح
قبض کرنے آیا ہوں۔ یہ پیغمبر کی بارگاہ کی بے ادبی ہوتی ہے —— اس طرح اب جاؤ اور جا کے
یوں کہنا کہ جو جانور ہے سواری ہے آپ کی اس کی پشت پہ ہاتھ رکھیں اور جتنے بال آپ
کے ہاتھ کے نیچے آ جائیں اگر آپ چاہیں تو اتنے سال آپ کی عمر اور ہو جائے گی ——
عمر اور چاہیں گے تو اور ہو جائے —— پھر اور —— اور اگر آپ چاہیں اللہ کے حضور
پیش ہونا تو میں حاضر ہوں —— اس طرح جا کے بات کرنا —— تو ملک الموت دوبارہ آئے
اور اس طرح بات کی —— کہ موسیٰ علیہ السلام نے بھی چونکہ سبق ہی سکھانا تھا۔ تو فرمایا
ملک الموت اتنے سال ہزاروں سال عمر مل گئی — اس کے بعد کیا ہوگا ملک الموت نے کہا حضور

میرے اللہ کی طرف سے بلاوا آئے گا ۔۔۔ جب بلاوا ایسے میں ہی آنا ہے تو چلو ابھی چلتے ہیں ۔
کیا پتہ چلا سبق سکھانا تھا ۔۔۔ سبق کس کے لئے خود تو جا رہے تھے ۔۔ ادب سکھانا ۔
اس کے بعد تو ملک الموت نے آپ کے پاس آنا ہی نہیں ۔۔۔ سبق سکھا رہے ہیں ۔
دم واپسی ہے ۔۔۔ اپنے لئے نہیں مارا تھا ۔ اپنے لئے ہوتا تو اتنا سمٹ قدم نہ اٹھاتے ۔
مارا تھا اس ملک الموت مجھ سے بات کر لی ہے ۔ اور تمہیں خبر نہیں کہ بعد میں خدا کا حبیب
آ رہا ہے ۔۔۔ ہم سب اس کے ترانے گاتے پھرتے ہیں ۔ ہم جس کی خبریں دیتے پھرتے
ہیں ۔۔۔ وہ حبیب خدا تشریف لا رہا ہے ۔۔۔ مجھ سے بات کر لی ہے تو کہیں اُن کی بارگاہ
میں ایسے بات نہ کرنا ۔۔۔ (۱۸ سے ۲۰) ہم تو جا رہے ہیں ۔

تو ملک الموت کو ادب ملا ہوا تھا بارگاہ نبوت سے ۔ تو نتیجہ نکلا جب آقا علیہ السلام
کی باری آئی تو آقا سے بات ہی نہیں کر سکتا تھا ۔ جیسے آپ کی مرضی یوں بھی بات کی
جرأت نہ تھی جبرائیل میں سے عرض کیا ۔ آپ عرض کریں ۔ جبرائیل نے عرض کیا یا رسول اللہ
عزرائیل یوں عرض کرتا ہے ۔ ۲۰.۵۹ ۔ تو آقا نے فرمایا کیا کہتا ہے اس سے پوچھو ۔ جبرائیل
نے کہا ملک الموت بتاؤ کیا پیغام ہے ۔ عرض کیا اللہ کا پیغام لایا ہوں ۔ عرض کیا اللہ تعالیٰ نے
سلام بھیجا ہے ۔۔۔ اور کیا پیغام ہے ۔ تو ملک الموت نے بذریعہ جبرائیل عرض کیا یا رسول اللہ
سلام کے بعد پیغام یہ بھیجا ہے کہ محبوب میں تجھ سے ملنے کا مشتاق ہوں ۔
سمجھ آ گیا مقام اور مرتبہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ۔۔۔ تو آقا علیہ السلام نے جب سنا
تو فرمایا ۔ اچھا اللہ نے فرمایا ہے میں مشتاق ہوں ملنے کا ۔ میں اس سے زیادہ مشتاق ہوں ۔
مجھے لے چلو اس کی بارگاہ میں ۔

تو آقا علیہ السلام نے عرض کیا باری تعالیٰ اگر امت کی بخشش کا سامان نہ کرنا ہوتا ۔
جب ملک الموت اس حال میں آ گئے تھے تو میں واپس بھیج دیتا ۔۔۔ میں تو آیا ہی اس
لئے ہوں کہ امت کی بخشش کا سامان کرو ۔ فرمایا حبیب اب کیا چاہتے ہیں آپ ۔
تو عرض کیا باری تعالیٰ ۔ دو سوالوں کا جواب نہ بھی آئے ۔ تو تب بھی سزا نہ کرنا میری
امتی کو ۔۔۔ تو باری تعالیٰ تیسرے سوال کا موقع دے دیں ۔ حکم دے دیا فرشتے کو باری تعالیٰ نے

منکر نکیر کو ۔ اب نکیر سوال کریں ۔ جب کسی کا جواب بھی نہ دیا ۔ اب نکیر سوال لکھوایا ۔
وہ سوال کی عبارت میں پڑھ دیتا ہوں ۔ فیصلہ آپ خود کر لیں کہ لکھا گیا ہے یا لکھوایا
گیا ہے ـــ ماکنت تقول ـــ سارا سوال ـــ صرف دو کا
ہے ۔ تو اس ہستی جس کا نام محمد ﷺ ہے اس کے بارے میں کیا کہا کرتا تھا ۔ ان کی بابت
کیسے کیسے کرتا تھا ۔ ان کے بارے میں تیرا عقیدہ کیا ہوا کرتا تھا ـــ ماکنت تقول
کان یکون ـــ تقول پر مضارع پر آتے ہیں ۔ تو ماضی استمرار کا معنیٰ دیتے
ہیں ـــ اے میرے بندے تو مرنے سے پہلے میرا اس محبوب جس کا نام محمد ہے ان کے بارے
میں کیا کہتا تھا ـــ بتا کیسے ایمان ـــ کوئی سوال رہ گیا ـــ خود ہی سوال ہے خود ہی کا جواب
ہے ـــ اور لکھوایا سوال اور دے دیا فرشتے کو کہ پوچھو ـــ اور ادھر ـــ پہ اجازت لے
لی ۔ فرشتہ سوال پوچھ رہا تھا ۔ اور ہیرو اٹھا کے مصطفیٰ خود سامنے آ گئے ـــ
سوال یہ ہے کہ اس ہستی کے بارے میں کیا کہتا تھا ـــ ادھر فرشتہ بولا یہ ہستی ۔ اور
امتی نے نگاہ اٹھائی تو مصطفیٰ ﷺ سامنے ہے ـــ اور آقا کی طرف اشارہ کر کے دکھا کے
فرشتہ پوچھتا ہے ۔ جس کا نام محمد ﷺ ہے ۔ ان کے بارے میں تیرا عقیدہ کیا تھا ۔ (۲۸ ـــ ۲۴)
نام بھی بتا دیا ۔ نام کے بعد میری امت تم سب اس کے باوجود بھی گمراہ نہ جائے ۔ اجازت لے لی ۔
مولا جب میرا سوال آئے گا ۔ قبول کریں سامنے کھڑا ہوں گا ـــ امتی کے سامنے کھڑا ہوں گا
اللہ پاک نے فرمایا اچھا چلو ٹھیک ہے ۔ جب آپ کا سوال آئے تو سامنے آ جانا ـــ
سامنے آ گئے اور پھر نام بھی بتا دیا ـــ اب بھی کوئی پہچان نہ سکے تو بڑی بدقسمتی ہو گی ـــ
حکم کیا ہو گا جو لوگ آقا علیہ السلام ـــ رشتہ قلبی روحانی عشقی روحی اطاعت کا اتباع کا
محبت کا عشق کا قلب کا روح کا رشتہ جو دنیا میں توڑ چکے ہوں گے ۔ اُن کا حافظہ ختم کر دیا
جائے گا ۔ جب اُن کے سامنے آقا بھی ہوں گے نام بھی بتایا جائے گا تو وہ سوچیں گے ان کی
یادداشت ختم ہو جائے گی وہ پہچان نہ سکیں گے ۔ وہ یادداشت کا ربط جو ہے دماغ کا کٹ
جائے گا ـــ وہ پہچان نہیں سکیں گے ۔ جنہوں نے ناطہ توڑ دیا ہے دنیا میں ۔ اللہ فرمائے گا ۔
ناطہ توڑنے والے میری یادداشت کا ناطہ میں توڑ دوں گا ـــ وہ نہیں پہچان سکیں گے آقا کو ۔

اور جس کی ادنیٰ سی بھی وفاداری غلامی جاری رہے گی۔ آقا نے فرمایا اس لئے جا رہا ہوں کہ تمہارا
انتظام جا کے کر لوں تو قبر کا انتظام آقا علیہ السلام نے کر دیا ہے۔ قبر سے ہی انتظام کر دیا ہے۔
بخشش کا سامان کر دیا ہے۔ اس پر بھی محدثین نے الگ الگ تشریحات کی ہیں کہ آقا جسد
عنصری سے ہر قبر میں ہوں گے۔ یا روحانی طور پر دیدار ہوگا۔ یا پردہ اٹھا دیا جائے گا۔ قبر انور میں
اور فاصلہ ختم کر دیا جائے گا قبر سے ہی آقا کو تک لے گا امتی — کئی رنگ ہیں۔
الغرض رنگ جو بھی ہو آقا سامنے ہوں گے۔ جب امتی سے پوچھا جائے گا آقا کے بارے
میں۔ تو آقا سامنے ہوں گے۔ اور کچھ ایسا بھی ہوگا۔ کہ یہ تو امت کو پہچان کی ساری
سہولتیں دے دیں — اور کئی ایسے بھی ہوں گے۔ جن کو بعض عرفا نے خواب کی صورت
میں، مراقبات اور مشاہدات کی صورت میں کشف کی صورت میں بتا دیا گیا۔ ایسے
بھی ہوں گے۔ جن سے پوچھا جائیگا کہ کون ہیں۔ کیا عقیدہ رکھتا تھا ان کے بارے میں۔ تو ہر ایک
سے پوچھیں گے۔ کچھ ایسے بھی خوش نصیب ہوں گے۔ کہ پہچانیں گے کہ نہیں پہچانیں گے
اور کئی جن کا رشتہ ناطہ قلبی روحانی عشقی محبتی اطاعتی اتباعی تعلق ہوگا کے سارے کا بڑا مضبوط ہوگا۔
جو ساری زندگی حضور پہ نثار کر دے گا۔ جو ساری اچھائی حضور کے قدموں پہ نچھاور کر دے
گا۔ جن کا جینا مرنا مصطفیٰ کے لئے ہوگا۔ اس کا اٹھنا بیٹھنا حضور کی غلامی میں ہوگا۔ جس کے زندگی
کا نفع نقصان حضور کے تابع ہوگا۔ جس نے رشتہ وفاداری کا حق ادا کر دیا ہوگا۔ جس کا روز حضور
کی طرف درود و سلام جائیگا۔ حضور کے میلاد پہ خرچ دیتا ہوگا۔ حضور کی غلامی میں زندگی
قربان کر دیتا ہوگا۔ حضور کے دین پر مر مٹتا ہوگا۔ حضور کے عشق و محبت میں پروانہ وار ہو
گئے ہوں گے۔ رات دن دل حضور کے لئے تڑپتا ہوگا۔ اور زبان پہ قلب پہ آنکھوں میں ہر جگہ حضور
کا نام حضور کی بات ہوگی۔ جب رشتہ اتنا پختہ ہوگا۔ ان کی کیفیت یہ بھی ہو سکتی
ہے۔ اور کئی خوش نصیبوں کے ساتھ ہوا۔ کئی لوگوں کے ساتھ ہوتا ہے۔ کہ پوچھا نہ
جائیگا کہ ان کے بارے میں کیا عقیدہ تھا۔ مگر جو آقا کے خاص غلام ہوں گے۔ جو خاص غلام رسم
غلامی میں فنا ہو چکے ہوں گے۔ جب غلامان مصطفیٰ آئیں گے تو ان سے پوچھا جائے گا کہ کون ہیں۔
ان کے بارے میں کیا عقیدہ تھا۔ تو کچھ بعید نہیں کہ خاص غلاموں کے لئے آقا بڑھ کر فرشتے

سے کہیں ان سے نہ پوچھو۔ مگر ان کے بارے میں مجھ سے پوچھو کہ یہ کون ہیں۔ (۲۸-۲۹)
ارشاد فرمایا ان سے میرا کیا پوچھتے ہو۔ آج مجھ سے پوچھو کہ یہ کون ہے۔ اس نے میری
وفاداری کا حق کس طرح ادا کیا ہے۔ میری غلامی کا کیا حق ادا کیا ہے۔ تو لوگو محنت یہ کرنی
چاہیے کہ جب وہ وقت آئے تو ایسے بن کے جائیں کہ حضور آپ ہمارے لئے فرما دیں۔ کہ میرے غلام
نہ پوچھو مجھ سے پوچھو۔ یہ تو عمر بھر میرا بتاتا ہی رہا ہے۔ عمر بھر میری باتیں ہی کرتا رہا
ہے۔ آج باری آئی کہ مجھ سے پوچھو کہ یہ کون ہے۔

تو سب یہ تشریحات بعض حضرات کی اس فیض کی۔ کہ میری حیات اور میری ممات
سب تمہارے لئے بہتر ہے۔ میں تمہارا سامان آگے کرتے جا رہا ہوں۔ اس لئے قاضی
عیاض فرماتے ہیں کہ قول ہے۔ کہ یہ جنات کے لئے بھی ہیں اور انس کے لئے بھی ہیں۔ انسانوں
کے لئے بھی ہیں اور جنوں کے لئے بھی ہیں عام ہے کہ آقا علیہ السلام کا یہ فرمانا۔ اور یہ بھی قول ہے
کہ سب ہی مخلوق کے لئے ہے۔ حضور کا رحمت ہونا۔ حضور کی حیات و ممات دونوں
کا رحمت ہونا۔ حتیٰ کہ دنیا یا مومنوں کے لئے بھلا ہے۔ کافروں کے لئے بھی منافقوں کے لئے بھی ہے
حضور کی رحمت اور فیض۔ مومن کے لئے اس معنیٰ میں کہ اسے ہدایت نصیب ہو گئی
منافق کے لئے اس معنیٰ میں کہ اسے قتل سے امان مل گئی۔ منافق بچا رہے تو قتل کرنے
سے بچ گیا۔ ظاہری وجہ سے بچ گیا۔ اسے رحمت مل گئی کہ قتل سے امان ملی۔
اور کافر کے لئے اس لئے کہ وہ فوری عذاب جو آگے اس کی شکلیں جو بدل جاتی تھیں۔ وہ قیامت
تک اور جب تک مؤخر کر دیں۔ اب جیسے بھی کافر ہے مومن ہے منافق ہے اس کا یہ ہیں
عذاب نہیں ہے۔ مومن کو ہدایت کی رحمت۔ کافر کو عذاب کی تاخیر۔ منافق
کو قتل کی امان۔ کافر دنیا کے فوری عذاب سے بچ گیا۔ (۳۱-۳۴)
اور حضرت عبداللہ بن عباس نے بھی اسی طرح فرمایا ہے۔ کہ حضور علیہ السلام کی رحمت
مومنین اور کافرین سب کے لئے ہے۔ چونکہ تکذیب کرنے والی امتوں کو جس طرح فوری عذاب
ملتا تھا۔ وہ عذاب اس امت سے ٹل گیا۔ خواہ وہ مسلمان ہیں خواہ وہ کافر ہیں تو
سیدنا عبداللہ بن عباس نے یہ بیان کیا۔ اور اس حدیث کے تحت سیدنا ابوہریرہ سے مروی حدیث

M	T	W	T	F	S	S

Memo No ______
Date / /

۳ (جبرائیل کو حصہ رحمت سے)

کہ جب آقا علیہ السلام کو طائف کے لوگوں نے پتھر مارے تکلیفیں پہنچائیں تکا رنے آپ سے عرض کیا گیا ۔ فرشتے عرض کرنے لگے کہ ہم بستی الٹ کے رکھ دیں ۔ یارسول اللہ ان پر لعنت بھیجیں ۔ یعنی ان سے رحمت کی محرومی کے لئے بد دعا کریں ۔ تو فرمایا میں لوگوں کو رحمت سے محروم کرنے والا بنا کر نہیں بھیجا گیا ۔ فرمایا اِنَّمَا اَنَا رَحْمَۃٌ وَّ مُھْدَاۃٌ ۔ کہ بے شک میں تو رحمت ہوں ۔ اور ہدایت دینے والا ہوں ۔ اور اگر مُھْدَاۃٌ زبر کے ساتھ ہو ۔ یعنی ہدایت کا راستہ ہوں ۔ ہر ایک کے لئے ہدایت کا راستہ ہوں ۔ اور رحمت بانٹنے والا ہوں ۔ کوئی کافر بھی ہو تو اس کو رحمت سے محروم کرنے والا نہیں ہوں ۔

۳ اب قاضی عیاض نے آگے ایک روایت بیان کی ہے ۔ اور حکایت بیان کی ہے ۔ کہ حضور علیہ السلام نے سیدنا جبرائیل امین سے فرمایا ۔

جیسا کہ حضور نے فرمایا میری رحمت جمیع کائنات کے لئے ہے ۔ اس کے تحت آقا علیہ السلام نے فرمایا ۔ جبرائیل امین سے پوچھا ۔ اور اس کی سند خود قاضی عیاض نے الشفا میں ۔ پوچھا اے جبرائیل یعنی میری رحمت سارے عالمین کے لئے ہے ۔ اس میری رحمت سے تجھے بھی کچھ حصہ ملا ہے ۔ تو جبرائیل نے عرض کیا قال نعم یا رسول اللہ ۔ ہاں آقا مجھے بھی اس رحمت سے حصہ ملا ہے ۔ فرمایا کیا ملا ہے ۔ میں اپنی آخرت عاقبت انجام کے بارے میں ڈرتا رہتا تھا ۔ آخرت کا انجام سوچ کر کانپتا تھا ۔ معلم الملکوت تھا ۔ فرشتوں کا استاد تھا ۔ موحد تھا ۔ سشکلیاں سجدہ گزار تھا ۔ اور بالآخر اس کا انجام ہوا فاخرج منھا رجیم ۔ تو خشیت والے ڈرتے رہتے ہیں ۔ جبرائیل امین نے عرض کیا میں اپنی عاقبت کے بارے میں ڈرتا رہتا تھا ۔ یارسول اللہ اس رحمت کا فیض مجھے یہ ملا ۔ کہ اللہ نے اس کے صدقے مجھے اس خوف سے امان دے دی ۔ میرا خوف ختم ہو گیا مجھے سکون ہو گیا ۔ میری عاقبت صحیح ہوگی ۔ تو جبرائیل امین بھی جو اپنی عاقبت کے بارے میں جو سے خوف ہوئے ہیں ۔ کہتے ہیں یارسول اللہ آپ کی رحمت کا صدقہ ہے ۔ سلامتی مل گئی عاقبت کے بارے میں ۔ سلامتی کا یقین دل میں بیٹھ گیا ۔

قاضی عیاض امام جعفر الصادق کا قول شرح میں روایت کرتے ہیں ۔ فسلام لک من اصحب الیمین سلامتی دی تم کو ۔ اے اصحاب یمین آپ کے لئے سلام ہو ۔ امام جعفر الصادق نے اس

اس آیت کی تفسیر میں فرمایا ۔ (۲۶ — ۳۶) سلام لك من اصحاب الیمین ۔ امام جعفر
فرماتے ہیں ۔ ای سلام لك ترجمہ کرتے ہیں دائیں طرف والوں کی طرف سے آپ کو سلام ہو۔
امام جعفر صادق فرمایا یہ معنی نہیں ہے — سلام لك معناہ بك یا رسول اللہ ۔ یہ تعلیم
کے لیے آیا ہے ۔ اللہ پاک نے فرمایا محبوب یہ جو دائیں ہاتھ والے ہیں ان لوگوں کو سلامتی
مل گئی آخرت میں جن کے دائیں ہاتھ میں نامہ اعمال تھما دیئے گئے ۔ ان کو تو سلامتی مل گئی۔
قیامت کے دن ۔ یہ خوشی خوشی جنت میں جا رہے ہیں ۔ اے میرے حبیب میں بتا دوں کہ
یہ سلامتی آپ کے صدقے سے ملی ہے ۔ یہ سلامتی آپ کے طفیل ملی ہے ۔ یہ سلامتی
آپ کے وسیلے سے ملی ہے — یہ ترجمہ کس نے کیا سیدنا امام جعفر صادق نے کیا —
اور روایت کیا قاضی عیاض نے — آپ کی کرامت فیض بزرگی شان رفعت کے صدقے
میرے حبیب میں نے دائیں طرف والوں کو سلامتی دی ۔

اگلی آیت ۔ مثل نورہ کمشکوۃ نور — اس آیت کی تفسیر مثل نورہ ۔ اس
کے نور کی مثال اس چراغ دان جیسی ہے ۔ جس کے اندر چراغ ہو ۔ اور وہ شیشے میں ہو۔
اور روشن ستارے کی طرح چمکتا ہو — آپ فرماتے ہیں ۔ یہ مثل نورہ سے مراد —
کعب احبار تابعی — سہل بن عبداللہ ۔ ابن عباس ۔ فرماتے ہیں مثل نورہ سے مراد
آپ کا نور محمد ہے کہ نور محمد کی مثال ایسی ہے — وہ چراغ دان میں ہے جس میں چراغ
ہے ۔ اس پر ملا علی قاری فرماتے ہیں ربط کی خاص بات ہے وہ فرماتے ہیں مثل نورہ ہ
کا مرجع حضور کی ذات نہیں ہے ۔ فرماتے ہیں ہ کا مرجع حضور اس لئے بنتے ہیں
جب حضور کا ذکر اس سے پہلے ہو چکا ہو — تو حضور کا ذکر پہلے ہو گا ۔ تو عبداللہ بن
عباس سعید بن جبیر کعب احبار — جیسے صحابہ اور تابعین کی تفسیر اس وقت
ثابت ہو گی — ملا علی قاری نے یہاں نکتہ بیان کیا ہے ۔ فرماتے ہیں مثل نورہ ۔ اللہ نور السموات
والارض کے نور بیان کیا ہے ۔ اس نور سے مراد محمد ہیں ۔ اور حضور کا ذکر نور کے
بعد اس لیے کیا ۔ وہ اپنے نور کو ظاہر کرنے والا ہے — کائنات کو روشن کرنے والا ہے ۔ اس
اپنے نور محمد مصطفیٰ کے ذریعے روشنی دی — ہدایت کی روشنی دی ۔ اپنی معرفت کی روشنی دی ۔

M T W T F S S

Memo No ______

Date / /

ایمان کی روشنی دی — اللہ پاک نے حقیقت کی روشنی دی — ایقان کی عرفان کی روشنی دی۔
کہ اس نے اہل زمین و آسمان کو محمد مصطفیٰ کے نور سے روشن کیا — اللہ کی مخلوقات
اور عالم کون میں اللہ کے نور کو ظاہر کرنے والے محمد مصطفیٰ ہیں۔ وہ ہستی جس پہ اللہ کا نور ظاہر
ہوا ہے — اس مطلع پہ اللہ کا نور کا سورج طلوع ہوا ہے — ان کے وجود کے ذریعے
ساری کائنات میں اللہ کا نور پھیل گیا ہے — فرمایا اس نور کا تعین وجود مصطفیٰ ہے۔
اور نور مصطفیٰ کی مثال ایسے ہے جیسے مشکوٰۃ ہو۔ (۱۰ — ۴۲) اللہ نور السموٰت والارض
اللہ زمین آسمان کے رہنے والوں کو ہدایت دینے والا ہے محمد مصطفیٰ کے نور کے ذریعے۔ چنانچہ یہ
معنیٰ بیان کر کے پھر فرمایا۔ مشکوٰۃ کی طرح۔ مشکوٰۃ سے مراد چراغ دان اور چراغ دان سے
مراد انبیاء کی پشتیں اور صلب ہیں — آدم علیہ السلام سے لے کر ابراہیم علیہ السلام تک
وہ صلبیں اور پشتیں جن میں یکے بعد دیگرے کی پشت میں حضور کا نور منتقل ہوتا ہوا چلا آیا
قاضی عیاض فرماتے ہیں ان نبیوں کی پشتوں کو حضور کے نور کا مقام حضور کے نور کے جانے
کی جگہیں تھیں — ان کو مشکوٰۃ کہا ہے۔ المصباح۔ چراغ دان کے اندر نور اس سے
مراد حضور کا نور ہے — حضور کے نور سے مراد حضور کا قلب انور لیا ہے۔ حضور کے قلب
مبارک کو چراغ کہا ہے۔ شیشے سے مراد حضور کا سینہ اقدس ہے۔ زیتون کا
اشارہ ارض انبیاء کی طرف کیا ہے — شام کی سرزمین کی طرف۔ وہ ارض انبیاء ہے —
وہ درخت جو ارض انبیاء سے پھوٹا — ابراہیم علیہ السلام کے نور کی طرف اشارہ ہے کہ
نور ابراہیم سے وہ نور چمکا۔ آگ لگانے سے پہلے جل چمکنے کو ہے۔ فرمایا اس زیت
سے مراد نور محمد کا نور کا ہے — یہ جو فرمایا کہ اتنا دمکتا ہے چمکتا ہے۔ آگ نہ لگائیں
تو بھی پہلے ہی سے روشن ہو جانے کو تیار ہے۔ اتنا روشن ہے۔ ایسے لگتا ہے آگ
لگانے سے پہلے جل اٹھے گا — فرمایا اس سے مراد یہ ہے کہ اس نور مصطفیٰ کی سیرت
کو اتنا روشن اتنا منور۔ اتنا مصفیٰ۔ اتنا مزکیٰ اتنا طیب و طاہر کر دیا ہے۔ اتنا روشن
منور کر دیا ہے سیرت مصطفیٰ کو کہ چالیس سال کی عمر میں ابھی اعلان نبوت نہیں ہوا مگر اعلان
نبوت سے پہلے سیرت نور کی کرنیں بکھیر رہی ہیں۔ کافر بھی انہیں صادق اور امین کہہ رہے ہیں

M | T | W | T | F | S | S

Memo No ________
Date / /

ابھی یہ نور وحی نہیں آیا۔ ابھی اعلانِ نبوت نہیں ہوا۔ اس آگ سے لگنے سے پہلے سیرت چمک اٹھی!
اس نور کا سب سے بڑا اثر یہی روشن ہے کہ دنیا پہلے ہی آپ کو صادق و امین کہنے لگی ہے۔ دنیا حجر
اسود خانہ کعبہ میں آپ کے ہاتھوں سے نصب کروا رہی ہے۔ دنیا پہلے ہی امانتیں آپ کے پاس
رکھوا رہی ہے۔ دنیا پہلے ہی جھوٹ کی نفی آپ کی ذات سے کر رہی ہے۔ آپ کی طہارت
کے ڈنکے بج گئے ہیں۔ آپ کی صداقت کے ڈنکے بج گئے ہیں۔ آپ کی امانت کے ڈنکے بج
گئے ہیں۔ آپ کی سیرت پوری دنیا میں روشن ظاہر ہو گئی ہے۔ جس کی وجہ سے ابھی اعلانِ
نبوت نہیں ہوا۔ اس سے قبل اس نور کے باعث جو شجرِ مبارکہ زیتونہ نورِ نبوت
ابراہیم سے چمکا۔ اب جب آپ کی صلب اطہر میں آ کے چمکا۔ اس سے قبل
حضور کے نور کی مثال دی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضور کے اوصافِ حمیدہ میں۔ نورِ محمد کو
اپنا نور بھی کہا ہے۔ اور نورٌ علیٰ نور بھی کہا۔ بعد میں قاضی عیاض فرماتے ہیں۔ دوسرے مقام پر اللہ
تعالیٰ نے حضور کا نام بھی نور رکھ دیا ہے۔ حدیث سمّاہ اللہ تعالیٰ فی القرآن [illegible] هذا المولود نورًا۔
اللہ تعالیٰ نے اس مقام کے علاوہ دوسرے مقام پر حضور کا نام ہی نور رکھ دیا ہے۔ وسراجًا منیرا۔
چمکا دینے والا سورج نام رکھا ہے۔ کما قال تعالیٰ قد جاءکم من اللہ نور۔ کہ تمہارے
پاس اللہ کی طرف سے نور آ گیا ہے۔ بعد ازاں کتاب اللہ۔ بعد کتاب مبین اور روشن کتاب
آ گئی۔ حضور کا نام ہی اللہ نے نور رکھ دیا ہے۔

QARI [illegible]
Naqashband[illegible]
[illegible] 2018
Chak 265/E.B Burewala [illegible]
Mob:0334-7632365

26 — 11 — 2018
17 — 3 — 1440
بیس [illegible] PM
5 — 3 —

(۱) عظمت و شانِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

قاضی عیاضؒ نے اپنی کتاب الشفاء میں ان ابواب میں محمد شانہ تفسیر کے ساتھ اختصار کے ساتھ
ذکر کر رہے ہیں۔ کہ یہ وہ آیات کریمہ ہیں۔ جن میں اللہ تعالیٰ بطورِ خاص اپنے حبیب کی تعظیم کا ہے
اور آپ کی قدر و منزلت اور آپ کا مقام اور آپ کی محبوبیت اور مقربیت اور علو و مرتبت
بلند مرتبہ ـــ جو امارت اپنی بارگاہ میں آقا علیہ السلام کو عطا کر رکھا ہے اس کا اظہار کیا جا رہا ہے۔
اور فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے مزید یہ کہ قرآن مجید میں حضور علیہ السلام کی فضیلت کے باب
میں۔ آپ کا نام نور رکھا ہے ـــ ~~تشریف~~ سمّاہ نور۔ آپ کا نام نور رکھا ہے۔ اب
یہ جو آیت ہے سورۃ مائدہ کی آیت ۱۵ میں ایک خاص بات جو بتانا چاہتا ہوں۔ امام ابن
جریر طبری نے جن کی تفسیر طبری ہے۔ یہ تفاسیر اس قرآن کی تاریخ میں۔ سب سے پہلی مفصل
اور جامع تفسیر لکھی گئی ـــ اس سے پہلے جتنی تفاسیر تابعین تبع تابعین سلف صالحین
سے مروی ہیں ـــ جو لکھی گئی وہ مختصر تھیں ـــ بعض اوقات پورے قرآن مجید کی نہ تھیں۔
بعض آیات کی تھیں۔ اور اگر پورے قرآن مجید کی تھی تو نہایت اختصار کے ساتھ تھیں۔
جیسے حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی تفسیر تھی۔ جو بزرگوں نے لکھی ہیں۔ جمع کی تھیں سب
سے پہلی جامع مفصل تفسیر کئی جلدوں میں جو تاریخ اسلام میں لکھی گئی پہلا وہ تفسیر ابن جریر
ہے۔ اور یہ جو آپ نے نام سنا تفسیر ابن کثیر کا۔ امام ابن کثیر نے جو تفسیر لکھی ہے
یہ علم ہونا چاہئے آپ کو ـــ یہ الگ سے کوئی تفسیر نئی نہیں ہے ـــ انہوں نے تفسیر
ابن جریر کا خلاصہ کیا ہے ـــ یہ نئی تفسیر نہیں ہے۔ وہ امام ابن جریر اس آیت کریمہ کے
تحت انہوں نے مراد لیا۔ جیسے قاضی عیاض نے کہا کہ نور حضور علیہ السلام کا نام ہے۔ امام
ابن جریر نے اس آیت کی تفسیر میں۔ اس ایک معنیٰ کے سوا نور سے مراد حضور علیہ السلام
کی ذات اقدس ہے۔ اور حضور کا نام نور رکھا ہے اس ایک معنیٰ کے سوا امام ابن جریر نے
دوسرا کوئی معنیٰ روایت ہی نہیں کیا ـــ بیان ہی نہیں کیا۔ بالکل ایک ہی معنیٰ پر اتفاق کیا
ہے ـــ امام ابن جریر سے لے کر امام جلال الدین سیوطی تک کبیر میں روشن رہا ہے سب کہیں

مفسرین نے جن کو اتفاق اسی معنیٰ پر اتفاق کرتے ہیں۔ اسی کو ارجح درست قرار دیتے ہیں۔ اور
پھر اس معنیٰ کی روایت ابن کثیر نے بھی یہی کی — امام جلال الدین سیوطی نے بھی یہی کیا — امام آلوسی نے
بھی یہی کیا — اور امام آلوسی نے روح المعانی میں تو یہاں تک لکھا — قد جاءکم من اللہ نور عظیم وھو
نور الانوار والنبی المختار — اور یہی معنیٰ مختار امام فخر الدین رازی نے تفسیر کبیر میں بھی بیان کیا
امام بغوی نے امام نسفی نے خازن — الغرض — تمام مفسرین اس معنیٰ پر — (۳۲-۶)
متفق ہیں۔ قاضی عیاض نے کہا کہ کل کائنات عرش سے فرش تک — قلب و باطن کی کائنات —
جس جگہ نور اور روشنی ہے — وہ آقا علیہ السلام کے نور النور سے مصطفیٰ ہے —
اس کے بعد قاضی عیاض اگلی آیت سورۃ احزاب کی بیان کرتے ہیں۔ انا ارسلنٰک شاہدا
— منیرا — یہاں اللہ پاک نے آپ کو شمس و سراجا — یہاں اللہ نے محبوب کا نام
سراج منیر رکھا ہے — اب آپ سوچیں گے کہ طرح طرح کے نام بہت سے نام کیوں رکھے
ہیں — ایک ہی نام کافی تھا — یہ پیار کی علامتوں میں سے ہے — دو اسباب ہوتے ہیں
یا کسی کی شان کو اجاگر کرنا ہو — تو اس کی شان کے جتنے گوشے ہوتے ہیں — وہ اجاگر کرنے
کے لیے کوئی نام لینا ہوتا ہے — تو جتنی شانیں عطا کیں — ہر ہر شان کے ساتھ ایک نام عطا کر دیا
جتنی صفات عطا کیں ہر صفت کے ساتھ ایک نام عطا کر دیا — جتنے وصف عطا کیے ہر وصف کو کسی
نام سے اجاگر کر دیا — تو ایک بات تو یہ ہے کہ اس کے اصلاف کو ان کے کمالات کو شعور
کو ان کے اوصاف کو ان کے مراتب کو ان کے درجات کو مختلف ہزاروں سینکڑوں نام دے کر
اجاگر کر دیا — اب آقا علیہ السلام کے معروف نام لوگوں کے ہاں 99 ہیں — اولیاء کرام نے
محدثین نے مفسرین اور آئمہ اعلام نے مختلف کتابیں لکھی ہیں — ان کتابوں کا نام ان کی تفصیل میں پایا
جاتا — اور امام یوسف نبہانی نے بہت سے اسماء کو جمع بھی کیا ہے — تو کئی لوگوں نے
تین چار سو اسماء آقا علیہ السلام کے اور بعض بزرگان دین کی کتب میں 900 تک آقا علیہ السلام
کے اسماء گرامی پہنچتے ہیں — اور بعض کے ہاں وہ سو بھی اسماء گرامی جمع کیے ہیں۔ ان کے علاوہ آپ کے اسماء گرامی
کو جمع کرنے کا سلسلہ تھا — اور اب حضور علیہ السلام کے نعلین پاک کے الفاظ کا — پر دلائل البرکات

M T W T F S S

حضورِ اکرمؐ کے اسمائے گرامی

Memo No ______
Date / /

نبی التحیات والصلوٰۃ سے یہ نام رکھا ہے۔ تو نام محبوب کا الگ الگ ہے مستعمل ہے اللہ کی۔ نئے نئے نام اللہ کی شان کے لحاظ سے اللہ کی سنتا ہے۔ اللہ پاک نے اپنے بھی بہت سے نام رکھے ہیں۔ اللہ کا نام اللہ تعالیٰ نے اپنے نام کو قرآن مجید میں ۲۷ سو مرتبہ استعمال فرمایا ہے۔ اور رحمان رحیم۔ باسط شہید رازق قادر یہ جاتی ہو اسمائے صفاتی ہیں۔ جو پانچ ہزار ہیں۔ صفاتی نام قرآن مجید میں آئے ہیں۔ مقصد بات کا یہ ہے کہ یہ نام محبوب کے مختلف نام اللہ کے مختلف نام۔ مختلف شانوں کو ظاہر کرنے کے لیے اللہ نے بیان کیے ہیں یہ اللہ کی سنتا ہے۔ (۴۳۔۔۔۱۰) ان میں نام سراج منیرا یعنی ہے چمکنے والا۔ چمکا دینے والا سورج آقا کو چاند نہیں کہا۔ سورج کہا ہے۔ (پہلے بھی گزرا ہے)

(۱) ایک تو یہ ہے کہ شانوں کو ظاہر کرنے کے لیے نام رکھے جاتے ہیں۔ اور دوسرا یہ کہ اپنے پیار کو ظاہر کرنے کے لیے بھی نام رکھے جاتے ہیں۔ جیسا پیار نے تقاضا دیکھا۔ جایا پیار نے تو نام دے دیا۔ یعنی اظہار محبت میں نام رکھے جاتے ہیں۔ اس کی مثال اپنے گھروں میں دیکھیں۔ جو بچہ چھوٹی عمر میں بہت پیارا ہو آپ اس کا نام تک ہوتا ہے۔ پتا نہیں اس کے کتنے نام آپ اور رکھتے ہیں اور ان ناموں سے بلاتے ہیں۔ یہ اظہار پیار اور محبت کا ہوتا ہے۔ اللہ بھی اپنے حبیب سے اپنی محبت اور پیار کا اظہار کرتا ہے۔ یہ پیار اور محبت کا اظہار ہے۔ کبھی کہتا ہے یا ایہا المزمل۔ اے کملی اوڑھ کے لیٹنے والے پیارے۔ کبھی کہتا ہے۔ یٰسین۔ وہ طرح طرح کے ناموں سے پکارتا ہے۔

پہلی آیت میں حضور کو نور کہا۔ دوسری آیت میں حضور علیہ السلام کو منیر کہا گیا ہے۔ منیر کا معنی ہے منور کرنے والا۔ روشن بھی اور روشن کرنے والا بھی۔ تو گویا ایک آیت میں کہا کہ میرا محبوب نور ہے۔ دوسری میں کہا خالی نور ہی نہیں۔ منور ہے۔ جو اس لگ جائے اسے بھی نور والا بنا دیتا ہے۔ جس کو یہ مس کر لے۔ جس پر یہ توجہ فرما لے۔ اس کو بھی نور کر دیتا ہے۔ اگر آپ کے ذہن میں سوال آئے۔ خود تو نور ہوتا ہے وہ دوسرے کو نور کیسے بنا سکتا ہے۔ تو مثال سنو۔ آپ کو سمجھ آ جائے گی۔ مقناطیس

کے ساتھ جو ٹکڑے لوہے کے لگ جاتے ہیں ۔۔۔ تو لوہا بھی مقناطیس بنا دیتا ہے ۔۔۔ مثال
مقناطیس نے لوہے کے ٹکڑوں کو بھی مقناطیس بنا دیا ہے ۔۔۔ اس کو طریقہ فیض کہتے ہیں
اور یہ فیض کا سلسلہ ہوتا ہے ۔ وہ خود نہیں ہوتا ۔ لیکن مس ہو جانے کی صورت میں اس کا
دین اثرات منتقل ہوتے ہیں ۔ اور یہ فیض آگے منتقل ہوتا چلا جاتا ہے ۔۔۔ تو آقا علیہ
السلام نور بھی ہیں اور منور بھی ہیں ۔

اس کے بعد اگلی آیت کریمہ بیان کی الم نشرح لک صدرک ۔ بتایا ہم نے آپ کا
سینہ اطہر قلب مبارک کھول نہیں دیا ۔۔۔ ۲۰ ۔ ۱۵ اور اس کو حضرت عبداللہ بن عباس
نے بیان فرمایا ۔۔۔ یہ لا السلام اس کے ساتھ کھول دیا ۔ اور پورا سینہ کھول دیا ۔ قرآن کریم نے
کہا ۔ افمن شرح اللہ صدرہ للاسلام ۔۔۔ وہ ۔ جس کا سینہ کھول دیا جائے اسلام
کے لیے اس کا ۔ نور سے منور ہو جاتا ہے ۔۔ وہ اللہ کی طرف سے نور پر فائز اور متمکن ہو جاتا ہے
اسلام کے لیے سینہ کھل جائے تو اس میں نور آجاتا ہے ۔۔۔ وہ نور من اللہ نصیب ہوتا
ہے ۔ وہ اللہ کی طرف سے نور ملتا ہے ۔۔۔ حضرت شیخ روزبہان بقلی شیرازی کے بہت
بڑے عارف کامل ولی اللہ ہوئے ۔۔ وہ بیان کرتے اپنی تفسیر عرائس البیان میں ۔ کہ جس کا سینہ اللہ
اسلام کے لیے کھول دے ۔ تو جان لو کہ وہ شخص اللہ کے نور پر ہے ۔۔۔ یہ پہچان ہے ۔ جس کے شرح
صدر دیکھو وہ اللہ کے ہاں نور پر ہے ۔۔۔ وہ بیان کرتے ہیں ۔ کہ جو اللہ کی طرف سے نور پر
ہو جائے ۔ تو وہ نور کسی کو تھوڑا کسی کو زیادہ کسی کو اور زیادہ وہ اتنا نور عطا ہوتا ہے کہ
اس نور سے خلق کو بھی دیکھتا ہے ۔۔ اور خلق کے سوا عرش سے لے کر تحت الثری
تک پوری کائنات کو بھی دیکھتا ہے ۔۔۔ پتا چلتا ہے کہ اللہ نے اس کو کتنا نور عطا کیا ۔
جیسے چھوٹے سے چراغ کا اندر تھوڑی روشنی دیتا ہے ۔۔ لیمپ کا نور اور زیادہ ۔ کسی کا نور
ہو اور زیادہ وہ ۔۔ بلب ہو ٹیوب ہو اور زیادہ وہ ۔ دیکھیں جس طرح دنیا میں روشنی کی طاقت بڑھتی
چلی جاتی ہے ۔ تو اس کا منور جو دائرہ ہے ۔ جہاں تک نور کا دائرہ وہ بھی بڑھتا چلا جاتا ہے ۔
اسی طرح اللہ پاک کسی کو کرن دیتا ہے ۔ کسی کو چنگاری دیتا ہے ۔ کسی کو شعلہ دیتا ہے
کسی کو کہکشاں ستارے برابر ۔ کسی کو چاند سے بڑھ کر ۔ کسی کو سورج سے بڑھ کر ۔ کسی کو اتنا نور ملا

مصدر مؤثر کے سینے سے فیض

کرتا ہے کہ اس کا اشراف بھی روشن ہو جائے تو پھر یہ بڑھتا رہتا ہے۔ اسلام کے لیے

اللہ نے سینہ کھول دیا۔ جب اللہ پاک اپنے بندوں کا سینہ کھول دے۔ تو اس میں اتنا نور عطا

کرتا ہے کہ عرش سے تحت الثریٰ تک اس نور سے روشن ہو جاتا ہے۔ اور جس اللہ نے

اپنے حبیب ﷺ کا سینہ کھول دیا۔ الم نشرح لک صدرک = قرآن کی تفسیر قرآن

سے کر رہی۔ ہم نے ایسا حبیب معنی دیا ہے۔ کہ ہم نے آپ کا سینہ کھول دیا ہے۔ اسلام

کے لیے کھول دیا۔ جس محبوب کا سینہ اللہ نے کہا ہم نے کھول دیا۔ جس کا سینہ اللہ کھول دے

وہ نور کی طرف ہو جاتا ہے۔ تو جب اللہ نے آقا علیہ السلام کا سینہ کھولا۔ محبوب خود بھی نور

ہیں۔ منور بھی ہیں۔ نور پر بھی ہیں۔ تو آقا کے نور کا عالم کیا ہو گا۔ تو جس کا سینہ

نور اسلام کے لیے کھل جائے۔ تو اس کے لیے پردے اٹھ جاتے ہیں۔ اور اس کا ذریعہ علم کا صرف

کتابیں نہیں رہتی۔ مصدر علم منبع علم صرف کتابیں نہیں رہتی۔ اس کا منبع خود قرآن

بن جاتا ہے۔ جو تفسیروں سے علم ملتا ہے وہ تو لیتا ہی ہے۔ مگر وہ علم جو تفسیر میں

نہیں ملا۔ وہ قرآن براہ راست بول کر اسے عطا کرتا ہے۔ اور اس نور کے

ذریعے سے ملتا ہے۔ تو کتب بھی مصنفین کی آئمہ کی بزرگوں کی۔ کتابوں سے علم

تو لیتا ہی ہے۔ جو علم کتابوں میں نہیں وہ براہ راست منبع نور سے لیتا ہے۔ شیخ ابو

بکر ہیں۔ ان کا عرائس البیان پڑھ رہا ہوں۔ بڑے بڑے اکابر محدثین ان کی خدمت میں

آتے۔ اور حدیث کی سند لیتے۔ اور حدیث کی اسناد روایت کو درست کرانے کے لیے۔

اس کی تصحیح کے لیے اس کا لوگ سماع کے لیے۔ ان کی خدمت میں آکے حدیث پڑھتے۔ وہ سماع

کرتے۔ تحقیق کرواتے۔ سند لیتے اجازت لیتے۔ خود نہیں پڑھتے تھے۔ خاموشی سے سر

جھکا کے سنتے تھے۔ محدث پڑھتے تھے۔ اور جس حدیث کو وہ سنتے چلے جاتے اور سر کو نہ ہلاتے۔

اس کی لوگ تصحیح ہو گئی کہ یہ صحیح حدیث ہے۔ مقبول ہے۔ اس سے مراد اس

کی اسناد کا صحیح ہونا مقبول ہونا ہے۔ جن پر وہ سر ہلا دیتے اور کہتے نہیں۔ محدث رک جاتے۔

وہ سمجھتے کہ یہ کہہ رہے ہیں کہ یہ صحیح نہیں ہے۔ یہ موضوع ہے۔ آقا علیہ السلام نے نہیں

فرمایا۔ ایک حدیث پر ایک محدث اڑ گیا۔ اس نے کتابیں کھولیں کہ فلاں فلاں نے

عالم اور حافظ

اس کی تصحیح کی ہے - آپ نے سنا اور آپ فرما رہے ہیں نہیں ــــ آپ نے فرمایا - کہ بخاری کی
بات ختم ہو گئی بس لیا ــــ فرمایا بخاری کی کتابوں پر اعتماد کروں یا خود صاحب حدیث کے فرمان
پر اعتماد کروں ــــ آپ نے پیرہ اٹھا دیا - لہذا فرمایا سے نے دیکھو سرکار تشریف فرما ہیں -
اور وہ فرما رہے ہیں کہ یہ سب بال میں نے پیر شپ میں کہا ــــ تو یہ عالم تھا - افمن شرح -
ــــ الم نشرح لک صدرک = آپ کے سینہ اقدس کو منبع نور بنا دیا ہے
جس آیت کو جس ولی کو جتنا نور ملتا ہے اس کے دل کو اس کے سینے کو اس کے روح کو
وہ صدر مصطفیٰ سے ملتا ہے -

اور حضرت سہل بن عبداللہ تستری نے کہا - کہ علم اور حکمت سے معمور کر دیا
اور اس کے بعد اسی سورۃ میں آگے فرمایا ــــ ورفعنا لک ذکرک = ہم نے آپ کا ذکر
آپ کی خاطر بلند کر دیا - اب اس کا معنیٰ قاضی عیاض فرماتے ہیں - حضرت یحییٰ بن آدم کا قول
نقل فرماتے ہیں ــ یہ بڑے جلیل القدر امام حدیث اور مفسر ہیں حافظ جب کہا جاتا ہے محدث
کو حافظ کہتے ہیں اس محدث کو جس کو علم حدیث ایک لاکھ تک پھیلا ہوا ہو - جو ایک
لاکھ حدیث سے واقف ہو - بعض لوگوں نے اس کا معنیٰ سمجھ لیا ہے کہ اس کو ایک لاکھ
حدیثیں زبانی یاد ہوں - یہ غلط ہے ــــ زبانی یاد ہونا چھوٹی چیز ہے - یاد نہ ہونا مگر اُن
کا علم ہونا - اس کا فہم ہونا - اس کا معنیٰ اور مفہوم جاننا - اس کے احکام جاننا اس
کی شرح جاننا - یہ علم بہت بڑی چیز ہے - علم اور حفظ میں بڑا فرق ہے - حافظ اور عالم میں
تو حافظ حدیث وہ ہے - جس کو ایک لاکھ حدیث کا علم ہو - امام بخاریؒ وہ فرماتے
ہیں کہ مجھے دو لاکھ احادیث اُن کو یاد تھیں - جن میں ایک لاکھ سے زائد صحیح ہیں - اور بخاری
شریف میں جو درج کی ــ وہ تکرار کے بغیر وہ ساری کی ساری دس ہزار ہیں ــ وہ ستانوے ہزار
مجھے یاد ہیں - وہ صحیح ہیں - لاکھ سے زیادہ تو دس ہزار تو بخاری شریف میں درج کیں -
تو بتایا جو صحیح حدیث 97 ہزار یاد تھیں - وہ کہاں لکھیں - وہ دیگر دوسری کتب احادیث
ہیں ــ یہ میں نے تذکرہ اس لیے بتایا بعض لوگ عالم بننے کی کوشش کرتے ہیں - اور اُن کے پاس
علم نہیں ہوتا - جاہل ہوتے ہیں فن سے جاہل ہوتے ہیں - وہ کمزور ہوتے ہیں - اور وہ ہانپتے ہیں

کہ صحیح بخاری کا میں دکھاؤ۔ جیسے مسلم میں دکھاؤ۔ میں تو بخاری مسلم کو مانوں گا۔ جو آدمی یہ کہے۔ کہ سمجھو بس کہ اسے الف باد کا پتا نہیں آتی علم حدیث میں کی۔ ان پڑھ ہے۔ یا صحاح ستہ میں دکھاؤ۔ وہ جاہل ہے۔ تو صاحب علم نہ بولی جملے نہیں بول سکتا۔ کل صحاح ستہ میں بخاری اور مسلم کو ملا کر تکرار کی حد نکال کر کل چار ہزار احادیث ہیں۔ اور صحاح ستہ کل چھ کتابیں حدیث کی۔ تکرار نکال کے دس ہزار کے قریب احادیث ہیں۔ ترتیب کر کتاب ابوداؤد۔ ترمذی نسائی ابن ماجہ میں دس ہزار کی احادیث میں تکرار نکال کر۔ باقی 90 ہزار احادیث امام بخاری کے نزدیک صحیح ہیں وہ کہاں گئیں۔ وہ ساری لاکھ حدیثوں کا مجموعہ تیار نہیں کرنا چاہتے تھے۔ اپنی کتاب کا چھوٹا مجموعہ تیار کر رہے تھے۔ وہ ادب المفرد میں دیں۔ اور کچھ تاریخ کبیر میں دیں۔ کچھ باقی آئمہ حدیث کو دیں۔ مگر امام بخاری کو جو دو لاکھ احادیث یاد تھیں۔ وہ سب مقبول تھیں۔ ورنہ اگر مقبول نہ ہوتی تو امام بخاری یاد کرتے اُن کو۔ موضوع کو یاد کرتے نا۔ ایک لاکھ 97 ہزار باقی کتب میں آئیں۔

اور امام احمد بن حنبل کی سُن لو۔ حضرت امام فرماتے ہیں کہ سات لاکھ احادیث میرے پاس لکھی ہوئی ہیں۔ عبداللہ بن احمد بن حنبل فرماتے ہیں۔ محدثین میں وہ بیان فرماتے ہیں کہ میرے والد امام احمد بن حنبل کو ایک کروڑ احادیث یاد تھیں۔ جو مسند میں جمع تیس ہزار رہا۔ منتشر ہوتا جو دیگر طرق سے آتی ہیں۔ یہ فنی علمی بات ہے جو میں نے سمجھا دی ہے۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ یہ حدیث بخاری مسلم صحاح ستہ میں نہیں آئی۔ ہم نہیں مانتے تو وہ جاہل آدمی ہے۔ ایسا کہنے والا۔ تو زیادتی ہے علم پر۔ اس کو پتہ ہی نہیں اس بات کا۔ کہ صرف بخاری مسلم اور صحاح ستہ میں جو حدیث ہو وہ صحیح ہی نہیں ہوتی۔ اُن کے علاوہ جو ہزاروں احادیث ہیں جو صحیح ہیں۔ درست طرق سے جو باقی کتابوں میں آئی ہیں۔ کہ جو باقی کتب احادیث سے حدیثیں آئی ہیں وہ درست ہوتی ہیں صرف بخاری کا درجہ حدیث کی کتابوں میں سب سے بلند ہے۔ بطور کتاب کے۔

اس کا معنیٰ یہ نہیں ہے۔ یہ صحیح ہے دوسری صحیح نہیں ہے۔ یہ جہالت ہے۔

تو یحییٰ بن آدم یہ امام ائمہ میں محدث ہیں۔ حافظ الحدیث ہیں۔ 203ھ میں وفات ہوئی۔ وہ معنیٰ بیان کرتے ہیں ورفعنا لک ذکرک کہ ہم نے آپ کا ذکر آپ کے لئے بلند کر دیا۔ ای ورفعنا بالنبوۃ۔ آپ کی اس نبوۃ کے سبب آپ کا ذکر بلند کیا۔ جس کی وجہ سے آپ کی بعثت سے

M T W T F S S — Memo No ____ Date / /

(نعرہ تکبیر و رسالت نعرہ)

ہم بھی پہلے آدم علیہ السلام کے وقت سے تھے ۔ اور اس نبوت کے ساتھ آپ کا ذکر بلند کیا۔
جب آدم علیہ السلام ابھی پیدا نہ ہوئے تھے کہ آپ صاحب نبوت تھے ۔ کنت نبیا وادم ——
اور اس نبوت کے ساتھ آپ کا ذکر بلند کیا ۔ کہ جب عالم ارواح میں اللہ نے انبیا کو نبوت
دینے کا ارشاد فرما رہا تھا ۔ تو اس وقت فرمایا کہ اس نبی آخر الزمان کی نبوت پر جو ایمان لائے
گا ۔ اس کے سر پہ نبوت کا تاج پہنایا جائے گا ۔ واذ اخذ اللہ میثاق النبین ——
تو سب کے بعد رسول آئیں گے ۔ مصدق لما معکم —— اس پر ایمان لاؤ ۔ تو اس نبوت عطا کی کہ
ہر نبی کے نبی ہونے پر شرط لگا دی کہ ان پر ایمان لاؤ گے ۔ تب نبی الانبیاء ہو گئے ——
اور دوسرا معنیٰ بیان کیا ۔ کہ آپ کا ذکر آپ کی خاطر بلند کر دیا —— اذا ذکرت ذکرت معی ۔
یوں بلند کیا کہ جب بھی میرے بندے میرا ذکر کیا جائے گے ۔ آپ کا ذکر لازما میرے ذکر کے ساتھ کیا
جائے گا —— اور اس کی مثال دی فرمایا لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ ۔ توحید علیہ بھی مقبول نہیں اگر اللہ
کی توحید کے ساتھ حضور کی رسالت کا اعلان نہ ہو —— اذان مقبول نہیں ۔ اگر اشہد ان محمد رسول
اللہ نہ ہو —— مثالیں دیں اشہد ان ... کہ دین کے اندر کوئی اعلان کوئی کلمہ کوئی شہادت
کوئی خطبہ مقبول نہیں جس میں اللہ کے ذکر کے ساتھ حضور کا ذکر نہیں ہے —— اس دنیا میں
کیا ہوا اگر کوئی نعرہ مقبول نہیں ۔ تکبیر کے نعرہ کے ساتھ رسالت کا نعرہ نہیں ہے ——

اس کے بعد حضرت قتادہ کا قول مبارک ہے ۔ اور حضرت قتادہ بھی جلیل القدر
تابعی ہیں ۔ ان کا نام ہے حضرت قتادہ بن دعامہ السدوسی کا ۔ اس کی بات کی تفسیر کرتے
ہیں تو امت کی تفسیر کرتے ہیں ۔ تو ان کی تفسیر کو حضور کی حدیث سمجھتے ہیں ۔ وہ بیان
کرتے ہیں ۔ رفع اللہ ذکرہ فی الدنیا والآخرۃ —— اللہ نے دنیا و آخرت میں بلند کر دیا ۔ آپ کا ذکر جب
میں نے شرط لگا دی ہے کہ جہاں بھی میرا ذکر ہو وہیں ذکر مصطفیٰ ہو ۔

اس حدیث کو امام جریر نے تفسیر طبری نے روایت کیا ۔ دلائل النبوۃ میں امام بیہقی نے ۔ مجاہد
سے سند صحیح کے ساتھ ۔ جلیل القدر تابعی ۔ اور حضرت قتادہ سے بھی روایت کیا ۔ اور حضرت
امام حسن بصری نے بھی روایت کیا ۔ اور یہ تمام روایتیں سند صحیح کے ساتھ ہیں ۔ اس حدیث
کو مسند ابو یعلیٰ نے بھی روایت کیا ہے ۔ اور صحیح ابن حبان نے امام ترمذی ج ۱ ۲۰۵ ... حسن کہا ہے

M T W T F S S — Memo No ______ Date / /

(ایمان کی شرط محبوب کا ذکر)

اور مجمع الزوائد نے بھی روایت کیا۔ انہوں نے کہا یہ حدیث صحیح ہے۔ اور امام سیوطی نے بھی جامع الصغیر میں روایت کیا۔ جہاں میرا ذکر ہو وہاں آپ کا ذکر ساتھ ہوگا۔ یہ معنی ہے — اور امام ابن عطار انہوں نے روایت کیا ہے — یہ بہت بڑے امام امام الزاہد ہیں۔ امام المحدثین۔ اور امام العارفین ہوئے۔

~~اور احمد بن محمد بن سہل بن عطاء ان کی وفات 309ھ میں ہوئی۔ اس مرتبہ میں شرط لگا دی ہے ایمان کے کامل ہونے کی کہ میرا ذکر بھی ساتھ کیا جائے۔ یہ الفاظ قابل توجہ ہیں جو حافظ عیاض نے امام ابن عطاء سے روایت کیے ہیں۔ میں نے ایمان کے مکمل ہونے کی شرط یہ لگا دی ہے کہ آپ کا ذکر میرے ساتھ کیا جائے گا یہ بہت ہی~~

نوٹ = اس کے بعد۔ الشفا کا صفحہ ۳۵ قابل توجہ ہے۔

(دوسرا نوٹ) اس صفحہ کے اگلے صفحہ پر بقایا مضمون ہے۔

۲۸ — ۱۱ — ۲۰۱۸

۲۰ — ۳ — ۱۴۴۰

بدھ ۲۸ — ۳۴ — ۹

ان کی وفات ۳۰۹ھ میں ہوئی۔ بڑا بلند رتبہ ابن عطاء کا آئمہ اسلام میں ہے — انہوں نے روایت کی اور فرمایا اس آیت کا معنی یہ ہے۔ اِنِّی جَعَلْتُ تَمَامَ الْاِیْمَانِ بِذِکْرِیْ مَعَکَ اے میرے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم۔ میں نے شرط لگا دی ہے ایمان کے کامل ہونے کی کہ میرا ذکر میرے ساتھ کیا

M T W T F S S　　Memo No ______ Date / /

کیا جائے۔ اس کی تفسیر پر یہ لفظ قابل توجہ ہیں جو قاضی عیاض نے امام ابن عطاء سے روایت کی۔
کلمات ہیں جعلتک تمام الایمان بذکری معک ۔ یہ نہیں فرمایا کہ جعلتک تمام الایمان
بذکرک معی۔ کہ میں نے ایمان مکمل ہونے کی یہ شرط لگا دی ہے۔ کہ میرے حبیب آپ کا ذکر میرے
ساتھ کیا جائے۔ یہ نہیں کہا ۔ کہ جب آپ کا ذکر میرے ساتھ ہو۔ تب ایمان مکمل
ہوگا نہیں۔ فرمایا جعلتک تمام الایمان بذکری معک ۔ میرا ذکر تیرے ساتھ کیا جائے۔
اب یہاں ایک خاص نکتہ ہے ۔ بڑا لطیف ذوقی نکتہ ہے ۔ وہ کیا ہے ۔

دو باتوں میں ایک موازنہ کرتا ہوں۔ یہ شان کا فرق نہیں ہے پیار کی بات ہے۔ رتبہ
مرتبہ اور مقام کی بات نہیں ہے ۔ محبت اور پیار کی بات ہے ۔ دیکھو نا
باپ چھوٹے بیٹے کو اٹھا کر پیار نہیں کرتا ہے۔ اس کے پاؤں بھی چومتا ہے۔ اس سے درجہ
تھوڑا متعین ہو رہا ہے ۔ باپ غوث وقت ہو ولی اللہ ہو بیٹا اٹھا کر سر سے پاؤں
تک چومے جا رہا ہے ۔ وہ بیٹا غوث الاعظم تھوڑا بن گیا ہے اس سے ۔ غوث بیٹے کے پاؤں
چوم رہا ہے ۔ کہ بیٹا تو باپ سے بھی بڑا غوث ہوا ہے۔ یہ بات نہیں ہے ۔ وہ بیٹا ہے
باپ پیار سے چوم رہا ہے ۔ بڑا ہو کے اس کی راہ پہ چلے یا چلے ۔ یہ نصیب ہے اس کا
یہ اتباع کا نتیجہ ہے ۔ کہ کتنا چلتا ہے باپ کے نقش قدم پر ۔ یہ شفقت پدری کا ہے ۔
یہ پیار اور محبت کا اظہار ہے ۔ اس کی بات کر رہا ہوں مقام و مرتبہ کا اظہار نہیں ہے ۔
سنو ۔ ایک شخص کہے لوگو ۔ تمہارے لئے شرط ہے ۔ کہ میرا محبوب ہے ۔ جب میرا ذکر کرو
اس کا ذکر میرے ساتھ کیا جائے ۔ اب اس بات کے وزن کو ذہن میں رکھیں ۔ دوسری
طرف اس جملے کو رکھیں ۔ لوگو سنو ۔ میرا ذکر میرے محبوب کے ساتھ کیا جائے ۔ جس نے
میرا ذکر کرنا ہے ۔ وہ ہی نہیں کر سکتا میرا ذکر شرط ہے ۔ جس نے میرا ذکر کرنا ہو میرے محبوب کے
ساتھ کرے ۔ تو دو جملوں کو ذہن میں رکھیں تو پہلا ذکر کس کا ہوا ۔ جب کہا میرے محبوب
کا ذکر میرے ساتھ کیا جائے ۔ اس میں پہلا ذکر کس کا ہے ۔ اللہ کا ۔ دوسرا ذکر کے ساتھ ہو
محبوب کا کیا جائے ۔ اور اس جملے میں آ میرا ذکر محبوب کے ساتھ کیا جائے ۔ پہلا ذکر محبوب
کا ہے ۔ فرمایا جس نے میرا ذکر کرنا ہے پہلے محبوب کا ذکر کرے ۔ تب میں اپنا ذکر شمول کر دوں

51 ۲۸ ۱۱ ۲

گا۔ یہ تجزیہ سمجھ گئے نا ــــ یہ لطافت ہے اس قول کی کہ تمام الایمان بذکری معک کہ۔
میں نے شرط لگا دی ہے محبوب کہ میرا ذکر تیرے ساتھ کیا جائے ــــ یہ کیوں کیا۔ اس لیے کہ
میرا ذکر تو ہر کس و ناقص میں کرتا ہی کرتا ہے۔ جب جو نہیں مانتا ہے وہ بھی میرا ذکر کرے گا۔
جو نہیں مانتا جو آپ کی شان سے واقف نہیں۔ اور جو اندھا ہے۔ نابینا ہے جس کو قدر و منزلت
کی خبر نہیں ہے۔ اس نے بھی تو میرا ذکر کرنا ہی کرنا ہے۔ لا الہ الا اللہ تو کرنا ہی کرنا ہے اس لیے
میں میں نے شرط آج سے لگا دی ہے۔ کہ جو میرا ذکر کرنا چاہے وہ سن لے۔ شرط ہے کہ میرا
ذکر میرے حبیب کے ساتھ کیا جائے ــــ اب بھاگ کے کہاں جائے گا۔ اب اگر محبوب کا ذکر کرنا
نہیں چاہتا تھا۔ چھوڑنا چاہتا تھا میرے مصطفیٰ کا ذکر تو اس بدبخت کو میرا ذکر بھی چھوڑنا
پڑے گا۔

محروم ایمان ہو جائے گا۔ محروم اسلام ہو جائے گا۔ محروم توحید ہو جائے گا۔ میرے ذکر سے بھی گیا۔
اور اگر اس نے میرا ذکر کرنا ہی ہے۔ اور نہیں رہ سکتا تو میں نے راستہ ہی نہیں چھوڑا۔
مصطفیٰ کا ذکر کرے تو پھر میرا ذکر صحیح ہوگا۔ دیکھو محبت میں کس طرح بانٹ دیا ہے۔ ذکر
کرنے والوں کو۔ اور امام ابن عطا نے ایک اور قول بھی دیا جو دوسری روایت ہے۔ اور فرمایا
جعلتک ذکرا من ذکری فمن ذکرک ذکرنی ــــ اے میرے حبیب میں نے تمہارا ذکر کو
اپنا ذکر بنا دیا ہے۔ یہ وجہ رفعت ذکر اور بلند ہوگئی۔

۲۹ — ۱۱ — ۲۰۱۸
۲۰ — ۳ — ۱۴۴۰
۱۰ — ۱۱ — ۱۰ AM
جمعرات

QARI MUHAMMAD ABBAS
Naqashbandi Chishti ...
09 OCT 2019
Chak 365/E.B Burewala ... Vehari

بلندئ ذکر مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم

ورفعنا لک ذکرک ۔ کہ ہم نے آپ کی خاطر آپ کا ذکر بلند کر دیا ۔ کہ امام ابن عطا کے قول کہ جعلت
تمام الایمان بذکری معک ۔ کہ میں نے ایمان کے مکمل ہونے کی شرط یہ عائد کر دی ہے ۔ کہ میرا ذکر
آپ کے ساتھ کیا جائے ۔ اور دوسرا قول ابن عطا کا یہ ہے ۔ جعلتک ذکرا من ذکری فمن ذکرک ذکرنی
اے میرے حبیب آپ کا ذکر یوں بلند کیا ہے ۔ کہ جعلتک ذکرا من ذکری ۔ آپ کا ذکر میں نے صرف
آپ کا ذکر نہیں رہنے دیا ۔ آپ کے ذکر کو میں نے اپنا ذکر بنا دیا ہے ۔ ذکر مصطفےٰ تو تھا ہی ۔ میں نے
آپ کے ذکر کو یوں بلند کیا ہے ۔ اب صرف ذکر مصطفےٰ فقط ذکر مصطفےٰ ہی نہیں ہو گا ۔ مگر ساتھ ذکر خدا
بھی ہو گا ۔ ذکر مصطفےٰ کو ذکر خدا بنا دیا ہے ۔ ذکر رسول کو ذکر الٰہی بنا دیا ہے ۔ ذکر محمد کو ذکر اللہ
بنا دیا ہے ۔ مصطفےٰ مصطفےٰ رہے خدا خدا رہا ۔ رسول رسول رہے ۔ اللہ اللہ رہا ۔ وہ ذات نہیں بدلی
مگر فرق یہ کر دیا ۔ کہ رسول رسول رہا ۔ خدا خدا رہا ۔ اگر ذکر رسول فقط ذکر رسول نہ رہا ۔ ذکر رسول بھی ہے
ذکر خدا بھی ہو گیا ۔ تو آپ کے ذکر کو اپنا ذکر بنا دیا ۔ باری تعالیٰ نے اس کا نتیجہ بتایا ہے ۔ امام ابن
عطا بیان کرتے ہیں فمن ذکرک ذکرنی ۔ اے حبیب جس نے آپ کا ذکر کر لیا ۔ اس نے میرا ذکر
کر لیا ۔ جس نے محمد محمد کی تسبیح جپ لی ۔ یا رسول اللہ یا رسول اللہ یا نبی اللہ یا حبیب اللہ
اے حبیب جس نے آپ کا ذکر کر لیا ۔ اس نے گویا میرا نام جپ لیا ۔ جو رات دن محبوب
تیرے گن گاتا رہا ۔ تیرے ترانے پڑھتا رہا ۔ تیرے گیسو و رخسار کی باتیں کرتا رہا ۔ تیرے خرام و رفتار
کی باتیں کرتا رہا ۔ تیری چال اور تیرے حال کی باتیں کرتا رہا ۔ تیرے کیف و سرور کی باتیں کرتا رہا ۔ تیرے
حسن و نور کی باتیں کرتا رہا ۔ تیرے سراپا حسن کی باتیں کرتا رہا ۔ تیرے جمال زیبا کی باتیں کرتا رہا ۔
محبوب جو عمر بھر تیری یاد میں مستغرق ہو کے تیری یاد کرتا رہا ۔ مجھے اپنی عزت کی قسم قیامت کے دن
جب نامہ اعمال کھلے گا ۔ اس کے نامہ اعمال میں لکھا ہو گا ۔ کہ میری تسبیح کرتا رہا ہے ۔ وہ اللہ کی تسبیح
شامل ہو جائے گی ۔ وہ خدا کے ذکر میں شامل ہو جائے گی ۔ اور اللہ کا ذکر یہ اللہ کی عبادت ہے ۔
تو گویا حضور کی یاد اللہ کی عبادت ہے ۔ فمن ذکرک ذکرنی ۔ جس نے حبیب آپ کا ذکر
کر لیا ۔ اس نے میرا ذکر کر لیا ۔ اسی جعلتک ذکرا من ذکری ۔ فمن ذکرک ذکرنی ۔

M T W T F S S — Memo No ______ Date / /

(چکوال کا جلسہ)

یہ نہیں فرمایا۔ یک طرفہ بات کی ہے۔ دو طرفہ بات نہیں کی — یہ نہیں فرمایا فاذکرنی اذکرک
تیرا ذکر میرا ذکر ایک ہو گیا ہے — ہم یوں بھی کہہ سکتے تھے نا — کہ بس جس نے میرا ذکر کر لیا۔ اس
نے تیرا ذکر کر لیا — جس نے اللہ اللہ کر لیا — گویا اس نے یا مصطفیٰ یا مصطفیٰ کر لیا۔ جس نے میرا ذکر کر
لیا اس نے میرا ذکر بھی کر لیا — یہ نہیں فرمایا — اگر یوں کہہ دیا تو لوگ ڈنڈی مارنے لگ جائیں
گے۔ اپنا خود سے باطن برتیں گے۔ اپنا حسد برتیں گے۔ ظرف کی تنگی سے کام لیں گے۔
جو تجھ سے پیار نہیں کرتے۔ جو تجھ پر قربان نہیں ہوتے۔ جن کے دل اندر سینے تیرے ذکر سے ٹھنڈے
نہیں ہوتے۔ ان بدبختوں کو راستہ مل جائے گا۔ تیرے ذکر سے گریز کرنے کا۔ تیرے ذکر کو نہ
کرنے کا بہانہ رہے گا — یہ نہیں فرمایا فاذکرنی ذکرنا ذکرک جس نے میرا ذکر کر لیا۔ اس نے تیرا
ذکر کر لیا — یہ تو بہانہ بنا کے لوگ کہیں گے کہ ہم تو ساری رات اللہ اللہ کرتے ہیں بس اسی میں
حضور کا ذکر بھی ہو گیا — بدبخت راستہ نکالیں گے — تجھ سے گریز کا۔ یکطرفہ حکم ہے دو طرفہ
نہیں — فرمایا فاذکرنی ذکرک ذکرنا — حکم یہ ہے جب تیرا ذکر میں نے اپنا ذکر بنایا ہے —
اپنے ذکر کو تیرا ذکر نہیں بنایا — کوئی بدبخت راستہ نہیں نکال سکتا۔ فاذکرنی ذکرک ذکرنا
حکم دے دیا ہے ایسا حبیب جو تیرا ذکر کرے اس نے میرا ذکر کر لیا — جو تجھے پکارے اس نے مجھے پکار دیا۔
جو تجھے یاد کرے اس نے مجھے یاد کر لیا۔ جس نے تیرا نام جپ لیا اس نے میرا نام جپ لیا۔ جس نے تیری
تسبیح کر لی اس نے میری تسبیح کر لی۔ جس نے تیرا ذکر کر لیا — یہ ہے زبانِ عشق کا ترجمہ۔
بس محبوب جس نے تیرا ذکر کر دیا۔ بس اسی میں میرا ذکر ہو گیا — مجھے آج تک نہیں بھولتا۔
چکوال میں بہت بڑا جلسہ تھا۔ ہزارہا آدمیوں کا سمندر تھا۔ میں خطاب کر رہا تھا۔ ساری رات حضور
اقدس کی شان میں بیان تھا — جب بیان ختم ہوا تو ایک جوان تھا — اچھا باشرع جوان تھا۔
وہ دوڑ کے میرے پاس آیا مجھے کہتا ہے۔ رو کر — رات ساری آپ نے حضور کا ذکر کیا۔ اللہ کا تو آپ
نے ذکر ہی نہیں کیا — میں نے کہا بیٹے جس نے تمہارا حال کیا ہے مجھے اس پہ رونا آ رہا ہے۔ اس کو
میں نے سمجھایا۔ کہ حضور کا ذکر کرنا ہی تو اللہ کا ذکر کرنا ہے — فرق یہ ہے کہ تنہا اللہ کا ذکر
کرو تو ایک اجر۔ اور ذکر مصطفیٰ کرو تو دو اجر — ایک ذکر رسول کا ایک ذکر اللہ کا — کہ
حضور کا ذکر اللہ کا ذکر ہو گیا — تو فرمایا حبیب جس نے آپ کا ذکر کر لیا ذکرنی — بس میرا ذکر ہو گیا۔

یعنی میرے محبوب کا ذکر ہو گیا اس میں میرا بھی ذکر ہو گیا۔ یہ معنی ہے اور اس میں اشارہ ہے حقیقت محمدیہ
کی طرف۔ یہاں ذکر رسول کو عین ذکر اللہ قرار دے دیا گیا ——— تو حضور کے ذکر کے دو درجے ہو گئے۔
حضور کا ذکر اور اللہ کا ذکر ——— اب آگے چلئے اہلبیت کی طرف۔

سیدنا امام جعفر الصادق نے انہوں نے بھی اس آیت کی تفسیر کی ہے۔ اب گھر کی بات گھر والوں سے پوچھیں ——
آقا علیہ السلام کی شان و عظمت آقا کے صاحبزادے سے پوچھیں۔ لخت جگر سیدنا امام جعفر الصادق
فرماتے ہیں قال جعفر ابن محمد الصادق —— وہ ورفعنا لک ذکرک کا معنی بیان کرتے ہیں۔ آپ کو یذکرک کے
احد بالرسالۃ الا ذکرنی بالربوبیۃ ——— یہ بھی توجہ طلب بات ہے بڑی اونچی بات ہے۔
مضارع کے صیغے ہیں۔ الا ذکرنی بالربوبیۃ۔ ماضی کے صیغے کے ساتھ فرمایا جو شخص بھی جب کبھی آپ
کا ذکر آپ کی رسالت کے ساتھ کرتا ہے تو کیا ہے الا ذکرنی۔ ذکر تو آپ کی شان رسالت کا کر
رہا ہے مگر امام جعفر صادق فرماتے ہیں اللہ نے فرمایا۔ اس خوش نصیب نے میری ربوبیت کا ذکر کیا ہے۔
اب جو بڑی لطیف معرفت کی خاص بات ہے کہیں اس کی تائید قرآن مجید سے ہوتی ہے۔ اللہ پاک نے
قرآن مجید میں فرمایا۔ وما قدروا اللہ حق قدرہ ——— جب لوگوں نے رسول کی رسالت کا انکار کر دیا۔
اور اللہ نے کہ چاہتے ہو میری ربوبیت کو دیکھنا۔ تو لوگوں نے کہا اس نے کہا الحمد للہ رب العالمین میں
رب ہوں سارے کائنات کا۔ میری ربوبیت عام ہے سب ~~[illegible]~~ گناہگاروں پر بھی میری
ربوبیت کے فیض سے چل رہا ہے۔ اب باری تعالیٰ اپنی ربوبیت دکھا تو سہی تیری ربوبیت کی شان کیا
ہے۔ اگر میری ربوبیت کو دیکھنا ہے تو رسالت محمدی کو دیکھ لو ——

رسالت محمدی میری ربوبیت کا مرتبہ اعلیٰ ہے۔ سب سے اونچی شان میری ربوبیت
کا سب سے اعلیٰ درجہ رسالت محمدی ہے —— لہٰذا یا پیغمبر سلام تب ہے کائنات میں نظر آیا
ہیں رب العالمین ——— تو دیکھا اللہ نے حضور کی رسالت کو ربوبیت کو اپنی قدر شناسی بنا دی
ہے۔ اب ایک اور قرآن مجید کی آیت کہہ رہا ہے۔ بڑی لطیف بات ہے۔ مفسرین نے نہ کہی۔ اور آپ کو
کتابوں میں بھی یہ بات نہ ملے گی —— فرمایا ہے۔ سورۃ الانعام کی ۳۳ آیت ہے۔ قد نعلم انہ
۱ —— اے میرے حبیب بے شک ہم جان گئے ہیں۔ کہ یہ ظالم بدبخت لوگ آپ کی گستاخی۔ آپ کی
شان میں جو کچھ کہتے ہیں —— اور آپ کے خلاف جو بولتے ہیں۔ زبان درازی کرتے ہیں۔ محبوب یہ جو

معلوم ہے - آپ کے دل کو دکھ ہوتا ہے - یہ باتیں آپ کے لئے رنج و غم کا باعث ہیں - فرمایا محبوب ہم جانتے ہیں کہ ان کی باتیں آپ کو دکھ دیتی ہیں — یہاں تک فرمانے کے آگے فرمایا - میرا غور طلب ہے - آگے فرمایا - فانهم لا یکذبونک - اس میں ایک بات ہے - قسم کھا کر یقیناً - یہ آپ کو نہیں جھٹلاتے - یہ آپ کا انکار تو نہیں کرتے - سوال پیدا ہوتا ہے کہ پھر کس کو جھٹلاتے ہیں - ولکن الظالمین بآیات اللہ یجحدون - یہ تو ظالم بدبخت مجھے جھٹلاتے ہیں - محبوب آپ کا انکار تو نہیں کرتے - میرا انکار کرتے ہیں — آپ کو کون جھٹلا سکتا ہے - یہ ساری بات اپنے اوپر ڈال لی ہے — آپ اندازہ کریں - — (١٧-٥٠)

جب یہ نازل ہوئی تو واقعہ یہ تھا کہ ابو جہل اور ان لوگوں کی باتوں سے دکھ ہوا - آقا علیہ السلام رنجیدہ ہو گئے، غمگین ہو گئے - جبرائیل امین حاضر ہوئے - باری تعالیٰ نے بھیجا جبرائیل آج جا میرے محبوب غمزدہ ہیں — جا کر پوچھ آ — تو جبرائیل نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ آج غمزدہ ہیں کیا وجہ ہے - کسی کا غم ہے آقا - کیا دکھ ہے - قال لقد کذبنی قومی - جبرائیل میری قوم نے مجھے جھٹلا دیا ہے - جبرائیل حاضر ہوئے اوپر - عرض کیا باری تعالیٰ یہ فرماتے ہیں - فرمایا فوراً جا یہ پیغام لے کر جا کے جبرائیل امین کے ذریعے آیت بھیجی - یہ جو باتیں کرتے ہیں تو یقیناً آپ کے دل کو دکھ ہوتا ہے ہم جان گئے مگر حقیقت یہ ہے کہ محبوب آپ کو تو نہیں جھٹلاتے - آپ کو کون جھٹلا سکتا ہے — یہ تو مجھے جھٹلاتے ہیں یہ بدبخت سارے جہان میں ان سے بدلہ لوں گا — آپ غمزدہ نہ ہوں - میں ورثہ لوں گا ان کا ایمان تمام. آپ کو کون جھٹلا سکتا ہے - آپ کا تو ابھی اعلان نبوت بھی نہیں ہوا تھا - تب بھی آپ کو سچا کہتے تھے - آپ کو تو نبوت کے اعلان — سے پہلے بھی صادق الامین کہتے تھے - یہ بے ایمان مجھے جھٹلاتے ہیں - (ایک واقعہ درویش کا کہ داڑھی اچھی یا بکرے کی دم واہ واہ — فرمایا بابا فرید نے سوال کر لیا -)

تو امام جعفر صادق فرماتے ہیں کہ جس نے رسالت کا ذکر کر دیا اس نے اللہ کی ربوبیت کا ذکر کر دیا - ورفعنا لک ذکرک کا معنیٰ یہ لکھا کہ محبوب ہم نے آپ کو شفاعت دی اور شفاعت عظمیٰ دی ہے - وہ شفاعت دی جب ہر کسی کے ذکر بند ہو جائیں گے - ہر ایک کے نقارے بند ہو جائیں گے - اور عہد کوئی نہ رہے گا - کسی کے ذکر کی آواز سنائی نہ دے گی - اس وقت محبوب صرف آپ کا قیامت کے دن آپ کا ذکر ہی جاری کا ڈنکا بجے گا - فقط دو آوازیں ہوں گی - اللہ کہے گا -

M T W T F S S

Memo No ______
Date / /

(اللہ کی کرسی)

لمن الملک الیوم - آج کس کا دن ہے - پھر جواب دے گا خود اللہ الواحد القہار - آج تنہا اللہ
واحد قہار کا دن ہے - فرمایا ایک میرا دن ہوگا - ایک وہ میرا دن ہوگا - حضور آقا علیہ السلام کا دن شفاعت
کا فرمایا - عسیٰ ان یبعثک ربک مقاما ____ فرمایا محبوب یقین سے بتاتا ہوں - کہ آپ کا رب آپ کو
مقام محمود پر فائز فرمائے گا ____ صحابہ کرام نے پوچھا یا رسول اللہ وہ مقام محمود کیا ہے - جامع ترمذی کا
تفسیر القرآن - فرمایا وہ شفاعت عظمیٰ کا مقام ہے - کہا یہ ہوگا - آقا علیہ السلام نے فرمایا -
درجنوں احادیث ہیں - فرمایا وہ میرا مقام محمود ایک کرسی ہے - اللہ تعالیٰ جب عرش پر اپنی کرسی
رکھے گا - وسع کرسیہ السموات والارض - روز محشر جب اللہ اپنی عدالت اپنا دربار برپا
کر رہا ہوگا اپنی کرسی پر جلوہ افروز ہوگا ____ (۵۳-۲۶) تو اللہ کی کرسی کے دائیں جانب
میری کرسی لگا دی جائے گی ____ روز محشر دربار قیامت میں اللہ سلطان قیامت بن کر شاہ
قیامت بن کر بادشاہ قیامت بن کر روز محشر بن کر صدر مجلس بن کر صدارت کی کرسی
پر بیٹھے گا - اور عرش کی دائیں جانب میری کرسی مہمان خصوصی کی لگائی جائے گی - کہ صدر محفل خدا
ہوگا - اور مہمان خصوصی مجلس مصطفیٰ ہوگا - آقا علیہ السلام نے فرمایا وہ شفاعت کبریٰ شفاعت
عظمیٰ کے لئے - سامنے دائیں جانب کرسی میری لگائی جائے گی - آقا علیہ السلام نے جب بتا دیا
حدیث پاک میں - جب میری کرسی رکھی جائے گی - پھر یہی فرمایا میں اس پر بیٹھوں گا
نہیں - یا رسول اللہ پھر کیا ہوگا میں کھڑا رہوں گا - آقا جب کرسی رکھی جائے گی آپ کے لئے آپ بیٹھیں
گے کیوں نہیں - فرمایا جب تک میری امت کا آخری فرد بھی میری شفاعت سے بخش نہ جائے
میں کرسی پر آرام سے نہیں بیٹھوں گا - ایسے ایسے دیکھتا رہوں گا - پورے میدان حشر کو
کہیں میرا کوئی امتی کسی کونے میں رہ نہ جائے - شفاعت کے لئے اور اللہ کا فرمان ہوگا -
ولسوف یعطیک ربک ____ اللہ بار بار پوچھے گا محبوب راضی ہو گئے - محبوب جیسا
ہوں گے - اور کر دو بخشش اور کر دو اور کر دو - پھر پوچھے گا سو بتا میں راضی ہیں -
حضور جیسا ہوں گے فرمایا اور بخشش دو اور بخشش دو - اللہ پاک کا اس آیت میں
وعدہ ہے میں بخشش دیتا جاؤں گا بخشش دیتا جاؤں گا ____ تب تک دیتا جاؤں گا -
محشر میں جب تک تو اپنے میٹھے میٹھے لب ہلا کر خود کہہ دے گا کہ باری تعالیٰ اب میں راضی

نواب صدیق حسن =

اب خوش ہو گیا۔ میری امت کی تو نے ایسی بخشش کی کہ میں خوش ہوا۔ اسی طرح محبوب پاک کے لبوں پر
خوشی کا لفظ آئے تو تب حساب و کتاب کا معاملہ ختم ہوگا۔ یہ وہ مقام شفاعت ہے۔
فرمایا اس وقت تک شریک ذکر کے چرچے ہوں گے۔ جب ہر دروازہ بند ہو جائے گا۔ آدم علیہ السلام
سے لے کر سیدنا عیسیٰ علیہ السلام تک اور امتیں وفد کی صورت میں ایک ایک پیغمبر کے پاس ہوں گی ہوں گی
ہوں گی۔ وہ کہیں اذھبوا الیٰ غیری آگے جاؤ۔ آگے جاؤ آج میرا دن نہیں۔ چلتے چلتے جب کل قیامت
کی امتیں مل کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس پہنچیں گی تو کہیں گے۔ اذھبوا الیٰ محمد ﷺ۔ آج
محمد مصطفیٰ کا دن ہے۔ انہیں کا ذکر ہے۔ تو میرے پاس آئیں گے تو کہیں ہوں گا انا لھا۔ انا لھا۔
آج یہ شفاعت عظمیٰ للہ شفاعت کبریٰ میرے لئے ہے یہ میرا دن ہے۔

= اہل حدیث مکتبہ فکر کے بہت بڑے عالم صدیق حسن بھوپالی۔ وہ مولانا تھا عالم دین
تھے۔ صالح آدمی تھے۔ صفہ آدمی تھے۔ یہ بھی سن لیں ایسا بھی ہوتا تھا پہلے۔ تو ان کی شادی
ہو گئی ریاست بھوپال کی نوابہ کے ساتھ جو ملکہ تھی۔ یہ عالم دین تھے تو ان سے شادی ہو گئی۔ تو
یہ مولانا سے نواب ہو گئے۔ یعنی مفتی سے نواب ہو گئے۔ تو یہ نواب صدیق حسن
کہلائے۔ یہ بھوپال خاندان سے نہیں یہ عالم دین تھے۔ تو انہوں نے ایک کتاب لکھی۔
اس میں بھوپالی صاحب نے شفاعت کبریٰ کا ذکر کر کے یہ لکھا ہے۔

کہ آں روز روز اوست۔ وہ دن مصطفیٰ کا دن ہوگا۔ اور شام مصطفیٰ
کی شام ہو گی۔ المیدان مصطفیٰ کی شان کا ہوگا۔ وہ کہتے ہیں قیامت کا دن یہ اس لئے ہے حضور
کی شان کا دن ہے۔ تو فرمایا شفاعت کا مقام ہے وہ مقام ہے جس کو مصطفیٰ کا مقام ہے
کہ اللہ نے حضور کا ذکر بلند کر دیا ہے کہ قیامت میں بھی حضور کے ذکر کے ہی ڈنکے بجتے ہوں
گے۔ اس لئے اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا رح نے کہا۔

آج لے ان کی پناہ آج مدد مانگ ان سے۔

قیامت کو تو ہر ایک یہ حضور کی عظمت کا اقرار کرے گا ہی کہ پردے اٹھ جائیں گے ہر کوئی آنکھوں
سے دیکھے گا۔ کہ آج اس بارگاہ کے سوا کوئی راستہ اور نہیں ہے۔ اس دن تو ہر کوئی
مان جائے گا۔ اس دن کا ماننا کسی کام کا نہیں ہے۔ ماننا ہے تو آج مان لو۔

M | T | W | T | F | S | S

Memo No ______
Date / /

ومن ذکرہ عشق قرن طاعتہ بسطاعتہ - اشمتہ با سمہ فقال اللہ تعالیٰ اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول -
فرمایا ایک معنی یہ بھی ہے کہ اللہ نے حضور کے نام کو اپنے نام کے ساتھ ملا دیا - اور حضور کی
اطاعت کو اپنی اطاعت کے ساتھ ملا دیا - بلکہ حضور کی اطاعت کو اپنی اطاعت بنا دیا -
حضور کی محبت کو اپنی محبت بنا دیا - حضور کی تابعداری کو اپنی تابعداری بنا دیا - حضور کی قربت
کو اپنی قربت بنا دیا - ان الذین یبایعونک - جو حضور کے ہاتھ پر بیعت کرتے ہیں -
وہ اللہ کے ہاتھ پر بیعت کرتے ہیں - حضور کی بیعت کو اپنی بیعت بنا دیا - حضور کی عطا کو
اللہ نے اپنی عطا بنا دیا - جیسے سورۃ توبہ میں فرمایا - حضور کی رضا کو اللہ نے اپنی رضا بنا دیا -
حضور کے قرب کو اللہ نے اپنا قرب بنا دیا - حضور کی ناراضگی کو اللہ نے اپنی ناراضگی بنا دیا -
الفرقان - حضور کی نافرمانی کو اللہ نے اپنی نافرمانی بنا دیا - (۲۸۱ — ۳۴) حضور کے ادب کو اللہ نے اپنا ادب
کر دیا - تو فرمایا ایک ذکر کو بلند کرنے کا معنی آقا علیہ السلام کے ذکر کی بلندی کا یہ ہے - کہ اللہ نے حضور علیہ السلام
کی اطاعت سے لے کر محبت سے لے کر قربت تک سب کچھ اپنا بنا دیا — خدا خدا ہے مصطفیٰ مصطفیٰ
ہے - مگر حکم حرمت حکم ادب حکم محبت حکم اطاعت حکم تعلق و نسبت سب دونوں کا ایک ہے - فرمایا
ایک ہے ادب ایک ہے اطاعت ایک ہے تفصیل ایک ہے - سارے احکام کو اللہ تبارک و تعالیٰ نے ملا کر
ایک ہی نسبت میں حرمت میں - ایک ہی محبت میں گم کر دیا - چونکہ آقا علیہ السلام کی نسبت و حرمت
کو اللہ نے اپنی نسبت و حرمت بنا دیا ہے - اور اپنا مقام بلند کر دیا ہے - تو فرمایا محبوب ہم نے
آپ کا ذکر بلند کر دیا اس لئے جب اللہ نے اپنے ذکر سے اپنی محبت سے اپنی اطاعت سے
حضور کے ذکر کو جوڑ دیا - تو اب کونسی بلندی باقی رہ گئی جب خدا کا ذکر بلند ہے وہیں مصطفیٰ کا ذکر بھی
بلند ہے - جہاں جہاں تک خدا کی محبت بلند ہے وہاں وہاں تک مصطفیٰ کی محبت بلند ہے - جہاں جہاں تک خدا
کی اطاعت و قربت بلند ہے وہاں وہاں تک مصطفیٰ کی محبت و اطاعت و قربت بلند ہے - گویا اللہ تعالیٰ
حضور کے ذکر کو وہ بلندی عطا کر دی کہ جس کو کوئی بلندی اس کے مقابلے میں بلند نہ رہی —

انور

۲ — ۱۲ — ۲ - ۱۸
۲۴ — ۳ — ۱۴۴۰ ۶ — ۳۱ — ۲۹ — PM

دروس الشفاء ۸

M T W T F S S

Memo No
Date 4/3/05

۱۸۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہی صراطِ مستقیم ہیں ۔

اھدنا الصراط المستقیم ٥ صراط الذین انعمت علیھم ۔ قاضی عیاض رح نے روایت بیان کی ہے ۔ ایک جلیل القدر تابعی حضرت ابو العالیہ سے جن کا نام حضرت حسین بن رباح ان کی وفات ۹۰ ھ میں ہوئی ۔ اور یہ حضرت عبداللہ بن عباس کے شاگرد ہیں ۔ اور قاضی عیاض نے اسی آیت کی تفسیر ایک دوسرے تابعی سے بھی روایت کی ہے اور وہ ہیں ۔ حضرت امام حسن بصری رض قاضی عیاض فرماتے ہیں فقال ابو العالیہ حسن البصری ۔ الصراط المستقیم ھو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ، بیان کرتے ہیں کہ ہم سورۃ فاتحہ میں جو ام الکتاب ہے اس میں دعا کرنے کی ہمیں تلقین کی گئی ہے ۔ اور ہم دعا کرتے ہیں اھدنا الصراط المستقیم ۔ اے اللہ ہمیں سیدھی راہ دکھا ۔ صراط مستقیم کی ہدایت عطا کر ۔ تو فرماتے ہیں کہ صراط مستقیم ایک اصطلاح ہے ۔ جس کا اردو ترجمہ ہم سیدھی راہ کرتے ہیں ۔ تو قاضی عیاض فرماتے ہیں کہ حضرت ابو العالیہ اور امام حسن ان جلیل القدر تابعین نے کہا ہے ۔ کہ صراطِ مستقیم یعنی سیدھی راہ سے مراد خود حضرت محمد مصطفیٰ کی ذات گرامی ہے ۔ تو مطلب یہ ہوا ۔ کہ ہمیں صراط مستقیم پر چلا ۔ اور صراطِ مستقیم دکھا ۔ تو مطلب یہ ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام و مرتبہ اور آپ کی عزت کی معرفت عطا فرما ۔ اور آپ کا اسوہ ہمیں سمجھا ۔ اور آپ کی سیرت و سنت سمجھا ۔ اور آپ کے نقش قدم پر چلا ۔ تو محور و مرکز صراط مستقیم ہی حضور علیہ السلام کی ذات گرامی ہے ۔ اور سے آگے اس کے فرماتے ہیں ۔ و ظہر ایک ... ماضی پر ۔ صراط الذین انعمت علیھم ۔ (۴۔۵۴) ان لوگوں کا راستہ جن پر تو نے انعام فرمایا ۔ جن پر تو نے اپنی نعمتوں کا انعام کیا ۔ سورۃ نساء میں ہے ۔ لوگ جن پہ اللہ تعالیٰ کا انعام ہوا نعمتیں ہوئیں ۔ ان کا بیان اس طرح کیا گیا ہے ۔ اولئک مع الذین انعم اللہ ۔۔۔ الصالحین ۔ کہ جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتے ہیں ۔ انہیں معیت عطا کر دی جائے گی ۔ انہیں سنگت عطا کر دی جائے گی ۔ انہیں ان لوگوں کے ساتھ کر دیا جائے گا ۔ حشر میں اور آخرت میں اپنے مقام اور ٹھکانے میں ۔ ان کے ساتھ کر دیا جائے گا ۔ جن پر اللہ کا انعام ہوا ہے ۔ اور اللہ کا انعام کن لوگوں پر ہوا ہے ۔ وہ انبیاء ہیں ۔ اور صدیقین ہیں ۔ اور شہداء ہیں ۔ اور اولیاء کاملین ہیں ۔ کل چار طبقات ہیں ۔ انبیاء ۔ صدیقین ۔ اور شہداء اور صالحین ہیں ۔ اللہ کے نیکوکار بندے ۔ فرمایا ان طبقات کی سنگت ۔ اور معیت عطا کر دی جائے گی ۔ ان لوگوں کو

جو اللہ اور اللہ کے رسول کی تابعداری کریں گے۔ تو فرماتے ہیں کہ صراط مستقیم حضور علیہ السلام کی ذات گرامی ہے۔
اور ان کے راستے جو انعام یافتہ بندے ہیں۔ وہ لوگ کون ہیں۔ وہ آقا علیہ السلام کی اہلبیت ہیں۔ اور آقا علیہ السلام
کے اصحاب ہیں۔ حضور کی اہلبیت اور حضور کے اصحاب ہیں۔ ان کو بھی اس میں شامل کیا ہے۔
حدیث پاک صحیح مسلم میں ہے ترمذی میں ہے۔ ابو داؤد میں ہے نسائی میں ہے۔ ابن ماجہ میں ہے
اور بے شمار کتب حدیث میں ہے۔ یہ متفق علیہ حدیث ہے کہ آقا علیہ السلام نے فرمایا۔ انی
تارک فیکم الثقلین۔ فرمایا تم میں دو چیزیں چھوڑ کے جا رہا ہوں۔ یہ کل صحاح ستہ میں حدیث
ہے۔ اور بیس سے جلیل القدر صحابہ کرام سے مروی ہے۔ میں تم میں دو اہم چیزیں چھوڑ کے جا
رہا ہوں۔ اگر تم ان دونوں کا دامن تھامے رکھو گے۔ تو کبھی گمراہ نہیں ہو گے۔ فرمایا یہ دو چیزیں ایک
نہیں۔ ان میں سے ایک چیز دوسری سے عظیم تر ہے۔ وہ اس سے اہم ہے اور وہ اس سے
اہم ہے۔ فرمایا پہلی چیز کتاب اللہ (۴۱ — ۸) یعنی قرآن فرمایا دوسری چیز عترتی اہل
بیتی۔ میری اہلبیت اور عترت۔ یہ قرآن اور میری اہلبیت کبھی ایک دوسرے سے جدا نہیں ہوں گے۔
حتی کہ قیامت کے دن جب میں حوض کوثر پہ کھڑا ہوں گا۔ قرآن اور میری اہلبیت اکٹھے میرے پاس آئیں گے۔
دو چیزوں کو دھیان میں رکھنا۔ قرآن اور میری اہلبیت۔ یہ تو ہو گیا صراط الذین انعمت علیہم۔ یہ حضور کا دامن
اور حضور علیہ السلام کی آل پاک کا دامن۔ اور دوسرا فرمایا میرے صحابہ کرام۔ سرکار نے فرمایا میرے
بعد بڑے اختلاف اور فتنے سر اٹھانے والے ہیں۔ جو تم میں سے زندہ رہے گا وہ ان کو دیکھے گا۔
یاد رکھنا فتنے سے بچنا میری سنت اور میرے خلفاء راشدین مہدیین کی سنت کو تھامے رکھنا۔
جامع ترمذی ابواب العلم۔ رقم (۲۶۷۶) تم پہ میری اور میرے خلفائے راشدین کی سنت واجب ہے۔
تو دونوں کا مقام و مرتبہ آقا علیہ السلام نے قرآن کے ساتھ جوڑ دیا۔ ایک قرآن مجید اور ایک
صراط مستقیم حضور کی ذات پاک ہو گئی۔ کہ حضور کی سنت و طہارت آ گئی۔ اس صراط مستقیم
کی تشریح حضور کی اہلبیت ہے۔ اور حضور کے خلفاء ہیں۔ یہ حضور کی تعلیم کا نقشہ مکمل ہو گیا۔
اب نقص یہ ہے۔ کہ جو لوگ ہیں لوگوں کو زیادہ تر تذکرہ اہلبیت کو صحابہ کرام کا خلفائے راشدین
کا دبا دیا گیا۔ اور اہلبیت کا ذکر ہمارا سارا اندر اس طرح لیا گیا ہے۔ کہ لوگ سمجھتے ہیں کہ یہ شیعہ حضرات کا
موضوع ہے۔ ہم میں تفرقہ ڈالا گیا۔ یہ حدیث کی کتابیں بخاری مسلم ترمذی ابو داؤد ہماری کتابیں ہیں

کوئی شیعہ کی تو نہیں ہیں۔ صباح ستہ مشہور ہے اس بیان میں۔ آقا علیہ السلام نے تمام نے کئی بار
بار فرمایا خیال کرنا۔ میرے بعد میری آل پاک کا خیال کرنا۔ میرے بعد میں دیکھوں گا کہ تم میری اہلبیت
کے ساتھ کیا کرو گے۔

سیدنا صدیق اکبرؓ نے فرمایا لوگو۔ آقا علیہ السلام کی اہلبیت کا لحاظ کرنا۔ خیال کرنا راہنمائی لینا۔
اُن کے دامن سے لپٹے رہنا حضور کا صدقہ ہے۔ اور حضور کا وسیلہ ہے۔ اور جن لوگوں نے
اہل بیت کی محبت کو بہت کو جانا ہے۔ انہوں نے حضور کے صحابہ کرام اور خلفائے راشدین کو نظر
انداز کر دیا۔ کسی نے آدھا کاٹ کے اس طرف کر دیا کسی نے آدھا اس طرف کر دیا۔
مگر آقا علیہ السلام نے خود کو صراط مستقیم کہہ کر۔ اور آئمہ نے جو صراط مستقیم کی جو شرح
کی۔ صراط الذین انعمت علیہم۔ انعام یافتہ بندوں کی شکل میں اپنی اسوۂ سیرت کو صراط
مستقیم کی شرح بیان فرمایا۔ (۱۰ـ۱۳) اہلبیت اور صحابہ کرام اور پھر شہداء والصالحین۔
پھر اس میں صالحین اولیاء اللہ سے شامل کر لیجئے۔ تو یہ بیان آقا علیہ السلام کا ہوا۔

اب قاضی عیاض فرماتے ہیں کہ ابوالحسن ماتریدی نے بھی یہی روایت کی ہے کہ صراط مستقیم سے مراد
حضور علیہ السلام کی ذات گرامی ہے۔ اور امام ابواللیث سمرقندی نے بھی یہی روایت کیا۔ کہ ابوالعالیہ
سے بھی روایت کیا۔ کہ صراط مستقیم سے مراد حضور علیہ السلام کی ذات گرامی ہے۔ جب یہ حضرت
امام حسن بصری تک پہنچی۔ فرمایا خدا کی قسم ابوالعالیہ نے سچ کہا کہ صراط مستقیم سے ہی محمد مصطفیٰؐ کی
ذات ہے۔ اللہ تعالیٰ کے دامن کی بات کی ہے۔ جس کے ساتھ چمٹ جانا تھام جانا لپٹ
جانے کا حکم ہے۔ یہ دین ہے۔ امام سُلَمی روایت کرتے ہیں۔ اس سے مراد دین اسلام کی ذات
گرامی ہے۔ (۱۵۱ـ۱۵۲) کسی نے کہا اس سے مراد اسلام ہے۔ انہوں نے کہا کہ اگر اس سے مراد
اسلام بھی ہے تو تب بھی ذات مصطفیٰؐ ہے۔ پھر قاضی عیاض نے آیت نمبر 256 بقرہ بیان کی۔
وان تعدوا نعمۃ اللہ لا تحصوھا۔ النحل ۱۸) فرمایا لوگو اگر تم اللہ کی نعمت کو شمار کرنا چاہو۔ اس
کی نعمت تمہیں اور سب سے نصیب ہوئی ہے۔ اللہ کی نعمت کے کتنے رنگ ہیں۔ کتنی شکلیں ہیں کتنی صورتیں
ہیں۔ کتنی جہتیں ہیں۔ کتنے ادب ہیں۔ کتنا شمار ہے کائنات ہیں۔ عقل انسانی میں جو نعمتیں نصیب
ہوئی ہے۔ اگر تم شمار کرنا چاہو تو پورا سارا زندگی گزر جائے تو تم شمار نہیں کر سکتے۔ لفظ

سہل بن عبداللہ تستری سے پوچھا گیا کہ وہ اللہ کی نعمت کیا ہے۔ جس کا بھی شمار نہیں ہو سکتا۔ فرمایا ھُوَ نعمتُ محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔ اللہ کی وہ نعمت وجودِ مصطفیٰ ؐ ہے۔ جو حضور ؐ کی نعمت ہے اللہ کی۔ کہ جو بھی نعمت ملی ہے وہ حضور علیہ السلام کے وسیلے سے ملی ہے۔ اور ہم حضور علیہ السلام کی شانوں کا شمار نہیں کر سکتے۔ جو اللہ کی نعمتوں کا شمار نہیں کر سکتے۔ حضور کی ہر شان امت کے لیے اللہ کی ایک نعمت ہے۔

پھر ارشاد فرمایا۔ سورۃ زمر کی آیت نمبر 33-34۔ فرمایا والذی جاء بالصدق وصدق بہ۔ وہ ذات جو سچائی لے کے آئی۔ اور جس نے اس کی تصدیق کی یہی متقی ہیں۔ آپ بیان فرماتے ہیں کہ اکثر مفسرین والذین جاء بالصدق ھو محمد ؐ۔ کہ کون آیا صدق کے ساتھ۔ وہ ذات محمد مصطفیٰ ؐ آئے۔ صدق وہی ہے جو آقا علیہ السلام کے ذریعے ملا ہے۔ اور جس نے حضور کی تصدیق کی ہے وہی مصدق ہے وہی متقی ہے۔ جس کی آقا کی تصدیق کی وہی متقی ہے۔ پھر قاضی عیاض نے اگلی آیت بیان کی سورۃ الرعد کی 28 ہے۔ الا بذکر اللہ تطمئن القلوب۔ خبردار لوگو اگر تمہیں دلوں کا اطمینان چاہیے تو دلوں کا اطمینان اللہ کے ذکر میں ہے۔ دلوں کا سکون اور اطمینان کہاں ہے۔ اللہ کے ذکر میں۔ یہ آیت بیان کرتے قاضی عیاض حضرت مجاہد سے روایت کرتے ہیں۔ وہ بھی جلیل القدر تابعی ہیں۔ وہ صحابہ کرام کے حضرت عبداللہ بن عباس ؓ کے شاگرد ہیں۔ یہ مجاہد قراء اور مفسرین کے امام تھے۔ فرماتے ہیں کہ اللہ کا ذکر جس میں دل کا اطمینان ہے۔ پوچھا گیا کہ اس اللہ کے ذکر سے مراد کون سا ذکر ہے۔ فرمایا اللہ کے ذکر سے مراد وجودِ مصطفیٰ ؐ ہے۔

فرمایا ذکر اللہ بھی ذاتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ حضور علیہ السلام کی ذات ہی اللہ کا ذکر ہے۔ حضور کی ذات ہی اللہ کا فضل ہے۔ حضور کی ذاتِ اقدس ہی اللہ کی نعمت ہے۔ حضور علیہ السلام کی ذاتِ اقدس ہی اللہ کی ہدایت ہے۔ اور حضور علیہ السلام کی ذاتِ اقدس ہی اللہ کا صراطِ مستقیم ہے۔

مقصد اس بات کا یہ ہے کہ اہل ایمان کو سمجھایا جا رہا ہے۔ کہ تم ہر لحاظ سے ذاتِ مصطفیٰ ؐ کو سمجھ جاؤ۔ دامنِ مصطفیٰ سے محبت کرو۔ تعلق بھی وہیں سے کرو۔ کہ ہدایت بھی وہیں سے

M T W T F S S

Memo No ______

Date / /

بنو۔ لیکن اللہ کا ذکر جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات ہے۔ تو حضور کو یاد کرنا اللہ کو یاد کرنا ہے حضورؐ
سے محبت کرنا اللہ سے محبت کرنا ہے۔ حضور سے ہدایت چاہنا اللہ سے ہدایت پانا ہے۔
وہ جو تفسیر روایت کی حضرت مجاہد سے قاضی عیاضؒ نے یہ ایک تابعی کی تفسیر ہے کہ اللہ کا
ذکر بھی حضور علیہ السلام کی ذات اقدس کا ہے۔ نہ یہ سمجھیں کہ یہ قاضی عیاض کی تفسیر ہے۔ نہ یہ سمجھیں تو تابعی
کی تفسیر ہے۔ وہ صرف تابعی نہیں ہیں۔ وہ تو مفسرین کے امام ہیں۔ وہ اتھارٹی ہیں۔
تفسیر قرآن میں۔ وہ ابن عباسؓ کے شاگرد ہیں۔ جو امام تفسیر ہے۔ یہ تفسیر اپنی رائے سے یا
اپنی مرضی سے نہیں کرتا۔ یہ تفسیر صحابہ سے کرتا ہے یا حدیث نبوی ﷺ سے کرتا ہے۔ تو مجاہدؒ
نے فرمایا کہ اللہ کا ذکر حضور علیہ السلام کی ذات پاک ہی ہے۔ اس کو بھی اور جو تفسیر کی حضور کی ذات
صراط مستقیم ہے۔ اور یہ جو مجاہد تابعی ان کا مقام تفسیر میں یہ ہے کہ امام ترمذی صاحب
سنن۔ صحاح ستہ کی ترمذی کے جو مصنف ہیں۔ وہ امام ترمذی یہ بیان کرتے ہیں اپنی جامع ترمذی
میں۔ اس کے ابواب التفسیر القرآن میں روایت کرتے ہیں۔ کہ حضرت مجاہد اور حضرت قتادہ اور اس
طرح کے چوٹی کے اہل علم تابعی فرماتے ہیں پر ان لوگوں میں ہے۔ کہ جو قرآن مجید کی تفسیر ان سے ہو کر
کبھی یہ گمان نہ کرنا۔ کہ انہوں نے اپنی ذاتی رائے سے کی ہے۔ وہ جب بھی تفسیر قرآن کرتے ہیں تو حدیث
مصطفیٰ سے کرتے ہیں۔ یہ امام ترمذی نے فتویٰ دے دیا۔ حضرت مجاہد تابعی کی تفسیر کا رتبہ کیا ہے۔
تفسیر مجاہد ان کی ذاتی (19 ـــ 23) مرضی نہیں ہوتی بلکہ حدیث نبوی سے تفسیر کا علم ہوتا ہے۔

فصل ثانی۔

قاضی عیاض فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے کس طرح گواہی دی ہے۔ حضور علیہ السلام کی حضور ہونا آقا کی
بزرگی کے بیان میں اللہ نے کیسے گواہیاں دی ہیں۔ ارشاد فرمایا یا ایہا النبی انا ارسلناک شاہداً
سورۃ الاحزاب 45 ـــ 46۔ قاضی عیاض فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ السلام کو اوصاف
جلیلہ سے اور آپ کی صداقت اور آپ کی لگن اور آپ کی شان کے مرتبوں کو اور آپ کے بڑے
بڑے عظیم و مرتبوں کو مراتب اور مناقب کو اسی ایک آیت میں شامل کر کے جمع کر دیا ہے۔ فرمایا اے
نبی۔ آقا علیہ السلام کی شان نبوت کو بیان فرمایا۔ انا ارسلناک ہم نے آپ کو بھیجا۔ ارسلناک
کے ذریعے واسطے آقا کی شان رسالت کو بیان فرمایا۔ شاہداً۔ آپ کو ہم نے شاہد بنا کر بھیجا ہے

مشاہدہ کرنے والا نگرانی کرنے والا۔ آگاہ رہنے والا۔ باخبر رہنے والا۔ گواہی دینے والا۔ شہادت دینے والا۔ بشیر کی شان
بیان فرمائی آقا کی کہ آپ شاہد ہیں۔ ومبشرا اور بشارت دینے والا بنا کر بھیجا۔ لوگ آپ کی اطاعت
کریں تو ان کو آپ جنت کی اور آخرت کی آپ بشارت دیتے ہیں۔ ونذیرا۔ جو نافرمانی کریں
اللہ کی انہیں دوزخ کا ڈر سنانے والا بنا کر بھیجا۔ تو شان مبشرا۔ اور شان نذیرا۔ اور پھر فرمایا
وداعیا الی اللہ باذنہ۔ اللہ کی مرضی سے اللہ کی طرف بلانے والا بنا کر بھیجا ہے۔ یہ چھٹی شان
بیان فرمائی۔ اللہ کی طرف آپ بلاتے ہیں۔ اور سراجا منیرا۔ اور ہم نے آپ کو چراغ بنا کے
بھیجا۔ جو روشن ہوتا ہے۔ سراجا منیرا۔ جو صرف خود روشن ہی نہیں بلکہ دوسروں
کو نور عطا کرنے والا بنا کر بھیجا ہے۔ منیرا روشن بھی ہیں اور روشن کرنے والے بھی ہیں۔ منور اور
منیر میں فرق ہوتا ہے۔ منور ہے جو خود روشن ہو۔ اور منیر وہ ہے جو دوسروں کو بھی روشن کر دے۔

تو جو آپ کے سامنے آ جاتا ہے جو آپ سے جڑ جاتا ہے کہ جو آپ سے متعلق ہو جاتا
ہے جو اندھیرے اور ظلمت سے کہ آپ کی بارگاہ میں آ جاتا ہے آپ اپنے نور میں اور چراغ
ہیں کہ آپ اس تاریکی کو بھی نور سے بدل دیتے ہیں۔ روشن اور منور کرنے والا سورج بنا کے بھیجا ہے۔
قرآن مجید میں آقا علیہ السلام کی تمثیل سورج سے تو دی ہے چاند سے نہیں دی گئی۔ قمرا منیرا
نہیں کہا ہے اس لیے کہ چاند کی اپنی روشنی نہیں ہے۔ کیونکہ وہ ایک سیارہ ہے۔ زمین کی طرح۔ وہ سورج
کا نور اس پر پڑتا ہے۔ منعکس ہوتی ہیں شعاعیں تو چاند چمکتا ہوا نظر آتا ہے۔

نوٹ: یہ تفسیر بھی پہلے گزری ہے صفحہ ______ پر کا بھی مطالعہ ہو۔

نظام شمسی میں باقی سیارے ہیں اور سورج ستارہ ہے۔ ستاروں کا نور اپنا ہے وہ کسی کے نور سے نہیں
چمکتا وہ اپنے نور سے چمکتا ہے۔ تمام سیارگان فلکی مریخ عطارد مشتری وغیرہ وہ سیارہ ہیں۔
آسمان کے سیارے ہیں اور چاند کو چھپے دیکھا چاند پر تو جانا ابھی نہیں ہوا۔ جب چاند پر سائنسدان گئے
تھے۔ تو انہوں نے زمین کی تصویریں بنائی تھیں۔ تو زمین اسی طرح چمک رہی تھی جس طرح چاند چمکتا
ہوا نظر آتا ہے۔ زمین اور چاند کا فرق ہی ملا۔ سورج کی روشنی پڑتی ہے۔ اب زمین کا
نور اپنا نہیں ہے ادھار لیا ہوا ہے۔ چاند کا اپنا نور نہیں ہے۔ چاند کسی کے نور سے چمکتا ہے۔
وہ کسی اور کے نور سے چمکتا ہے۔ اس سے تشبیہ نہیں دی۔ چاند سے۔ سورج سے تشبیہ دی

دی کہ سورج خود چمکتا بھی ہے لاتعداد ستاروں کو چمکاتا بھی ہے۔ تو اسی طرح حضور علیہ السلام کی روشنی ایک
خدا کی طرف سے آتی ہے۔ حضور اللہ کے نور سے چمکائے گئے ہیں۔ اللہ کے نور سے بنائے گئے ہیں۔
باقی کائنات آپ کے نور سے چمکتی ہے۔ آپ کے نور سے خیرات بٹتی ہے۔ حضور کو اللہ کے نور
کی خیرات ملی ہے۔ تو فرمایا ہم سب کو رب اللہ تعالیٰ نے ایک ایک میں اپنے حبیب کے لیے جمع فرما دیے
ہیں۔ اور اسی طرح آپ کو اپنی ہر شاہد بنا دیا کہ اپنی امت پر شاہد ہے۔ اسی لیے آقا علیہ السلام
نے فرمایا صبح و شام تمہارے اعمال میرے اوپر پیش کیے جاتے ہیں۔ بزار المسند جلد ۵ صفحہ ۳۰۸ باب ۲۰۹
رقم 1925 — یہ تو بات ہو گئی ناں شام کی۔ تو آقا علیہ السلام کا علم تو شام تک بھی انتظار
نہیں کرتا — وہ حدیث سلک میں ہے ادھر کوئی شخص مجھ پر درود و سلام پڑھتا ہے (سنن ابن ماجہ کتاب
الجنائز جلد ۱ صفحہ ۵۲۴ رقم ۱۶۳۷) فرمایا وہ درود پڑھ کے فارغ نہیں ہوتا میری بارگاہ میں پیش کر دیا
جاتا ہے۔ باقی سب کے اعمال شام کے شام پیش ہوتے ہیں۔ درود و سلام ہر لمحے آقا کی
بارگاہ میں پیش ہوتا ہے۔ اب اس کی وجہ بتا دوں۔ وہ ہر شام کیلئے جمع کر دیا جائے وہ بھی باقی
اعمال کے ساتھ پیش ہو جائے۔ درود و سلام صرف اسی لمحے پیش ہوتا ہے۔ آقا علیہ السلام نے فرمایا
امت کے جب اعمال صالحہ جب پیش ہوتے ہیں۔ میں اگر وہ دیکھ کر خوش ہوتا ہوں۔ وہ رپورٹ
شام کو ملتا ہوں کہ میرے امتی نے آج کے دن کیا کیا۔ اور درود و سلام کی رپورٹ شام تک نہیں۔
جب میرا امتی سلام پڑھتا ہے تو میں نے اسی وقت سلام کا جواب دینا ہوتا ہے (سنن ابی داؤد کتاب
المناسک جلد ۲ صفحہ ۲۱۸ رقم ۲۰۴۱) فرماتے علیہ السلام۔ میں اس کے سلام کا جواب دیتا ہوں۔
کوئی شخص ایسا نہیں جو مجھ پر سلام پڑھے۔ اللہ نے میری روح میری طرف لوٹا دی ہوتی ہے۔ میں
اس کے سلام کا جواب دیتا ہوں — تو میں عرض کر رہا تھا۔ کہ آقا علیہ السلام کو شاہد فرمایا۔
کیونکہ ہر وقت ہر اہل امت کے اعمال و احوال سے باخبر ہوتے ہیں۔ جو آپ کی پیروی
کرتا ہے۔ تو بشارت دی کرتا ہے۔ مبارک ہو تمہیں جنت میں آگے جگہ تیار ہے۔ اور جو آپ کی اطاعت نہیں کرتا۔
اور جو دین پر عمل نہیں کرتا۔ پھر اس کو عذاب آخرت کا ڈر سناتے رہتے ہیں۔ اس کی نسبت بھی حضور
علیہ السلام کی طرف کی ہے — (۳۳-۴۵) آقا علیہ السلام مبشرا ۔ خوشخبری دینے والا ہیں بنایا۔
جب خوشخبری ملتی ہے تو انسان کھلتا ہے۔ اور جب ڈر سنایا جاتا ہے عذاب آخرت کا تو

M | T | W | T | F | S | S

Memo No ______
Date / /

پڑھتا ہے تو میں ذوق کی شرح کیا کرتا ہوں۔ میرا اپنا ذوق ہے۔

فرمایا پیارے حبیب مبشرا ہنسانے والے بھی آپ ہیں۔ اور رلانے والے بھی آپ ہیں۔ جس پر خوش ہو جائیں اس کو ہنسا دیں۔ جو برے کام کرے تو آپ ناراض ہو جائیں تو آپ اس کو رلا دیں خوش ہونا بھی حضور سے ہے۔ رونا بھی حضور سے ہے۔ سننا بھی حضور کا ہے۔ اور دیکھنا بھی حضور کا ہے۔ وداعیا الی توحیدہ و عبادتہ ـــ اللہ کی عبادت و توحید اور بندگی۔ اللہ کی اطاعت اور اللہ کی معرفت کی طرف بلانے والے بھی آپ ہی ہیں ـــ تو بلاوا بھی آپ کا ہی ہے۔ اننا سمعنا منادیا ینادی، باری تعالیٰ ہم نے ایک منادی سنا۔ ندا دے رہا تھا بڑے ایمان کی۔ ایک ندا آ رہی تھی عرب کے صحراؤں ـــ ہم نے اس کی آواز سنی تو ایمان لے آئے۔ جو بلا رہے تھے وہ مصطفیٰ کی ذات ہے۔ تو اسلام اور ایمان کیا ہے؟ حضور کی منادی ہے ـــ یہ آقا تھے جو ندا دی ہے اسی کا نام ایمان اور اسلام ہے۔ وسراجا منیرا الی الحق۔ حضور سراج منیر ہیں اور یہی سے ہدایت مل جاتی ہے۔ یہ آقا علیہ السلام کے تمام ~~مشاہدات~~ مقامات کو سورۃ الاحزاب میں بیان فرمایا۔

QARI MUHAMMAD ABBAS
Naqashbandi Chishti [illegible]
5 [illegible] 2019
Chak 305/E.B Burewala District Vehari
Mob: 0301-7632365

بدھ

۵ ـــ ۱۲ ـــ ۲۰۱۸
۲۶ ـــ ۳ ـــ ۱۴۴۰
۳ ـــ ۴۲ ـــ ۱۳ ـــ pm

دروس الشفاء ۹

(بیانِ شانِ مصطفیٰؐ سنتِ مصطفیٰ ہے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔)

الذین یتبعون الرسول النبی الامی ——— المفلحون ۔ قل یا ایھا الناس ——— تھتدون ۔ الاعراف

قاضی عیاض نے مبارک کتاب الشفاء بتعریف حقوق المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ۔ کی فصل ثانی کی تشریح آیت کریمہ بیان فرمایا ہے ۔ قاضی عیاض فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ثنا بیان فرمائی ہے ۔ اور ہم ثنا تو اللہ تعالیٰ کی کرتے ہیں ۔ جب ہم کہتے ہیں کہ ساری حمد و ثنا اللہ کے لیے ہے ۔ اور جب اللہ بولتا ہے ، تو فرماتا ہے میری ساری ثنا میرے مصطفیٰ کے لیے ہے ۔ اس لیے باب ہے ان آیات کا کہ اللہ نے حضور کی ثنا بیان کی ہے ۔ اور حضور کی اپنی بارگاہ میں ۔ جو عظیم قدر و منزلت ہے اس کا بیان کیا ہے ۔ اس باب کی دس فصلیں ہیں ۔ اب ہم دوسری فصل کا مضمون شروع کیے ہوئے ہیں ۔ قاضی عیاض اندلس کے رہنے والے تھے ۔ سپین کی سرزمین میں اندلس میں اسلام کے بڑے بڑے ستون پیدا کیے ہیں ۔ بڑا عظیم سرمایہ علم ہے ۔ تفسیر میں حدیث میں فقہ میں تصوف میں فضائل و مناقب میں ۔ علوم و فنون میں اور سائنس میں ان تمام علوموں میں سپین کی سرزمین کا جو چھ سات سو سال کا عرصہ ہے اسلامی سپین کا سپین سے جو گویا تھا اسلام کی تاریخ میں سپین کا بہت بڑا احسان اور بہت بڑا دخل ہے ۔ اندلس سے یہ علم مغرب میں آ گئے تھے ۔ مغرب ایک ملک کا نام ہے اور مغرب اس لیے کہتے ہیں ۔ اس ملک میں بربر ۔ بربری لوگ رہتے تھے ۔ جب صحابہ کرام نے فتوحات کی ۔ فتوحات کرتے ہوئے جب مغرب کی طرف جب پہلی فتوحات ہوئیں ۔ سمندر پار کا یہ علاقہ تھا ۔ تو فتوحات کرتے ہوئے جب یہاں پہنچے تو اس کا کوئی نام نہیں تھا ۔ کسی شہر کا کسی خطے کا ۔ تو بربر بربروں کی آبادی تھی ۔ تو انہوں نے کہا کہ ہم نے مغرب فتح کر لیا ہے ۔ تو عرب سے مغرب کی سمت میں تھا ۔ انہوں نے کہا کہ ہم نے مغرب فتح کر لیا ۔ اس علاقے کو انہوں نے مغرب کہا ۔ تو گویا پورا ملک جب بن گیا ۔ تو ایک واحد نام ہے ایک ملک کا جو صحابہ کرام کا دیا ہوا ہے ۔ اور بڑے بڑے ائمہ محدثین مفسرین منسوب ہوئے ۔ اور ان کے ناموں کے ساتھ تو یا تو المغربی لگتا ہے ۔ یا پھر ان کے ناموں کے ساتھ شہر کا نام لگ جاتا ہے ۔ کسی کا الفاسی لگتا ہے ۔ اگر الملکی تھا

٦-٩-١٩ 44

م : انشاءاللہ ۲۰۱۹ء

M T W T F S S Memo No ______ Date / /

مغرب کا جو شروع میں جو دار الحکومت اور دار الخلافہ رہا وہ مراکش تھا ہم لوگ یعنی اہل پاکستان مغرب کی بجائے مراکش کے لفظ سے واقف ہیں ۔ ہم یہ سمجھتے ہیں کہ اس ملک کا نام مراکش ہے ۔ مراکو انگلش میں ۔ تو مراکش دار الحکومت ہے مغرب کا ۔ اور اب اس وقت دار الحکومت رباط ہے ۔ پورا ملک مغرب اہل التصوف کا ملک ہے ۔ وہاں غیر سنی اور غیر صوفی عقیدے کا کوئی شخص نہیں ہوتا ۔ پورا مغرب اور تصوف کی مخالفت سرکاری طور پر منع کی جاتی ہے ۔ تو زیادہ تر اس خطے میں طریقہ قادریہ ہے ۔ طریقہ قادریہ سے آگے مزید برانچز نکلی ہیں ۔

اور اس کے بعد مشہور ہے مراکش جو پرانا دار الحکومت تھا ۔ مراکش میں حضرت قاضی عیاض کا مزار ہے ۔ جب مغرب میں ایک گاؤں میں آباد ہو گئے تھے ۔ تو وفات آپ کی مراکش میں ہوئی ۔ ۴۷۶ ھ میں پیدا ہوئے ۔ اور ۵۴۴ ھ میں ان کی وفات ہوئی ۔

کتاب الشفاء کا مقام بہت بلند ہے ۔ حضور کے فضائل اور خصائص میں حدیث کی کتاب 13 سو سال میں اتنی منظم اور مقبول خواص و عوام نہیں لکھی گئی ۔ عند المحدثین ۔ جس کو اتنی مقبولیت نصیب ہوئی ہے ۔ اور جس پر اتنی شروح اور ملخصات لکھی گئی ۔ بڑی معتبر کتاب ہے ۔ اب اس کی فصل ثانی باب اول کا بیان شروع ہے ۔

حدیث ۔ عبد اللہ بن مسعود اس حدیث کے راوی ہیں ۔ اس حدیث کو امام طبرانی نے لیا ۔ اس حدیث کو امام ابو نعیم نے دلائل النبوۃ میں روایت کیا ہے ۔ اور امام دارمی نے اپنی سنن میں روایت کیا ہے ۔ امام جلال الدین السیوطی نے مناہل الصفا میں اس کی تخریج و توضیح کی ہے ۔ اور امام ہیثمی نے مجمع الزوائد میں بھی اس کو تخریج کی ہے ۔ عبد اللہ بن مسعود نے روایت کیا آقا علیہ السلام نے فرمایا ۔ تورات میں لوگو کو معلوم ہے بتا دیں ۔ کہ میری صفت کیا لکھی ہوئی تھی ۔ تو یہی صفت حضور بیان کی تورات میں ۔ اب آقا علیہ السلام کی اس حدیث سے ایک سنت معلوم ہوئی ۔ ایک ہے درس میں وعظ اور تبلیغ میں قرآن کا بیان کرنا ۔ درس دینا ۔ اعمال صالحہ کی تبلیغ کرنا ۔ احکام و افعال سمجھانا ۔ فرائض بتانا ۔ حلال و حرام بتانا ۔ جو کہ علماء دعوت و تبلیغ میں کرتے ہیں ۔ ایک مضمون یہ ہوتا ہے ۔ ایک ہے درس میں آقا علیہ السلام کی شان سنانا ۔ یہ ایک الگ مضمون ہے ۔ آقا کی صفتیں بیان کرنا ۔ آقا علیہ السلام کی نعتیں بیان کرنا ۔ ایک ہے احکام کا بیان

کرنا۔ اور ایک ہے فقط شان کا بیان کرنا ۔ (۱۴-۳۰) تو دو الگ مضمون ہیں ۔ بعض لوگوں
کی سمجھ اس طرح کی ہے ۔ وہ کہتے ہیں کہ اگر احکام بیان ہوئے دین کے سنت کے شریعت کے پیرائے
وہ تو تبلیغ دین ہے ۔ لیکن خالی شان بیان کرنا۔ صفتیں بیان کرنا۔ یہ کون سا دین ہے ۔ لوگوں
کو اس سے کیا فائدہ پہنچتا ہے (معاذ اللہ) کچھ لوگ یوں سوچتے ہیں۔ کچھ لوگ
دین کے فہم میں روکھے بھی ہو گئے ہیں۔ سوکھ گئے درخت بھی تو سوکھ جاتے ہیں نا — کبھی کبھی
درخت اور پودے سوکھ جاتے ہیں۔ رہتے تو درخت ہی ہیں ۔ رہتے تو پودے ہی ہیں۔ جن کو نمی
ملنی بند ہو جائے بعد وہ سوکھ جاتے ہیں ۔ سوکھ جائیں تو کیا ہوتا ہے۔ ان کے پتے جل جاتے ہیں۔
پھل جھڑ جاتے ہیں — پھر وہاں پھل نہیں ہوتے۔ درخت رہتے ہیں نہ پھل ہوتے ہیں۔ نہ پتے ہوتے
ہیں۔ نہ سبزہ ہوتا ہے ۔ نہ اس کا سایہ رہتا ہے۔ درخت رہتے ہیں۔ اسی طرح کئی لوگوں
کے ایمان کے درخت سوکھ جاتے ہیں۔ تو درخت ایمان کے رہتے ہیں کہلاتے مسلمان ہی ہیں۔
مگر ان کے ایمان کے شجر پر برگ و بار نہیں رہتے۔ پھل پھول نہیں رہتے۔ سایہ نہیں رہتا ۔
کوئی نفع اور فیض نہیں رہتا — بے کار ہو جاتے ہیں ۔ وہ جو بے کار ہو جاتے ہیں سوکھ کر
ان کی پھر سمجھ بھی سوکھ جاتی ہے دین کی — وہ سکڑ جاتے ہیں ۔ بے شک ان کی داڑھیاں
بھی ہوتی ہیں ۔ عمامے جبے بھی ہوتے ہیں ۔ لباس بھی پہنتے ہیں کچھ پیار بھی ہوتی ہیں تسبیح بھی
پڑھتے ہیں ۔ تبلیغ بھی کرتے ہیں نماز بھی پڑھتے ہیں روزہ بھی زکوٰۃ سارا کام کرتے ہیں۔ درخت ہوتا
چھپر ہے ۔ مگر پھل پھول نہیں ہوتا ۔ سوکھ گئے ہیں ۔ وہ جو سوکھ جائیں وہ کہتے ہیں ۔ کہ احکام
بیان کیجیے ۔ تو یہ تو دین ہوا ۔ لوگوں کو فائدہ پہنچا ۔ خالی نبی کی شان بیان کی اس سے کیا فائدہ
پہنچے گا۔ عملی زندگی میں ۔ ایک سوال بڑھتا ہے۔ ایک نئی نسل ایسے سوالوں سے بہت
متاثر بھی ہوتی ہے ۔ وہ کہتی ہے ہاں جی اس سے کیا فائدہ پہنچا — تو یہ ایک الگ
موضوع ہے ۔ کبھی کبھی یہ باتیں میں سمجھاتا رہتا ہوں — اس پر تفصیل کا وقت نہیں ۔ صرف
اتنی بات سمجھ لیں — (۱) پہلی بات بھی فائدہ کیوں ہے۔ احکام بیان کیجیے فائدہ پہنچا ۔ یہ بھی
حضور علیہ السلام کی سنت ہے ۔ لیکن کبھی احکام نہیں فقط شان بیان کی یہ بھی مصطفیٰ کی سنت
ہے — تو کیا حضور کی سنت میں نفع نہیں ہے ۔ کوئی آقا کی سنت بے نفع بھی ہو سکتی ہے۔

اگلی بات یہ ہے کہ آپ کو سمجھ نہ آئے - تو سمجھ آنے یا نہ آنے پر تو نفع موقوف نہیں ہے - کیا
آپ کو سمجھ آئے - تو نفع ثابت ہو گیا - اگر سمجھ نہ آئے تو نفع ثابت نہ ہوا - نفع مند ہونا
آپ کی سمجھ پر تو موقوف نہیں ہے - پیارے میں جا کے آپ کی سمجھ آتی ہے تو آئے - جاتی ہے
تو جائے - مصطفیٰ کی سنت سے ثابت ہے کہ نفع ثابت ہو گیا - میری سمجھ آتی ہے کہ
یہ حضور علیہ السلام کی سنت ہے - کبھی کبھی آقا علیہ السلام ممبر پر کھڑے ہو کے صرف
اپنی شان بیان کرتے - اس میں کوئی احکام بیان نہیں کرتے تھے - صرف اپنی شان بیان کرتے
تھے - ... بھی آقا علیہ السلام کی سنت ہی ہو گئی نا - فقط شان بیان کرنا بھی آقا علیہ السلام کی
سنت ہے - اب وہ میں حدیث دے رہا ہوں جو قاضی عیاض لائے ہیں -
ان صفتہ تورات - کہ تورات میں میری صفت یہ بیان کی گئی - (دارمی السنن جلد ۱ ص ۱۶
رقم ۶) محمد رسول اللہ نے فرمایا یہ میرا خاص بندہ ہے - اَحْمَدُ الْمُخْتَار جن کا نام احمد
ہے - اور یہ مختار ہے - (ھیثمی مجمع الزوائد جلد ۱ ص ۲۷۱) مَوْلِدُہٗ بِمَکَّۃَ - ان کا میلاد
مکہ میں ہوگا - ولادت مکہ میں ہوگی - وَمُهَاجَرُہٗ بِالْمَدِینَۃ - اور ہجرت ان کی
مدینے کی طرف ہوگی - وَقَالَ طَیْبَۃ اور شہر طیبہ ہوگا - اُمَّتُہٗ الْحَمَّادُوْنَ عَلٰی کُلِّ حَال -
ان کی امت ہر حال میں اللہ کی بڑی حمد کرنے والی ہوگی - آپ سمجھے آقا علیہ السلام نے فقط
اپنی شان بیان کی - اسی طرح حدیث پاک میں ہے - حضور علیہ السلام نے فرمایا (ھیثمی -
مجمع الزوائد جلد ۱ ص ۱) میں نے اللہ کی بارگاہ میں عرض کیا - اللہ نے فرمایا مانگ میرے حبیب (تفسیر الطبری
جلد ۱۵ ص ۱۰) باری تعالیٰ تو نے ابراہیم کو خلیل بنایا ہے - بڑا عظیم ملک دیا - اور موسیٰ
سے کلام کیا - اور داؤد علیہ السلام کو عظیم ملک عطا کیا - اور ان کے لیے لوہا نرم کر دیا - اور
پہاڑ ان کے لیے مسخر کر دیے - اور سلیمان علیہ السلام کے لیے بڑا عظیم ملک دیا جن وانس ان
کے لیے مسخر کر دیے - اس طرح سارے پیغمبروں کی چیزیں بیان کرتے رہے - آقا علیہ السلام نے فرمایا کہ
اب اللہ نے فرمایا میرے حبیب وہ سب رسولوں کو ایک ایک چیز دی - مگر محبوب تمہیں خلیل بھی
بنایا - اور تمہاری کچھ صفات تورات میں لکھی - وہی حدیث جو کعب الاحبار کی - کہ آقا نے تورات میں اپنی صفات
کو بیان کی - اس حدیث میں بھی آیا ہے کہ آقا نے فرمایا کہ اللہ نے مجھے فرمایا کہ حبیب [illegible]

جو عشاء کی تورات میں لکھی ہوئی تھی — محمد حبیب الرحمان — محمد رحمان کا محبوب ہے۔ وارسلنک الی الناس کافۃ — اور آپ کو ساری کائنات کے لئے رسول بنایا ہے۔ وجعلت امتک ھم الاولون — اور آپ کی امت کو اول امت بنایا ہے۔ یعنی شفاعت اور جنت میں داخل ہونے والی — ھم الآخرون — اور بعثت کے اعتبار سے سب سے آخری امت — یعنی پہلی بھی آپ کی امت اور آخری بھی آپ امت — وجعلتک اول النبیین خلقا — اور سارے نبیوں سے سب نبیوں سے پہلے تخلیق فرمایا ہے — و آخرھم بعثا — اور سب سے آخر مبعوث کیا — اول بھی آپ کے دامن میں ہے آخر بھی آپ کے دامن میں ہے۔ و اتیتک سبعا من المثانی — اور آپ کو بار بار پڑھی جانے والی سات آیتیں ایسی عطا فرمائیں کہ آپ سے قبل نہ کسی نبی اور رسول کو عطا نہ کیں — اور آپ کو نبوت کھولنے والا بھی بنایا۔ اور نبوت کو ختم کرنے والا بھی آپ کو بنایا۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی خصوصیت بیان فرمائیں — اور اسی طرح آقا علیہ السلام نے اپنی بہت ساری شانیں۔ بہت ساری قوموں میں بیان فرمائیں۔ حدیث میں ہے — کہ آقا علیہ السلام منبر پہ قیام فرما ہوئے — مسلم شریف میں ہے اور ترمذی میں ہے — اور لوگوں سے پوچھا — لوگو من انا۔ فرمایا میں کون ہوں صحابہ نے عرض کیا۔ انت یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ آپ اللہ کے رسول ہیں۔ ہاں میں اللہ کا رسول ہوں — فرمایا میں کون ہوں — پھر صحابہ کرام نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ ارشاد فرمائیں — فرمایا ان اللہ خلق الخلق — اللہ نے کل مخلوق بنائی — اور اس مخلوق کے دو طبقے بنائے — اور مجھے سب سے اعلیٰ طبقے میں پیدا فرمایا — پھر انسانوں کے قبیلے بنائے اور سب سے اعلیٰ قبیلے میں مجھے بنایا — پھر کی وجہ سے جن کو بنایا پہلے اس کو اٹھایا۔ یعنی عرب اور عجم میں — اور فرمایا — آگے گھر بنائے قریش اور بنو ہاشم کے۔ قبائل میں جو سب سے اعلیٰ گھر تھا وہ میرا گھر بنایا۔ تو میں اپنی ذات کے اعتبار سے بھی کل کائنات میں افضل ہوں اور اپنے گھرانے میں بھی کل کائنات میں افضل ہوں۔ تو آقا علیہ السلام نے مقصود سمجھانا یہ تھا۔ کہ اس طرح آقا علیہ السلام نے اپنی ذاتی فضیلت اور خاندانی شانوں کو بیان فرمایا۔ ویسی طرح حضور علیہ السلام نے آگے ارشاد

فرمایا محض اپنی ذاتی شانوں کو بیان کرتے ہوئے۔ صحابہ کرام بیٹھے ہیں آقا کی بارگاہ میں۔ باہر ایک دوسرے کے ساتھ گفتگو کر رہے ہیں۔ اور گفتگو کرتے مختلف انبیاء کی شانیں بیان فرما رہے ہیں۔ مختلف انبیاء کے تذکرے کر رہے ہیں کہ اللہ نے اس نبی کو ایسا بنایا۔ فلاں نبی کو ایسا بنایا ـــــ فلاں نبی کو یہ شان عطا کی ـــــ یہ حدیث جو بتا رہا ہوں یہ بھی ترمذی شریف میں ہے۔ مقصود یہ نکتہ ہے۔ کہ وہ بیان صرف حضور کی شان میں ہے۔ حضور کے کمالات و صفات کو اکلام میں بیان کرنا۔ یہ بھی آقا کی سنت ہے۔ تو سیدنا عبداللہ بن عباس رض اس حدیث کے راوی ہیں۔ کتاب المناقب الدارمی میں ہے۔ کہ صحابہ کرام بیٹھے تھے۔ آقا کے انتظار میں آپ اندر گھر میں تھے۔ آقا ابھی تشریف نہیں لائے تھے کہ انتظار میں صحابہ کرام بیٹھے تھے۔ کہ انہوں نے ایک موضوع شروع کر دیا۔ کہ اللہ نے کس کس نبی پر کیا نعمتیں فرمائیں۔ کیا کمال ہے کہ اللہ نے جب اپنا خلیل بنایا مخلوق میں تو حضرت ابراہیم کو بنایا ـــــ دوسرے نے کہا کیا عجیب تر ہے اور خوب ہے کہ اللہ نے جب کلام کرنا چاہا تو طور پر موسیٰ کو بلا کے کلام کیا ـــــ تیسرے نے بولا کیا خوب اللہ نے اکرام کیا اللہ نے حضرت عیسیٰ کو اپنا کلمہ اور روح قرار دیا۔ چوتھے صحابی بولے حضرت آدم کو اللہ نے اپنا صفی بنایا۔ آقا علیہ السلام اتنے میں باہر تشریف لے آئے۔ اُن پر سلام کیا۔ آقا نے فرمایا صحابیو میں نے تمہاری گفتگو بھی سن لی اور تمہارا تعجب بھی سن لیا۔ فرمایا جو کچھ تم نے کہا حق ہے اب آقا علیہ السلام بولے بے شک حضرت ابراہیم اللہ کے خلیل ہیں بے شک وہ ایسے ہی ہیں۔ اور موسیٰ اللہ سے مناجات راز و نیاز کی باتیں کرنے والے ہیں وہ ایسے ہی ہیں اور عیسیٰ روح اللہ اور اس کا کلمہ ہیں۔ اور وہ ایسے ہی ہیں۔ اور آدم اللہ کے صفی ہیں اور وہ ایسے ہی ہیں لقمہ پیش کر دیا۔ مضمون مکمل کر کے اس کے ساتھ فرمانے لگے۔ اَلا اب خبردار ہو جاؤ ـــــ آگاہ ہو جاؤ۔ کہ کوئی اور بھی ہے۔ وانا حبیب اللہ ولا فخر اور میں اللہ کا محبوب ہوں اور فخر نہیں کرتا ـــــ اور قیامت کے دن اللہ کی حمد کا جھنڈا صرف میرے ہاتھ میں ہوگا ـــــ اور میں فخر نہیں کرتا ـــــ اور حضرت آدم سے لے کر حضرت عیسیٰ تک ہر کوئی میرے جھنڈے کے نیچے ہوگا اور میں فخر نہیں کرتا ـــــ اور وسیلہ سب سے پہلے

شفاعت کرنے والا جب ہر ایک کی زبان بند ہو گی۔ (جامع ترمذی ابواب المناقب رقم ۳۶۱۶)
میں ہوں گا۔ اور سب سے پہلے جس کی شفاعت قبول ہو گی میں ہوں گا۔ (دارمی السنن جلد اول ۳۹
رقم ۴۷) اور میں فخر نہیں کرتا۔ اور قیامت کے دن جنت کا دروازہ کھٹکھٹانے والا اور دروازہ
کھلوا کر جنتیوں کو داخل کرنے والا میں ہوں گا۔ اور میں فخر نہیں کرتا۔ اور سب سے پہلے اللہ مجھے داخل فرمائے
گا۔ اور سب سے پہلے جب میں جنت میں جاؤں گا۔ تو سب امت کے غریبوں کو لے کے جاؤں گا۔
غریبوں فقیروں کو لے کر جاؤں گا۔ وہ فقیر غریب جن کے پاس پیسے لاکھوں کروڑوں اربوں جتنے نہیں
ہیں۔ پیسے ہیں میرے لنگر پہ خرچ کرتے ہیں۔ میری محبت میں خرچ کرتے ہیں۔ اُن کو مجھ سے محبت ہے۔
اس لیے میں لے کر جاؤں گا ساتھ۔ اور میں پہلے سے بھی اول ہوں۔ اور بعد میں آنے والوں سے بھی اول
ہوں۔ اور میں فخر نہیں کرتا۔ تو سنت کیا معلوم ہوئی کہ ایسا بیان اور خطاب کبھی کبھی جس میں احکام
نہیں ہیں۔ صرف شان ہے۔ یہ بھی آقا کی سنت ہے۔ تو جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ نری شانیں
ہی بیان کرتے ہیں۔ کوئی احکام اس میں نہیں ہے۔ شریعت کا حرام و حلال نہیں ہے۔ تو وہ دین
کا نفع کیا ہوا۔ تو میں نے سمجھایا۔ اُن کے دماغ سوکھ گئے ہیں۔ کبھی حرام اور حلال بیان
کرنا دین ہے۔ اور سب سے بڑا حرام و حلال احکام دینے والے مصطفیٰ کی شان بیان کرنا یہ اعلیٰ دین
ہے۔ یہ حضور علیہ السلام کی سنت ہے۔ یہ حضور سے خطاب بتا رہا ہوں۔ یہ ممبر پہ کھڑے
ہو کے حضور نے فرمائے ہیں۔ صحابہ نے یہ تو نہیں کہا کہ حضور آپ نے تو اپنی شانیں بیان
کر دی ہیں۔ کوئی احکام تو بتایا ہی نہیں۔ سر کا مسئلہ کیا ہو گا۔ اس کا ہمیں کیا نفع ہے۔ نادانو!
سمجھ میں نہیں آتی یہ نفع کیا ہے۔ نفع یہ ہے کہ اگر حضور کی شان سمجھ میں آ جائے تو تم حضور
سے محبت کرنے لگو گے۔ حضور کا ادب کرنے لگو گے۔ حضور کی شان کو سمجھ کر دل میں حضور کی
محبت اور ادب آ گیا۔ اور محبت اور ادب کی وجہ سے جو حضور کے قدموں سے
جڑ گیا۔ اس کو سارا دین مل گیا۔ اس کو کُل ایمان مل گیا۔ اس سے بڑا نفع کیا ہے۔
پھر ایک اور حدیث ہے۔ اس کو صحیح مسلم نے روایت کیا۔ سنن ترمذی میں روایت
کیا۔ اور بہت سی احادیث میں حضرت ابوہریرہ روایت کرتے ہیں آقا نے بیان فرمایا
یہ خطاب ہے میرے آقا کا۔ (مسلم کتاب المساجد جلد ۱ ص ۳۷۱ رقم ۵۲۳)

صرف اللہ ہی سید ہے نیا عقیدہ ۔

مجھے انبیاء پر چھ چیزوں پر فضیلت عطا کی گئی ۔ (جامع ترمذی ابواب السیر جلد اول صفحہ ۱۲۳ رقم ۱۵۵۳)
ذرا دیکھنا کون سا حلال اور کون سا حرام اور کون سے مسئلے اور کون سی تشریحات باقی
بالکل اس میں ہیں — کل مسئلوں کا مسئلہ ۔ اور کل تشریحوں کی تشریحات اور کل
حکموں کا حکم اور کل اصلوں کی اصل کیا ہے ۔ کہ مجھے چھ چیزوں میں فضیلت دی گئی ۔ (۱) مجھے
کل کلاموں کا مجموعہ عطا کیا گیا — (۲) اور رعب کے ذریعے میری مدد کی گئی ۔ ایک میل کے فاصلے
پر بھی کوئی آ رہا ہو میرے تھوڑے سے کانپنے لگ جاتا ہے ۔ اور قریب آ جائے کانپتا ہوا ۔ وہ مجھے دیکھ
لے اس کا سانس پھول جاتا ہے ۔ پیار کرنے لگ جاتا ہے ۔ دور سے دیکھے تو رعب میں آ جاتا ہے ۔
قریب سے دیکھے تو محبت میں آ جاتا ہے ۔ (۳) اور فرمایا میری وجہ سے میری امت پر مال غنیمت
حلال کر دیا — (۴) اور میری وجہ سے ساری زمین امت کے لئے پاک اور مسجد بنا دی جہاں
مصلیٰ بچھا دو نماز پڑھ لو — جہاں ماتھا ٹکا دو نماز پڑھ لو — (۵) اور مجھے ساری مخلوق کے لئے
رسول بنایا گیا — (۶) اور کل نبیوں کا سلسلہ مجھ پر ختم کر دیا گیا — کیا بیان کیا ۔
شان بیان ہو رہی ہے ۔

پھر ایک اور مقام پر ابن ماجہ کتاب الزھد جلد دوم صفحہ ۱۴۴ میں حدیث پاک ہے رقم (۴۳۰۶) —
آقا نے فرمایا ۔ ابو سعید خدری روایت کرتے ہیں ۔ فرمایا ۔ انا سید ولد آدم ۔ میں کل بنی آدم
کا سردار ہوں — اور فخر نہیں کرتا — بعض لوگوں نے ایسا بھی عقیدہ چلا دیا ۔ کہ سید
صرف اللہ ہے — ترقی ہوتی جا رہی ہے ایک اور اچھوتا نیا عقیدہ ہے ۔
کہتے ہیں کہ اللہ ہی سید ہے کسی اور کو سید کہنا ہی شرک ہے — یہ بھی آگے ترقی یافتہ عقیدہ
ہے ۔ بدقسمتی کی انتہا ہے — وہ سن لیں — آقا نے فرمایا ۔ حدیث صحیح کہ میں
سید ہوں — اور میں کل بنی آدم کا سید و سردار ہوں — مگر میں فخر نہیں کرتا — اور میں وہ
ہستی ہوں کہ سب سے پہلے جب قیامت برپا ہو گی ۔ تو میری قبر انور کھلے گی ۔ اور میں اٹھوں گا ۔ اور
میں فخر نہیں کرتا — اور اس پر میں نے غور کیا — محدثین نے بے شمار حضرات محققین نے ۔ کبھی (نکتہ)
اس نکتے پر یہ بات نہیں لکھی — سینکڑوں ہزاروں کتابوں میں ۔ اس نکتے پر بات نہیں لکھی ۔
کیونکہ کسی نے نہیں لکھا تو میرے ذہن میں سوال آیا کہ سب سے پہلے حضور کو میدان قیامت میں کھولا

(منبر انور سب سے پہلے کیوں)

اٹھایا جائے گا — آقا تو مہمان خصوصی ہیں۔ مہمان خصوصی سب سے آخر میں آتا ہے کہ پورا میدان
محشر بھر گیا — خالی میدان ہو گا کوئی بھی نہیں ہو گا۔ تو سب سے پہلے آقا علیہ السلام کو اٹھا دیا ہے۔
جب آپ جلسہ منعقد کرتے ہیں۔ تو مہمان خصوصی کو تو خالی پنڈال میں لا کر تو نہیں بٹھاتے۔
جو سب سے اعلیٰ ارفع اونچا مہمان ہوتا ہے۔ جب ساری محفل سج جاتی ہے تو اس کو آخر
میں بلاتے ہیں۔ تو یہاں کوئی بھی نہیں ہے میدان بھی محشر خالی ہے تو سب سے پہلے آقا کو
اٹھایا جائے گا۔ یہ وجہ کیا ہوگی۔ اس پر میں نے سوچا کہ کیوں سب سے پہلے منبر انور کھلے گی۔
اور سب سے پہلے آقا کیوں سامنے آئیں گے۔ اس کی وجہ میری سمجھ میں یہ آئی۔ کہ محشر باری بارگاہ
کوئی اٹھے گا — ہر ایک کو پتہ ہے کہ قیامت کا دن تھر تھر کانپنے کا دن ہے۔ قیامت کے دن اللہ
کے حضور اللہ کی بارگاہ لگی ہے مجرم کا کانپنے کا۔ اور نفسا نفسی کا۔ جب صور پھونکا
جائے گا۔ قبریں پھٹیں گی۔ اور نکلیں گے سب حساب کا خوف ہو گا۔ تو سب سے پہلے آقا کو اس لیے
نکالا۔ تاکہ حضور کے امتی جب قبر سے نکلے جو اٹھے تو پہلی نگاہ جس کی پڑے میں مصطفیٰ پہ پڑے۔
پہلی نگاہ — جس کسی کی پڑے مصطفیٰ پہ پڑے — جب بھی کوئی اٹھے قیامت میں قبر سے نکلے۔
تو جب کوئی اچانک نکلتا ہے۔ دائیں بائیں دیکھتا ہے۔ تو پہلی تو نگاہ پڑتی ہے۔ تو وہاں تو ہو گا ہی
کوئی نہیں — تو جب یہ اٹھنے والا قیامت میں اٹھے تو مصطفیٰ کو دیکھے۔ اس دن اس کو سمجھ
آ جائے۔ پوچھے گا مجھے کیوں اٹھایا گیا۔ تو رب کائنات نے بالفاظ دیگر جواب دیا۔ مصطفیٰ کی
شان دکھانے کے لیے اٹھایا گیا ہے — آج تو یہ مصطفیٰ کا دن ہے۔ یہ مصطفیٰ کی شان کا دن ہے۔ یہ مصطفیٰ
کا میدان ہے۔ جو اٹھ رہا ہے پہلی نگاہ مصطفیٰ پہ پڑ رہی ہے — ایک یہ ہے اور دوسرا امتی کے
لیے سامان اطمینان بھی ہے کہ جب آقا پہ نگاہ پڑے گی تو جتنا بھی خوف و ہراس ہو۔ جب مومن
نظر آ جائے تو خوف جاتا رہتا ہے۔ حوصلہ ہو جاتا ہے میرے حضور سامنے کھڑے ہیں تو مجھے کیا
غم ہے — میرے حضور ہم سے پہلے کھڑے ہیں۔ تو سنبھال لیں گے مجھے کیا غم ہے۔ یہ اطمینان
اسی کو ملے گا جس کا تعلق ہو گا میرے حضور سے — جو زندگی میں کہتا ہو گا میرے حضور سنبھال
لیں گے۔ اسی کا غم مٹے گا نا — جو یہ عقیدہ ہی نہیں رکھتا کہ میرے حضور سنبھال لیں گے۔ اپنا آپ
سنبھالنا کیا ہے۔ اسی لیے اعلیٰ حضرت کا فرمان ہے وہ فرماتے ہیں —

M T W T F S S

Memo No ______

Date / /

سے آج لے اُن کی پناہ آج مدد مانگ اُن سے
کل نہ مانیں گے قیامت کو اگر مان گیا ۔

بس باقی وہی مضمون ہے۔ یعنی اوّل شافع و اوّل مشفّع — ولا فخر — پہلی شفاعت میری
پہلی شنوائی میری اور اللہ کی حمد کا جھنڈا میرے ہاتھ میں ہوگا — آج اس
حدیث کی روشنی میں یہ نکتہ سمجھایا کہ حضرت حضور کی شانیں بیان کرنا ۔ یہ حضور کی بڑی
سنت ہے — ان شانوں کا بیان کرنے سے دل روحیں عشق و محبت کے رشتے
سے عظمت اور تعظیم کے رشتے سے حضور سے جڑتی ہیں ۔ جن کو حضور کی بارگاہ سے جڑنا
نصیب ہو جائے ۔ وہ ایمان کی حقیقت کو پا گیا ۔

۰۹—۱۲—۲۰۱۸ اتوار
۲—۴—۱۴۴۰
۰۸—۴۹—PM

QARI MUHA...
Naqashbandi Gn...
29 DEC 2009
Chak 365/E.B Burewala District Vehari
Mob:0334-7632365

(انتظارِ مصطفےٰ میں یہود کی مدینہ میں آمد)

۲۶۶

الذین یتبعون الرسول النبی الامی ——— اللہ جل مجدہٗ کی توفیق سے الشفاء کا درس سنا رہے
ہیں — اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے روایت کیا ہے۔ جس کو امام ابو نعیم نے دلائل النبوۃ میں روایت
کیا ہے۔ تخریج کیا۔ اور امام دارمی نے اس کی تخریج کی اور امام ہیثمی نے مجمع الزوائد میں اس کی تخریج کی۔
اس میں حضور علیہ السلام نے صحابہ کرام سے تورات میں کیے گئے اپنے اوصاف کو بیان فرمایا۔ اور فرمایا کہ
اللہ تعالیٰ نے تورات میں (دارمی السنن جلد ۱ صفحہ ۱۷ رقم ۷) میرا ذکر یوں کیا تھا۔ عبدی احمد المختار
کہ میرا برگزیدہ بندہ احمد ہے اور مختار (ہیثمی مجمع الزوائد جلد ۸ صفحہ ۲۷۱) ہے مولدہٗ بمکۃ۔ اس
کی ولادت مکہ میں ہوگی۔ ومہاجرہٗ بمدینۃ۔ اور ہجرت کر کے مدینہ جائے گا۔ اور جگہ کا نام
طیبہ ہوگا۔ امتہ الحمادون للّٰہ علی کل حال — اور اس کی امت اللہ تعالیٰ کے لیے ہر حال میں
حماد ہوگی — حماد۔ حمد کے مبالغے کا صیغہ ہے بہت حمد کرنے والی۔ اللہ کی
ہمہ وقت بہت حمد و ثنا کرنے والی۔ اس کے بعد آگے قاضی عیاضؒ قرآن مجید کی سورۃ اعراف
157 - 158 کا بیان لاتے ہیں — اور دراصل دو آیات کو ایک مضمون میں اکٹھا رکھا ہے۔
بلکہ اس کے بعد ایک آیت سورۃ آل عمران کی 159 - اس کو بھی متصلاً بیان کیا ہے۔ تو آگے
اس مقام پر تین آیات انہوں نے اکٹھی بیان کی ہیں۔ آگے فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ السلام
کی شان میں فرمایا۔ الذین یتبعون الرسول ——— الامی — جو لوگ اتباع کریں گے پیروی
کریں گے — اس برگزیدہ رسول ﷺ کی — جو نبی امی ہے۔ تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا کہ جو لوگ
اس رسول النبی یعنی نبی امیؐ کی پیروی کیا کریں گے۔ الذی یجدونہ مکتوبا ——— الانجیل —
وہ رسول امی مکرمؐ جن کی حمد و ثنا اور جن کی تعریف و توصیف اور جن کی نعت اور جن کے
کمال کا تذکرہ — وہ لوگ تورات میں بھی پاتے ہیں اور انجیل میں بھی پاتے ہیں۔ اب یہ آیت
کہ ہم قاضی عیاضؒ اس حدیث کی تائید میں لائے ~~لائے~~ ہیں یا یوں سمجھ لیں کہ جو آیت شریفہ
آگے آ رہی ہے اس میں جو مضمون آنے والا تھا — کہ حضور علیہ السلام کی بعثت سے بھی پہلے آپ
کی نعتیں اور آپ کے تذکرے اور آپ کی حمد و ثنا اور آپ کی تعریف و توصیف انبیاء پر

اترنے والی پہلی کتابوں میں حضور کی آمد سے پہلے موجود تھی ۔۔۔ دیکھئے نا ۔ ایک تو یہ ہوتا ہے ۔ کہ تشریف لے آئے جو کتاب آپ پر نازل ہوئی قرآن مجید تو اس میں حضور علیہ السلام کی شانوں کا بیان تھا ۔ (۲۱-۶) اور ایک طریقہ یہ ہوتا ہے کہ تشریف آوری کے بعد جب لوگ تکمیل پا حضور علیہ السلام خاتم النبیین ہو گئے نا ۔۔۔ لیکن جب ختم نبوت نہ ہوئی تھی نا ۔ تو پہلے سلسلہ انبیاء لگاتار تھا ۔ یہ سمجھ آتی ہے کہ ایک نبی آیا ۔ اس کے بعد آنے والے نبیوں نے ایک کی تعریف و تمجید کی ۔ اور تذکرہ کیے یا ان کے بعد اترنے والی کتابوں اور صحائف میں ان کی تعریف ہوئی ۔ یہ بات تو سمجھ میں آگئی ۔ اور آقا علیہ السلام خاتم النبیین ہو گئے تو آقا علیہ السلام کے بعد لکھنے والوں نے آقا علیہ السلام کی تعریف لکھی حدیث سے یا قرآن مجید میں تعریف ہو گئی ۔ یہاں تک تو ایک بات ایسے پیمانے پر ہے کہ سمجھ میں آتی ہے ۔ مگر حضور علیہ السلام اپنی شان اور اس میں اس طرح بھی نمایاں منفرد عظیم النظیر اور عظیم المثال ہیں بے مثال ہیں ۔ کہ آقا علیہ السلام دنیا میں تو تشریف بعد میں لائے لیکن آپ کی حمد و ثنا اور آپ کی نعت و توصیف اس کا تذکرہ کائنات کی ابتداء سے بہت پہلے بھی کتابوں میں چلا آرہا ہے ۔

اب وہ جو آیت کریمہ جو آگے آرہی ہے ۔۔ یہ صرف حصول عقیدت کی وجہ سے یہ بات کہنا نہیں چاہئے ۔ اگر کسی کے ذہن میں یہ خیال آئے ۔ کہ یہ اپنے نبی کے ساتھ عشق کرتے ہیں ۔ اور محبت کرتے ہیں ۔ عقیدت بہت ہے اس محبت اور عقیدت میں یہ باتیں کرتے ہیں کہ پہلی کتابوں میں بھی ذکر تھا ۔ کس نے پہلی کتابیں دیکھی ہیں اور کس نے پڑھی ہیں ۔ پہلی کتابیں کسی نے دیکھی ہوں یا نہ دیکھی ہوں تو قرآن کو تو دیکھا پڑھا ہے نا ۔۔۔ کہ قرآن گواہ ہے ۔ الذی یجدونہ مکتوبا ۔۔۔ الانجیل ۔ کہ اس وقت جو یہود و نصاریٰ تھے ۔ ان کے پاس اپنی کتابیں تھیں ۔ اب تو بدلتے بدلتے چودہ سو سال بیت گئے ۔۔ اور سینکڑوں بار اس کے متن اور ترجمے اور الفاظ بدلے جاتے رہے ۔ اب تو اس حیثیت سے یہ کتابیں نہ ہیں ۔۔ اس وقت تھوڑی تھوڑی تحریف ہوئی تھی ۔ مگر بہت سا حصہ اپنے اصل حال پر بھی قائم تھا ۔ تو قرآن مجید نے گواہی دی ہے ۔ تو قرآن مجید کی گواہی کے بعد تو کسی اور گواہی کی ضرورت ہی نہیں رہتی ۔ تو قرآن مجید نے کہا ۔ کہ یہ وہ رسول ہے اور وہ یہ نبی امی ہے ۔ کہ جس کے وصف و نعت کے تذکرے یہ لوگ ان کی آمد سے پہلے تورات میں بھی پڑھتے ہیں

لکھا ہوا - اور انجیل میں بھی لکھا ہوا پڑھتے ہیں - مکتوبًا لکھا ہوا ہے -

نکتہ ہے جو بتانا ضروری ہے - یہ قرآن کی شہادت ہے - تورات میں آقا علیہ السلام کی نعت اور
وصف کے تذکرے پڑھتے تھے - تورات میں قرآن نے گواہی دے دی - اس کی گواہی آقا علیہ السلام نے
خود بھی اپنی زبان سے بھی دے دی - اب اس پر ایک تاریخی گواہی دیتا ہوں - وہ یہ ہے
کہ مدینہ طیبہ میں یہودی کہاں سے آ گئے - یہود کا وجود خود اس بات پر ایک عملی شہادت
ہے - اور کسی جگہ کی شہادت نہ ملتی تو مدینہ میں یہود لوگوں کا موجود ہونا ہی آقا کی شہادت
ہے - آپ کہیں گے کیسے - وہ یہ ہے - یہ تو عرب کی سرزمین تھی - یہودی تو
ہیں وہ ہیں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ماننے والے - اور عیسائی انہی سے آگے عیسائی نکلے -
جو یہودی ہیں - وہ عیسائی لوگوں کا باپ دادا ہیں - مطلب یہ ہے کہ اُن میں سے نکلے ہیں -
جو عیسائی بنے وہ سب پہلے یہودی ہوتے تھے - (۱۱-۵) یہ جو عیسائی ہیں جو یہ تب
بنے جب عیسیٰ علیہ السلام آئے - ان کے عقیدے پر بحث نہیں کر رہا کہ اُن کا عقیدہ کیا
تھا - کیا نہیں تھا - یہ جو مسیحی ہیں یہ تب بنے جب عیسیٰ علیہ السلام تشریف لائے -
اور عیسیٰ علیہ السلام خود کیا تھے - یہ عیسائی نہیں تھے - وہ یہودیوں میں سے تھے - وہ یہودی
تھے (۱۱-۳۶) یہ اس امت کی شان ہے کہ ہم بھی مسلمان ہمارے پیغمبر بھی مسلمان -
یعنی ہمارے پیغمبر اسلام کے ساتھ مبعوث ہوئے - ہم بھی اسلام پر ایمان لاتے تھے -
مگر یہ شرف مسیحیوں کو نصیب نہیں ہوا - مسیحی خود تو عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان لا کر
مسیحی - یا عیسائی ہو گئے - مطابق قرآن نے نصاریٰ کہا ہے - مسلمان لوگ آج کل عیسائی
کہتے ہیں - وہ لوگ خود کو آج کل عیسائی کہلانا پسند نہیں کرتے - وہ مسیحی کہلانا
پسند کرتے ہیں - لہذا اُن کو خوشی ہوتی ہے مسیحی کہلانے سے تو میں بھی مسیحی
کہتا ہوں - کیونکہ ہمارا تکرار جھگڑا ہمارا کوئی مشرب نہیں ہے - ہم تو ہر ایک کے
ساتھ محبت اور پیار کے ساتھ چلتے ہیں - اور ہر بات پیار اور محبت سے سمجھاتے ہیں -
یہ میرے آقا کی سنت ہے -

تو وہ جو مسیحی بنے - وہ عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان لائے تو اُن کی امت وجود

انجیل میں شریعت کے احکام نہیں

وجود میں آ گئی ـــــ تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام خود تو امتی نہیں تھے۔ پیغمبر خود تو امتی نہیں
ہوتا نا ـــــ تو یہ اُن کی امت بن گئی مسیحی۔ وہ خود کیا تھے۔ جب وہ یہاں آئے تو وہ خود
یہودیوں میں سے تھے۔ یعنی موسیٰ علیہ السلام کو ماننے والے تھے۔ آپ کی شریعت بھی موسیٰ علیہ السلام
کی شریعت تھی ـــ عیسیٰ علیہ السلام نے اپنی کوئی شریعت بھی الگ نہیں دی۔ انجیل
میں شریعت کے احکام نہیں ہیں۔ یاد رکھیں ـــ

تو انجیل کے اندر الگ سے احکام شریعت نازل ہی نہیں ہوئے۔ تو کون سی شریعت
چلی آ رہی تھی شریعت موسوی ـــ سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی شریعت۔ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام
خود بھی حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مُتبع تھے۔ اتباع کرنے والے تھے۔ تو چونکہ حضرت موسیٰ
علیہ السلام کی امت کو یہودی کہتے ہیں ـــ تو میں نے آپ کو وہ تاریخی نام سمجھانے کے لیے
کہہ دیا ـــ کہ وہ یہودیوں میں سے تھے ـــ یعنی امت موسوی میں سے تھے۔ معنی یہ ہے ـــ اور اُن
کی شریعت حضرت عیسیٰ کے پاس تھی ـــ تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے حضرت موسیٰ
علیہ السلام کی شریعت کو منسوخ نہیں کیا ـــ یوں ہی برقرار رہا ـــ تو منسوخ آقا علیہ
السلام نے آ کر کی۔ قرآن نے ـــ

اب میں جو بات بتانا چاہتا ہوں خاص قابل توجہ۔ ایک نکتہ اپنے علم میں یہ
بھی رکھ لیں یہی وجہ ہے کہ مسیحی مانتے تو عیسیٰ علیہ السلام کو ہیں۔ اور جو اُن کے
عقیدے کی کتاب ہے آسمانی وہ تو ہے انجیل ـــ مگر۔ تورات اصلاً اُن کی کتاب نہیں
ہے۔ تورات یہود کی کتاب ہے۔ مگر دنیا نے یہ جو آپ نے بائیبل کا لفظ سنا
کیا کہتے ہیں مسیحی لوگ کہ اُن کی کتاب بائبل ہے ـــ تو بائبل انجیل کو نہیں کہتے۔
وہ اتنی بڑی کتاب میں چھوٹی سی کتاب ہے جس کا انجیل ہے۔ تو اصلاً کتاب ان کی
اتنی ہے انجیل ـــ اس کے چار مختلف نسخے ہیں۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان پر اٹھ جانے کے بعد۔ انہوں نے لکھی ہوئی انجیل
نہیں دی تھی ـــ زبانی تعلیمات دی تو بعد میں ہر بندے نے لکھ لی۔ اور کہا یہ اصل انجیل
ہے ـــ یہ اصل انجیل ہے۔ وغیرہ ـــ تو ۱۳۴ مختلف نسخے تیار ہو گئے۔

(۸۰-۱۶) وہ چلتی رہیں ۲۰۰ + ۵۰۰ سال تک۔ بعد میں ایک بادشاہ تھا قسطنطنیہ اعظم۔
بنایا نام استنبول۔ نے سارے عیسائی پادریوں کو اور عیسائی مولویوں کو جو تھے۔ اس
وقت چوٹی کے راہنما۔ ان کے علماء ان کے پادری ساروں کو جمع کر لیا۔ بند کر لیا ایک
بہت بڑے ہال میں ایک بہت بڑی کانفرنس تھی۔ اس نے کہا کہ متفق ہو کے ایک انجیل
پہ نکلو نہیں تو شوٹ کر دوں گا تمام کو۔۔۔ انجیل تو ایک آئی حضرت عیسیٰ علیہ السلام
پہ اور ہم نے ۱۳۳ لیے پھرتے ہیں۔ دنیا میں مذاق بنا ہوا ہے ہمارا۔ اندر گھس جاؤ
اور ایک پہ اتفاق کر لو۔ چنانچہ پھر انہوں نے اپنی جان کی حفاظت کی خاطر اتفاق
کرتے گئے۔ وہ صرف چار پہ آ کے رک گئے۔ ایک سو انتیس (۱۲۹) رد کر دی
اور چار سے کم نہ کر سکے۔ چار گروپ بن گئے۔۔۔ وہ چار حصے بن گئے ان لوگوں
کے۔ گروپ بن گئے بڑے تکڑے تکڑے۔۔۔ انجیل ایک ہے اس کے حصے چار بن گئے۔
تو وہ جو چار نسخے ہیں چھوٹے چھوٹے۔۔۔ انجیل ہی کہتے ہیں اس کو۔ متی۔ اینڈریو
کے نام پہ ہیں۔ بائبل کا ایک چھوٹا سا جز ہے۔ تو باقی کتاب کیا ہوئی۔ وہ تو
عیسیٰ علیہ السلام پہ نازل ہی نہیں ہوئی۔۔۔ باقی وہ کتابیں حضرت موسیٰ علیہ السلام
کے وقت سے لے کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک درمیانی عرصے میں۔ وہ اپنی بدلی
ہوئی شکل میں جمع کیے ہوئے ہیں سارے۔ اور بعد میں کئی لوگوں نے نسخے بنا لیے تو وہ بھی
ان میں جمع کر دیتے ہیں۔ لہٰذا بائبل کے دو حصے ہیں۔ ایک کو کہتے ہیں عہد نامہ
قدیم۔ ایک کو کہتے ہیں عہد نامہ جدید۔۔۔ تو پرانے میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام
سے پہلے کے واقعات ہیں۔ اس پہلے حصے کی سب سے پہلی کتاب جو ہے وہ تورات
ہے۔ اس میں شریعت کے احکام اترے تھے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے۔۔۔
جب طور پہ۔۔۔ تو انہوں نے باقاعدہ بائبل کا حصہ بنا رکھا ہے۔ وہ بائبل کی سورۃ
فاتحہ ہے۔ بائبل تورات کی ابتداء ہے۔ باقی صحیفے ہیں داؤد علیہ السلام۔ سلیمان ع۔
درست نہیں غلط میں اصل میں بدلے ہوئے ہیں۔ تحریف ہے کہ انہوں نے وہاں جمع کر رکھے
ہیں۔ یہ تکڑا بنا ۱۳۳ کتابچے میں اس میں۔ پھر جو دوسرا حصہ ہے اس میں بھی غالباً

۲۹ کتابچے ہیں۔ تو ۳۶ اور ۲۹ کو ملالیں۔ ۶۵ کے قریب کتابچے۔ مختلف لوگوں کے۔ جن میں سے صرف ایک کتابچہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ہے۔ اور اس کے چار حصے ہیں۔ جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوئے۔ ۶۱ کتابچے وہ ہیں جو دوسرے لوگوں کے ہیں۔ جو ان پر نازل ہوئے۔ درست ہیں یا غلط۔ جیسا کہ وہ کہتے ہیں۔ یہ بائیبل ہے۔ تو میں نے آپ کو بائیک گراونڈ بتادی۔ تو علمی اعتبار سے اور شرعی اعتبار سے مسیحیت یہودیت کا حصہ ہے۔ ایک زمانے میں ان کی جنگیں بہت رہی ہیں۔ مگر اصل اعتبار سے یہ ایک ہیں۔ تو آج بھی ایک ہیں۔ مسلمانوں کے خلاف آج بھی ایک ہیں۔

تو بات یہ ہے کہ اب یہ یہود تھا اور نصاریٰ موسیٰ علیہ السلام اُن کا کعبہ ان کا قبلہ بیت المقدس تھا القدس۔ یروشلم عیسیٰ علیہ السلام وہیں تھے۔ آپ کی پیدائش بھی یروشلم میں ہوئی۔ اور آسمانوں پر بھی وہیں سے اُٹھائے گئے۔ موسیٰ علیہ السلام بھی اسی سرزمین کے تھے۔ مصر کے۔ جہاں کا فرعون تھا۔ وادی سینا بھی وہیں ہے کوہ طور بھی وہیں ہے۔ اور پھر کنعان فلسطین کی سرزمین یہ ساری اس وقت بلادِ مصر کا حصہ تھی۔ تو وہاں القدس قبلہ اوّل بنایا گیا تھا۔ داؤد علیہ السلام سلیمان علیہ السلام۔ انبیاء وہ بھی وہیں تھے۔ ان کے مزارات بھی ادھر ہی ہیں۔ اور موسیٰ علیہ السلام کا مزار بھی ادھر القدس کی راہ اسی قریب میں ہے۔ اسی جگہ میں ہے۔ وہ علاقہ۔ سمجھانا۔ مقصود یہ ہے کہ وہاں بھی وہیں ہوا امت بھی پیدا وہیں ہوئی۔ اور اس علاقے سے ہٹ کر عرب سرزمین میں۔ یہودیت اور مسیحیت کا کوئی ترویج نہیں ہوئی تھی۔ یہاں یہود کا کوئی مذہبی لنک کوئی مذہبی بنیاد سرے سے ہی نہ تھی۔ کوئی تعلق نہ تھا۔ وہ ان کا خطہ تھا۔ ان کی جغرافیائی حدود بھی وہیں تھی۔ نسلی قبائلی حدود بھی وہیں۔ خاندان بھی وہیں کے کاروبار بھی وہیں تھے۔ رہائش بھی وہاں عزت بھی وہاں ریس سٹیشن بھی وہاں۔ کلچر بھی وہاں ثقافت بھی وہاں۔ یہ تو عرب سرزمین تھی۔ وہ لڑی بھی دوسری تھی۔ وہ نسل ہی تھی حضرت اسحاق علیہ السلام سے چلی۔ ابراہیم علیہ السلام کے دو بیٹے تھے

حضرت اسحاق علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد
اس لیئے عرب میں ہوگئی کہ اللہ کے امر پہ حضرت ابراہیم علیہ السلام وہاں سے چلے انہیں اور ان
کی والدہ حضرت ہاجرہ کو لے کے بے آب و گیاہ ریگستان جس میں نہ دانہ تھا نہ پانی تھا۔
نہ سبزہ تھا نہ گھر تھا۔ نہ رہائش کے آثار تھے۔ نہ رہائش کی آسائش تھی۔ مکہ کی سرزمین
پہ آکر آباد کر گئے۔ انہوں نے پھر یہاں خانہ کعبہ تعمیر کیا۔ پھر کچھ مسافر بدو آکر رہنے
لگے۔ بستی بنی اور بنتے بنتے پھر شہر ہوگیا۔ اور پھر وہ جتنا شہر بنا۔ اسماعیلؑ کی
ساری اولاد اور نسل آپ کی چلی اور وہیں چلی۔ یہ اسماعیل کی لڑی تھی حضرت
ابراہیم علیہ السلام کی۔ وہ عرب ہوگئے۔ اور انہیں سے قریش ہوئے۔ بنو
ہاشم قریش اسماعیلؑ سے ہوئے کیونکہ وہ ترک وطن کرکے امر الٰہی سے ابراہیمؑ
انہیں یہاں آکر آباد کر گئے تھے۔ ہزاروں میل اپنے وطن سے دور۔

تو جو دوسرا بیٹا تھا آپ کا حضرت اسحاق علیہ السلام وہ وہیں رہے۔ اُن کے بیٹے
حضرت یعقوب ہوئے وہ بھی وہیں رہے۔ یہی سرزمین کنعان اور مصر کی سرزمین ساری
یوسف علیہ السلام اُن کے بیٹے وہ بھی وہیں رہے۔ وہ بادشاہ اور وزیر ہوئے۔
انہیں کی اولاد سے چلتے چلتے داؤد علیہ السلام سلیمان علیہ السلام پہنچ آئے وہیں۔ ان کا
وہیں کعبہ بنا قبلہ بنا۔ پھر اسی لڑی سے موسیٰ علیہ السلام آئے۔ اور اسی لڑی
سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام آئے۔ یحییٰ علیہ السلام اور زکریا علیہ السلام تک۔ بڑا شجر
خاندان کی کوئی الگ الگ ہو جاتی ہے۔ کوئی دادیال۔ کوئی ننھیال۔ کوئی چچا۔ ماموں۔
پھوپھا۔ پھوپھی وغیرہ۔ لڑیاں بہت بڑھتی چلی جاتی ہیں۔ مگر سارے بنی اسرائیل
ہیں۔ یعنی حضرت یعقوب علیہ السلام کی اولاد ہیں۔ یہ اُن کا لقب تھا۔ حضرت
اسحاق کی اولاد میں سے تھے۔ تو یہ سب اسحاقی لڑی ہے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی۔
اور عرب میں اسماعیلی لڑی ہے۔ تو ان کا آپس میں کوئی جھگڑا نہیں ہے۔

تو پھر اُن کے پیغمبر بھی وہیں رہے موسیٰ علیہ السلام کا وصال ہوگیا اور آقا علیہ السلام
جب معراج کی رات گئے۔ تو آپ جب گزرے۔ القدس جانا تھا نا وہاں۔ نماز پڑھائی

M T W T F S S — Memo No ______ Date / /

تھی ۔ جا کے ۔ اور وہاں سے معراج کا سفر شروع ہونا تھا ۔ القدس گئے تو جب
قبلہ اول کے قریب سے گزرے تو بخاری اور مسلم شریف میں الفاظ ہیں آنحضرت فرمایا میں
موسیٰ کی قبر کے پاس سے گزرا ۔ تو میں نے دیکھا وہ کھڑے ہو کر صلوٰۃ پڑھ رہے تھے ۔ تو
اسی جگہ ان کا مزار ہے ۔ لہذا اب سوال پیدا ہوا ۔
کہ یہودی مدینے میں کیسے پہنچ گئے ۔ میں نے یہ پوری تاریخ اس لیے آپ کو بتائی ہے
کہ علمی تاریخ بھی وہیں ۔ نسلی تاریخ بھی وہیں ۔ ثقافتی تاریخ بھی وہیں ۔ قبائلی تاریخ بھی
وہیں ۔ تو مدینہ سے کوئی تعلق ہی نہیں ۔ یہ تو ملک یمن ہے جزیرہ عرب کا حصہ ہے ۔
یہاں کیسے پہنچ گئے ۔ اور ایک وجہ یہ بھی ہوئی ہے کہ لوگ نقل مکانی کرتے ہیں ۔ دوسرے
ملک میں جا کے آباد ہوتے ہیں ۔ مگر معاشی تجارتی غرض سے پاکستانی لوگ یورپ میں پہنچ
گئے ۔ امریکہ میں گئے ۔ جاپان سے لے کے ویسٹ انڈیز تک پہنچ گئے ۔ دنیا بھر میں جاتے
ہیں لوگ ۔ مگر مطلب معاش میں روزگار میں ۔ ہر کوئی دوسرے ملک میں جاتا ہے جہاں اس کا
روزگار ہو ۔ تو یہ عرب کی جو سرزمین تھی یہاں اس سے پہلے کاروبار روزگار تھا ہی
نہیں ۔ یہاں تو لوگ اپنی بکریاں پال کے چراتے تھے ۔ اور گزارہ کرتے تھے ۔
اور مدینے کی سرزمین چھوٹا سا گاؤں تھا ۔ یہ کوئی بین الاقوامی شہر بھی نہ تھا ۔
یہ مدینہ کوئی بین الاقوامی روٹ پر بھی نہ تھا ۔ اس پر مکہ تھا ۔ مکہ یمن سے لے
کر ملک شام تک ۔ جاتے واسطے یہ پورا جو مقام تھا ۔ تجارتی قافلوں کا روٹ
تھا اس میں شہر مکہ آتا تھا ۔ کیونکہ اس لیے بڑا شہر تھا ۔ انٹرنیشنل سٹی تھا ۔ بین الاقوامی شہر
دس لاکھ سے زیادہ آبادی تھی مکہ کی ۔ جب آقا علیہ السلام مبعوث ہوئے ۔ اتنا بڑا شہر
تھا ۔ تجارتی میلے لگتے تھے ۔ تو مدینہ تک کے لوگ چھوٹا سا قصبہ وہ اس مکہ کی سرزمین میں آتے
تھے ۔ چلو چار پیسے آئیں گے روزی مل جائے گی ۔ منیٰ میں میلے لگتے ۔ یہ ایک سینٹر تھا ۔ کلچرل
بھی ۔ اسلامک بھی کمرشل بھی ۔ ہر چیز کا سینٹر تھا ۔ مکہ ۔ تو جو سینٹر تھا ۔ جہاں
بین الاقوامی راستے تھے ۔ وہاں ایک یہودی بھی نہیں آیا ۔ یہاں آنا چاہیے تھا ۔ یہاں تجارت
تھی ۔ مواقع تھے تجارت کے ۔ بین الاقوامی منڈی لگتی تھی ۔ میلا لگتا تھا ۔ ثقافت تھی ۔

M T W T F S S

Memo No ______
Date / /

بڑا شہر تھا ۔ تو جہاں مواقع تھے ۔ تھوڑے ہی سہی ۔ اگر یہودی نقل مکانی کرتے تو یہاں آنا چاہیے
تھا ۔ مدینہ تو چھوٹا سا گاؤں ہے ۔ جہاں سے وہ آئے تھے ۔ اس سے زیادہ وہاں خوشحال تھے ۔
کیونکہ تہذیبی ثقافتیں یونان کی ۔ پہلے مصر کی اور عراق کی ساری دنیا کا مہذب ترین خطہ
تو وہ تھا ۔ تو جہاں تہذیب تھی ثقافت تھی ۔ جہاں معیشت تھی جہاں سیاست تھی ۔
اقتدار تھا سلطنت تھی ۔ جہاں سے حکمران تھے ۔ وسائل تھے ۔ علم تھا سائنس تھا ۔
فلسفہ تھا ۔ عیسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں ۔ جو دنیا کا ترقی یافتہ خطہ تھا ۔ اس وقت
یہاں تعلیم تھی ۔ ارسطو وہاں ۔ افلاطون وہاں ۔ تو جتنے بڑے بڑے فلاسفر حکما ہوئے ۔
وہ تہذیب یافتہ ترقی یافتہ خطہ تھا ۔ عراق سے لے کر بابل نینوا مصر تک مصر سے
لے کر شام فلسطین تک ۔ یہ سرزمین پوری اور شام جس کا حصہ تھا فلسطین ۔ ستر
ہزار انبیاء کے مزارات کم و بیش ملک شام کی سرزمین میں ہیں ۔ تو دنیا کا آباد ترین
خطہ یہی وہ تھا ۔ معاش و تجارت بھی وہاں تھی ۔ سب کچھ وہاں تھا ۔ تو آباد جگہ
نکل ۔ مثال ۔ لاہور سے نکل کے پورا خاندان نقل مکانی کر کے عباسی
پھیرو جا کے بیٹھ جائے ۔ کہ چلو کاروبار اچھا ہو جائے ۔ کوئی عقلمند ہو گا
اور لاہور سے نکل جا کے بیٹھ جائیں پور والا ۔ وغیرہ
کیوں ۔ جہاں وسائل نہیں تھے بچوں کے ۔ اچھے روزگار کے لیے آئے ہیں ۔
اچھی تعلیم ۔ اچھا روزگار اچھا معاش بڑی جگہوں پہ ہوتا ہے یا دیہاتوں میں ہوتا ہے ۔
وہاں کے لوگ نقل مکانی کر کے لوگ یہاں آتے ہیں ۔ کہ یہودی بڑے ملک کو چھوڑ
کر ریگستان میں بس رہے ہیں ۔ جس میں سوائے کھجوروں کے سوائے معاش
ہی نہیں ۔ بس کھجوروں کے درخت ہیں ۔ چھوٹی سی کھیتی باڑی ہے ۔ اس علاقے کا نیویارک
اور لندن ۔ اس دور کا کراچی اور لاہور چھوڑ کر دور دراز کے چھوٹے سے گاؤں
میں آکر آباد ہو گئے ۔ کہ کوئی تک نہیں بنتا ہے ۔ پھر یہاں یہودی کیوں آباد ہو گئے ۔
وہاں سے چلے تو مدینہ میں کیوں آباد ہو گئے ۔ اس کا جواب اس حدیث پاک میں آیا ہے
کہ موسیٰ علیہ السلام پر تورات اتری ۔ اور تورات پڑھ کر سیدنا موسیٰ علیہ السلام امت کو

پڑھ کے سنائے اس میں لکھا تھا۔ بنی ہاشم کی تعریف۔ جو پہلے گزر چکی ہے کہ میرا آخری
نبی آئے گا۔ وہ محبوب ہوگا جب ہوگا۔ وہ فخر کائنات ہوگا۔ محبوب کبریا ہوگا۔ اس کی ولادت
سرزمین مکہ میں ہوگی۔ عرب میں جبکہ مکہ میں یہودی نہیں آئے۔ آگے لکھا تھا۔ مکہ میں رہنا نہیں۔
مدینہ کو انتخاب کرے گا۔ مدینہ جا کے آباد ہوگا ——— تو آقا علیہ السلام کی ساری باتیں
درج تھیں۔ یہ تو ایک حدیث ہے نا۔ اس طرح کے بہت سارے بیانات ہیں ———
اور یہ بیان تھا۔ کہ وہ کھجوروں کی بستی میں آباد ہوگا۔ لفظ مدینہ تک لکھا ہوا تھا یثرب
اور طیبہ ——— اور جب وہ آئے تھے۔ تو علامتیں تھیں مدینے کا تو نام ہی نہیں تھا۔ مگر پورا کا
علامتیں درج تھیں۔ تو وہ یہود قبائل تلاش مصطفیٰ میں وطن چھوڑ کے آکے اس بستی میں
آباد ہوگئے ——— اپنے پیغمبر سے سن سن کر۔ اور اپنی تورات میں پڑھ پڑھ کر تورات
سے سن کے کر آئے تھے ——— حدیث میں آتا ہے کہ جو یہود کے عالم تھے۔ ہر روز جمعے کے وقت
بیٹھ کر اپنے خاندان بچوں کو جمع کرتے۔ اور تورات کی تلاوت کرتے (دلائل النبوۃ ص ۷۶)
اور تورات کی اُن آیات کو تلاوت کرتے جن میں حضور علیہ السلام کی شانیں لکھی ہوئی تھیں۔
اور وہ یاد کراتے بچوں کو۔ اتنی علامتیں حضور کی نعتیں لکھی ہوئی تھیں۔ کمال صفتیں۔ آقا کی
شناخت معجزات اتنا کچھ تورات میں لکھا تھا۔ پڑھ پڑھ کے انہوں نے اتنا یاد کر رکھا تھا۔
کہ قرآن مجید میں آتا ہے۔ کہ یعرفونہ کما یعرفون ابناءھم ——— وہ حضور کو اتنا پہچانتے تھے۔
جتنا ماں باپ اپنے بیٹوں کو پہچانتے ہیں ——— اُن کو اتنی پہچان ہوگئی تھی تورات پڑھ
پڑھ کے۔ تورات کو لے ہی ہوئے۔ اس بستی مدینہ کی بستی تلاش کرتے کرتے یہاں
آکے آباد ہوگئے تھے۔ کہ چلو کبھی تو آئے گا۔ وہ محبوب کبھی تو آئے گا۔ ہماری عمر میں
نہ سہی ہماری نسلوں کی عمروں میں آجائے گا۔ اگر ہم نہیں دیکھ پائیں گے تو ہماری نسلوں
میں ہمارے بچے کسی زمانے میں دیکھ پائیں گے۔ وہ حضور کو پانے کے لئے یہاں آگئے تھے۔
ایک مغالطہ تھا انہیں۔ اس میں مارے گئے ——— مغالطہ یہ تھا کہ انہوں نے دیکھا کہ کل
انبیاء نسل اسحاق سے آئے ہیں۔ نسل یعقوب سے آئے ہیں۔ چونکہ تجربہ تھا نا۔ یعقوب
یوسف داؤد سلیمان موسیٰ ہارون ——— عیسیٰ۔ زکریا۔ یحییٰ ——— کتنے سارے انبیاء کس طرح

M T W T F S S

Memo No

Date / /

تفصیل بتادی اور ایک ہی لڑی سے آ رہی تھی ۔ اُن کا خیال تھا یقیناً ۔ وہ بھی اسی لڑی سے آئیں گے ۔
اُن کا خیال تھا کہ بنی اسرائیل ہم سے ہی ہوں گے ۔ معلوم نہیں تھا کہ کس خوش نصیب کا گھر مولا
چن لے ۔ کس کے گھر آ جائیں ۔ یہ دو نکتے تھے جو انہیں یہاں لے آئے تھے ۔ ہم کے وہ بھی عشق
کے مارے تھے ۔ کہ مقصود کی بستی میں چلیں جہاں وہ حبیب آئے گا ۔ معلوم نہیں کہ کس کے
گھر کا چناؤ کرے ۔ اُن کی ولادت کے لیے ۔ وہ تصور ہی نہیں کر سکتے تھے کہ کسی اور لڑی کی
آ جائیں گے ۔ وہ تو بھول گئے تھے دوسری لڑی ۔ وجود ساری دنیا میں ایک ہی لڑی تھی مکمل نبیوں
کی ۔ لہٰذا اُن کا بھی ۱۰۰ فی صد یقین تھا کہ وہ اسی لڑی میں آئیں گے ۔ کہ انہوں نے تو بنی
اسرائیل میں سے ہی آنا ہے ۔ آتے آتے جب آقا علیہ السلام کی ولادت
ہو گئی ۔ تو وہ ہوئے بنی اسماعیل میں ۔ اور ابراہیم علیہ السلام سے لے کے حضرت عبداللہ تک
اسماعیل سے کوئی نبی اللہ نے آنے ہی نہ دیا ۔ سارے نبی ادھر ایک لڑی میں ڈالتے گئے ۔ ادھر
ایک ہی ڈالوں گا ۔ سب انبیاء اس پلڑے میں ۔ حضرت اسحاق کے پلڑے میں کل ۔
پھر ایک جو ڈال دیا ہے تو کسی اور کے آنے کی ضرورت نہیں ہے ۔ ایک ہی تو رکھا
اور وہ بھی رکھا کہ کوئی نبی اس لڑی میں آئے ہی نہ ۔ کوئی مقابلہ نہ کرے کہ میں بھی
بنی اسماعیل میں ہوں ۔ میرا تمہارا مصطفیٰ رہا ہے ۔ پھر جب آقا علیہ السلام آ گئے ۔ اُن کی تسلی
ہو گئی کہ بنی اسماعیل میں سے آ گئے ۔ تو اُن کی امیدیں دھڑام سے گر گئیں چکنا چور
ہو گئیں ۔ تو وہ حاسد ہو گئے ۔ اور منکر ہو گئے ۔ اس کا ذکر پورا قرآن مجید میں آیا ہے
مگر آئے اس خیال سے تھے اِدھر کہ اُن کا خیال تھا کہ ہم میں سے آنا ہے ۔ تو وہ اپنے بچوں
کو بھی وہ ساری آیات یاد کراتے تھے ۔ تو وہ حافظ ہو گئے تھے ۔ ہر روز صبح ہی یہودی کے گھر ذکرِ مصطفیٰ
نعتِ مصطفیٰ کی تورات کی تلاوت کی مجلس ہوتی تھی ۔ ہر روز ہر یہودی کے گھر ۔

ذکر و نعتِ مصطفیٰ از تورات ۔

یہ حدیث میں آیا ہے ۔ کہ جب آقا آ گئے تو یہ منکر ہو گئے حسد کی وجہ سے مغالطے سے نہیں ۔
قرآن مجید نے اس بات کا ذکر کیا الّذی یجدونہ ... والانجیل ۔ یہ وہ نبی ہیں جنہیں
وہ اپنا تورات میں پاتے ہیں ۔ جن کے تذکرے حسن و جمال ۔ جن کے سلوک و کمال کے تذکرے ۔

M T W T F S S | Memo No ______ Date / /

جن کی نعتیں جن کی مدح و ثنائیں اپنی تورات میں پاتے ہیں ۔ یہ وہ رسول ہے جو نبی امی ہے ؟
جو ان کی پیروی کرے گا ۔ اس آیت میں اللہ نے محبوب کو مختلف القابات سے یاد فرمایا
الرسول فرمایا ۔ النبی کہا ۔ پھر الامی کہا ۔ اور چوتھا کہا ۔ الموصوف فی التورات
والانجیل ۔ المذکور فی التوراۃ والانجیل ۔ المکتوب ۔ جن کی نعتیں تورات
انجیل میں پاتے ہیں ۔ وہ جن کے وصف تورات و انجیل میں ہیں ۔

۱۲ ـ ۱۲ ـ ۲۰۱۸ بروز
۵ ـ ۴ ـ ۱۴۴۰
۵ ـ ۱۳ ـ PM

QARI MUHAMMAD ...
Naqashbandi ...
14 OCT 2019
... 395/E.B Burewala District Vehari
Mob:03... -7637305

M T W T F S S

Memo No ۳۸۶
Date ۱/۴/۰۵

دروس الشفاء - ۱۱

(معیارِ نیکی و بدی ذاتِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم)

۲۸۶

الذین یتبعون الرسول النبی الامی ـــــ والانجیل اعراف : اللہ رب العزت کی توفیق
سے ہم پچھلے جمعۃ المبارک میں اس آیت کریمہ کا بیان شروع کیا تھا۔ سورۃ اعراف کی آیت
نمبر 157 ہے۔ اور اس میں یجدونہ عندھم فی التوراۃ والانجیل تک جو آقا علیہ السلام کے اسمائے
گرامی آپ کے القاب مبارک۔ اور آپ کی صفات و خصوصیات کا جو ذکر ہوا ہے اس
کا بیان کیا تھا۔ اور یہ کہا تھا کہ جو اس آیت کریمہ میں حضور علیہ السلام کے محاسن و مناقب۔
آپ کے جو فضائل و خصائص بیان ہوئے ہیں اور ان سے جو نمایاں اسماء اور القابات
بنتے ہیں۔ ان میں پہلا ہے الرسول جو قرآن مجید نے خود بیان کیے ہیں یتبعون الرسول۔
دوسرا ہے النبی ـــ تیسرا ہے الامی ـــ اور چوتھا میں نے بیان کیا تھا الموصوف فی
الصحف الاولیٰ ـــ پہلے صحیفوں میں جن کا وصف ہوا ہے ـ المنعوت فی التوراۃ والانجیل۔
المذکور الموصوف ا۔ تورات و انجیل میں جن کے وصف بیان ہوئے۔ تورات و
انجیل میں جن کی نعتیں بیان ہوئیں ـــ تورات اور انجیل میں جن کا ذکر بیان ہوا۔
تورات و انجیل میں جن کی حمد و ثنا ہوئی ـــ

اس کے آگے قرآن مجید نے فرمایا۔ حضور کی شان میں اور آپ کے بیان میں۔
یأمرھم بالمعروف۔ حضور کی یہ خوبی اور وصف بیان کیا ہے کہ وہ لوگوں کو نیکی کا حکم فرماتے
ہیں ـــ اب حکم دینے کی شان امر دینے کی شان ـــ جن کے فرمان کو امر کہا
جائے۔ حکم کیا جائے۔ ~~اس کا معنی تو~~ وہ آمر ہے۔ اس کا معنی ہے۔ کہ وہ خود رعایا کے
مشورے کا محتاج نہیں ہوتا ـــ تو حضور علیہ السلام نے جب مشورہ کیا ہے۔ تو
وہ اس لئے کیا ہے۔ تاکہ امت میں جن لوگوں کو منصب حکومت ملے ان کو درس حکومت
کی سنت بتا دی جائے کہ تمہارا حکم مشورہ کے تابع ہوں گے۔ کہ مشورہ کرو۔
اور اس مشورہ کی روشنی میں آگے حکم جاری کرو گے۔ یہ مشورہ کے محتاج نہیں۔
وہ ان پر مشورہ کرنا واجب نہیں ہے۔ مگر مشورہ کرنا حضور علیہ السلام نے ان کے لئے۔

Memo No
Date / /
M T W T F S S

سنت بنا دیا ہے — فرمایا و امرہم شوری بینہم کہ — شورای - حضور کی امت میں یہ فیصلہ ہوگا کہ ان کا کلم باہمی مشورہ سے وضع ہوتا ہے — (۵۴ - ۵)

اور حضور فرمایا وشاورھم فی الامر = آقا علیہ السلام لیئے کر کسی امر لیئے - انہیں شریک کیا کریں مشورے میں - تو آقا علیہ السلام کو جب اللہ پاک نے فرمایا کہ اس لیئے تا کہ مشورہ کرنا امت کے لیئے حضور کی سنت بن جائے — اور امت میں جو حاکم بنیں — یا کسی بھی سطح پر جن کو فیصلے کرنے کا اختیار ملے تو ان کا فیصلہ کرنے کا طریقہ مبنی بر مشاورت ہو۔ یہ جو نیکی کا امر دیا - اس میں ایک بات طے ہے کہ نیکی مشورے سے متعین نہیں ہوتی - کہ مشورہ کر کے سب نے کہا کہ یہ نیکی ہے - تو نیکی بن گئی — مشورہ کر کے سب نے کہا کہ یہ گناہ ہے تو گناہ بن گیا ایسا نہیں ہے - نیکی اور گناہ اللہ اور اللہ کے رسول کے امر سے متعین ہوتا ہے۔

جس کو اللہ اور اس کے رسول نے فرما دیا یہ نیکی ہے - وہی نیکی ہے - جس کو اللہ اور اس کے رسول نے گناہ فرما دیا وہی گناہ ہے - تو اللہ رسول کا فرمایا ہوا گناہ ساری امت مل کے اسے نیکی میں بدل نہیں سکتی — اور جس کو اللہ اور اس کے رسول نے نیکی قرار دے دیا - ساری امت مل کے بھی مشورہ سے اسے گناہ قرار نہیں دے سکتی - تو یہ مقام امر ہے رسول کا — تو امر کی دو قسمیں ہو گئیں - ایک ہو گیا وہ امر جو امر مشاورت ہے - جو مشاورت سے طے پانے والا امر ہے — اور ایک وہ امر ہے جو فوق المشاورت ہے — اور ایک ہے جو امر بالمشاورت ہے — اور ایک امر فوق المشاورت ہے - وہ امر الہی ہے - وہ عملوی امر ہے - وہ شرعی امر ہے - اور وہ امر نیکی کے حکم میں فرض کے حکم میں شریعت کے حکم میں دین کے حکم میں احکام کے مضامین میں ہے - حضور علیہ السلام کو یہ شان مل گئی کہ اسے چیلنج نہیں کیا جا سکتا - اس میں امت کی مرضی نہیں ہو سکتی - جیسا کہ اللہ پاک نے فرمایا ۔ وما کان لمؤمن ولا مؤمنۃ اذا قضی اللہ و رسولہ امرا — کسی مسلمان مرد اور مسلمان عورت کو یہ اختیار رہتا ہی نہیں حق ہی نہیں ہے - کہ اللہ اور اس کا رسول کوئی فیصلہ کر دیں قضی اللہ امر - جب کوئی امر جاری کر دیں - یعنی فیصلہ فرما دیں تو امت میں کسی مرد و عورت کو یہ حق حاصل نہیں - کہ

M T W T F S S — Memo No ______ Date / /

اس فیصلہ کے جاری ہو جانے کے بعد وہ اپنی مرضی اور اختیار سے سوچیں۔ ان کو کوئی
اختیار نہیں رہتا ۔۔۔ اگلی بات ہوگئی کہ جب اللہ اور اس کے رسول کا امر آ جائے تو امت
کا اختیار ختم ہو جاتا ہے ۔ امت کی مرضی ختم ہو جاتی ہے پھر ایک ہی ہے یا امت میں رہیں
یا نکل جائیں ۔۔۔ امر کو اگر قبول نہیں کرتے تو ۔۔۔ (۹-۵۵)

ہاں یہ ہے کہ اعتقادی قبول کرنا ۔ عقیدے میں ۔ اگر آدمی ایمان اور عقیدے میں قبول کرے لیکن
عمل کرنے میں اس امر پر غفلت ہو جائے ۔ عمل میں کوتاہی ہو جائے گی ۔ تو آدمی امت سے خارج
نہیں ہوتا ۔ مسلمان رہتا ہے ۔ گنہگار ہو جاتا ہے ۔ ناقص الایمان ہو جاتا ہے ۔ مگر خارج از امت
نہیں ہوتا ۔ چونکہ اس امر کو اس عقیدے میں ایمان میں مان لیا ہے ۔ اب عمل میں غفلت ہوئی
ہے ۔ اس لیے کافر نہیں ہوگا ۔ اور اگر امر رسول ؐ کو اپنے عقیدے میں نہ مانے اور ایمان میں ہی نہ
مانے وہ کافر ہو جاتا ہے ۔ اگر آپ پوچھیں کہ حضور ؐ کے امر کو اگر اس نے عقیدے میں نہیں
مانا تو کافر کیسے ہوا ۔ یہی آیت کریمہ پڑھ لیں ۔ کہ اللہ نے حضور کو منصب دیا ہے ،
یامرھم بالمعروف ۔ کہ معروف کا حضور علیہ السلام حکم دیتے ہیں ۔ تو یہ امر دو
طرح کا ہے ۔ ایک یہ ہے کہ خود امر دینا ۔ اس کو کہتے ہیں کہ شارح خود امر دینا ۔
اور ایک ہے کسی کا حکم دیا ہوا آگے پہنچانا ۔۔۔ تو امت کے ذمے بھی ہے یامرھم بالمعروف
جب امت یامرھم بالمعروف کا فریضہ ادا کرتی ہے ۔ تو اللہ پاک نے فرمایا ۔ ولتکن منکم
امۃ ۔ تم میں ایسی جماعت ہونی چاہیئے ۔۔۔ یدعون الی الخیر ۔ کہ خیر کی طرف لوگوں کو
بلائے ۔ یامرون بالمعروف وینھون عن المنکر ۔ اور وہ لوگوں کو نیکی کا حکم دیا کریں تو
امت کے ذمے یہ لگا یا کہ نیکی کا حکم کریں ۔ تو یہ امت جب آپس میں یہ فریضہ ادا کریں
گے ۔ نیکی کا حکم دینے کا ۔ امر بالمعروف تو یہ اللہ اور رسول کے امر کو پہنچانا ۔ تو وہ پہنچانا
کہ وہ امر ہے اللہ اور اس کے رسول کا ۔ اس لیے اس کو بھی امر کہ دیا ۔ کہ نیکی کا حکم
دیتے ہیں ۔ اور اگر یہ منصب حکمرانوں کے پاس ہو تو پھر وہ نیکی کا حکم دیتے ہیں ۔ یعنی نافذ کرتے
ہیں ۔ اگر نیکی اور دعوت الی اللہ کا کام کرنے والوں کے پاس ہو تو اس امر کو پہنچاتے
ہیں ۔ رسول کے لیے یہ بھی ہے کہ اللہ کا ~~رسول~~ حکم پہنچاتے بھی ہیں ۔ اور چونکہ رسول پاک ؐ خود شارح

M | T | W | T | F | S | S

Memo No ______
Date / /

ہیں - یہ ہی ہے کہ وہ خود حکم دیتے ہیں - اللہ اور اس کا رسول جب کسی امر کا فیصلہ کر دیں جو کام
اللہ کے فیصلے کا حق ہے - اسی طرح رسول کو بھی فیصلے کا حق ہے -

اور ہمارے لئے شریعت کے فیصلے کی بنیاد دو ہیں۔ ایک اللہ کا فیصلہ اور ایک اس کے
رسول کا فیصلہ - فرمایا فان تنازعتم فی شئی ــــ والرسول - اگر تمہارا کسی شئے کے بارے میں
تنازعہ اور اختلاف ہو جائے - تو آخری فیصلے کے لئے اللہ اور اس کے رسول کی طرف لوٹا دیں -
تو اللہ اور اس کے رسول دونوں کی حیثیت شریعت مساوی ہے - کہ حضور علیہ السلام
کی شان ہے کہ وہ نیکی کا حکم دیتے ہیں۔ وینھھم عن المنکر - اور برائی سے منع فرماتے ہیں -
الناھی عن المنکر ـــــ لقب الامر بالمعروف - اور دوسرا کیا ہوا - الناھی عن المنکر - برائی سے
منع فرمانے والے ہیں - اور شریعت میں قاعدہ یاد رکھ لیں یہ ہے - (نکتہ)
اصلاً نہ کوئی نیکی تھی نہ کوئی شئے گناہ تھی ـــ جس کو اللہ کے نبی آئے رسول آئے -
(گناہ) اللہ نے انہیں ہدایت دے کر بھیجا - رسولوں نے اللہ کی طرف سے جس جس شئے کے کرنے
کا فرما دیا ـــ وہ نیکی ہو گئی - جس شئے کو نہ کرنے کا فرما دیا - وہ گناہ ہو گیا -
جس کو کرنے کا حکم دے دیا یہ کہ وہ معروف ہو گیا - جس کو فرما دیا اس کا ثواب ہو گیا - ایک سا
جملہ ہی بولا - ایک زبان ہلنے کی دیر تھی - پیغمبر نے ایک جملہ بولا - اس کا ثواب ہو گا وہ نیکی
بن گئی ـــ جس پہ فرما دیا اس جزا ملے گی وہ بڑی نیکی بن گئی - جس کو فرما دیا اس عمل کے کرنے سے
سارے گناہ معاف ہو جائیں گے - وہ نیکی ہو گئی - یعنی جتنے جتنے لفظ اور جملے پیغمبر بولتے گئے
وہ نیکی اتنی بڑی ہوتی چلی گئی - اور اچھے گا جو نیکی نہیں تھی - ایک عمل تھا - اس کو فرمایا
کہ نیکی ہے بس وہ نیکی ہو گئی - یہ معیار ہے نیکی کا (امر بالمعروف) تو گویا آپ بھی وہی
ہیں - اور نیکی کو نیکی کرنے والے بھی وہی ہیں ـــ اور کہہ فرمایا گناہ ہے نہ کیا کرو - چھوڑ دو ترک
کر دو عذاب ہو گا برائی ہے - جس کو ترک کر دیا جس کو منع کر دیا - جس سے روک دیا - جس
سزا سنا دی عذاب سنا دیا - وہ گناہ بن گیا - یاد رکھ لیں اسلام میں نیکی اور گناہ کے
پیمانہ یہ ہے - عقل نہیں ہے کہ انسان عقل اور شعور کہتا ہے کہ یہ اچھا کام ہے - اس وجہ سے نیکی ہے
یہ نیکی کا پیمانہ نہیں ہے - یہ مت کرو یہ گناہ ہے - تو یہ اسلام میں یہ پیمانہ نہیں ہے ــــ

الحمد للہ والسلام فی عقل للہ شعور اور اسلام میں بڑے فرق ہیں۔ (۱۶ — ۵۱) جب ملک اور علاقے
سمندر پار جاتے ہیں تو شعور کے پیمانے بدل جاتے ہیں۔ جب دوسرے سمندر پار جاتے
ہیں اور پیمانے بدل جاتے ہیں۔ انگلینڈ کا عقل و شعور کچھ اور کہتا ہے۔ آپ اللہ رسول
کے حکم کو ایک طرف نکال دیں۔ یہاں کا عقل و شعور کہتا ہے کہ یہ شرم ہے یا بے شرمی ہے۔
یہ حیا ہے یہ بے حیائی ہے۔ اب آپ سمندر کا آٹھ گھنٹے سفر کریں اور یورپ
پہنچ جائیں۔ وہاں کے عقل و شعور سے پوچھیں تو وہ کہتا ہے کہ کوئی چیز حیا ہوتا ہے۔ نہ کوئی چیز
بے حیائی ہوتی ہے سب ایک سسٹم ہے۔ وہاں کا عقل و شعور حیا اور بے حیائی کو مانتا
ہی نہیں ہے۔ وہاں عورتیں ننگی پھرتی رہیں۔ وہ ان کا پرائیویٹ عشق ہے۔ ان کی مرضی ہے کہ لباس
پہنیں مرضی ہے لباس نہ پہنیں۔ وہاں کے عقل و شعور کو کوئی پرابلم ہی نہیں ہے کہ عورت
ننگی پھرے۔ مرد ننگے پھریں کوئی پرابلم نہیں ہے۔ ان کی عقل و شعور کو کوئی پرابلم نہیں تھا۔
مرد مردوں سے شادیاں کر رہے ہیں۔ اور باقاعدہ شادیاں ہو رہی ہیں
اور گھروں میں رہ رہے ہیں۔ میاں بیوی کی مانند۔ معلوم ہے یہ بات۔ یہ ہیں کہ گناہ
کے علاوہ ہر گناہ نہیں۔ باقاعدہ شادی کر کے میاں بیوی کی طرح گھروں میں رہ رہے ہیں۔
اب عورتیں عورتوں سے شادیاں کر کے گھروں میں رہ رہی ہیں۔ عورت ہی مرد
اور عورت ہی عورت۔ اور مرد ہی شوہر اور مرد ہی بیوی۔ ان کا عقل و شعور
کہتا ہے کہ کچھ نہیں۔ ہمارا عقل و شعور کہتا ہے کہ پاگل ہو گئے ہیں۔ کتوں کی زندگی ہے۔ جانوروں
کی زندگی ہے۔ ہمارا عقل و شعور کچھ اور کہتا ہے۔ ان کا عقل و شعور کچھ اور کہتا ہے۔
اب وہاں یہ سوسائٹی وجود میں آ گئی ہے۔ وہ یہ کام کرنے لگ گئے ہیں محلے
بن گئے ہیں۔ پوری کی پوری سوسائٹی کالونیاں بن گئی ہیں۔ اب جلوس نکالتے ہیں۔ تو
عقل و شعور کا فرق ہے۔ امریکہ میں ایک عدالت نے کسی ایک کیس میں فیصلہ خلاف سنا
دیا۔ پھر یہ جو لوگ ہیں۔ مرد مرد شادیاں کرنے والے۔ انہوں نے پھر جلوس نکالے۔ اور پھر
ننگے ہو کر اپنا پیشاب ننگی کر کے سڑک میں کھڑے ہو کر انہوں نے اکو کی طرح ہر طرف کی اولاد
کر کے انہوں کو اپنی پیشاب ننگی کر کے دکھائیں۔ ساری دنیا میں وہ سب کا ہم ان وہ ننگی ننگی

تصویر پر بھی دکھا دیں ۔ اُن کا عقل و شعور کہتا ہے کہ ہمارا اسلام سے کچھ نہیں ہے ۔ کسی کا عقل و شعور ماں بہنوں کی شادی کو گناہ نہیں سمجھتا ــــ یہاں کا عقل و شعور نہیں مانتا ــ تو مقصد یہ ہے ۔ کہ فیصلے اگر عقل و شعور پہ ہونے لگے ــــ تو عقل و شعور تو ۱۰۰ سال کے بعد ۵۰ سال کے بعد کلچر ــ بدل جاتا ہے ۔ عقل و شعور کے فیصلے بدل جاتے ہیں ۔ آج جو اُن کے ہاں گناہ ہے وہی ان کے ہاں اچھا ہو جائے گا ــ آج جو اچھا ہے کل کو برا ہو جائے گا ۔ اُن کے ہاں تو پھر قوانین ہی بدلتے رہتے ہیں ۔ قوانین کو جو شعور اور سوسائٹی نے اچھا کر دیا وہ اچھا ہو گیا ۔ ان کی قوم ~~بدلتی~~ بدلتی ہیں ۔ اقسام بدلتی ہیں ۔

تو عقل و شعور اگر نیکی اور بدی کا فیصلہ کرنے لگے ۔ تو تا قیامت نہ کوئی نیکی مستقل نیکی رہتی ۔ نہ کوئی مستقل بدی بدی رہے ــــ ہر ملک میں بدل جائے یہاں کی نیکی اور وہاں کی اور ۔ یہاں کی بدی اور وہاں کی بدی اور ــــ ہر ملک میں نیکی اور گناہ کے معنی ہی بدل جائیں ۔ نیکی اور گناہ کے تعینات زمانے کے ساتھ ہی بدلیں ۔ اور علاقے اور مکان کے ساتھ بدلتی رہیں ۔ تو پھر ہر نسل قانون ہی بدل سکے ۔ (۸۰ ــ ۲۱) بین الاقوامی معیار رہی نہیں بنتا ــ دائمی مستقل معیار بنتا ہے ۔ اب دائمی اور مستقل معیار کیسے بنے گا ۔ تب ہی بنتا ہے جب یہ اختیار نیکی قرار دینے اور بدی قرار دینے انسان کے عقل و شعور سے لے لو ۔ کسی ایک کو دے دو ــــ سب سے لے لو ۔ ہر کسی کو معتبر نہ سمجھو ۔ ہر کوئی معتبر نہ بنے ۔ ہر فرد نہ ہر سوسائٹی یہ فیصلہ اختیار ہر ایک سے لے لو ۔ اور ایک بارگاہ کا مان لو ۔ اور وہ رسول ﷺ کی بارگاہ ہے ۔ رسول کی بارگاہ ہی خدا کی بارگاہ ہے ۔

رسول کی بارگاہ سے جو امر جاری ہوتا ہے ۔ وہ رسول کا ذاتی امر نہیں ہوتا ۔ وہ اللہ کا امر ہوتا ہے ۔ وما ینطق عن الھوی ــــ اللہ پاک نے فرمایا اپنی مرضی سے تو میرا محبوب بولتے ہی نہیں ہیں ۔ یہ جو کچھ بولتے ہیں یہی وحی ہوتا ہے ۔ تو حضور کا ہر امر اللہ کا امر ہو گیا ۔ اس بارگاہ کو دے دو جو خدا نے کر دیا ۔ جو خالق ہے ۔ انسانی عقل و شعور کا جو خالق ہے ۔ جو وہ فیصلہ کرے وہ قیامت تک دائمی ہو گا ــــ جو خالق ہے ہر زمانے کے انسانوں کا ۔ خالق ہے ۔ خالق تو نہیں بدلتے ــــ انسان بدلتے ہیں ۔ شعور بدلتے ہیں سوچیں بدلتی ہیں ۔ خالق تو ہر دور میں ایک ہی رہا ہے نا ــــ پہلے انسان سے لے کر قیامت تک کے آخری انسان

تک خالق تو ایک ہے نا — آگے ہر شئے بدلتی رہی مگر خالق کوئی نہیں بدلا — اور عبد اللہ نے جانا جب حضور آ گئے۔ فرمایا اے میرے حبیب جس طرح ہر شئے بدلی خالق نہیں بدلا۔ اس لئے نبی بھی بدلتے رہے۔ اب آپ آ گئے ہیں۔ اب چاہتا ہوں کہ نبی بھی نہ بدلے۔ اب نام ہمیشہ ہی رہیں گے۔ جیسے میں ہمیشہ سے ہوں آپ بھی ہمیشہ ہی رہیں گے۔ حضور سے پیار جو ہوا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ (۱۶ — ۲۳) تو ختم نبوت بھی پیار کی علامت ہے نا۔

اولاد ہو جائے۔ ایک ہو جائے دو ہو جائیں بچے کام بڑھتا چلا جاتا ہے۔ اور ایک ہی ہے تو کیا بولتے ہیں سب سے پہلے بچے کو۔ پلیٹھی۔ جو آخری اس کو گھروڑی کا = وہی اول وہی آخری۔ تو جب حضور آ گئے تو فرمایا حبیب اب بولنے کو چھوڑ دیتے ہیں۔ اب ارث اسی بدلی کہ آپ آ گئے۔ اب ارث نہیں بدلے گی۔ اب آپ کا ہی ارث رہے گا۔

حضور نے جو حکم دے دیا وہ سارے زمانوں کے لئے ایک ہی حکم ہو گیا — اللہ کا فرمان ہے جو حضور کی زبان سے جاری ہوا — فرمایا جو بامر علم بالمعروف اب جس کو حضور نے معروف کر دیا — قیامت تک وہی معروف ہو گیا — جس کو حضور نے منکر فرمایا قیامت تک وہ منکر ہے۔ اب انسان کے عقل و شعور کا پیمانہ عرش کو چھوتے گر کے زمین پر آ جائے جتنی ترقی کرتی چلی جائے مگر حضور کے بنائے ہوئے اچھائی اور برائی کے پیمانے بدل نہیں سکتے۔ حتی کہ جن عادتوں کو حضور نے اچھا کہہ دیا تو قیامت تک وہی اچھی ہیں۔ کھانے پینے کے طریقے تہذیب بول چال رکھنا بیٹھنا۔ اس سے بہتر کوئی نہیں اور حقیقت یہ ہے کہ اخلاق انسانی جتنا ترقی کر گیا ہے۔ چودہ سو سال تو ہو گئے ہیں۔ ارتقا کرتے ترقی کرتے ترقی کرتا پندرہ صدیاں بیت گئیں۔ پندرہ صدیوں کے بعد بھی آج انسانی عقل و شعور اور اخلاقیات کے مختلف گوشے۔ جتنے پوری دنیا میں ایجاد ہو گئے ہیں۔ جس سے انسان ایک اچھا انسان بنتا ہے۔ (۲۵ — ۳۴) وہ سارے پوری دنیا کے اکٹھے کر کے سامنے رکھ لیں۔ صرف حضور کی حدیثوں کو حضور کی سیرت کو نکال لیں — (اللہ کی قسم) انسانی شعور ترقی کر کے ایک نئی خوبی کوئی مصطفیٰ کی عطا کردہ خوبی کا موازنہ نہیں کر سکتا — آج دنیا میں دوسرے کو مسکرا کے ملنا — دنیا میں سکھایا جاتا ہے۔

حضور علیہ السلام نے فرمایا جامع ترمذی جلد ا ص ۳۳ ابواب رقم 1056) جو شخص مسکرا

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اختیار

کے ملے گا۔ تو اس کو اتنی اور عبادت کا ثواب ملے گا ۔۔۔ اور فرمایا مسکرا کے ملنے کا ثواب ایک صدقہ کرنے کا ثواب ہے ۔ تو دنیا کا شعور کہاں تک پہنچے گا ۔ جتنا بھی آگے چلا جائے ۔ وہ حضور کی تہذیب سے آگے نہیں جائے گا ۔۔۔ آقا نے فرمایا ملائم چہرہ جنتیوں کی علامت ہے ۔ فرمایا جس کو جانو نہ جانو ہر ایک کو سلام کرو ۔ یہ بہتر سلام ہے ۔۔۔ سلامتی کی دعا بھی ہے ۔ اور شناسائی کا لفظ بھی ہے ۔ اور پہلو نہ لفظ ہے نہ دعا بتانا یہ چاہتا ہوں کہ یہ پیمانے آقا علیہ السلام نے ارشاد فرمائے ہیں ۔ ساری کائنات ترقی کر جائے اس کی گرد کو کوئی نہیں پہنچ سکتا ۔۔۔

یامرھم بالمعروف وینھٰھم عن المنکر۔ قیامت تک حضور کا دوامی احکام ہے ۔ حضور جیسا کوئی پیمانہ بنائے تب جب حضور جیسا اور کوئی اچھا پیدا ہو سکے ۔ معمولی نہیں ہو سکتا ۔۔۔ جو حضور نے پیمانہ دیا ہے وہ خالق کا پیمانہ ہے ۔۔۔

آگے فرمایا ویحل لھم الطیبات اور پاکیزہ چیزوں کو حلال کرنے والے ہیں ۔ المحلل ہیں۔ پاک چیزوں کو حضور حلال کرتے ہیں ۔ ویحرم علیھم الخبائث ۔۔۔ اور ناپاک چیزوں کو حضور حرام کر دیتے ہیں ۔۔۔ جس کو حضور نے حلال کر دیا ۔ وہ پاک ہو گیا ۔ جس کو حضور نے حرام کر دیا وہ ناپاک ہو گیا ۔۔۔ تو یہ الأمر عن المعروف کو نہی عن المنکر ۔ کہ حضور لوگوں کو حکم دیتے ہیں ۔ اور حرام و حلال کیسے بنتا ہے ۔ جس کو حضور اجازت دے دیں وہ حلال ہو جاتا ہے ۔ جس کو حضور منع فرما دیں وہ حرام ہو جاتا ہے ۔ تو حلال اور حرام بھی حضور کے فرمان سے ہوتا ہے ۔۔۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا مردوں کے لئے ریشم حرام ہے ۔ اب ریشم میں کیا خرابی ہے ۔ عورتوں کے لئے فرمایا حلال ہے ۔۔۔ یہ بات قرآن مجید میں نہیں ہے ۔ کوئی یہ کہے کہ حلال و حرام کرنے والا تو اللہ ہے ۔۔۔ نہیں ۔۔۔ اللہ تو ہے ہی ۔۔۔ اس نے اپنے حبیب کو بھی حرام اور حلال کرنے والا بھی بنایا ہے ۔ یہ بھی قرآن مجید فرماتا ہے کہ حضور حلال کرتے ہیں پاک چیزوں کو اور حضور حرام کرتے ہیں ناپاک چیزوں کو ۔۔۔ تو یہ اختیار حضور کو دیا ہے ۔ یہ دلیل دے رہا ہوں کہ قرآن میں تو نہیں ہے کہ ریشم حرام ہے ۔ یہ حضور نے فرمایا ہے ۔ مردوں کے لئے فرمایا مرد نہ پہنے حرام ہے ۔ اور عورتوں کے لئے فرمایا نہیں یہ ان کے لئے حلال ہے ۔

M T W T F S S

اختیارات مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

Memo No ______
Date / /

ایک صحابی آگئے اس نے شہادت پیش کر دی کہ یارسول اللہ میرے کو کچھ بیماری ہے۔ میں ریشمی کپڑا نہ پہنوں تو جوئیں پڑ جاتی ہیں۔ جسم میں تکلیف آ جاتی ہے۔ آپ نے اس کی بات سن کر فرمایا جاؤ تم پہنا کرو تمہارے لیئے حلال ہے۔ خود حلال کر دیا خود حرام کر دیا۔ تو ~~حضور کو~~ حرام کرنے کا اختیار بھی حضور کو۔ اور حلال کرنے کا اختیار بھی حضور کو۔ کیونکہ نہ اس سے پہلے کوئی چیز شرع میں حرام تھی نہ حلال تھی۔ جس کو حضور نے منع کر دیا وہ حرام ہو گیا۔ جس کو منع نہیں کیا وہ حلال ہو گیا۔ جو جو منع ہو گئے حرام ہوتے گئے۔ جو منع نہ ہوئے وہ حلال ہو گئے۔ تو حضور کا چھوڑ دینے کا نام حلال کر دینا ہے۔ حضور کا روک دینا حرام کر دینا ہے۔

مردوں کو یہ دیا کہ سونا حرام ہے۔ عورتوں کے لیئے حلال کر دیا۔ جس رات آقا علیہ السلام ہجرت فرما کے مکہ سے مدینہ آ رہے تھے تو سراقہ بن مالک نامی۔ بعد میں یہ صحابی ہو گئے۔ اس وقت وہ کافر تھے۔ وہ حضور کے تعاقب تلاش میں نکلے ہوئے تھے قریش مکہ نے اعلان کیا تھا کہ انعام دیں گے۔ کہ جو حضور کو پکڑ کے لائے گا۔ راستے میں آقا علیہ السلام کو مل گیا۔ سرکار نے پوچھا کس لالچ میں آئے۔ اس نے کہا جی حضور گھر میں کچھ نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا میں تمہارے ہاتھوں میں ایران کے کسریٰ کے سونے کے کنگن دیکھ رہا ہوں۔ وہ چکرا گیا کہ میں کہاں اور ایران کا بادشاہ کہاں۔ اس کے کنگن یہاں کہاں۔ گزر گیا وقت۔ سیدنا فاروق اعظم کا زمانہ آ گیا۔ آپ کے دور خلافت میں ایران فتح ہوا۔ تو مال غنیمت آیا۔ بادشاہ ایران کے جو اپنے ہاتھ کے سونے کے کنگن تھے۔ وہ بھی آ گئے۔ سپاہی فوجی جمع تھے مال غنیمت لینے۔ فاروق اعظم اس ڈھیر میں ہاتھ مار رہے ہیں۔ کسی نے پوچھا کہ امیر المومنین کیا تلاش کر رہے ہیں۔ فرمایا ایران کے بادشاہ کے کنگن آئے ہوں گے وہ تلاش کر رہا ہوں۔ وہ یقیناً آئے ہوں گے آپ کو کیسے پتہ ہے آئے ہوں گے۔ فرمایا ایران کے بادشاہ کا مال غنیمت آیا ہے۔ میرے آقا نے سراقہ کو فرمایا تھا۔ کہ تمہارے ہاتھوں میں بادشاہ ایران کے سونے کے کنگن دیکھ رہا ہوں۔ (۱۵ — ۳۶) آج مال غنیمت آیا ہے۔ وہ آئے ہوں گے۔ بس وہ ڈھونڈے اور صحابہ نے نکال کے دے دیئے۔ سپہ سالار تھے۔ انہوں نے کہا جی یہ کنگن ہیں آئے ہیں شہنشاہ ایران کے۔ اب جو سونا مرد کے لیئے حرام تھا۔ حضور کی زبان پاک

M T W T F S S　　Memo No ______　Date / /

سے نکل گیا تھا نا۔ کہ تمہارے ہاتھوں میں سونے کے کنگن دیکھ رہا ہوں۔ مسجد نبوی کے صحن میں کھڑے ہو کر فاروق
اعظم جیسا خلیفہ، کوئی سونے کی انگوٹھی بھی پہن لیتا تھا۔ مدینے میں تو گلی میں آنا نہیں تھا۔ دُرّۂ فاروقی سے کانپتا
تھا شہر بھر — کوئی حرام کام نہیں کر سکتا تھا۔ اس دور میں مسجد نبوی کا صحن ہے۔ فاروق اعظم نے آواز دی
سراقہ ادھر آؤ۔ کل جہاں صحن ہے کا موجود ہے مسجد نبوی کا ہے۔ مرد کے لیے حرام تھا سونا۔ مگر فاروق اعظم نے
اپنے ہاتھوں سے سونے کے کنگن سراقہ کو پہنا دیئے — کسی نے کہا یہ کیوں پہنا رہے ہیں یہ تو حرام ہیں فرمایا
حضور اس کے لیے حلال کر گئے ہیں — ویحل لہم الطیبات — ویحرم علیہم الخبائث۔ جس کو ہاں کر دیں وہ حلال
ہو جائے۔ جس کو ناں کر دیں وہ حرام ہو جائے — اور ناں میں بھی استثنیٰ کر کے کسی کو ہاں کر دیں وہ
پھر اس کے لیے حلال ہو جائے۔ المحلل للطیبات والمحرم للخبیثات۔ تو حضور کے آٹھ اسمائے گرامی
بیان ہو گئے — الرسول النبی۔ الامی۔ الموصوف فی التورات والانجیل۔ الآمر۔ الناہی۔ المحلل۔ المحرم۔

QARI MUHAMMAD ...
Naqashbandi ...
29 Oct 2019
Chak 365/E.B Burewala District Vehari
Mob:0334-7632365

12—12—2018
9—4—1440　　پیر
2—59—52— PM

الدروس الشفاء ۱۲

(حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے القابات واختیارات)

الذین یتبعون الرسول النبی ـــــ المفلحون - اعراف : ہم نے سابقہ جمعۃ المبارک میں سورۃ اعراف
کی اس آیت کی روشنی میں حضور ﷺ کے آٹھ اوصاف اور صفات کا ذکر مکمل کیا تھا - ارشاد فرمایا اور وہ
اور یہ رسول ﷺ لوگوں سے اُن کے کندھوں سے ان کے بوجھ اتار دیتے ہیں - اور جن زنجیروں میں وہ جکڑے
ہوئے تھے - وہ زنجیریں توڑ کے انہیں آزاد کر دیتے ہیں - گویا وہ بوجھ جو زمانہ جاہلیت کی وجہ سے
غلط رسوم کا رواج کا عقائد کا - غلط تصورات کا انہوں نے اپنے اوپر رکھ لیا تھا - اور ناجائز چیزیں
جو انہوں نے اپنے اوپر لازم کر لی تھیں - اور پھر اس کے علاوہ وہ زنجیر جن میں جکڑے ہوئے تھے غلامی
کی زنجیریں ہیں - برادریوں کے قبائل کے نسل کے استثنیات اور تعصبات کی زنجیر ہیں - نسلی اصلیتوں
کی زنجیریں ہیں - قبائلی تفاخر اور قبائلی گروہ کی زنجیریں ہیں - اور خود ساختہ تصورات کی زنجیریں ہیں
جن میں انسان اپنی زندگی رفتہ رفتہ جکڑ لیتا ہے - اور پھر وہ صدیاں گزر جاتی ہیں اسی تصور میں -
تو وہ گویا ان کا عقیدہ اور ایمان بن جاتا ہے - اس کو پھر وہ چھوڑ نہیں سکتے - چھوڑیں تو ایسے
لگتا ہے جیسے وہ اپنی کسی بنیاد سے ہٹ رہے ہیں - آپ بھی اسی طرح کی زنجیروں میں جکڑے ہوئے
ہیں - اس سے مراد ہماری سوسائٹی خاص طور پر پاکستانی سوسائٹی وہی بوجھ وہی زنجیر
- اپنے وبال جان بنا رکھے ہیں ہم نے فیملی کے تصورات ہوتے ہیں - خاندانی تصورات رسم اور رواج ہماری
من گھڑت علاقائی ثقافت ہوتی ہے - روایات ہوتی ہیں - ہم نے معمول کر ان کو ایمان کا درجہ
دے دیا ہے - پاکستانی قوم میں اتنی دین اور ایمان کی عزت نہیں ہے - جتنی اپنی علاقائی خاندانی
روایات کی ثقافت اور رسم و رواج کی عزت ہوتی ہے - دین کی روح ہماری سوچ میں نہیں ہے -
رسم کی روح ہماری سوچ میں ہے - ہم رسم نہیں چھوڑ سکتے - لوگ کیا کہیں گے - یہ اغلال ہیں -
ہم نے ایسا کیا تو دنیا کیا کہے گی - ہم دنیا میں مارے جا رہے ہیں برباد ہو رہے ہیں - یہ نہیں سوچتے
کہ اللہ کیا کہے گا - یہ سوچ ہے نا یہاں سے نکال کے وہاں لگا دیں - تو پورا طرز فکر
اور طرز عمل تو زندگی کا بدل جائے - مسلمان کو ہونا تو یوں چاہیئے - اس کی زندگی میں بے پرواہی نہ ہو

کہ دنیا کیا کہے گی۔ جائے جہنم میں — یہ دنیا کیا کہے گی کا ہی چکر ہے — کیا لینا دینا ہے اس سے —
تو یہ سوچ جو ہے۔ اصرھم اغلال التی کانو علیہم — یہ بوجھ ہیں جن کو آقا علیہ السلام اتارنے آئے
زنجیروں کو توڑ کر آزاد کرنے آئے ہیں — ہم بھی اپنے آپ کو زنجیروں میں جکڑ بیٹھے ہیں ہمارا
پرابلم فیملی میں بھی یہ ہوتا ہے — بات سمجھ میں تو آتی ہے۔ لیکن کیا کریں۔ خاندان والے نہیں
چھوڑیں گے — برادری نہیں چھوڑتی — لوگ نہیں چھوڑتے — دنیا نہیں چھوڑتی۔ کوئی
پکڑا ہوا نہیں ہے آپ کو کوئی جکڑے ہوئے نہیں ہیں آپ — ہم نے خود پکڑا ہوا ہے دنیا کو۔
کوئی گھر آ کے چھوڑ کر دے گا آپ کو۔ کوئی آپ کا مکان گرا دے گا۔ میری سمجھ میں یہ بات
نہیں آتی — یہ کفر ہے۔ جیسے ہم خرافات رسم رواج برادری کے عنوانات میں پال رہے
ہیں — اور دین اور ایمان پیچھے اس کی غرض ہی نہیں ہے — قرآن مجید نے پیمانہ دیا تھا۔
ولا یخافون لومۃ لائم — اللہ کے بندوں کی علامت یہ ہے۔ کہ لوگ کیا کہیں گے اس کی پرواہ
نہیں کرتے (مائدہ ۵۴) اب بتائیے — لوگ کیا کہیں گے ملامت کریں لعنت بھیجیں گے تنقید
کریں گے انگلیاں اٹھائیں گے۔ آوازیں کسیں گے۔ علامت کریں گے۔ فرمایا جو اللہ سے پیار کرتے ہیں
ان کی پہلی علامت یہ ہے کہ وہ اس کی پرواہ نہیں کریں گے۔ ٹھوکر سے اڑا دیتے ہیں۔ کیا کہتے ہیں
جائیں جہنم میں — انہیں فکر اتنی ہے کہ میرا مولا کیا کہے گا — حضور کیا کہیں گے۔ اللہ اس
سے خوش ہوتا ہے۔ اور اس سے ناراض ہوتا ہے — وغیرہ۔ ناراضگی کو اڑا دو۔
خوش ہونے والی کو لے لو — اس بات سے حضور خوش ہیں اس بات سے حضور ناراض
ہیں۔ بس ناراضی کو اٹھا کے پھینک دو۔ دنیا خوش ہو ناراض ہو۔ دنیا نہ آپ کا معبود
ہے نہ آپ کا رسول ہے۔ اب بتائیے —

ہم نے اپنا معبود کو ہٹا دیا۔ اللہ کو ہٹا دیا — رسول کو ہٹا دیا۔ جب اللہ رسول کو دونوں
ہٹا دیا۔ دنیا کو بٹھا دیا — یہ ہمارا موعظانہ دین ہے۔ یہ ایمان ہے —

فرمایا بوجھ بھی رسول اتار دیتے ہیں — اور زنجیریں بھی توڑ دیں۔ آزاد کر دیا سوچ میں بھی۔
اور ان چیزوں سے بلند کر دیا — حضور علیہ السلام کا لقب ہوا المحرّر۔ آزادی دلانے
والے۔ پھر فرمایا وہ لوگ اس رسول پہ ایمان لائیں گے — اب ایک ایمان تو وہ ہے جس کا ذکر شروع

سے ہو رہا ہے - کہ یہ خطاب ہی اہل ایمان سے ہے - الذین یتبعون الرسول - وہ لوگ جو اس رسول
کی اتباع کریں گے - اس کے بعد آگے بیان چلا ہے - تو یہ خطاب ہی اہل ایمان کو ہے - تو جب
اہل ایمان کو خطاب ہے تو اب فالذین امنوا بہ - پس وہ لوگ جو ایمان لائیں گے - وہ ایمان کون
سا ہوا - تو پتہ چلا کہ وہ پہلا ایمان نہیں بلکہ ایمان پر ایمان ہے - آپ کو یاد ہوگا رمضان المبارک
کے پہلا جمعہ میں باہر کے گراونڈ میں میں جب ایمان کی حقیقت پر خطاب کا سلسلہ کیا تھا -
تو اس میں پہلا خطاب کیا تھا - کہ ایمان پر ایمان - تو اس سے مراد - وہ لوگ جو حضور
پر ٹوٹ پڑے محبت کریں گے - تو اس لحاظ سے حضور کا وہ لقب آ گیا المحبوبا - قرآن
مجید میں فرمایا کہ اگر لوگ ماں باپ رشتے داریاں بیوی بچے مکان تجارت رہائش گاہیں - سواریاں
نفع نقصان یہ ساری چیزوں سے بڑھ کر اگر اللہ سے رسول سے اور اس دین کیلئے جہاد
سے محبت نہیں کریں گے - تو اللہ کا عذاب آئے گا - احب الیکم من اللہ و رسولہ -
توبہ ۲۴ - یہ ایمان کی شرط بیان کی ہے - رسول کو محبوب بنایا گیا ہے - اس مقام پر -
محبوب کے ساتھ معاملہ اور طرح کا ہوتا ہے - اور دوسروں کے ساتھ معاملہ اور طرح کا ہوتا
ہے - جب طے کر لیا ہے کہ فلاں محبوب ہے - پھر اس کے ساتھ معاملہ جدا ہو گیا - پھر ناپ
تول نہیں رہتا - فرمایا وہ لوگ جو میرے محبوب سے محبت کریں گے - یعنی ہم اُن کا
ناپ تول نہیں کریں گے - اتنا تھا - اتنا نہ تھا - یہ تھا - وہ تھا - محبوب پھر ناپ
تول سے ماوراء ہوتا ہے - وعزروہ - اور ان کی بڑی تعظیم کریں گے - تو یہاں اس مقام
پر - گیارھواں لقب آ گیا - المُعَظَّم - المُکَرَّم - حضور کی بے حد تعظیم و تکریم کرنے والے - پھر
فرمایا و نصروہ - اور جو اُن کی مدد کریں گے - یعنی حضور علیہ السلام کو ہماری کیا مدد
درکار ہے - حضور علیہ السلام کے لئے تو اللہ کافی ہے - اور اللہ ہی کی مدد کافی ہے - فرمایا کہ
بیشک جو حضور کی امتی مدد کریں گے - حضور کو امتیوں کی کیا مدد درکار ہے - یہاں اشارہ
ہے کہ حضور کے دین کی مدد کریں گے - یہ شرط ہے حضور سے محبت کریں - حضور کی تعظیم کریں -
حضور کے دین کی مدد کریں - جان سے مال سے عزت سے آبرو سے وقت
دینے سے اپنا وقت حضور کے دین کو دیں - اپنا مال حضور کے دین کو دیں - راحت جان

حضور کے دین کا مددگار حضور کی نوکری کا ہے

حضور کے دین کو دیں ۔ اپنی توانائیاں حضور کے دین کو دیں ۔ جو کچھ دے سکتے ہیں حضور کے دین
کو دیں ۔ تاکہ حضور کا دین بلند سے بلند ہو اور سربلند ہو ۔ تو دین کی مدد کرنا ۔ حضور
علیہ السلام نے آگے اس کام کو اتنا بلند رتبہ دیا ہے ۔ جو حضور کے دین کی مدد کرے ۔
اس دین کی مدد کرنے کے عمل کو اللہ نے اس عمل کے بلند کرنے کا درجہ اتنا بلند کر دیا ہے ۔
کہ دین کی مدد کو اللہ پاک نے حضور کی مدد کرنا لکھ دیا ہے ۔ نصروہ ۔ یہ حضور
کی مدد کر رہا ہے ۔ پھر بات یہاں تک ہی نہیں رکی ۔ بلکہ اس سے آگے کر دیا ہے ۔
جو حضور کے دین کی مدد کرے ۔ فرمایا ۔ دین کی نہیں وہ میرے محبوب کی مدد کر رہا ہے ۔
جو دیکھے بغیر اللہ کی مدد کرے گا ۔ تو فرمایا حضور کے دین کی مدد کرنے والا حضور ﷺ کی مدد
کر رہا ہے ۔ پھر فرمایا نہیں صرف میرے محبوب کی ہی نہیں ۔ وہ تو میری مدد کر رہا ہے ۔
اللہ کی مدد کر رہا ہے ۔ تو جو لوگ اپنی زندگیاں حضور کے دین کے لیے وقف کرتے ہیں
ان جیسا اجر پانے والا ہی کوئی نہیں ہے ۔ جو لوگ اپنی زندگی حضور کے دین کے لیے وقف
کرتے ہیں تو لکھا کیا جاتا ہے قرآن کی رو سے ۔ کہ انہوں نے اپنی زندگی میرے محبوب کے لیے وقف
کر دی ہے ۔ وہ حضور کے لیے وقف ہو گئے ۔ لکھا جاتا ہے یہ حضور کی نوکری میں لگے ہوئے
ہیں ۔ یہ حضور کی خدمت میں ہیں ۔ حضور کی مدد میں ہیں ۔ پھر یہاں نہیں ایک درجہ
ہے ۔ اگلا ورق پلٹو اگلے ورق پر نامہ اعمال میں لکھا ہوا ہے ۔ کہ یہ اللہ کی مدد کر رہے ہیں ۔
کتنی بڑی بات ہے ۔ جس کو نصیب ہو وہ اللہ کی اللہ کے دین کی اور حضور کے لیے خود کو وقف
کرے ۔ اپنی توانائیاں صلاحیتیں حضور کے نام لگا دینا ۔ یہ حضور کے دین کی مدد ہے ۔
(۴۶-۱۶) حدیث پاک میں آتا ہے کہ قیامت کا دن ہو گا ۔ ایک شخص اٹھے گا ۔ اس کا حساب و کتاب
لیا جا رہا ہے ۔ اللہ پاک اس سے پوچھے گا ۔ کہ میں بیمار تھا تو تو میری عیادت کیلئے نہیں آیا ۔ میں بھوکا تھا
تو نے مجھے کھانا بھی نہیں کھلایا ۔ میں پیاسا تھا تو نے مجھے پانی نہیں پوچھا ۔ بندہ کہے گا اے باری تعالیٰ آپ کا
شان ان چیزوں سے ماوراء ہے ۔ بیماری سے بھوک سے پیاس سے آپ کیسے یہ کون کر سکتا ہے ۔
اللہ پاک نے فرمایا وہ میرا بندہ بیمار تھا اگر تو اس کی عیادت کو چلا جاتا ۔ تو میں لکھ دیتا کہ میری عیادت کیلئے آیا
ہے ۔ میرا پوچھنے آیا ہے ۔ میرا بندہ پیاسا تھا ۔ تو اس کو پانی پلا دیتا تو قیامت کے دن جب تیرا نامہ اعمال کھلتا

M T W T F S S

اگر روح اللہ ہیں تو نبی اکرم نور اللہ کیوں نہیں

Memo No
Date / /

تو کتاب میں لکھا ہوتا کہ جیسے پانی پلایا ہے - تو اس کو کھانا کھلا دیتا تو پھر کتاب اعمال میں لکھا ہوتا - کہ جیسے کھانا کھلایا ہے - جب اللہ پاک ایک عمل اپنی طرف منسوب کرتا ہے - تو اکراماً کرتا ہے - الطافاً کرتا ہے - اشفاقاً کرتا ہے - شفقت دیتے ہوئے - اکراماً کرتا ہے اس پر کرم کرتے ہوئے - انعاماً کرتا ہے اس پر انعام کرتے ہوئے - پھر اس اللہ کے ساتھ معاملہ کر لینے سے ہو گیا - یہ اکراماً ہے - انعاماً ہے الطافاً ہے - اشفاقاً ہے - اعزازاً ہے (۳۳ - ۱۸) - یعنی اس عمل کو عزت دینے کے لیے اونچا کرنے کے لیے - اللہ پاک اس کو اپنے ساتھ لگا لیتا ہے - آپ دیکھئے کہ کسی بندے کو کھانا کھلایا - اللہ نے کہہ دیا کہ جیسے کھانا کھلایا ہے - اب میں اگلی بات کی طرف جا رہا ہوں خاص - پانی پلایا اس نے کہہ دیا کہ جیسے پانی پلایا ہے - کسی کو جا کے پوچھا مزاج پرسی کی اس نے کہہ دیا کہ جیسے مزاج پرسی کی ہے - اگر کھانا پانی مزاج پرسی اللہ کی ہو سکتی ہیں - تو حضور کا نور اس نے کر دیا کہ میرا نور ہے -

وہ کیوں نہیں ہو سکتا - سمجھ آئی بات - حضور کا نور اس نے کر دیا کہ میرا نور ہے - حضور کے نور کو اکراماً اللہ کا نور کہہ دیا اکراماً - الطافاً - اشفاقاً - انعاماً - اعزازاً - کھانا لوگوں کے اللہ کے بن گئے تو نور حضور کا اللہ کا کیوں نہ ہو گیا - یہ نسبت کو اونچا کرنے کے لیے اللہ پاک نے فرمایا ہے جو خانہ کعبہ اللہ کا گھر ہے - وہ کیسے گھر ہو گیا - کیا اللہ پاک رہتا ہے وہاں کوئی - کہ کبھی ایک دن کبھی ہی اس نے قیام کیا ہو - اس گھر کا کوئی استعمال تو ہو - تو اللہ استعمال کرتا ہے اس گھر کو - تو بیت اللہ کیوں ہے - آپ کا گھر تو اس لیے ہے کہ آپ یہاں رہتے ہیں - یہ مسجد اللہ کا گھر ہے - بیت من بیوت اللہ - عبادت تو آپ کرتے ہیں بناتے بھی آپ ہیں - سنوارتے بھی آپ ہیں - خرچ بھی آپ کرتے ہیں - تو اس کا گھر کیسے ہے - عبادت ہم کرتے ہیں اس کی - اس نے اس گھر کو عزت دینے کے لیے نسبت اپنی طرف کر دی ہے - کعبۃ اللہ عبادت گاہ ہے - طواف کی حج کی جگہ ہے - اس گھر کو بہت عزت دینے کے لیے - اس کو بیت اللہ میرا گھر کہا - تاکہ لوگ اس شوق سے آئیں - کہ اللہ کا گھر ہے چلو دیدار کر آئیں - عزت دینے کے لیے - ذوق بڑھانے کے لیے - اعزاز اکرام درجہ رتبہ بلند کرنے کے لیے اللہ نے تشریفاً اس کا شرف بڑھانے کے لیے اللہ نے اپنا گھر کہہ دیا - بس اسی طرح شرف بڑھانے کیلئے نور من نور اللہ - شرف بڑھانے کے لیے حضور کے نور کو فرما دیا نور اللہ - اللہ کا نور ہے - عیسیٰ علیہ السلام کو کہہ دیا کلمۃ اللہ - اللہ کا کلمہ ہے - اب کیا وہ کوئی اللہ کے منہ سے نکلا ہوا کلمہ ہے - کیا ہے جبرائیل امین نے پھونکا تو وہ ہو گئے - اس لیے وہ کلمۃ اللہ

ہے۔ فرمایا روح اللہ ۔ اللہ کی روح ہیں۔ تو کیا اللہ کا جسم اور روح ہوتا ہے ۔ نہ جسم ہے نہ روح تو
حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ کی روح وہ کیسے ہو گئے ـــ جس طرح وہ اللہ کی روح ہو گئے ۔ اسی
طرح حضور اللہ کا نور ہو گئے ۔ اس کی وجہ شرم ہم ـــ نہ پوچھیں اللہ ـــ پوچھیں کہ قرآن
میں پیغمبر کو فرمایا ہے کہ میری روح ہیں ۔ کلمۃ اللہ اللہ کا کلمہ ہو گئے ۔ اسی طرح حضور اللہ کا نور ہو گئے ۔
یہ شرف دینے کیلئے اعزاز دینے کے لئے نسبتیں ہو گئیں ۔ اضافت ۔ تو فرمایا نصروہ ۔ یہ شرف
بخشا ہے ۔ دین کی خدمت کرنا اتنا بڑا کام ہے ۔ کہ اس کو اتنا بڑا اعزاز دیا اللہ نے کہ دین کی خدمت
کرنا ۔ اسے حضور کی براہ راست نوکری قرار دے دیا ۔ ۲

اب مجھے بتائیں کوئی دا بڑا میں نوکری کرتا ـــ بینک ـــ سول سروس ـــ فوج ـــ تو سارے جہان
میں لاکھوں کروڑوں نوکری کرتے ہیں لوگ ـــ ماں باپ بھی کہتے ہیں کہ میرا بیٹا نوکر ہو جائے ۔ اور کتنے خوش نصیب
ہیں جن کا بیٹا حضور کا نوکر ہو جائے ـــ

کبھی سوچا ہے ـــ یہ بات اللہ نے فرمائی ہے ۔ جو حضور سے دین کی خدمت کرتے ہیں ۔ وہ حضور کے
نوکر ہو گئے ۔ اگلا ورق پلٹا تو لکھا تھا ۔ صرف میرے محبوب نے نہیں خود میرے نوکر ہو گئے ۔ یہ ناصر الرسول
ہو گئے اور ناصر اللہ ہو گئے ـــ تو آقا علیہ السلام کو فرمایا اَلْمَنْصُوْر ۔ جن کی مدد کی گئی ـــ اور مدد یعنی
جن کی خدمت کی گئی ـــ جن کے دین کی مدد کی گئی ۔ یعنی خدمت کی گئی ـــ تو آقا علیہ السلام کا لقب ہے
اَلْمَخْدُوْم ـــ المحبوب ـــ المعظم ۔ المنصور ـــ

پھر فرمایا واتبعوا النور الذی انزل معہ ـــ واتبعوا پھر انہوں نے اتباع کی ـــ پیروی کی ۔ نوکری کی
اور پیروی کی ـــ پھر جو سچے نوکر ہوتے ہیں ۔ وہ پیروی بھی کرتے ہیں ۔ ان کے نقش قدم پر چلتے ہیں ۔ ان کے
طریقے پر چلتے ہیں ـــ ان کی راہنمائی پر چلتے ہیں ۔ ان کی ہدایات پر چلتے ہیں ـــ جو ان کی بتائی ہوئی ہدایات پر
عمل نہ کرے وہ سچا نوکر ہی نہیں ہے ـــ وہ وفادار نوکر نہیں ہے ۔ وفادار نوکر تو ہوتا ہے ۔ جو ان کی راہ پر
چلتا ہے ـــ فرمایا واتبعوا پھر وہ اتباع کرتا ہے ۔ (۴۶ ـــ ۴۴) اس وجہ سے حضور علیہ السلام کا لقب ہو گیا ۔
اَلْمُتَّبَع ۔ جن کی اطاعت و اتباع کی گئی ـــ جن کی پیروی کی گئی ۔ پھر آگے ارشاد فرمایا ۔
اتباع کس کی کرتے ہیں ۔ النور الذی انزل معہ ۔ اس نور کی جس سے وہ ساتھ لے کر آئے ۔ اس کا اشارہ
قرآن کی طرف ہے اس کا اشارہ حضور کی سنت کی طرف ہے ۔ سیرت کی طرف ہے حضور کے دین کی طرف

M T W T F S S — حضور ہی نور والے ہیں۔

Memo No
Date / /

حضور کی تعلیمات کی طرف ہے۔ اور اتباع کرتے ہیں پیروی کرتے ہیں اس نور کی جو حضور کے ساتھ اتارا گیا۔ جو حضور سے ساتھ لائے۔ اس نور کی جو حضور ساتھ لائے۔ اس سے جو لقب ہوا آقا کا وہ ہوا۔ اَلْمَبْعُوْثُ بِالنُّوْرِ۔ یعنی نور والا ۔۔۔ تو کیسے ایسا ہو سکتا ہے کہ کبھی حضور بھی ساتھ لے کر آئے وہ تو نور ہو اور خود نور نہ ہوں۔

جو حضور کے صدقے سے ملا۔ اور حضور کے ذریعے سے آیا۔ جو حضور کے پاس آیا۔ جو حضور کی وساطت سے ہمیں پہنچایا گیا۔ حضور جو سے ساتھ لائے وہ تو نور ہو اور لانے والا خود نور نہ ہو۔ ایسا نہیں ہوتا ۔۔۔ وہ نور ہیں تو نور لائے ہیں۔ وہ نور ہیں تو نور اُن پہ اترا ہے۔ یہ نور ہدایت ہیں۔ اس لئے وہ المبعوث بالنور۔ نور کے ساتھ مبعوث ہونے والے۔ یہ ہو گیا

۱۴: لقب۔ نور کے رشتے میں حضور سے جڑ جائیں۔ ان کیلئے فرمایا۔ اولئک ھم المفلحون۔ یہی وہ لوگ ہیں جو فلاح پائیں گے۔ حضور سے محبت کریں گے۔ حضور کی تعظیم کریں گے۔ حضور کی نصرت مدد اور خدمت کریں گے۔ اور حضور کی اطاعت و اتباع کریں گے۔ یہ چار شرطیں پوری کریں گے تو وہ فلاح پا جائیں گے۔ تو اس میں حضور علیہ کا لقب ہوا۔ کہ حضور وسیلۃ الفلاح ہو گئے۔ فلاح کا وسیلہ حضور کی ذات ہے۔ حضور کی سے محبت کی تو فلاح ملی۔ حضور کی تعظیم کی تو فلاح ملی۔ حضور کی نصرت کی تو فلاح ملی۔ اور حضور کی اتباع و پیروی کی۔ تو فلاح ملی۔ تو چار شرطیں آقا علیہ السلام کے ساتھ نسبت پوری کیں تو فلاح یاب ہو گئے۔ تو حضور ہو گئے وسیلۃ الفلاح ۔۔۔ ذریعۃ الفلاح۔ واسطۃ الفلاح۔ فلاح کا راستہ بھی حضور ہو گئے۔ تو پندرہ اوصاف کریمہ آقا علیہ السلام کے اس آیت میں بیان ہو گئے۔ اس کے بعد اگلی آیت اعراف 158 میں اور تیسری آیت سورۃ آل عمران کی 159 ۔۔۔ لا رہا ہوں۔ فرمایا قل یاایھا الناس انی رسول اللہ الیکم جمیعا۔ فرمائیں اے لوگو۔ اے بنی انسان میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول ہو کر آیا ہوں۔ اس کے ذریعے کیا لقب ملا۔ المبعوث الی الناس کل انسانوں کی طرف مبعوث ہونے والے۔ حضور صرف عربوں کی طرف مبعوث نہیں ہوئے۔ نہ مخصوص قبیلہ نہ مخصوص قوم نہ مخصوص خطہ اور علاقہ۔ کل عالم انسانیت کے لئے حضور مبعوث ہوئے۔ یہ تو ایک جزء ہے۔ پھر اس سے بڑھ کر مبعوث ہوئے۔ جنات کی طرف بھی اور کل کائنات کی طرف بھی۔ مگر اس آیت میں بیان ہو رہا ہے۔ اس آیت میں جو لقب آیا ہے آقا علیہ السلام کا۔ فرمایا قل یاایھا الناس۔ اے نسل انسانی تم سب کی طرف اللہ کا رسول بن کر آیا ہوں۔ المبعوث الی الناس۔ کل انسانیت کی طرف مبعوث کئے گئے۔

حضور اللہ کے نمائندہ

اس کے بعد آگے بڑی ہی ایک لطیف بات ہے جس کا اشارہ کہیں مفسرین اور مترجمین کو نہیں ہوا۔ بڑی عجیب بات ہے آگے فرمایا۔ فرمادیں اے میرے حبیب میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول ہوں۔ کل انسانیت کی طرف اللہ کا رسول بن کر آیا ہوں۔ کون اللہ الذی لہ ملک السموات والارض ۔ جو زمین و آسمان کی ساری کائنات کا مالک و مقتدر رہتا ہے۔ اس اللہ کا رسول بن کے آیا ہوں۔ تم سب کی طرف۔

فرمایا اے بنی نوع انسان۔ تم سب کی طرف اللہ کا رسول ہوں۔ کون اللہ ۔۔۔۔۔ اب بیان کیا جو رہا تھا اس بات کے کہنے کا۔ اس اللہ کا رسول بن کے آیا ہوں جو ساری کائنات کا ۔۔۔ اس لئے جب بنی پاک نے فرمایا میں رسول آیا ہوں۔ رسول بھیجا گیا ہوتا ہے۔ وہ نمائندہ ہوتا ہے۔ جو بھی خیال آیا کہ میں بھیجا گیا ہوں۔ فوری کا ذہن میں خیال آتا ہے کس کا نمائندہ ۔ کس کا بھیجا ہوا۔ کس کا رسول ۔ یہ سوال ہوا ہے۔ مگر اس کا جواب یہ ہے کہ نمائندہ کے پاس اپنی اتھارٹی نہیں ہوتی۔ جب کوئی سفیر بھی بھیجتے ہیں کسی ملک میں تو کہتے ہیں۔ کہ ملک میں حکومت پاکستان کا سفیر ہوں۔ کہ سفیر کی اپنی اتھارٹی نہیں ہوتی ۔ مگر ۔ وہ سفیر اپنے بادشاہ کی بات کرے۔ تو اس کی بات بادشاہ کی سمجھی جاتی ہے حکومت پاکستان کی سمجھی جاتی ہے۔ بھیجنے والا جتنا طاقتور ہوا نمائندہ اتنا طاقتور ہوتا ہے۔ بھیجنے والا جتنا معظم و مقتدر ہوا۔ نمائندے کی اتنی عزت ہوتی ہے۔ وغیرہ۔

تو جس ملک کی جتنی حیثیت ہوتی جس ملک اور قوم کے سامنے۔ اس کے سفیر کی اتنی ہی عزت ہوتی ہے۔ اسی لئے اللہ نے فرمایا میں بھی یہی بتاتا ہوں کہ مصطفیٰ کس کا سفیر ہے۔ رسالت بھی سفارت ہوتی ہے۔ اور سفارت بڑی شئے ہوتی ہے۔ اور سفارت سے بھی بڑی شئے ہے رسالت۔ تو فرمایا تم دنیا کے سفیروں کو دیکھتے ہو۔ کہ کس کا سفیر ہے اس کے مطابق اپنا واسطہ رابطہ تعلق متعین کرتے ہو۔ آؤ مصطفیٰ بھی سفیر بن کے آیا ہے۔ کل عالم انسانیت کے لیے؟ سوال ہوا بتاؤ کس کا سفیر ہے۔ تاکہ اس کے مطابق متعین کریں کہ کیسے ڈیل کرنا ہے۔ کتنا ادب کرنا ہے کتنی تعظیم کرنی ہے۔ بات کتنی ماننی ہے اور کتنی نہیں ماننی۔ فوراً پوچھا کہ کس کا رسول اور نمائندہ آیا ہے۔ کل انسانیت کی طرف۔ تاکہ ہم سمجھ جائیں کہ کیسا ڈیل کرنا ہے۔ رب کائنات نے فوراً بتایا یہاں سفیر آیا ہے بن کر بھیجا ہوا۔ کس کا۔ اس خدا کا جو ساری ارض و سماء کی کائنات کا مالک ہے۔ جب وہ خدا فرمایا الذی وہ اللہ جو زمین و آسمان کی ساری کائنات کا مقتدر رہتا ہے۔ جب بھیجنے والی ذات زمین و آسماں کا

مالک ہے۔ تو یہ سفیر کا حکم کہاں کہاں چلے گا۔ جہاں جہاں کا مقتدر ہے۔ وہاں وہاں کا یہ رسول ہے۔
جہاں جہاں پر اس کا اقتدار ہے وہاں وہاں پر اس کا اختیار ہے۔ جہاں جہاں تک اس کی سلطنت ہے
وہاں وہاں تک یہ اس کی مملکت ہے۔ جہاں جہاں تک اس کا سلطان ہے۔ وہاں وہاں تک اس کا فرمان ہے۔
جہاں جہاں تک وہ اپنی شان کے ساتھ ہے۔ وہاں وہاں تک یہ اپنی شان کے ساتھ ہے۔ یہ فرمایا۔ لہ ملک
السموات والارض۔ اس اللہ کا رسول بن کے آیا ہے۔ جو ساری کائنات کا مالک ومقتدر ہے۔
یہی کچھ۔ فرمایا اللہ نے کیا سمجھ۔ فرمایا لا الہ الا ھو۔ اس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ کوئی اس
کے سوا کوئی محبوب نہیں ہے۔ باقی جو ہوگا اس کے زمان سے ہوگا۔ پھر فرمایا یحیی
ویمیت۔ جس کو چاہے وہ زندہ کر دے۔ جس کو چاہے وہ مار دے۔ وہ حیات کا مالک بھی ہے اور موت کا
مالک بھی ہے۔ اب اپنی جو جو صفتیں بیان کرتا جائے گا۔ وہ ساری صفتوں کی جھلک اس کے
سفیر میں دکھائی دیتا چلا جائے گا۔

تو فرمایا یحیی ویمیت اس کی اتھارٹی کے خدوخال بیان ہو رہے ہیں۔ اس کی اتھارٹی کے کوالفکیشنز بیان
ہو رہے ہیں۔ وہ کیا ہے۔ وہ حیات کا بھی مالک ہے اور ممات کا بھی مالک ہے۔ مردہ ہو تو اس کو
چاہے تو اس کو زندہ کر دے۔ اس کو کوئی پرواہ نہیں ہے۔ مردہ ہو اسے بھی زندہ کر دے۔ کوئی زندہ ہو اس کو چاہے
تو اس کو مار دے۔ اس کا نمائندہ بن کے آیا ہے۔ اس کا رسول آیا ہے۔ وہ جو مردوں کو زندہ کرتا ہے
اس کا مطلب کیا ہے کہ اس رسول کا خیال کرو۔ ادب کرو۔ کہ مردوں کو ٹھوکر مار دے تو وہ زندہ ہو جائیں۔ مردے کو
پیار سے چھو لے تو زندہ ہو جائے۔ زندہ ہو نگاہ ہٹا لے تو مردہ ہو جائے۔ کیونکہ اس یحیی ویمیت
کا نمائندہ جو ہے۔ یہ سارا بیان کر کے پھر ایک نتیجہ فرمایا۔ پھر کہا۔ فامنوا باللہ ورسولہ۔
اس طرح اللہ کو بھی مانو اور اس طرح اس کے رسول کو بھی مانو۔ النبی الامی۔ تم نے سوچا ہوگا کہ نبی الامی کون
ہے۔ ابھی سمجھ میں آئی کہ ہے۔ اب یہ دہرانے کی کیا ضرورت ہے ایک ہی جملہ ہے۔ آیت تو یہاں سے
شروع ہوئی۔ فالذین یتبعون الرسول النبی الامی۔ مضمون شروع یہاں سے ہوا۔ درمیان میں اس مضمون
کو آگے چلایا پھر یہ کہہ کر فالذین امنوا۔ مضمون ختم ہونے سے پہلے پھر تیسری بار کہا۔ فامنوا باللہ
ورسولہ۔ کیا مطلب ہے اس کا۔ تو بار بار تکرار کا مطلب کیا ہے۔ کسی کو اگر ذوق تفسیر نصیب ہو۔ اور ذوق
معرفت قرآنی نصیب ہو۔ اور کسی کو قرآن کے دقائق ولطائف ومعرفت کا حصہ مل جائے اسے پتہ

M | T | W | T | F | S | S

Memo No ______

Date / /

سمجھانے سے خود سمجھ آئے گی۔ جب تکرار سے یہ بات آئے۔ تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ سمجھ گئے کہ
اب جو میں نے بات کی ہے ـــــ کہ یوں ہی ایمان لاؤ۔ اس کا سفیر یوں سمجھ کر۔ اس شان کے
ساتھ۔ ایمان لاؤ۔ اللہ پر اور اس کے رسول پر۔ رسول النبی الامی۔ وہ جو رسول ہیں نبی امی ہیں۔ الذی
یومن بہ کلمات ہٖ۔ یہ وہ رسول ہیں جو اللہ پر ایمان لائے ہوئے ہیں۔ اور اس کے کلمات پر ایمان لائے ہوئے
ہیں۔ اس شان سے۔ اور تم ان پر اس شان سے ایمان لاؤ۔ یہ اس پر ایسے ایمان لائے ہوئے ہیں تم
ان پر ایسے ایمان لے آؤ ـــ یہ بات ہے کہ پھر فرمایا واتبعوہ۔ سن لیا ہے لہذا پھر فرمایا اس رسول کی پیروی
کرو۔ جو ملنا ہے یہیں سے ملنا ہے۔ ایک بات کو کتنا کہا جا رہا ہے۔ خدا کسی کو سمجھ فہم عطا کرے تو اس
کو سمجھ آئے ـــ تو بار بار اس تکرار کا مقصد کیا ہے۔ واتبعوہ اس رسول کی اتباع کرو۔ اب جب میں نے
سمجھا دیا کہ رسول یہ ہیں۔ یہ سمجھ کر ان کی پیروی کرو۔ لعلکم تھتدون ـــ تاکہ تم ہدایت پا سکو۔
تو فرمایا المبعوث الی الانس یہ سولھواں لقب ہوا۔ اور سترھواں لقب۔ منصور ب المقتدر۔ ہوا۔
رسول المقتدر ـــ قادر مطلق کا نمائندہ ـــ آگے فرمایا بھی وضاحت ـــ الحاکم فی الخلق نیابۃً ـــ
وہ مقتدر رب نے حضور کو حاکم بنایا۔ اس کی نمائندگی کرتے ہوئے۔ اور پھر بھی وضاحت ـــ بات کی۔
باعث الحیات الروحیۃ ـــ وہ حیات و ممات کا مالک ہے۔ اور حضور حیات و ممات کا باعث ہیں۔
وہ موت و حیات دینے والا ہے۔ اور حضور زندگی و موت کا سبب ہیں۔ جو حضور کی غلامی میں آ گیا
آپ کے صدقے سے زندگی پا گیا۔ جو آپ کی غلامی ـــ سے نکل گیا۔ اس صدقے ـــ سے موت پا گیا۔
اور لعلکم تھتدون تاکہ تمہیں ہدایت ملے گی۔ اور بیسواں حضور مرکز الہدایۃ ہیں۔ ہدایت کا مرکز
حضور کی ذات ہے۔ تو ان دو آیتوں میں آقا علیہ السلام کے بیس ۲۰ اوصاف کریمہ کا ذکر ہوا۔

[signature]

19 — 12 — ۲۰۱۸ بدھ
۱۹ — ۴ — ۱۴۴۰
11 — ۴ — 07 — PM
۳ — ۳۱

QARI MU...
Naqashbandi ...
[illegible] 2019
Chak 365/E.B Bureywala ...
Mob:03...

دروسُ الشفاء ۱۳

(رحیم و کریم آقا صلی اللہ علیہ وسلم ۔)

فبما رحمۃ من اللہ لنت لھم ـــــ المتوکلین آل عمران 159 ۔ اللہ رب العزت کی توفیق
سے بحمد اللہ تعالیٰ ـــ آل عمران کی آیت 159 کی تفسیر بیان کر رہے ہیں ۔ قاضی عیاض اپنے سورۃ
اعراف کی آیت نمبر 157 - 158 کے بعد اسی مضمون کے تسلسل میں بیان کیا ہے ۔ مضمون آپ کو
معلوم ہے کہ یہ آرہا تھا ۔ کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضور علیہ السلام کی حمد و ثنا کی ہے ۔ قاضی عیاض فرماتے ہیں ۔
اللہ نے حضور کی ثنا کی ہے ۔ ہم اس لفظ کو اللہ کے لئے استعمال کرتے ہیں نا ۔ اس میں اللہ تعالیٰ نے
حضور علیہ السلام کے وصف بیان کیے ہیں ۔ اور اس کے لئے شہادت و گواہی دی ہے ۔ اس ضمن میں ان
آیتوں کا بیان کیا جاتا ہے ۔ جن میں اللہ تعالیٰ نے حضور کی ثنا کی ہے ۔ اور حضور کی بزرگی بیان کی ہے ۔
آج سے ہزار سال قبل آئمہ اعلام محدثین بزرگان دین ۔ اور دین کے اکابر میں سے ہیں
وہ لوگ ہزار سال قبل ۔ اس ضمن میں وہ آیات لائے ان سب سے اس آیت کا بیان
ہے ۔ اس میں حضور علیہ السلام کی ثنا بیان کی ـــ اور آقا علیہ السلام کی کرامت و عظمت و بزرگی
بیان فرمائی ہے ۔ اور آپ کے اوصاف حمیدہ پر اللہ نے اپنی گواہی بیان فرمایا ۔ جب اللہ نے بیان فرمایا
تو حضور کی ثنا بیان فرمایا ـــ فرمایا فبما رحمۃ من اللہ ـــ اے میرے حبیب اللہ کی
طرف سے جو رحمت آپ کو نصیب ہوئی ہے ۔ اور اللہ کی طرف سے جو آپ کو سراپا رحمت
بنا دیا گیا ہے ۔ اور اللہ کی طرف سے جو آپ پر رحمت ہوئی ہے ۔ یہ اس رحمت کا سبب ہے ۔
کہ آپ لوگوں کے لئے نرم ہیں ۔ (۵۸ ـــ ۴) اللہ کی رحمت اگر آپ چاہتے ہیں ۔ لئن شکرتم
لازیدنکم ۔ (ابراہیم) یہ اللہ کی رحمت ہے کہ آپ لوگوں کے لیے نرم ہیں ۔ اور اگر آپ لوگوں کے لئے اور
نرم رہیں گے ۔ تو اللہ کی رحمت اور زیادہ ہوتی چلی جائے گی ـــ اللہ اپنی رحمت فرماتا ہے ۔ اپنی نعمت فرماتا
ہے ۔ بندہ جب اس نعمت کا شکر ادا کرتا ہے ۔ لئن شکرتم اس کا تشکر ہے ۔ اس کا ادائے
شکر ہے ۔ اللہ کی رحمت کا شکر ادا کرنا یہ ہے ۔ کہ جس پر اللہ کی رحمت ہو وہ بہت زیادہ گرم
سرد نہیں ہوتا ۔ وہ تو رحمت کے سمندر میں ڈوبا ہوا ہے ۔ وہ لوگوں کے ساتھ الجھتا نہیں ۔ لوگوں

کو کھانے کو نہیں دوڑتا — لوگوں سے ہر وقت غصّے نہیں ہوتا۔ سخت تلخ زبان استعمال نہیں
کرتا — ہر ایک کو نرمی اور پیار سے بلاتا ہے کیونکہ اس لیے نرمی اور پیار سے بلاتا ہے۔ خود جو اللہ نے
اس پر پیار کر رکھا ہے۔ یہ پوری رحمت کے سمندر میں اُسے غرق کر رکھا ہے۔ گھڑا ہو خالی —
اس کو بجائیں تو آواز کرتا ہے، غصہ کرتا ہے، جلال دکھاتا ہے، شور شرابا ہنگامہ کرتا ہے۔
اسی گھڑے کو آپ لبالب بھر دیں — اور پھر بجائیں تو آواز بہت بھینی ہو جاتی ہے۔ یعنی
وہ شور نہیں اتنا نرم پڑ جاتا ہے۔ چونکہ اللہ کی رحمت سے بھر جو گیا — تو بندہ اگر اللہ کی رحمت
سے بھر جائے۔ تو بگڑتا نہیں ہے۔ سکون سے رہتا ہے۔ لوگوں سے نرمی سے بات کرتا ہے۔ پیار
سے بات کرتا ہے۔ اور جو بہت بگڑے اور بڑا جلال دکھائے اور بڑا غصّہ دکھائے۔ تو سمجھ لیں کہ
یہ اللہ کی رحمت سے بھرا ہوا نہیں ہے — ہماری بدقسمتی یہ ہے کہ

ہماری مذہبی زندگی کے نمائندگان بالعموم بگڑے رہتے ہیں۔ غصّہ کر لیتے ہیں ناراض ہو جاتے
ہیں — جلال میں آجاتے ہیں۔ دیکھئے یہ اللہ کی رحمت سے بھرے ہوئے نہیں۔ لنت لھم۔ لیکن
ہوتا ہے — اس کی طبیعت میں نرمی ہوتی ہے۔ یہ کیوں فرمایا فبما رحمۃ من اللہ — یہ اس رحمت کا
عکس ہوتا ہے۔ جو اللہ کی ہر رحمت ہر وقت آپ پر رہتی ہے — اب دیکھئے۔ اللہ نے فرمایا
فبما — بما سببیہ ہے۔ یعنی یہ جو ہر وقت رحمت اللہ کی آپ پر رہتی ہے — اتنی رہتی
ہے کہ آپ خود ہی اللہ کی رحمت ہو گئے ہیں — یا اللہ نے آپ پر اتنی رحمت فرمائی ہے۔ کہ خود
آپ کو ہی اپنی رحمت بنا دیا ہے — اب آپ خود سراپا اللہ کی رحمت ہو گئے ہیں۔
ارشاد فرمایا وما ارسلنٰک الا رحمۃ للعالمین (الانبیاء 107) تو فبما رحمۃ من اللہ
بات چلی کہ اللہ کی طرف سے آپ کو رحمت نصیب ہے — اور ختم ہوئی تو خود
رحمت ہو گئے — وما ارسلنٰک الا رحمۃ للعالمین۔ اب آپ اللہ کی رحمت ہیں — اس
سبب سے اس کا عکس کیا ہے۔ پتہ کیسے چلتا ہے کہ آپ سراپا رحمت ہیں۔ فرمایا لنت لھم۔
لوگ نہیں دیکھتے آپ کو کہ آپ مسکرا کے بات کرتے ہیں۔ آپ جس سے بات کرتے ہیں پیار
سے بات کرتے ہیں۔ آپ جدھر جاتے نصیحت پیار موعظت سے سمجھاتے ہیں۔ کافر و مجرم
بھی پیار سے بات کرتے ہیں۔ دوستوں اور دشمنوں سے بھی پیار کرتے ہیں — وہ حدیث پاک میں:

///

(کتاب الشریعۃ 2063)

کہ کافر مکہ مکرمہ سے آیا مدینہ پاک میں (صحیح مسلم) آپ کی بارگاہ میں۔ دن میں کاروبار
کیا۔ رات سونے کا ٹھکانہ نہیں تھا۔ سونے کی جگہ نہیں تھی۔ رشتے دار جو نہیں رہے۔ وہ کہیں
آقا علیہ السلام کے گھر آ گئے۔ اللہ کی شان۔ جنہوں نے نکال دیا ہے ہجرت سے مجبور کر دیا
ہے۔ اُن کا وہ کافر اپنے کام کاج کے لیے آیا۔ جب فارغ ہو گیا۔ اس کے بعد جب اس کو
کوئی جگہ نظر نہ آئی ٹھہرنے کے لیے۔ تو رات کو حضور کا گھر نظر آیا۔ اس کو خیال آیا۔ اس کو
یہ مغالطہ نہیں تھا۔ کہ میں کافر ہوں۔ اور دشمن ہوں۔ یہ بھی مغالطہ نہیں کہ ہم نے تلواروں کے سائے
میں محاصرہ کر لیا تھا کہ مکہ سے حضور ہجرت کر کے آ گئے۔ اسے یہ بھی مغالطہ نہیں کہ ہر سال
لشکر لے کے جنگ لڑتے ہیں ہم آ کر بدر بھی لڑے۔ اُحد بھی لڑے۔ غزوہ خندق بھی لڑے۔ ہر سال
ہم یلغار کرتے ہیں اسے مغالطہ کسی شئے کا نہیں۔ پھر بھی رات آقا کی بارگاہ میں سونے
کے لیے آ گیا۔ کیوں یہ دشمن کو بھی ادراک ہے (میں تو پیغمبر رحمت) اپنے کے لیے بھی
پرائے کے لیے بھی۔ دوست کے لیے بھی دشمن کے لیے بھی۔ جب دشمن بھی مان گئے یہ ہیں کو
سراپا رحمت۔ تو یہ اللہ کی رحمت تب بنتی ہے۔ تب ہو گا شعور کہ یہ اللہ کی رحمت ہیں۔
اور اس کی علامت فرمایا کہ لنت لھم۔ آپ نرم ہیں۔ خود بھوکے سو گئے۔ اس کا
پیٹ بھر دیا۔ صبح تشریف لائے۔ ادھر صبح طلوع ہوئی اُدھر اس کی فجر ایمان طلوع ہو گئی۔
ایمان لے آیا۔ حضور نے رات کو بھگا کے وہ منظر اس کو نہیں کہا تھا۔ وہ تو مہمان
آیا تھا بس اس کو دودھ ہی پلاتا تھا۔ اور اتنا پلایا کہ سات بکریوں کا دودھ پی گیا۔ اور خود فاقے
کی حالت میں سو رہے۔ بس یہی کچھ کیا۔ اور اس سے مسلمان ہو گیا۔ تو پتہ چلا۔ ایسے کردار
سے بڑھ کر تبلیغ کوئی نہیں ہے۔ اگر کردار ایسا میٹھا شفیق اور حلیم ہو اس سے بڑی تبلیغ
نہیں ہے۔ ہم اسی چیز سے محروم ہیں۔ ہم سارا کچھ کرتے ہیں۔ ہم کردار میں مٹھاس
نہیں لاتے۔ بات میں مٹھاس نہیں لاتے۔ شفقت نرمی پیار محبت الفت یہ نہیں لاتے۔ یہ
وہ کافر ہے ایک۔ پھر اور کافر آ گیا۔ وہ بھی رات حضور کے پاس آ کے سویا۔ اس کو پیٹ کی
خرابی۔ موشن تھے۔ اس نے بستر خراب کر دیا آقا علیہ السلام کا۔ گندا۔ صبح اٹھا ڈر کے مارے
بھاگ گیا۔ اس نے کہا یہ جو بستر خراب کر دیا ہے تم نے۔ صحابہ کرام آ جائیں گے۔ میری تو پٹائی

ہو گئی۔ بھاگ گیا۔ صبح خیال آیا کہ میری تلوار وہیں رہ گئی۔ اب وہ تلوار لینے کے لئے آیا تو جب گھر کے
قریب آیا۔ دیکھا کہ آقا علیہ السلام ایک لوٹے لیکر ایک دو لکڑیاں پانی گرا رہے ہیں۔ اور آقا علیہ السلام
اپنے دست مبارک سے دھو رہے ہیں۔ چادر دھو رہے ہیں۔ جب وہ قریب آیا اس
کو ڈر تھا۔ کہ میری شامت آ جائے گی۔ جب قریب آیا تو آقا نے فرمایا۔ تجھے کوئی تکلیف تھی
تو میں تیرا کوئی علاج کرتا رات کو۔ بس اور تبلیغ نہیں کی۔ بس شفقت دیکر دار رحمت
کا سمندر دیکھ کر کلمہ پڑھ کے مسلمان ہو گیا۔ ۰۰ کافر جس نے چاند کو دو ٹکڑے ہوتے
بھی دیکھا تھا۔ اور مسلمان نہیں ہوا تھا۔ چودھویں رات کا چاند بھی دو ٹکڑے ہوا ان کافروں
میں سے اُن میں سے۔ کنکریوں کو کلمہ پڑھتے بھی دیکھا۔ درختوں کو سجدہ کرتے بھی دیکھا۔
معجزات دیکھے۔ تبلیغ سنی خطاب سنے۔ وحی الہی سنی سب کچھ سنا۔ اور کلمہ نہیں پڑھا۔
اور آج صرف نرم نرم گفتگو۔ گفتگو میں مٹھاس۔ موقع ملا قریب ہو کر۔ کردار اور برتاؤ
میں شفقت اور رحمت کو دیکھا۔ یہی تبلیغ کام کر گئی مسلمان ہو گیا۔ (۵۳-۵۴)

آقا علیہ السلام نے تبلیغ کے سارے طریقے وراثت میں امت کو دیئے ہیں۔

سارے طریقے آقا علیہ السلام نے عملاً فرمائے ہیں۔ سب سے بڑا موثر طریقہ تبلیغ نوجوانوں
کے حالات بدلنے کا۔ وہ طریقہ شفقت و رحمت ہے۔ لنت لہم۔ آپ ان کے لئے نرم
ہیں۔ فرمایا ولو کنت فظا غلیظ القلب۔ اگر آپ سخت گفتگو کرنے والے۔ اور دل
کے بھی سخت ہوتے۔ اگر آپ کی طبیعت میں سختی ہوتی۔ اور گفتگو میں بھی سختی ہوتی۔ تو
پھر کیا ہوتا۔ لن فضوا من حولک۔ یہ جو آپ کے ارد گرد جمگھٹا نظر آتا ہے نا ستاروں
کا۔ ٹوٹ کے بکھر کے منتشر ہو کے بھاگ گئے ہوتے۔ یہ جو جمگھٹ نظر آتا ہے اور لوگ کشاں
کشاں آتے ہیں آپ کی طرف کھچے کھچے سے زیادہ شراب خانے میں۔ آگے جواب آتا ہے۔
فقط یہ بات کہ شیر فغاں ہے مرد خلیق۔ ایک ہی سبب ہے کہ یہاں بلانے والا بڑا خلیق ہے
جو بلانے والا ہے وہ بڑا شفیق ہے۔ اب بلا بلا کے بلاتا ہے۔ تو پوچھتا ہے اور بھی چاہیئے
سے تو دیتا ہے اور کہتا ہے لینے والے کی خیر ہو۔ یہاں تو کہتے ہیں دینے والے کی خیر ہو
اور یہاں کا جو ساقی ہے نا۔ وہ ایسا ہے وہ الٹا کہتا ہے۔ دے کر کہتا ہے۔ لینے والے کی خیر ہو۔

پوچھتا ہے اور سائل جا چکے ——— (۱۶-۴۷) ؎ تیر فغاں ہائے مرد خلق .

یہ بات ختم ہو گئی ہے ہمارے اندر - ایک مرتبہ کسی نے سوال کیا آقا علیہ السلام کی سخاوت کے
باب میں اعتراض کے طور پر - بڑی حیرانی بات ہے - تم کہتے ہو ہمارے پیغمبر بڑے سخی تھے - یہ کونسی
جو آپ اُن کی سخاوتوں کی باتیں سناتے ہیں - یہ کونسی اتنی بات بڑی ہے اور معجزہ ہے - ہم نے سنا
ہے کہ حاتم طائی اتنا سخی تھا - ایک ہی شخص اس کے دربار میں لینے کے آیا اس نے دے دیا وہ شخص ہر
دروازے سے آیا - تھوڑا سا بھیس بدل کے - اس نے پہچان لیا - اس نے ناہ نہیں کی - پھر دے دیا -
ما پھر بدل ——— کے تیسرے دروازے ——— اس نے دے دیا ——— بدل بدل کے سات دروازوں
——— آیا - اور پہچاننے کے باوجود بھی نہیں کہا کہ تم تو وہی ہو - جو بار بار آ رہے ہو - اس نے سات مرتبہ
دے دیا ——— کوئی ایسی سخاوت کا واقعہ جو تمہارے پیغمبر کی سیرت میں ہے - تو یہ سوال مجھ
پہلی مرتبہ ہوا ——— میں نے کہا ہاں یہ سخاوت ہی کوئی نہیں ہے یہ تو بخل ہے ——— وہ پہلی بار اتنا ہی کہ
دینار ——— دوبارہ آنے کی ضرورت نہ پڑتی ——— ہمارے پیغمبر کی سخاوت یہ ہے پہلی بار اتنی
جھولی بھر دیتے ہیں - کہ اسے دوبارہ حاجت تک مانگنے کی حاجت ہی نہیں رہتی ——— وہ تو
سات مرتبہ آتا ہے بار بار ——— جھولی تنگی کی طرح ہوتا ہے - جھولی بھر دیتا - تو پھر کیسے آتا ———
ہمارے آقا پہلی بار تو اتنا دیتے ہیں کہ وہ پھر جاتا ہے - پھر اس پر ثبوت ہیں کتب احادیث کی
کتب سیرت اور کتب شمائل میں ——— آقا علیہ السلام نے دیا یا مدینہ کے دو پہاڑوں کے درمیان جو
وادی ہے - اتنا ——— تک کو وادی جتنا بھر کے دے دیتے تھے - ایک شخص آیا اس نے کہا مجھے سارا
ریوڑ دے دیں - آقا علیہ السلام نے یہ بھی نہیں پوچھا سارا ریوڑ کیوں مانگتے ہو کام تو ایک دو
بکریوں ——— سے بھی چل جائے گا - سارا ریوڑ مانگا تو سرکار نے سارا ریوڑ ہی دے دیا -
نماز پڑھ کے ہیں مصلے پر تکبیر اولیٰ شروع کی ہے نماز پڑھانے لگے ہیں - مسجد کے باہر آواز
آگئی کسی سائل کی ——— میں بھوکا ہوں مر رہا ہوں بھوک کے مارے - تو آقا علیہ السلام کسی صحابی کو بھی فرما
سکتے تھے - میں نے سن لیا ہے - چار منٹ رک جا - نماز پڑھا کے آ رہا ہوں - میں کے دیتا ہوں -
وہ جماعت کھڑی ہے - تکبیر ہو چکی ہے جماعت کو وہیں روک دیا سائل کی آواز سنی اور باہر چلے
کیا چاہیے ہے - اتنا چاہتا ہوں - سارا عطا کر دیا - پھر آ کے نماز پڑھائی - تو آقا کی سخاوت کا

ہو جاتے - دیتا تھک بھی جاتا ہے - اللہ ساتھ دعائیں بھی دیتا ہے - فیض اور کرم بھی دیتا ہے اور دعائیں بھی دیتا ہے،
اور یہ بھی فرماتا ہے کہ لینے والے بشری صبر ہو ——

تو فرمایا محبوب اگر آپ ایسے نہ ہوتے - تو کب کے بھاگ گئے ہوتے گروہوں کو - یہ جو کچھ
چلے آتے ہیں لنت لھم - یہ رحمت سے شفقت ہے آپ کی - اب یہ ساری بات اللہ نے بیان
فرمائی — انتہا ہو گئی نا - آقا علیہ السلام کی رحمت کی شفقت کی — کرم نوازی کی نرمی کی —
یہ پیار فرما کر - ایسے بیان کر میرا حبیب ایسا ہے — یہ تو ہمیں بتایا ——
اب آگے حضور علیہ السلام سے تربیت کی بات شروع کرتا ہوں نا —— اللہ حضور کا استاد
بھی تو ہے - اللہ تعالیٰ حضور کا مرشد بھی ہے مربی بھی ہے معلم بھی ہے - تو اللہ تعالیٰ حضور کی تربیت بھی کرتا
ہے - ہمیں بتا دیا کہ ایسا ہے میرا حبیب — ہمارا موضوع ختم کر دیا - اب خطاب کا رخ
موڑا — آؤ محبوب آپ کو آج کا سبق پڑھا دیں — فاعف عنھم - ان سے درگزر کیا کریں
یعنی اتنے مقام کی درگزری اور شفقت اور نرمی بیان کر کے اس کے بعد پھر فرمایا ان سے درگزر کیا کر -
معلوم نہیں کہاں تک لے جانا چاہتا ہے —— انتہا تو پہلے بیان کر دی ہے - اور انتہا شفقت و نرمی
پیار کی بیان کر کے پھر فرماتے ہیں - ہمارا تو دین کی خدمت حضور کی نوکری کرنے والے کئی ایسے بھی
ہیں - کہ قبیلہ منگول سے آئے ہیں - اور بقیۃ التاتار بنتے ہیں - اللہ سب کو عدل دے محبت دے
تاتاری پن کی بات نہیں چلتی - تار تار ہو جاؤ - اتنے نرم ہو جاؤ - اس کی رقت میں تار
تار ہو جاؤ —— آقا علیہ السلام کی شفقت رحمت نرمی کی انتہا بیان کر کے اب فرماتا ہے فاعف
عنھم - حبیب تو معاف کر دیا کر —— اب معلوم نہیں کہ معافی اور درگزر میں کس مقام پر کھڑا
کرنا چاہتا ہے - اور پھر فرمایا واستغفر لھم — اور ان کے لئے خود بھی معاف کر دیا کریں - اور مجھ
سے بھی ان کے لئے معافی کی سفارش کیا کر — واہ —— کیا کرم ہے ——

کہ گنہگار ہیں - غلطیاں ہیں ان میں - خود بھی معاف کریں - اور مجھ سے بھی معافی کے بارے میں کہا کریں -
اور فرمایا محبوب ایک کام اور بھی کر لیا کر - ان کے دل اور بھی مضبوط ہو جائیں گے آپ کے ساتھ
جڑ جائیں گے - اور ان کا اعتماد ہمیشہ رہے گا - یہ قائدین کے لئے ہے - کسی نظام کو چلانے
والے لوگوں کے لئے سنت ہے - فرمایا ایک کام جب اور کیا کرو - تاکہ ان کا اعتماد آپ کا ہمیشہ

رہتے — فاصلہ نہ معلوم کیا۔ وشاورھم فی الامر۔ جب کوئی فیصلہ کرنے لگے تو اِن سے مشورہ کر
لیا کریں — یہ مشورہ بھی اسی شفقت کی برانچ ہے۔ حضور محتاج نہیں ہیں۔ وہ جو پہلے ہوا
ہے فبما رحمۃ من اللہ لنت لھم۔ یہ حضور کی محتاج نہیں ہے۔ یہ ساری علامات شفقت و
رحمت ہے۔ کہ اگر یہ ان پر شفقت بھی ہو جائے — کہ مشورے کیلئے بلا لیا کریں۔ حبیب آپ کو
ان کے مشورے کی حاجت نہیں ہے میں ہی کافی ہوں — ان کے دل بڑے ہو جائیں گے۔ کہ ہم
سے مشورہ لیا ہے۔ ہم سے رائے پوچھی ہے ہمیں عزت دی ہے۔ اس سے دل اونچا ہو جاتا
ہے۔ حوصلے سے ہماری بات سنی ہے۔ ہماری رائے لی ہے ہمارا مشورہ کیا ہے۔ اُن کے
سارے بوجھ اتر جاتے ہیں — اس کے بعد محبوب آپ سے زیادہ صحیح کون جانتا ہے کہ صحیح
کیا ہے اور غلط کیا ہے۔ تو ان کو مشورے میں شامل کر لیا کریں۔ بلا لیا کریں۔ اس سے
ان کی تربیت بھی ہو گی۔ اور حوصلے بھی بلند ہوں گے اور پھر فاذا عزمت اس کے بعد جب آپ
ارادہ کر لیں تو فیصلہ کر لیں — پھر فیصلہ کریں۔ تو فیصلے پر پہنچنے سے پہلے تین چیزیں
ہونا ضروری ہے۔ (۱) درگزر (۲) نرمی جب طبیعت ٹھنڈی ہو۔ جو فیصلے گرمی میں ہوں
وہ اچھے نہیں ہوتے — ٹھنڈی طبیعت جب آپ دیکھیں کہ آپ غصے میں ہیں تو کبھی فیصلہ
نہ کریں — بیوی کا بچوں کا گھر والوں کا۔ رشتہ داروں کا۔ دوست احباب کا اپنے پرائے کا۔ اپنے
بارے میں کوئی فیصلہ دائمی یا بائن کرنے کا — جب دیکھیں کہ غصے میں ہے۔ فیصلہ نہ کریں۔ فرمایا آقا
علیہ السلام کو اللہ پاک نے پہلے نرمی ہو۔ پھر درگزر کا ہو۔ پھر اللہ سے ان کی بھلائی کی چھوٹ ہو۔
ان کی معافی کی اور بخشش کرنے کا حوصلہ ہو — پھر شریک مشاورت کریں۔ چار مرحلے
طے کریں تو فاذا عزمت پھر فیصلے کے سارے دل بند ہوتے ہیں۔ پھر فیصلہ کریں۔ تو اللہ پاک نے
جن کو فیصلے کرنے کے مقام پر بٹھایا ہو — فیصلے کے منصب پر۔ منصب قضاء پر۔ منصب امر پر۔
تو بنیادی چیز جو سمجھنے والی وہ یہ ہے۔ اسی منصب پر جب فائز ہوتا ہے بندہ تو وہ امر ہے۔
پیر اپنے مریدوں کے لئے اولی الامر ہے — استاد شاگردوں کے لئے — والد اپنی اولاد کے لئے۔ بڑا چھوٹے
کے لئے اولی الامر ہے — بڑے عہدے دار اپنے اہلکاروں کے لئے اولی الامر ہے — تو وشاورھم فی الامر۔
فرمایا اس امر میں ان کو شریک مشورہ کریں۔ یعنی اپنے کام جو کریں فیصلے جو کریں۔ ان میں ان سے

M T W T F S S — Memo No ______ Date / /

مشورہ کیا کریں۔ امر آپ کو دیا جاتا ہے اور نبھانا آپ ہی نے ہے ان کے مشورے سے۔ یہ طریقہ دلجوئی کا ہے۔
ان کو شریک امر کیا ہے مشاورت کی شکل میں۔ فرمایا جب ان مراحل سے گزر کے آپ فیصلہ
کریں تو وہ فیصلہ اچھا ہوگا۔ جب عزم کر لیں پختہ ارادہ کر لیں۔ فتوکل علی اللہ پھر اللہ پر توکل کریں
اور جم جائیں۔ پھر گو مگو کی کیفیت میں نہ رہیں۔ اس آیت میں بڑا خزانہ ہے فیصلہ کرنے والوں کا بیان
فرمایا ہے۔ کہ کیسے منصب کو نبھانا ہے۔ ان اللہ یحب المتوکلین۔ اللہ تعالیٰ بھروسہ کرنے والوں سے محبت کرتا
ہے۔ اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو یاد دلایا ہے۔ حضور علیہ السلام پر اپنی رحمت انعام کا بیان کر کے۔ لوگوں کو متوجہ کیا۔
یاد دلایا کہ اس نے اپنے رسول پر اتنا احسان اور انعام کیا اور اتنا کرم کیا۔ رسول پر وہ کیسے ہیں۔ انہ جعلہ رحیم بالمومنین
مومنوں کے لئے اپنے رسول کو سراپا رحیم بنایا ہے۔ انہ جعلہ رسولہ رحیم بالمومنین
سراپا رؤف بنایا ہے۔ دل کو نرم بنایا ہے۔ پوری دنیا اسے محبوب آپ پر جان قربان کرتی پھرتی ہے۔
سارے کے سارے پھرتی ہے۔ اگر آپ کو سخت دل بنایا ہوتا تو یہ دور جا چکے ہوتے۔ آپ علیہ السلام کی نرمی شفقت
و رحمت کا ذکر بیان کر کے پھر تعلیم دی گئی کہ ان کو معاف کر دیا کریں۔ یعنی اللہ پاک نے فرمایا کہ اس سے
بھی اونچا جائیے۔ یہ نصیحت دی کہ جہاں نرمی و شفقت و محبت میں کھڑے ہیں۔ اللہ فرماتا ہے اس سے
اور اونچا جائیں۔ فاعف عنہم۔ پھر ایک منزل اور اوپر جائیں۔ واستغفر لہم ایک منزل اور اوپر جائیں۔
وشاورھم فی الامر۔ ایک منزل اور اونچا جائیں۔ جہاں آپ کھڑے ہیں اس سے بھی اس سے بھی اوپر جائیں۔
جب اتنا اونچا چلے جائیں تب آپ کا فیصلہ فاذا عزمت اچھا فیصلہ ہوگا۔ اور پھر اس فیصلے پر اللہ پر توکل کریں
تو پھر سونے پر سہاگہ ہوگا۔ پھر اس کے نتیجے میں اللہ کا پیار نصیب ہوگا۔ ان اللہ یحب المتوکلین۔
تم اتنا کر لو۔ پھر ہم تم سے پیار کریں گے۔ جب اللہ اس بندے سے محبت کرنے لگ جائے گا۔
پھر سارے کام ختم ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ اپنے محبوب کے چشمہ فیض سے ہمارے دلوں کو جلا دینے
درست کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

اتوار

۲۰۱۸
۲۳ — ۱۲ — ۱۴۴۰
۱۵ — ۴ — ۳۵ — pm
۱۹ — ۳ —

اللہ تعالیٰ کا حضور اکرم سے مشفقانہ انداز خطاب
صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وبارک وسلم

درس الشفاء میں یہ جو فصل ہے اللہ تعالیٰ کے اُن خطابات کا ہے۔ جو اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمائے ہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ حضور علیہ السلام کے ساتھ شفقت کے ساتھ معاملہ کرتا ہے اور آپ سے ایسا معاملہ کرنا۔ حضور کے ساتھ اللہ کی محبت اور لطف و کرم ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا سورۃ التوبہ میں۔ عفا اللہ عنک لم اذنت لھم [۴۳]۔ یہ آیت غزوہ تبوک کے موقع پر نازل ہوئی ہے۔ کچھ منافقین حاضر ہوئے۔ حضور علیہ السلام کی بارگاہ میں۔ اور انہوں نے اجازت مانگی اس غزوہ میں شرکت نہ کرنے کے لئے چھٹی مانگی۔ انہوں نے عذر بیان کیا گھر کا۔ کسی کی بیوی بیمار ہے۔ کسی کے بچے بیمار ہیں۔ کسی کی یہ مجبوری ہے۔ ایسے بہانے بنائے گھڑ کے حضور علیہ السلام سے رخصت لی۔ آپ نے اجازت عطا فرما دی۔ نتیجۃً وہ نہیں گئے تھے۔ اس پر یہ آیت کریمہ نازل فرمائی۔ سورۃ توبہ میں۔
اب اس پر قاضی عیاض فرماتے ہیں کہ یہ مورد ملاطفت ہے۔ فرماتے ہیں کہ یہ جو آپ نے اجازت دے دی۔ منشاء کلام یہ ہے۔ کہنا مقصود یہ ہے کہ باری تعالیٰ اے میرے حبیب ان کو اجازت نہ دیتے تو بہتر ہوتا۔ آپ نے انہیں اجازت کیوں دی۔ یہ منافق تھے۔ اگر آپ ان کو رخصت نہ دیتے تو وہ خود بخود ننگے ہو جاتے۔ کیونکہ اجازت نہ دیتے تو تب بھی انہوں نے نہ جانا تھا۔ کوئی اور بہانے بناتے۔ اجازت نہ ملنے کے باوجود نہ جاتے تو بے نقاب ہو جاتے ان کی منافقت ظاہر ہو جاتی۔
اب اللہ تعالیٰ بتانا یہ چاہتے ہیں کہ آپ نے ان کو اجازت کیوں دی۔ (اب کیوں دی سے بعض لوگوں نے معنی یہ لیا کہ معاذ اللہ معاتبہ ہیں۔ اللہ نے اظہار عتاب کیا ہے۔ یہ سوئے ادب ہے) ان کو رد کر کے قاضی عیاض نے کہا۔ یہ معاتبہ نہیں یہ ملاطفہ ہے۔ معاتبہ تب ہو جب کوئی غلطی کی۔ غلطی تب ہوتی ہے جب کسی حکم سے۔ جو پہلے سے موجود تھی اب اس کی ادائیگی میں کوئی کوتاہی ہو گئی ہو۔ یا اس میں سہو کیا ہو۔ اللہ کا کوئی حکم تھا۔ کہ ان کو اجازت نہیں دینی۔ اگر اس حکم کی کوئی پہلے سے ہی کوئی خلاف ورزی ہو جائے یا اس کی ادائیگی میں سہو ہو جائے۔ یا کوئی کوتاہی معاذ اللہ ہو جائے۔ تو پھر یہ محل معاتبہ بنتا ہے۔ پھر عتاب کی وجہ اور مقام بنتا ہے۔ اگر

پہلے سے ان کو اجازت دینے یا نہ دینے کے معاملے میں کوئی حکم شریعت میں نہ تھا۔ تو پھر حضور علیہ السلام کو
اختیار تھا۔ تو اللہ کے پیغمبر کے سے تو معاملہ ایسا تھا شریعت میں۔ کہ جب تک کوئی حکم نہیں آیا۔ اگر
مثال کے طور پر جب کوئی حکم حرام کا ہی نہیں آیا۔ تو شراب بھی پیتے تھے تو اس پر سزا نہیں تھی۔
جب کوئی چیز حرام ہونے کا حکم نہیں آیا تھا تو اس وقت تک اس کے ارتکاب میں گناہ نہیں تھا۔
تو گناہ بنتا ہے خلاف ورزی سے مخالفت سے حکم کی مخالفت بنتی ہے حکم الٰہی سے حکم الٰہی کے
عدم تعمیل سے۔ عدم تعمیل تب ہوتی ہے جب حکم الٰہی موجود ہو۔ اگر حکم سرے سے موجود ہی نہ ہو
تو مخالفت نہ ہوگی۔ عدم تعمیل نہ ہوگی۔ عدم تعمیل نہ ہوگی تو مخالفت نہ ہوگی۔ جب مخالفت نہ ہوگی
تو نہ کوئی گناہ ہوا نہ کوئی لغزش ہوئی۔ کوئی گناہ اور لغزش نہ ہوئی تو معافی کیسا ـــــ (۲۳-۷)
گرفت کسی کی کس چیز کی گرفت تو معافی کا مقام بنتا ہی نہیں۔ تو پھر کیا بنتا ہے قاضی عیاض
نے فرمایا۔ یہ مقام ملاطفہ کا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے لطف و کرم اور محبت و لطف اور شفقت کا اظہار
کیا ہے۔ یہ کہہ کر۔ اب اس پر قرآن مجید ہی دلیل ہے۔ کہ اب تک جو بات ہو گئی۔ انہوں نے تو
آیت بیان کی تھی ~~فبما رحمۃ من اللہ لنت~~ عفا اللہ عنک ـــــ اب اس آیت کے آگے۔ حتی یتبین
لک۔ آپ نے ان کو اجازت کیوں دی نہ دیتے حتی کہ آپ پر ظاہر ہو جاتا۔ یعنی اللہ کا حکم صریح ہو
جاتا ہے۔ اور یہ تبیین ہو جاتی۔ اجازت دینے یا نہ دینے اس کی صورت واضح ہو جاتی۔ آیت خود بتا رہی
ہے حتی یتبین لک۔ آپ نے اجازت کیوں دی۔ ابھی تک اس کا حکم نہیں ملا تھا۔ تو حکم کی
خلاف ورزی ہی نہیں ہوئی ـــــ تو حضور کا اختیار ہے۔ جو چاہیں اجازت دیں۔ نہ دیں ـــــ
تو پھر معافی اور گرفت اللہ کی ناراضگی نہیں بنتی ـــــ تو پھر یہ کیا ہے۔ تو اب اس پر قاضی عیاض
نے بیان کیا۔ کہ اللہ تعالیٰ کا انداز کلام جو ملاطفہ والا اس طرح ہے۔ کہ دراصل بتانا یہ چاہتا ہے۔
کہ ان کو اجازت نہ دیتے تو بہتر ہوتا۔ اجازت دینا ٹھیک نہیں ہوا۔ یہ خود ننگے ہو جاتے۔ مگر
یہ بات نہیں کہی باری تعالیٰ نے کہ اجازت کیوں دی ـــــ یہ بات نہیں کی۔ عفا اللہ عنک۔ اللہ
تجھے سلامت رکھے۔ اللہ تجھے غم زدہ نہ ہونے دے۔ اللہ تیری طبیعت کو بوجھ نہ آنے دے۔ اللہ تجھے
عافیت میں رکھے۔ عفا اللہ عنک۔ اور یہ غم اور یہ طبیعت کا بوجھ اللہ تجھ سے دور رکھے۔

M | T | W | T | F | S | S

Memo No ______
Date / /

حبیب انہیں اجازت کیوں دی۔ یہ کلام ملاطفت ہے۔ تو اللہ پاک نے کیوں دی کہنے سے
پہلے دعائیں دیں۔ یعنی شفقتیں کیں۔ آپ کو محبت بھرے کلمات کہے۔ شفقت بھرے کلمات
کہے۔ اللہ تجھے سلامت رکھے۔ قاضی عیاض فرماتے ہیں۔ کہ امام ثمر قندی نے روایت کیا۔
کہ اللہ نے تجھے عافیت دی۔ مقصود وقت تسلیم القلب ہے۔ عافیت والا ہے میرا حبیب
رب تیری طبیعت اور دل ہر غم سے محفوظ رہے۔ لما اذنت لھم۔ یہ تو بتا۔ ان بے ایمان
منافقوں کو اجازت کیوں دی۔ نہ دیتے تو یہ خود ننگے ہو جاتے۔ یہ آپ سے دھوکہ
کرنے آئے تھے۔ لما اذنت لھم سے شروع نہیں کی۔ قاضی عیاض فرماتے ہیں اس
لئے شروع نہیں کی۔ کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ اللہ پاک نے سوچا کہ اگر میں شروع بات
یہاں سے کروں کہ محبوب انہیں اجازت کیوں دی۔ تو کیوں کو سن کر حضور کا نرم و نازک
دل کہیں طبع نازک پر آ جائے۔ اور یہ نہ سمجھنے لگ جائیں کہ میرے اجازت دینے سے شاید
اللہ ناراض ہو گیا ہے۔ اور ناراضگی کے خیال سے کہیں میرے حبیب کا دل ٹوٹ نہ جائے۔ کہیں
غم زدہ نہ ہو جائیں۔ کہیں طبیعت مقدسہ مغموم اور پریشان نہ ہو جائے۔ تو اللہ پاک نے
فرمایا کہ اس کیوں والی بات کو کرنے سے پہلے جیسے کوئی ماں۔ بلا تشبیہ و تمثیل
ماں کسی بچے کو تادیب چاہے۔ کوئی بات سمجھانا چاہے۔ تو سمجھانے سے یہ سمجھے کہ اگر میں
نے اس طرح براہ راست ڈائریکلی بات شروع کر دی تو شاید بچہ گھبرا جائے گا۔
ہیبت زدہ نہ ہو جائے۔ تو اس کو ہیبت اور گھبراہٹ سے بچانے کے لئے۔ پہلے اسے پیار
سے کہے میرے بچے اللہ تجھے سلامت رکھے۔ یہ گلاس کیوں توڑ دیا۔ اسے بالکل گھبراہٹ نہ ہوگی۔
اگر گلاس بھی توڑ چکا ہے۔ تو ماں باپ اس ڈھب سے پوچھیں گے۔ تو بچے پریشان
نہیں ہوگا۔ اور اگر سیدھا پوچھے یہ گلاس کیوں توڑ دیا۔ یک لخت خشک اس
کا چہرہ ہو جائے گا۔ زرد ہو جائے گا۔ خوف سے۔ اور اگر

وہ جو قلب اطہر پر لما اذنت لھم سے ایک تاثر گھبراہٹ سے پیدا ہونے کا
امکان تھا۔ اس گھبراہٹ سے بھی محبوب کو بچا لیا۔ وہ بھی گوارہ نہیں اللہ کو۔ اس

اس کی محبت اور ملاطفت سے یہ بھی گوارہ نہیں اللہ کو ۔ اور دوسرا یہ بات کہ یہ اکرام کمال ہے حضور کے اکرام کا ۔ یعنی آپ کی عزت اور قدر و منزلت دنیا میں ظاہر کرنے کا یہ کمال ہے ۔ اب اس انداز کلام کو اللہ پاک نے کبھی اپنے دیگر انبیاء کے لیے نہیں اپنایا ۔ دیگر انبیاء سے بھی معاملات بھی ہوئے ۔

اور اللہ تعالیٰ نے ان سے کلام اور طرح سے کیا ۔ حضور سے کلام کیا عفا اللہ عنک ۔ اب سیدنا آدم علیہ السلام کا معاملہ آیا ۔ اللہ پاک نے فرمایا لا تقربا ھذہ الشجرۃ ۔ اس درخت کے قریب نہیں جانا منع کر دیا تھا حکمت کے تحت آدم علیہ السلام سے جب درخت کا دانہ کھایا گیا تو اللہ پاک نے اسی طرح پوچھا ۔ اور کلام کو اسی طرح کسی اسلوب سے شروع نہیں کیا ۔ سورۃ الاعراف ۲۲ آدم علیہ السلام سے جب اللہ پاک نے کلام کیا ۔ تو پوچھا ۔ الم انھکما عن تلکما الشجرۃ ۔ مبین ۔ کیا میں نے تم دونوں کو منع نہیں کیا تھا ۔ کہ اس درخت کے قریب جانے سے ۔ اور کیا میں نے تمہیں یہ نہیں بتایا تھا کہ شیطان تمہارا کھلا دشمن ہے ۔ وہاں یہ بات بھی ہو سکتی تھی ۔ کہ اللہ تمہیں سلامت رکھے ۔ حفاظت میں رکھے ۔ آگے بات شروع کرتا ۔ نہیں ۔ سیدھا ۔ وہ ربنا ۔ اس پر کوئی جبر نہیں ہے ۔ سیدھا ۔ الم انھکما ۔ مبین ۔ کیا میں نے تمہیں منع ۔ آدم علیہ السلام سے جب کلام کرتا ہے تو یوں کرتا ہے ۔ اور آقا علیہ السلام سے کلام کیا تو فرمایا ۔ عفا اللہ عنک لم اذنت لھم ۔ حبیب اللہ آپ کو سلامت رکھے ۔ آپ نے ان کو اجازت کیوں دی ۔ تو یہ کلام ملاطفت ہے جو حضور علیہ السلام کا خاصہ ہے ۔

تو جن لوگوں نے معاذ اللہ یہ اخذ کیا ہے ۔ کہ اللہ پاک کا چونکہ پہلے حکم ہی کوئی نہیں تھا ۔ لہذا حضور کو اختیار تھا ۔ جب آپ کو اختیار تھا ۔ تو پھر معاتبہ کسی چیز کا ہوتا تھا ۔ جب حضور علیہ السلام کو اختیار دیا تو اذن کے ساتھ اختیار کے ساتھ دیا ۔ اس بات کی نفی کر دی ۔ پھر اب کیا ہوا ۔ اب فرمایا ۔ یہ کلام ملاطفہ ہے ۔ اور لطف کیسا ہے یہ ہے ۔ اس کے بعد پھر آگے فرمایا ۔ کہ اب مسلمان پر واجب ہوتا ہے کہ اللہ کے اس اسلوب کلام کو پڑھ کر ۔ واجب ہوتا ہے کہ وہ قرآن سے ادب سیکھے ۔ یہ قرآن آداب سکھانے کی جگہ ہے ۔ لہذا ضروری ہے کہ مسلمان اس کلام الہی یعنی قرآن سے ادب سیکھے ۔ دوسری آیت جو قاضی عیاض نے بیان کی ۔ سورۃ اسریٰ کی ہے ۔ لولا ان ثبتنٰک

قلیلاً ۔ اب میں ترجمہ وہی کروں گا۔ جو عرفان القرآن میں ہے ۔۔ اگر میں آپ کو پہلے ہی
سے عصمتِ نبوۃ کے ذریعے ثابت قدم نہ بنایا ہوتا۔ تو کبھی یعنی اعلانِ نبوۃ سے پہلے یعنی بعثت سے ہی
تقویٰ کی طہارت صداقت امانت سخا اور طیب سیرۃ بنائی۔ اگر ہم نے اعلانِ نبوت اور بعثت سے
بھی پہلے ۔ (۱۱-۱۹) آپ کی شخصیت ذات میں نہ رکھی ہوتی تو کبھی بھی ۔۔ یہ جو سارے لوگ ۔
کفار و مشرکین لوگ ۔ اعزہ و اقارب گرد و نواح والے۔ آپ کو ادھر ادھر بلاتے ہیں ۔ راہِ حق سے
ہٹانے کے لیے۔ تو تب بھی آپ ان کی طرف معمولی سے جھکاؤ کے قریب جاتے۔ کئی مترجمین نے
کر دیا کہ اگر ہم آپ کو ثابت قدم نہ رکھتے ۔ تو تھوڑا سا اُن کی طرف جھک جاتے ۔ اس ترجمے
کو میں نے قبول نہ کیا ۔ یہ اصول ترجمہ اور زبان اور ادب سیاق و سباق اور معرفتِ قرآن کے خلاف
ہے ۔ کہ اگر ہم آپ کو ثابت قدم نہ رکھتے ۔ تو تھوڑا سا اُن کی طرف جھک جاتے ۔ یہ بات شان کی نہیں
ہے ۔ اب اس کا معنیٰ یہ ہے کہ اگر ہم نے آپ کو پہلے ہی سے ثابت قدم نہ بنایا ہوتا ۔
ہم نے حبیب آپ کی شخصیت ہی ایسی بنائی ہے کہ ثابت قدمی اس کا عنصر بنا دیا ۔ آپ کی
شخصیت میں استقامت رکھ دی۔ اور فرمایا یہ جو آپ کو عصمتِ نبوت آپ کو عطا کی بالفرض
اگر یہ ثابت قدمی نہ ہوتی جو نبوت کے ذریعے آپ کو ملی تو تب بھی کیا ہوتا ۔ وہ جتنا آپ کو راہِ حق سے
ہٹانے کی کوشش کر رہے ہیں تو تب بھی اُن کی طرف بہت ہی معمولی ۔ یہ نہیں ہے کہ معمولی سا جھک
جاتے ۔۔ تو بہت ۔۔ معمولی کے جھکاؤ کے قریب جاتے ۔ جھکتے نہیں معمولی سے جھکاؤ کے قریب
ہوتے ۔ اب دیکھیے کہ حضور علیہ السلام کی ذات اقدس کے متعلق یہ بات کہتے احتیاط کے لفظ جمع
کر کے بیان فرما رہا ہے (یہ نہیں فرمایا کہ اگر اللہ نے آپ کو ثابت قدمی نہ دی ہوتی ۔ تو آپ اُن کے جو
کچھ وہ کوشش کر رہے ہیں تو آپ کے لگے اُن کی طرف تھوڑا سا جھک جاتے یہ نہیں فرمایا)
لقد کدت ترکن الیہم ۔ تو آپ پھر بھی بہت تھوڑا سا جھکاؤ کے قریب جاتے ۔ یہ نہیں وہ
جہاں آپ کو لانا چاہتے ہیں ۔ یہاں آپ کھڑے ہیں ۔ وہ یہاں لانا چاہتے ہیں ۔ یہاں تک جانا وہ جھکاؤ
ہے ۔ فرمایا نہ اُن کی طرف جاتے جو وہ چاہتے ہیں ۔ نہ آپ اُن کی طرف جھکتے ۔ بلکہ جھکاؤ کے قریب ہوتے ۔
اور نہ صرف جھکاؤ کے قریب بھی نہ جاتے ۔ قریب بھی بہت تھوڑا سا قریب جاتے ۔
اصل جگہ جھکاؤ سے آگے ہوتا ہے ۔۔ فرمایا جب اگر ہم نے آپ کو نبوت نہ دی ہوتی ۔

اور نبوت کی حفاظت آپ کو حاصل نہ ہوتی ۔ بغیر نبوت کی حفاظت کے ۔ وہ آپ کے لئے کوششیں کرتے ۔ ہر قسم کے بہکاوے کرتے ۔ دھکاتے مجبور کر ڈالتے ۔ نبوت کی حفاظت بھی نہ ہوتی تب بھی آپ کی شخصیت میں حق پر استقامت اتنی تھی ۔ تو تب بھی آپ اُن کے جھکاؤ میں نہ آتے ـــ

ولولا ان ثبتنٰک ـــ شیئاً قلیلاً ۔ یہ تو فرمایا ۔ آقا علیہ السلام کے لئے ۔

اب یہاں دوسرا مقام پر سیدنا یوسف علیہ السلام کے لئے بیان فرمایا ۔ سورۃ یوسف ۲۴ ـــ اب دیکھیں یوسف علیہ السلام بھی پیغمبر ہے ۔ اُن کے لئے اللہ کیا بیان فرماتا ہے ۔ ولقد ھمت بہ وھم بہا ـــ برھان ربہ ـــ جو لولا ان رأ برھان ربہ ۔ جو وجہ حفاظت بنی ۔ اس کا ذکر بعد میں کیا ہے ۔ نکتہ سمجھے ہیں ۔ جو اللہ کی برہان کا دیکھنا ۔ اللہ کی دلیل کا دیکھنا ۔ نبوت کا جانا ۔ اور جس کو بھی اللہ کا برہان کہا گیا ۔ سیدنا یعقوب علیہ السلام کا دیکھنا ۔ اللہ کی برہان کا دیکھنا اللہ کی ربانی دلیل کا دیکھنا ـــ جو سیدنا یوسف ؑ کی تقویٰ ۔ نبوت کا حفاظت بنا ۔ جب زلیخہ ان کو اپنی طرف بلا رہی تھی ـــ وہ بھی برہان ربانی تھی ـــ وہ ہدایت ربانی تھی ۔ اس نے حفاظت کی ـــ اب جس شئے نے حفاظت کی ۔ ثابت قدم رکھا ۔ اس کا ذکر عبارت اپنے پر جا کر کیا ـــ پہلے جو ان ـــ ہوا ۔ ان ـــ ہوا اس کا ذکر کر دیا ۔ اب فرمایا ۔ ولقد ھمت بہ ۔ اس نے زلیخہ نے تو ارادہ کر ہی لیا تھا ۔ کہ آپ کو جسٹلا دے ۔ وھم بہا ۔ یوسف بھی ارادہ کر لیتے ۔ اگر اللہ کی برہان ربانی نہ دیکھتا ۔ ان کا ذکر اس طرح کیا ۔ (یہ ترتیب قرآن ہے)

اور جب آقا علیہ السلام کا ذکر آیا ـــ ان کے لئے وہاں لفظ ہیں ولولا ۔ اس کو پہلے لائے ـــ جو حفاظت کا سبب ہے اس کو پہلے بیان فرمایا ـــ اس کا سبب کیا ہے ۔

اب جو ترجمہ میں نے لیا ۔ اس کی حکمت یہاں ـــ سمجھ میں آ گئی آپ کو ۔ وہاں سبب حفاظت کو بعد میں بیان کیا ۔ پہلے ـــ اور وہاں وہ جو بچ گئے اور انہوں نے جو ارادہ زلیخہ کا کیا ۔ (۲۴ ـــ ۲۷) وہ اس لئے بچے اور کوئی سبب نہیں تھا اُن کے پاس اس لئے بچے کہ برھان ربانی جو انہوں نے دیکھی تھی ۔ وہ ان کی حفاظت کا سبب بنی ۔ اس لئے اس کا ذکر بعد میں لائے ۔ آقا علیہ السلام کیلئے ولولا ان ثبتنٰک ۔ کا ذکر پہلے کیا ۔ اشارہ اس طرف ہے کہ اے حبیب اگر ہم نے جامۂ نبوت آپ کو نہ بھی پہنایا ہوتا ۔ تب بھی آپ کو بہکا نہ سکتے تھے ۔ پھر بھی ہم نے آپ کی شخصیت کو ثابت قدم بنا دیا تھا ۔ یہ تو

چونکہ فیصلہ کر لیا تھا آپ کے لئے نبوت کا - اور بعثت ہو گئی - اور آپ کو منصب نبوت پر فائز کر دیا
- اور نبوت کی عصمت و حفاظت مل گئی - اور ان کی کیا مجال کہ آپ کو وہ اپنی طرف متوجہ کر سکیں
اور نبوت و رسالت نہ بھی ہوتی تو محبوب ہم نے آپ کو اتنا ثابت قدم بنا دیا تھا ہوتا کہ مشرکوں کا اسا
ان کی بات پر کان دھر لیتے - اور ان کی بات کو رد کر کے واپس آ جاتے - اور وہ بات تو لغو ہے
باطل ہے - ہم نے آپ کی شخصیت کو ہی ثابت قدمی سے نواز دیا - یہاں جو حفاظت ہے
وہ حضور کی وہ خاص ہے - شخصیت کے اندر حفاظت ہے - یوسف علیہ السلام کو برہان
دکھایا تو اس کی وجہ سے حفاظت میں رہے - یہ فرق ہوتا ہے محبوب اور غیر محبوب سے کلام
کرنے کا - غیر محبوب سے جب کلام کرتے جو جی میں آتا ہے کلام کرتے ہیں - جب محبوب سے
کلام کرتے ہیں تو کلام سے پہلے اس کا جی دیکھتے ہیں - اس کا جی کیسا ہے - اس بات سے اس
کا جی کیا اثر لے گا - اس کو دھیان میں رکھ کے کلام کرتے ہیں - یہ ملاحظہ ہے
تیسری آیت بیان کرتے ہیں تمام معانی سورۃ انعام کی - 33 - قد نعلم انہ - سمجھا دیا -
حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دعوت پیش کی اسلام توحید کی - رسالت اپنی سامنے رکھی - کفار مشرکین
اور قریش مکہ نے جھٹلایا جب جھٹلایا تو آقا علیہ السلام کے قلب اقدس پر بوجھ آیا - لیکن قوم نے جھٹلے
جھٹلا دیا ہے - آپ ذرا مغموم تھے - خیال آیا دل میں غمزدہ ہوئے - اللہ تبارک و تعالیٰ نے پوچھا جبرائیل
امین کو بھیجا - پوچھو میرا محبوب غمزدہ ہوا ہے - آ کے عرض کیا یا رسول اللہ غمزدہ ہوا ہے - میری قوم نے
مجھے جھٹلا دیا ہے - عرض کیا باری تعالیٰ آپ کے حبیب مکرم فرماتے ہیں کہ مجھے میری قوم نے جھٹلا دیا ہے - کیا یہ نیا واقعہ
ہوا تھا - ہر پیغمبر کی قوم نہیں جھٹلاتی رہی - تو حضور کی قوم نے حضور کو جھٹلایا - ہر پیغمبر غمزدہ ہوتے حضور
بھی غمزدہ ہوئے - فرمایا جبرائیل یہ آیت فوری لے کے چلے جاؤ - اس آیت کے تین حصے -
قد نعلم انہ لیحزنک الذی یقولون - اے میرے حبیب ہم جانتے ہیں کہ جو کبھی ساحر کہتے ہیں - کبھی
مجنون کہتے ہیں - کبھی کاہن کہتے ہیں - جھٹلاتے ہیں - کبھی اپنے جیسا بشر کہتے ہیں - ہم نہیں مانتے - جب یہ جو کچھ
آپ کو کہتے ہیں - ہم جانتے ہیں - کہ اس سے آپ کا دل غمزدہ ہوتا ہے - آپ دکھی ہوتے ہیں -
آپ کی طبیعت نازک ہے مقدس پہ بوجھ آتا ہے ہم جانتے ہیں - پہلا جز - فانھم لا یکذبونک -
لیکن اے میرے حبیب یہ آپ کو تو نہیں جھٹلاتے - غم دور کر دیا - آپ کو تو یہ جھٹلا ہی نہیں سکتے -

12-4

M | T | W | T | F | S | S

Memo No ______

Date / /

آپ کو جھٹلا ہی نہیں رہے — غور سے دیکھا کہ پھر کس کو جھٹلا رہا ہے — فرمایا یہ تو جیسے جھٹلاتے ہیں —
میری آیتوں کو جھٹلاتے ہیں — میں نے وحی بھیجی ہے میں نے قرآن بھیجا ہے — اس کو جھٹلاتے ہیں بد بخت
آپ کو کون جھٹلا سکتا ہے — سارا غم دور کر دیا — یہ آیت کریمہ کے شان جب ہیں — ولکن الظالمین
بآیات اللہ یجحدون — فرمایا یہ سب آپ کو نہیں جھٹلاتے —
اس کی مثال ہے — بچے کو ماں سمجھانا چاہے پیار سے لاڈلا ہو — تو کوئی بات کہہ رہا ہے دوسرا بھائی
کہیں کھڑا ہے سارا — تو غم زدہ لگے بچہ — اوپر سے ماں باپ آ جائے سینے لگا کر کہے کہ بیٹے یہ آپ کو تو
نہیں کہہ رہا آپ کے بھائی کو کہہ رہا ہے — یہ جو جیسے کہہ رہا ہے —
جب محبوب غم زدہ ہو گئے تو اللہ تعالیٰ نے اپنے قرآن کی آیتیں بھیج دیں کہ میری آیتوں جا کے
میرے حبیب کو چوم لو — اور فرمایا میرے حبیب جیسے یہ ہے آپ ان کی باتوں سے غم زدہ ہو گئے ہیں —
مگر یہ آپ کو نہیں جھٹلاتے — یہ تو جیسے جھٹلا رہے ہیں —
قرآن مجید نے فرمایا ولقد کذبت رسل من قبلک = انعام (۳۴) آپ سے پہلے رسولوں کو جھٹلایا
گیا — یہ ہی رب ادھر رسولوں کو فرماتا ہے ولقد کذبت — جب حضور کی باری آئی ہے — غم زدہ ہوئے —
تو فرمایا جب آپ کو کون جھٹلا سکتا ہے — یہ تو میری آیتوں کو جھٹلا رہے ہیں — ان رسولوں کو نہیں
کہا — اس طرح — کہ صبر و ملامت کذبوا — تو انہوں نے اس تکذیب پہ صبر کیا — اور ان کو بڑی اذیت
دی گئی — حتیٰ کہ ہماری مدد آ پہنچی — مگر جب آقا کی باری آتی ہے —
اور آگے قاضی عیاض نے قراءتیں نقل کی ہیں — بعضوں نے یکذبونک تشدید کا بجائے —
ذال پہ تخفیف کی قراءت کی ہے — لا یکذبونک — یہ قراءت شاذہ ہے —
یہ تکثیر کا فائدہ دیتی ہے — اس کا مطلب ہے جب آپ غم زدہ نہ ہوں — یہ آپ کو کاذب
جانتے ہی نہیں ہیں — یہ آپ کو کاذب سمجھتے ہی نہیں ہیں — جانتے ہی نہیں ہیں — کہنا تو دور کی بات
ہے — حضور ہی کہیں کرتے — اور امام فراء نے امام کسائی نے — اس کا معنیٰ بیان کیا تخفیف
کے ساتھ — امام فراء نے امام فراء جو ہیں بہت بڑے نحوی ہیں — جو امام کسائی یہ امام القراء
ہیں — انہوں نے یکذبونک کا لیقولون انک کاذب — محبوب ان کے پاس نہ تو کوئی ثبوت ہے نہ
حجت ہے نہ دلیل ہے — اور فرمایا قاضی عیاض نے ~~[illegible]~~ یکذبونک ہو سکتا ہے کہ اس کا معنیٰ ہے —

کہ جھوٹ کو منسوب بھی نہیں کر سکتے تھے۔ آپ کی طرف۔ اعلان نبوت سے پہلے بھی وہ آپ کو صادق الامین کہتے تھے ۔

اللہ تعالیٰ کا انبیاء علیہم السلام کے تذکرے سے تو خاص چیز بیان فرمائی ہے کہ اللہ پاک نے قرآن مجید میں جہاں بھی خطاب کیا۔ انبیاء کو اُن کے ناموں سے خطاب کیا۔ مثلاً قرآن مجید فرمایا یا آدم اسکن ۔ اعراف ۱۹ ۔ یا نوح اہبط بسلام ۔ یا ابراہیم ۔ یہ سب خطاب جب اللہ پاک نے فرمایا۔ مخاطب کیا یا نام لے کر انبیاء کو بلایا ۔ (وما تلک بیمینک یا موسیٰ ۔ طٰہٰ ۱۷) یا داود (انا جعلنک خلیفۃ فی الارض ۔ ص ۲۶) (اذ قال اللہ یعیسیٰ ۔ آل عمران ۵۵) یا زکریا (انا نبشرک بغلام ۔ مریم ۷) (یا یحییٰ خذ الکتب بقوۃ ۔ مریم ۱۲) ہر پیغمبر کو جب اللہ تعالیٰ نے خطاب کیا۔ نام لے کر ۔ پورے قرآن میں جب حضور علیہ السلام کو خطاب کیا ایک مقام پر بھی نام لے کر خطاب نہیں فرمایا ۔ جب جب کی بار آئی ۔ یا ایہا المزمل ۔ یا ایہا المدثر ۔ (یا ایہا الرسول ۔ مائدہ ۶۷) (یا ایہا النبی انا ارسلنک ۔ احزاب ۴۵) جب خطاب کیا تو القاب کے ساتھ خطاب کیا ۔ نام سے نہیں ۔ یہ معاملہ خطاب تھا ۔ وہ خالق ہے مالک ہے رب ہے ۔ وہ نام لے کر جب باقی انبیاء سے خطاب کرتا ہے ۔ تو حضور علیہ السلام کو نام لے کر خطاب کرنے میں کیا امر مانع ہے ۔ مگر نہیں کیا مانع ہے ملاطفت مانع ہے ۔ شفقت اور محبت مانع ہے ۔ جو محبت ہے لطف ہے وہ مانع ہے ۔ ہمیں مسلمان کے لئے واجب ہے کہ قرآن ادب سکھاتے ہیں۔ جیسا اللہ پاک اپنے حبیب عبد مقرب کو (۲۱ ۔ ۴۵) مالک و خالق ہو کر اپنے بندے کو حضور کو اپنا محبوب اور حبیب بنایا ہے ۔ نام لے کر خطاب نہیں فرماتا ۔ اللہ کا یہ لطف و کرم شفقت و محبت ہے ۔ اور اس کا سبب جو تعلیم ہمیں دی ہے وہ تعلیم ادب اور تعلیم محبت ہے ۔ تو ہم جب آقا علیہ السلام کو بلائیں تو ادب اور احترام سے بلائیں ۔ انہوں نے جب اپنے نبیوں کو خطاب کیا ۔ تو اپنے پیغمبروں کا نام لے کر مخاطب ہوئے ۔ یا شعیب یا ابراہیم ۔ یا نوح یا لوط ۔ یا ھود ۔ انہوں نے بات کی اپنے پیغمبروں سے تو نام لے کر بیان کیا ۔ وہ ہمیں کس طرح پہنچا ۔ ہم کیسے جانتے ہیں کہ انہیں نام لے کر پکارا گیا تھا۔ اللہ نے اسی طرح بتایا ۔ تو جس طرح انہوں نے ان پیغمبروں کو نام لے کر بلایا تھا ۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے نام لینے کو روایت کیا ۔ اللہ فرماتا ہے ۔ کہ صالح کی قوم نے اس طرح یا صالح کہا ۔ ھود کی قوم ۔ شعیب کی قوم

M T W T F S S　　Momo No ______ Date / /

— موسیٰ کی قوم نے — پہلی امتوں نے جب خطاب کیا تو نام لے کر — اللہ پاک نے قرآن میں بیان کیا۔
نام لے کر یوں کہا - یوں کہا — تا ہم تک پہنچا — جب حضور علیہ السلام کا ذکر آتا ہے۔ تو بتایا لا تجعلوا
دعاء الرسول — میرے نبی کی بات آئے جیسا ایک دوسرے کا نام لے کر پکارتے ہو۔ خبردار میرے نبی کو
نام لے کر یوں نہ بلایا کرو۔ ان کے بلانے کو خود قرآن میں بیان کرتا ہے۔ جب حبیب کی بات آتی ہے۔
تو نام لینے کو ناجائز قرار دیتا ہے۔ کہ جب میں نام لے کر نہیں بلاتا تو تم نام لے کر کیوں بلاؤ؟۔
یہ ہے حضور کی شان۔ تو معاملہ صرف لطافت حضور کے ادب کو اجاگر کرنا۔ اور آپ کی عظمت کو۔
محبت کو امت کے دلوں میں اپنے اس کلام کے ذریعے جاگزیں اور مستحکم کرنا ہے۔
اللہ تعالیٰ ہم کو فہم اور معرفت عطا فرمائے۔

QARI MUHAMMAD ...
Naqashbandi Chishti ...
19 OCT 2019
Chak 365/E.B Burewala ... Vehari
Mob:0334-7032305

۲۵ — ۱۲ — ۲۰۱۸　　منگل
۱۸ — ۴ — ۱۴۴۰
۷ — ۵۱ — ۵۷ — PM

KHURRAM PAPER PRODUCTS

بنائے دین مستشرفیات ہیں ۔ الشفا شریف کا خطبہ ۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَظْهَرَ نُوْرَ الْحَبِیْبِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مِنْ حُجُبِ جَمَالِہٖ ۔ وَاَبْرَزَ ذَاتَ الَّذِیْ مِنْ حَضْرَۃِ کَمَالِہٖ ۔ وَاَخْرَجَ دُرَّتَہٗ مِنْ اَوَّلِ صَدَفِ التَّقْوِیْمِ ۃ وَجَعَلَ جَوْهَرَہٗ مَعْدَنَ الصِّدْقِ وَالْیَقِیْنِ ۃ وَفَتَحَ بِظُهُوْرِہٖ بَابَ الْخَلْقِ وَالتَّکْوِیْنِ ۃ وَاَجْلَسَہٗ عَلٰی عَرْشِ الْعِزِّ وَالتَّمْکِیْنِ ۃ ۔ وَجَعَلَہٗ نَبِیًّا وَّآدَمُ بَیْنَ الْمَآءِ وَالطِّیْنِ ۃ وَاَخَذَ لَہٗ مِیْثَاقًا لِجَمِیْعِ الرُّسُلِ وَالنَّبِیِّیْنَ ۃ وَجَعَلَہٗ نُوْرَ بَصَائِرِ الْعَارِفِیْنَ ۃ وَسِرَّ سَرَائِرِ الْکَامِلِیْنَ ۃ وَمِفْتَاحَ لِقُلُوْبِ الطَّالِبِیْنَ ۃ وَمِصْبَاحَ صُدُوْرِ السَّالِکِیْنَ ۃ وَرِیْحَۃَ حَسَنَاتِ الْعَاشِقِیْنَ ۃ وَعِتْرَۃَ نِعْمَۃِ الْوَاصِلِیْنَ ۃ وَبَعَثَہٗ شَفَاعَۃً مُّذْنِبِیْنَ ۃ وَوَسِیْلَۃَ الْمُسْتَغْفِرِیْنَ ۃ وَاَعْیُنَ الْمُسْتَفِیْضِیْنَ ۃ وَعِصْمَۃَ الْمُسْتَقِیْمِیْنَ ۃ وَاَرْسَلَہٗ هِدَایَۃَ الْمُسْتَیْقِظِیْنَ ۃ وَرِعَایَۃَ الْمُتَّقِیْنَ ۃ وَخَاتَمَ النَّبِیِّیْنَ ۃ وَرَحْمَۃً لِّلْعَالَمِیْنَ ۃ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ نَّبِیِّ الرَّحْمَۃِ ۃ شَفِیْعِ الْاُمَّۃِ ۃ کَاشِفِ الْغُمَّۃِ ۃ صَاحِبِ الْمَقَامِ الْمَحْمُوْدِ ۃ وَالْحَوْضِ الْمَوْرُوْدِ ۃ وَالْمَقَامِ الْمَشْهُوْدِ ۃ وَشَافِعِ الْیَوْمِ الْمَوْعُوْدِ ۃ اَلْبَدْرِ التَّمَامِ ۃ

M	T	W	T	F	S	S

Memo No ______
Date / /

المنير الظلام ٥ وخير الأمم ولا نام ٥ الذي صبّح [illegible] ٥ ينشق له القمر ٥ وظلّل

الغمام ٥ سيد الأقوام ٥ أكرم ولد عدنان ٥ أشرف الإنس والجان ٥ أرفع الشان

أظهر الجنان ٥ النور في سماء الجلال ٥ والشمس في بحار الجمال ٥ والبدر في بحار

الكمال ٥ والنجم في صفاء الخصال ٥ جالس في رفرف قوس الأكبر ٥ وعلى آله

وصحابه أجمعين وتبعه أجمعين ٥ برحمتك يا أرحم الراحمين ٥

QARI MUH...
Naqashbandi Chishti ...
29 OCT 2019
Chak 265/E.B Burewala ...
Mob:...

٢٦ — ١٢ — ٢٠١٨
١٩ — ٤ — ١٤٤٠
٦ — ٢٣ — ١٥ — PM

اھدنا الصراط المستقیم ۵ اللہ تعالیٰ نے ہمیں یہ حال عطا کیا ہے ۔ اور حال ملتا ہی اللہ کی
توفیق سے ہے ۔ حال نہ ہو تو قال ہی قال رہتا ہے ۔ اور کبھی خالی قال سے ہدایت نہیں ملتی ۔
اور یہ حال ہدایت راہنمائی اور یہ نور یہ روشنی یہ رشد یہ خیر یہ بھلائی یہ نیکی یہ حسن
یہ جمال ۔ خیر کے سارے نام جتنے بھی ہیں ۔ یہ ساری کی ساری کرنیں ہیں ۔ عکس ہیں صرف
مصطفیٰ ؐ کے ۔ یہ سب خیر کے سب گوشے ہدایت کے سارے پہلو سارے رنگ حسن
وجمال کے سارے ڈھنگ جو کچھ ہے صرف حضور نبی اکرم ؐ کے عکس ہیں ۔ یہ حضور علیہ السلام
کی کرنیں ہیں ۔ یہ وجودِ مصطفیٰ کا پرتو ہے ۔ آقا علیہ السلام کی ذاتِ اقدس کے بغیر
اللہ سے ہے ۔ کیونکہ وہ حضور کا بھی خالق ہے ۔ اللہ کے سوا حضور کی ذاتِ اقدس کے بغیر
کسی شئے کا کوئی وجود نہیں ہے ۔ ہم سب اعتباری ہیں ۔ معتبر صرف محمد مصطفیٰ ؐ
ہے ۔ معتبر ۔ جس پر اعتبار کیا جائے ۔ صرف محمد مصطفیٰ کی ذات ہے ۔

اور وہ اتنے معتبر ہیں کہ اللہ پاک نے اپنی ذات کو ثابت کرنے کے لیے ۔ انہی کا
اعتبار کروایا ہے ۔ فقد لبثت فیکم عمراً من قبلہ ۔ افلا تعقلون ۔ لوگ پوچھتے ہیں کہ اللہ کے
ہونے کا اعتبار کیسے کریں ۔ فرمایا انہیں اپنی زندگی پیش کر دو ۔ جو مجھ پر اعتبار کرتے ہیں انہیں بھی
مجھ پر اعتبار ہو گا ۔ تو ہدایت نام ہے وجودِ مصطفیٰ کا ۔ معرفتِ مصطفیٰ ؐ کا ۔ خوشنام
ہے سایہ مصطفیٰ ؐ کا ۔ جہاں آقا کا سایہ پڑ گیا وہ جنت ہو گئی ۔ جو جگہ سایہ مصطفیٰ ؐ
سے محروم ہو گئی وہ دوزخ ہو گئی ۔ جو حضور کو مان گیا وہ ایمان ہے ۔ جس نے حضور کو نہیں
مانا وہ کفر ہے ۔ اور کچھ نہیں ہے ۔ ذاتِ اقدس صرف حضور کی ہے ۔ بتایا ۔ یا ادھر ہے
یا ادھر ہے ۔ جو ان کے تابع ہے وہ ایمان کی طرف ہے ۔ جو تابع نہیں ہے وہ کفر کی طرف جا رہا ہے
اھدنا الصراط المستقیم شروع ہو گئی ۔ ہدایت اور ہدایت کی راہ یہ قرآن مجید ۔
میں سب سے پہلے جو بیان ہوا ہے یہ لفظ اور یہ سورۃ فاتحہ ہے ۔ قرآن مجید شروع ہی یہیں
سے ہوا ہے ۔ الحمد ۔ پانچویں آیت اھدنا الصراط المستقیم ۔ اب یہ جو پہلی بار آگیا ۔
کہ باری تعالیٰ ہمیں صراط مستقیم دکھا دے ۔ ہدایت عطا کر ۔ کس شئے کی ۔ صراط مستقیم کی ۔

سیدھی راہ دکھا دے - صراط مستقیم دکھا دے - آگے ارشاد فرمایا صراط الذین انعمت ---- اولئک
مع الذین انعم اللہ علیہم ---- والصالحین ---- فرمایا سیدھی راہ ہدایت ہے ان لوگوں کی
راہ جن پر اللہ نے انعام کیا ---- (۲۰ ---- ۱۰) انعام یافتہ بندوں کی راہ - چونکہ پہلی بار بات ہو رہی تھی
ہدایت کی یہ اور صراط مستقیم کی تھی ---- تو پہلی بار کو ارشاد فرما دیا ---- اب اس تعریف کے بعد کسی شخص کی مجال
اور وقعت نہیں کہ وہ اس سے اوپر کوئی اور تعریف لائے ---- تعریف یہی رہے گی جو اللہ نے صراط الذین
انعمت کی شکل میں کر دی - شرح کرتا ہے کوئی ---- ہدایت سیدھی راہ کی کیا ہے - انعام یافتہ بندوں
کی راہ ہے ---- ایک نکتہ ذہن میں رکھ لیں - کہ اللہ پاک نے یہ قرآن اتر رہا ہے - یہ نہیں فرمایا
کہ قرآن کی راہ سیدھی راہ ہے ---- یہ نہیں فرمایا کہ میرے نبی کی سنت اور سیرت کی راہ ہے یہ
نہیں فرمایا کہ دین اسلام کی سیدھی راہ ہے - اس کے معنی میں یہ ساری چیزیں خود بخود آ جاتی
گی - صراط مستقیم کی جو تعریف کی - اس میں اللہ پاک نے صراط مستقیم کو بیان فرمایا - اسے متشخص
کر دیا ---- اسے نمونوں کے ذریعے متعین کر دیا ---- فرمایا ہدایت کیا ہے ~~الذین~~ اللہ کے انعام یافتہ
بندوں کی راہ ہے - تو اللہ پاک نے یہ واضح فرما دیا یہ اصول - اسلام میں اور ہدایت کے لئے اعتبار
شخصیتوں پر ہے ---- یہ سوال ذہن میں آتا ہے - کہ رسول پاک کا اتنا ذکر کریں - عزت کریں انبیاء
و اولیاء کرام کی صحابہ کرام کی صالحین کی ---- شخصیت پرستی کی اسلام میں کوئی چیز نہیں ہے - یہ صرف
اپنا ایک بت ہے جو ہم گھڑ لیتے ہیں ---- اللہ پاک نے اس سورۃ فاتحہ کے اندر ہی ہدایت کے لئے
شخصیتوں کی طرف متوجہ فرمایا ---- اُن کی راہ پہ ڈال دیا - فرمایا ہدایت صراط مستقیم کیا ہے
کہ انعام یافتہ بندوں کی راہ ---- تو ہدایت صراط مستقیم کی لینے کے لئے - کتابوں کی طرف مت دوڑیں
بندوں کی طرف دوڑیں - اللہ کے انعام یافتہ بندوں کی طرف دوڑیں ---- اب اس کے تعین میں
کسی کا عملی اور علم سمجھنے کی وجہ سے غلطی کر بیٹھے تو یہ الگ بات ہے - دکانداریاں بھی ہوتی ہیں تجارت
بھی ہوتی ہے - کام بھی ہوتا ہے دنیا پرستی بھی ہوتی ہے ---- یہاں آدمی بھول جائے اور غلطی کر بیٹھے تو اس کا
قصور ہے - مگر اللہ پاک نے فرمایا کہ انعام یافتہ بندوں کی راہ ---- صراط مستقیم کی ہے - اس لئے امام مسلم
نے مقدمہ مسلم میں فرمایا - اَلْاِسْنَادُ مِنَ الدِّیْنِ ۵ یہ جو حدیث ہوتی ہے - حدیث میں
ایک حصہ ہوتا ہے - قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے قبل جو بیان ہوتا ہے - جمہور علماء اسلام نے

کیا فرمایا - مثلاً - یہ حدیث لے لیں - مَنْ تَرَكَ الصَّلٰوۃَ مُتَعَمِّدًا فَقَدْ كَفَرَ " جس نے جان بوجھ کر نماز
چھوڑ دی اس نے کفر کیا - اور بَيْنَ الْعَبْدِ وَبَيْنَ الْكُفْرِ صَلٰوۃ " - مسلمان اور کافر کے درمیان
فرق نماز کا پڑھنا یا نہ پڑھنا ہے - نماز کو اتنی اہمیت دی ہے - یہ جو مضمون ہے - یہ حضور
کا بیان ہے کلام ہے - تو یہ ایک حصہ حدیث کا تو یہ ہوتا ہے - کہ حضور علیہ السلام نے یہ فرمایا۔
ایک حصہ اس سے پہلے ہوتا ہے اس کو سند کہتے ہیں - امام بخاری مسلم نے جس نے
بھی روایت کیا - وہ کہتا ہے کہ میں نے فلاں سے سُنا - وہ بتاتے ہیں میں نے فلاں سے سنا۔
یہ نکتہ توجہ طلب ہے - میں نے فلاں سے سنا وغیرہ - یہ کرتے کرتے صحابی تک جا پہنچتا ہے۔
اور صحابی کہتا ہے سمعت ان رسول اللہ - میں نے رسول اللہ سے سنا - یہ جو ایک قطار ہے لمبی
سمعت ان فلان - سمعت ان فلان - یہ نہ تو قرآن کی آیت ہے نہ کوئی حدیث ہے نہ کوئی
شریعت کا مسئلہ ہے - نہ کوئی علم ہے نہ کوئی فلسفہ ہے - یہ فلاں فلاں کی قطار ہے اللہ کے
بندوں کے لئے شخصیتوں کے نام ہیں - یہ جو فلاں فلاں سے سننے کا بیان ہے - اُن سے سنا
اُن سے سنا وغیرہ - اور امام بخاری نے کہا - انہوں نے کہا کہ حضور نے یہ فرمایا - آگے
حدیث آگئی - حدیث کا متن آگیا - حدیث دونوں چیزوں کو ملا کر کہتے ہیں - تو حدیث میں
حضور کا بیان آگیا - اور بیان کرنے والے فلاں فلاں حدیث میں آگئے - حدیث سے مراد صرف
وہ حصہ نہیں ہے - جو حضور کا فرمان ہے - حضور کا کلام ایک حصہ حدیث کا - دوسرا حصہ اس
کلام کو بتانے والے معتبر لوگ - اُن پر اعتماد کیا - تو وہ جو شخصیات ہیں اُن شخصیات
کو بھی حدیث کا حصہ بنا دیا ہے - اس کو اسناد کہتے ہیں - امام مسلم نے تابعین کا قول
روایت کیا - امام عبداللہ بن مبارک کا قول - امام محمد بن سیرین کا قول - صحیح مسلم کے مقدمہ
میں لکھا - الاسناد من الدین - کہ جو ساری سند ہوتی ہے - اس میں حضور کا بیان
نہیں سند - فلاں سے فلاں سے - فرمایا - فلاں فلاں کی جو چین ہے زنجیر ہے - ان
لوگوں کے ناموں کا - یہ دین ہے - یہ دین کا حصہ ہے - تو پتہ چل گیا کہ دین کے دو حصے
ہیں تعلیمات اور شخصیات - تو بیان تعلیمات ہے - اور اسناد اور سند شخصیات ہیں۔
اگر وہ معتبر ہیں تو ان سے لے لے - اگر وہ غیر معتبر ہیں تو نہیں لیں گے - یہ فرمایا امام مسلم نے

کرتا بھی نہیں زبان سے۔ فلینظروا عمن تاخذون دینکم۔ الاسناد من الدین۔ وہ کہتے ہیں کہ
دیکھا کرو کہ دین کس سے لے رہے ہو۔ لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ ہمیں کیا غرض کہ کس سے لے رہے ہیں۔
ہمیں تو غرض ہے کہ بات کیا ہے۔ یہ تو سارا تصور ہی الٹ ہو گیا۔ سر نیچے ہو گئے ٹانگیں اوپر
ہو گئیں۔ الٹ کر دیا دین کے تصور کو۔ بعض لوگ دھوکہ دیتے ہیں کہ بس بات سنو یہ
بات کیا ہے۔ یہ مت پوچھو کہ کس سے لیا ہے۔ بات سے پہلے دیکھو کہ بتا کون رہا ہے۔
یہ صحیح مسلم کے مقدمہ کی بات ہے۔ سوچا کرو کہ دین کی روایت تعلیم کس سے لے رہے
ہو۔ یہ دین جس سے لے رہے ہو۔ یہ سند جو پورا دین کا حصہ ہے۔ کیا ان لوگوں سے دین
لینا ہے یا نہیں لینا۔ بات کو بعد میں دیکھیں گے۔ پہلے بات سنانے والے کو دیکھیں گے۔
یہ ہے شخصیتوں پہ اعتبار۔ اسی کو اسناد کہتے ہیں۔ یہ آپ بنیادی نکتہ سمجھ گئے۔ جب
ہدایت کی بات ہوئی تو اللہ پاک نے اسناد کی طرف ریفر کیا۔ مضمون کی طرف نہیں۔ فرمایا
صراط مستقیم سند ہے۔ مضمون نہیں ہے۔ مضمون تو سارا قرآن ہے جو آگے آرہا ہے۔ سورۃ الحمد
پاک فرما دیا کہ صراط مستقیم کیا ہے یہی ہے جو نام سے شروع کر دیا ہے۔ جو پورا قرآن تیس پاروں کو
پڑھو گے یہی سیدھی راہ ہے۔ رہنمائی فرمایا۔ یہ مضمون ہے۔ صراط الذین انعمت علیہم۔ انعام یافتہ
بندوں کی راہ۔ وہ اس مضمون کی سند ہے۔ تو فرمایا سیدھی راہ پوچھتے ہو تو وہ مضمون نہیں وہ سند ہے۔
قرآن مجید نے چار طبقات بیان کیے۔ پہلا طبقہ اہل نبوت کا۔ انبیاء کا۔ تو آپ نے دیکھا
کہ صراط مستقیم کو اللہ پاک نے قرآن کی پاک ذات شخصیات سے جوڑ دیا۔ انعم اللہ۔ انعام یافتہ بندے باری تعالیٰ
وہ کون ہیں۔ جن کی راہ صراط مستقیم ہے اس کو کہا۔ وہ ہیں انعام یافتہ بندے۔ جو نبی ہیں، صدیق
ہیں، شہید ہیں، اور اولیاء و صالحین ہیں۔ تو چار طبقات ہیں۔ تو ابتداء کہاں سے کی۔ انبیاء
سے۔ تو صراط مستقیم کو نبوت سے جوڑ دیا۔ تو یہاں سے پھوٹتا ہے صراط مستقیم کا راستہ۔
نبیوں کے قدموں سے پھوٹتا ہے۔ اب یہاں تک تو بات قرآن مجید کی ہو گی۔ اب یہی آپ جب
پلٹیں سیدنا عبداللہ ابن عباس کی روایت سے آگے حضرت ابو العالیہ جلیل القدر تابعی ہو گئے ہیں
حضور نے فرمایا تین لوگوں پہ اعتبار کرو۔ صحابہ کا دور، تابعین کا دور اور تبع تابعین کا دور۔ پہلا دور
صحابہ کرام اور اہل بیت اطہار کا دور۔ پھر تابعین اور اہل بیت۔ اور تبع تابعین اور اہل بیت۔ یہ تینوں زمانے

آ گئے ۔ تو ارشاد فرمایا ان پر اعتبار کرو۔ صراط الذین انعمت ۔ اب ان کی بات کر رہا ہوں۔ جلیل القدر تابعی
حضرت ابوالعالیہ ۔ اور جلیل القدر تابعی امام حسن بصری امام انہوں نے حضرت ابن عباس سے لیا ۔ انہوں
نے سیدنا مولا علی مرتضیٰ سے لیا ۔ حضرت امام حسن بصری حضرت مولا علی کے شاگرد ہیں ۔ اور یہ بھی
شاگرد صحابہ کے شاگرد ہیں ۔ تو دونوں عظیم تابعی ان سے پوچھا گیا کہ یہ صراط مستقیم کیا ہے۔ جو اللہ
پاک نے فرمایا اھدنا الصراط المستقیم ۔ جو حضرت ابوالعالیہ ہیں ان کا اصل نام ہے۔ رفیع بن مہران الریاحی
ابوالعالیہ ۔ اور امام حسن بصری کو پوچھا گیا ۔ کہ صراط مستقیم کیا ہے انہوں نے فرمایا صراط مستقیم
محمد مصطفیٰ ہے ۔ تو کیا ترجمہ حسن کیا آپ نے ۔ اور یہ جو تابعی ہیں ۔ دین کا ایک
معتبر حصہ انہی سے مروی ہے ۔ اتنے اونچے لوگ ہیں یہ ۔ تو ان کو انعم اللہ علیہم کی سمجھ نہیں
آتی ہوگی ۔ کہ صراط مستقیم کیا ہے ۔ وہ تو ہر چیز ان کے سینے میں تھی ۔ وہ تو نچوڑ بتا رہے ہیں ۔
پورے بیان کا ۔ تو پوچھا کہ صراط مستقیم کیا ہے ۔ تو فرمایا ۔ تو صراط مستقیم حضور علیہ السلام کی
ذات کو قرار دیا گیا ۔ اس لئے میں نے کہا حضور کی ذات ہی ہدایت ہے ۔ حضور کی ذات ہی ہادی
ہے ۔ حضور کی ذات ہی مہدی ہے ۔ حضور کی ذات ہی مستقیم ہے ۔ حضور کی ذات ہی استقامت ہے
حضور کی ذات ہی کرامت ہے ۔ یہ اس کے مختلف پرتو ہیں ۔ مختلف رنگ ہیں ۔ مختلف
جھلکیاں ہیں ۔ تو یہ اس لئے کہ یہ ایک مقام ہے آقا علیہ السلام کی ذات اقدس کو اللہ کی ذات میں
فنائیت تامہ کا مقام حاصل ہے ۔ اور فناء تامہ کے ساتھ بقاء تامہ نصیب ہوئی ہے ۔ آپ کو اللہ
کی ذات کے ساتھ بقائے تام نصیب ہے ۔ اس لئے حکم دین کا یہ ہے ۔ کہ جب ذات کی
بات کرو ۔ اللہ کی ذات اور ہے اور مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات اور ہے ۔ اور اللہ خالق ہے ۔
اور حضور کی ذات اقدس مخلوق ہے ۔ وہ مالک ہے ۔ حضور مملوک ہیں ۔ وہ معبود ہے حضور عبد ہیں
وہ مرسل ہے ۔ حضور اس کے رسول ہیں ۔ وہ دینے والا ہے حضور لینے والے ہیں ۔ وہ بنانے
والا ہے ۔ اور سنوارنے والا ہے ۔ حضور بننے اور سنورنے والے ہیں ۔ وہ کمال دینے والا ہے ۔ وہ مکمل
ہے ۔ حضور اس کے بنائے ہوئے مکمل ہیں ۔ وہ مکمل کرنے والا ہے ۔ حضور مکمل ہونے والے ہیں ۔
جو سب کچھ حضور کی تعریف کرتے ہیں ۔ وہ حضور کی نہیں ہوتی وہ اللہ کی تعریف ہے ۔ وہ معمار
کی ہوتی ہے ۔ اس لئے رسالت کی تعریف تو حضور کی تعریف کہلائی ۔ چونکہ آقا علیہ السلام کو

اللہ پاک نے یہ مقام عطا فرمایا ہے، اس لیے حضور علیہ السلام کی ذات کو اور آپ کے ذکر کو آپ کے بیان
کو آپ کے تذکرے کو اللہ نے اپنا ہی ذکر قرار دے دیا ـــ اللہ پاک نے ارشاد فرمایا اَلَا بِذِکْرِ اللّٰہِ تَطْمَئِنُّ
القلوب ۔ جان لو لوگو کہ اللہ کے ذکر سے دلوں کو اطمینان ملتا ہے ۔ حضرت مجاہد عظیم الشان تابعی
وہ حضرت عبداللہ بن عباس ؓ کے شاگرد اُن کی روایت سے اور عبداللہ بن عباس ؓ صحابی ہیں۔
جن کو حضور علیہ السلام نے فرمایا یہ ترجمان القرآن ہے۔ جبرائیل امین نے کہا یہ ترجمان القرآن ہے۔
اس امت (حبر الامۃ) کے سب سے بڑا عالم ہے ۔ حضرت عبداللہ بن عباس ۔۔ ابن عباس جن
سے حضرت مجاہد روایت کرتے ہیں۔ تابعی ہے کہتے ہیں۔ ان سے پوچھا گیا کہ اللہ کا فرمان ہے کہ اللہ کے
ذکر سے دلوں کو اطمینان ہوتا ہے۔ پوچھا حضرت = اللہ کا ذکر کون سا ہے۔ جس سے دلوں کو سکون
ہو ۔ کیا ہے اللہ کا ذکر ـــ حضرت مجاہد تابعی نے فرمایا اللہ کا ذکر ذات مصطفیٰ ہے [۲] ـــ
تو مطلب کیا ہوا کہ اطمینان قلب وجود مصطفیٰ ﷺ سے جڑا ہوا ہے ۔ جس کو دل کا اطمینان
چاہیے۔ وہ حضور کے سے لگ جائے ۔ جس کو دل کا اطمینان چاہیے ۔ وہ محمد محمد کیا کرے
وہ حضور کے تذکروں میں رہا کرے۔ وہ جو تفسیر بیان کی حضرت مجاہد کی اس کو امام جلال
الدین سیوطی نے الدر المنثور میں روایت کیا ۔ اس کو امام ابن ابی شیبہ نے مُصنّف میں روایت کیا
امام ابن جریر نے تفسیر جریر میں ـــ اور یہ کہنا کہ اللہ کے ذکر سے دلوں کو اطمینان ہوتا ہے۔ فرمایا
اللہ کا ذکر حضور کی ذات ہے ۔ اس پر امام ترمذی نے ایک بات کہی۔ صحاح ستہ کی حدیث
جو جامع ترمذی ہے ۔ سنن ترمذی میں ایک باب قائم کیا۔ تفسیر القرآن ۔ قرآن پاک کی آیتوں کی تفسیر
کا باب بنایا ـــ اس میں ایک اصول بیان فرمایا ـــ وہ فرماتے ہیں ۔ کہ اگر کسی آیت کی تفسیر
حضرت مجاہد سے مروی ہو یا حضرت قتادہ سے مروی ہو ۔ جیسے تابعی اہل علم ۔ اگر کسی آیت
کی تفسیر کریں ۔ امام ترمذی کہتے ہیں خبردار ـــ یہ کبھی نہ سمجھیں کہ انہوں نے تفسیر اپنی طرف سے کی ہے۔
ان کی تفسیر کی بنیاد کوئی نہ کوئی حدیث رسول ہوگی ـــ امام ترمذی نے کہا ۔ وہ حدیث کے بغیر بات نہیں بولتے
وہ علم لیتے ہیں حضرت عبداللہ بن عباس سے ۔ اور حضرت عبداللہ بن عباس علم لیتے ہیں ذات مصطفیٰ سے
وہ فرماتے ہیں کہ اللہ کے ذکر سے دلوں کو اطمینان ہوتا ہے وہ حضور کی ذات ہے ﷺ
یہی وجہ ہے کہ اللہ پاک نے فرمایا یہ کلمہ ـــ ایک حدیث امام قسطلانی نے المواہب اللدنیہ میں

روایت کیا ہے۔ کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ بعض حملۃ القرآن بعض علماء کو جو قرآن کے عالم
اور حافظ ہوں گے۔ قرآن کا علم اور قرآن کو سینوں میں سنبھالنے والے ہوں گے۔ ان کے بعضوں کے بارے میں
اللہ دوزخ کا فیصلہ فرمائے گا۔ (۲۷ — ۱۳۱) کہ ان کو دوزخ میں بھیج دو۔ تو دوزخ میں ان کو
کسی دوسرے اعمال کی وجہ سے بھیجا جائے گا۔ یہ ایک فضیلت تھی۔ انہوں نے اس فضیلت کا حیا
نہ کیا — اس کی قدر نہ کی۔ اس کا احترام نہ کیا۔ اس کے تقاضے پورے نہ کیے۔ اس قرآن سے ہدایت
نہ لی۔ اسباب ہیں۔ اعمال اچھے نہ کیے۔ عمل اور قرآن کے علم میں تضاد دیکھا فیصلہ فرما دے گا کہ
انہیں دوزخ میں ڈالا جائے۔ اب حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں دوزخ میں ڈالنے سے پہلے
ان کے دل و دماغ سے ذکر محمد ﷺ کو بھلا دے گا۔ اس لئے کہ جس کے دل میں ذکر مصطفےٰ ہوگا۔
وہ جہنم میں نہیں جائے گا۔ کیونکہ جس کے دل میں ذکر مصطفےٰ ہوگا متمکن ہوگا۔ کیونکہ وہ ذکر مصطفےٰ
ہی ذکر خدا ہے۔ اور وہ ہدایت ہے وہ صراط مستقیم ہے۔ وہی حبل اللہ ہے۔ وہی نعمت اللہ
ہے۔ وان تعدو نعمت اللہ ___ تو اللہ پاک ذکر مصطفےٰ کو نکال لے گا۔ جتنا زمانہ
ان کو دوزخ میں ٹھہرانا ہوگا۔ یا فیصلہ ہوگا کہ دوزخ کی آگ ان پر بجھا دی جائے۔ یا انہیں نکال
لیا جائے۔ جبرائیل امین کو بھیجے گا۔ جبرائیل ؑ جا کے پھر ان کو حضور کا ذکر یاد کرائے گا۔ اور
جب انہیں حضور کا ذکر یاد ہو جائے گا۔ پھر وہ حضور کا ذکر کریں گے۔ تو دوزخ کو حکم ہوگا۔
کہ اے دوزخ اب رک جا اب ذکر مصطفےٰ کر رہے ہیں۔ آگ بجھا دی جائے گی۔

چونکہ اللہ پاک نے حضور کے ذکر کو اپنا ذکر بنا دیا ہے۔ حضور کے وجود کو اپنی ہدایت بنا
دیا ہے۔ ورفعنا لک ذکرک — ہم نے آپ کا ذکر بلند کر دیا۔ تو اس کا ایک معنیٰ
پوچھا گیا۔ حضرت یحییٰ بن آدم فرماتے ہیں — اور قاضی عیاض بیان کرتے ہیں۔ کس طرح بلند کر دیا
اب کوئی آذان کہے کلمہ شہادت کہے۔ نماز پڑھے حمد و ثنا کرے۔ جو چاہے کرے۔ اب پھر ذکر
قبول ہی نہیں ہوگا جب تک ذکر مصطفےٰ ساتھ نہ ہو۔ یہ معنیٰ ہے۔ ذکر کو بلند کرنے کا۔
کہ جعلت لا ایمان ذکری معک — میں نے ایمان کا مکمل ہونا۔ اس بات پر مشروط کر دیا ہے۔
کہ آپ کا ذکر میرے ساتھ ہوگا۔ تو اس کا ایمان مکمل ہوگا۔ ورنہ ایمان ہی نامکمل ہے۔ دوسرا
معنیٰ اس کا ارشاد فرمایا۔ جبرائیل امین سے مروی ہے۔ کہ اللہ پاک نے ذکر بلند کرنے کا

M T W T F S S

Memo No ________
Date / /

فرمایا ہے - اذا ذکرت ذکرت معی - اب جہاں کہیں اور جب بھی میرا ذکر کیا جائے - آپ کا ذکر ساتھ کیا جائے - آپ کا ذکر میرے ذکر سے جدا نہیں ہو سکتا — یہ ہے آپ کے ذکر کو بلند کرنے کا معنیٰ — یہ کیسے ہو کہ حبیب کے ذکر کو اپنے ذکر سے جدا نہ کرے - اللہ حبیب کی ذات کو اپنی ذات سے جدا کرے - ایسا نہیں ہو سکتا -

اگر حضور کا ذکر اللہ کے ذکر کے ساتھ ہے - تو حضور کی ذات بھی اللہ کی ذات کے ساتھ ہے - وہ خالق کی شان میں اور یہ مخلوق کی شان میں - اب اس کا تیسرا معنیٰ جو اصل میں بیان کرنا چاہتا ہوں - جس کو امام جعفر الصادق نے بیان فرمایا - یہ معنیٰ اہلبیت کا ہے — اور گھر کی بات گھر والوں — سے بہتر کوئی نہیں جانتا — (۲۹ — ۳۶)

وہ حضور کے شہزادے اور امام حسین کے پوتے کے لاڈلے اس گھر سے ملنے والی بات سے بہتر اور کوئی نہیں ہو سکتی - حضور کے رفعت ذکر کے معنیٰ کو اور کون جانتا ہے - سیدنا امام جعفر الصادق نے بیان فرمایا اور اس کو اپنی عطا سے بھی بیان کیا - فرمایا - جعلتک ذکرا من ذکری فمن ذکرک ذکرنی گا اس کا معنیٰ یہ ہے کہ اے حبیب میں نے آپ کے ذکر کو اپنا ہی ذکر بنا دیا ہے - پہلے تھا - پہلا میرا ذکر ہو میرا ذکر کرے ساتھ آپ کا ذکر ہو — تو ذکر الگ الگ رہا ہے ساتھ ہونے کا مطلب کیا ہوتا ہے - ہیں الگ — مگر ہیں ساتھ - وہ پہلا معنیٰ تھا - جب بھی میرا ذکر ہو آپ کا ذکر ساتھ ہو جائے۔

اب جو امام جعفر الصادق نے فرمایا — وہ معنیٰ یہ ہے کہ اب ساتھ کی بات ختم ہو گئی - فرمایا آپ کے ذکر کو میں نے اپنا ذکر بنا دیا ہے - پس جو آپ کا ذکر کرے اس نے میرا ذکر کر لیا -

اب یہاں ایک نکتہ ہے توجہ طلب - یہ ایک طرف سے بات کی ہے - دوسری طرف سے نہیں کی اے حبیب جو آپ کا ذکر کرے اس نے خود بخود آپ کا ذکر کر لیا - بات یہ فرمائی ہے - یوں نہیں کہا فمن ذکرنی ذکرک - جس نے میرا ذکر کیا اس نے خود بخود آپ کا ذکر کر لیا - بلکہ فرمایا جو آپ کا ذکر کرے اس میں میرا بھی ذکر ہو گیا — سو جو خالی میرا ذکر کرے گا - وہ صرف میرا ذکر ہو گا جو خالی میرا نام لے گا - وہ خالی میرا ذکر ہو گا اور جو صرف میرا ذکر ہو گا - وہ ایمان سے خالی ہو گا کیونکہ تمام اہل ایمان پر کڑی ہو گی - جو صرف میرا نام لے گا - وہ خالی میرا ذکر ہو گا - جو خالی میرا ذکر کرے گا وہ نہ ذکر شامل ہو گا - میں ~~[illegible]~~ تب مکمل کرتا اپنا ذکر ہے تو جو میرا ذکر کرے گا اور

(۳۶ — ۳۹)

سو۔ جو میرا ذکر کرے گا تمثیلی۔ وہ میرا ذکر نہیں بن سکتا۔ وہ صرف میرا بن سکتا ہے۔

جب اللہ نے شمول ہی نہیں کیا۔ تو میرا ذکر کیسے بن گیا۔ جس نے صرف خدا کا ذکر کیا۔ وہ نہ خدا کا ذکر ہوا اور نہ حضور کا ذکر ہوا ۔۔۔ اب اس کی دوسری سمت کہا کہ جو آپ کا ذکر کرے ذکر کی۔ اس میں میرا ذکر بھی ہو گیا ۔۔۔ تو ذکر مصطفیٰ ذکر خدا ہے۔

مگر ذکر خدا ذکر مصطفیٰ نہیں ہے۔ وہ مالک کا ذکر ہے۔ اس لیے اللہ حضور کی شکلیت نہیں ہے۔ وہ بنانے والا ہے۔ خالق ہے۔ معبود ہے حضور عبد ہیں۔ اللہ میں حضور کی شان مظہریت نہیں ہے۔ بلکہ حضور میں اللہ کی مظہریت ہے ۔۔۔ حضور کو بنایا ہے۔ اور جو بناتا ہے۔ وہ اپنا مظہر بناتا ہے ۔۔۔ اور بننے والا اپنا رنگ بنانے والے پر نہیں چڑھاتا ۔۔۔ تو حضور کو اللہ نے بنایا۔ حضور نے اللہ کو نہیں بنایا ۔۔۔ اس لیے جو اللہ کا ذکر کرے وہ صرف اللہ کا ذکر ہو گا۔ اور شمول نہیں ہو گا۔ اور جو حضور کا ذکر کرے وہ ذکر مصطفیٰ بھی ہے۔ اور ذکر خدا بھی ہے۔ پہلے معیت ذکر تھی اب عینیت ذکر ہو گئی ۔۔۔ تو ذکر ایک ہو گیا ۔۔۔ اس لیے قاعدہ اور کلیہ کی بات ذہن میں رکھ لیں ۔۔۔ ذکر مصطفیٰ جس دور میں ہو جس وقت ہو جس زبان میں ہو۔ حضور کا ذکر اس پر اللہ کی کوئی پابندی نہیں ہے۔ وہ اس کا اپنا ذکر ہے۔ اس لیے اس نے اپنی نماز کیلئے وقت بھی مقرر کر رکھے ہیں۔ پر فجر ہے سورج چڑھ گیا تو قضا۔ اپنی نماز کیلئے وقت قضا اور ادا بھی ہے۔ پر ظہر ہے۔ یہاں ادا ہے یہاں قضا ہے۔ عصر ہے یہاں ادا ہے ۔۔۔

روزے اس کی عبادت اور ذکر ہیں۔ ادا ہے قضا ہے۔ حج اس کی عبادت ہے۔ سال کا ایک دن ہے عرفات ہے آگے پیچھے نہیں ہے ۔۔۔ جہاں اس کا اپنا ذکر و عبادت آ گئے اس پر پابندی ہے۔ وقت بھی ہے ادا بھی ہے قضا بھی ہے۔ جہاں ذکر مصطفیٰ آ گئے۔ ان اللہ وملائکتہ ۔۔۔ جہاں درود مصطفیٰ آ گئے۔ سلام مصطفیٰ آ گئے۔ ذکر مصطفیٰ آ گئے۔ نعت مصطفیٰ آ گئے اس کا نہ کوئی قضا ہے۔ وہ ہمیشہ ہر وقت ادا ہی ادا ہے ۔۔۔

ہر وقت ادا ہے ہر جگہ ادا ہے ۔۔۔ ہر زبان میں ادا ہے ۔۔۔ ذکر مصطفیٰ پہ پابندی کوئی نہیں۔ اس لیے وہ ذکر مصطفیٰ بھی ہو گا۔ اور اللہ کا بھی ذکر ہو گا ۔۔۔ کہ اللہ تعالیٰ نے حضور کے ذکر کو اپنا ذکر بنایا ہے ۔۔۔ اقم الصلوٰۃ لذکری۔ نماز میرے ذکر کی محتاج ہے۔ اللہ کی عبادت اس کا ذکر ہوئی

اس میں جو خالصۃً اسی کی عبادت اور محض اللہ کا ذکر ہے۔ اس میں اس نے وقت کی زمانے کی جگہ کی
تحفظ کی ادا کی پابندی ہے مگر حضور کے ذکر کے لئے ـــــ کہ نماز آپ نے کھڑے ہو کے پڑھنا ہے،
رکوع کرنا ہے سجود کرنا ہے۔ ہر چیز۔ مگر حضور علیہ السلام کے ذکر کے لئے ایسی شرائط ایک بھی مقرر
نہیں فرمائی۔ نہ کوئی شکل مقرر کی۔ نہ وقت ـــ نہ کھڑا ہونا نہ بیٹھنا۔ نہ ادا نہ قضا ـــ
مطلقاً۔ جو وقت جیسے چاہے کرے۔ اب اس میں جو میں آخری بات دینا چاہتا ہوں وہ یہ ہے۔
نماز آپ جیسے پڑھنا چاہیں نہیں پڑھ سکتے۔ اردو میں نہیں پڑھ سکتے۔ مریض نہیں
بیٹھ کے نماز نہیں پڑھ سکتے۔ جس وقت چاہیں آنکھ کھولیں مغرب پڑھ لیں۔ جب چاہیں ظہر پڑھ
لیں۔ کیونکہ اس نے ان الصلوٰۃ کانت علی المؤمنین ـــ اللہ پاک نے عبادتوں کے لئے وقت
اور جگہ کا تعین کر دیا ہے۔ اور حضور علیہ السلام کے ذکر کے لئے۔ ورفعنا لک ذکرک ـــ ان
اللہ وملائکتہ یصلون ـــ اور جہاں جہاں بھی اس کے علاوہ حکم آیا ہے۔ کوئی وقت کوئی شرط
نہیں لگائی۔ کیوں اس لئے کہ اس نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو محض رحمت بنا کے بھیجا ہے وما ارسلنک
الا رحمۃ للعالمین ـــ اور رحمت ہمیشہ نرمی شفقت آسانی کا تقاضا کرتی ہے۔ لہذا نبی کے
ذکر میں اس رحمت کی خوبی یہ رکھی ہے۔ کہ جس طرح جب بھی جس شکل میں کوئی چاہے پڑھ لے
کر لے ـــ اللہ نے کوئی پابندی نہیں رکھی اور امت کے لوگ آپس میں پابندیوں اور شکلوں
پر جھگڑا کرتے پھریں تو یہ اللہ کی دی ہوئی آسانی کا کفران نعمت ہے۔ اللہ نے آسانی کر دیا۔
ہم اس کو مشکل نہ بنائیں۔ کسی نے پوچھا کہ درود شریف اللہ کے نبی کا ذکر ہے۔ کھڑے ہو کر پڑھیں
یا بیٹھ کر پڑھیں ـــ اب شریعت میں نہ کھڑے ہو کے پڑھنے میں پابندی ہے نہ بیٹھ کر پڑھنے میں پابندی
ہے۔ نہ کھڑے ہو کے پڑھنے کا حکم نہ بیٹھ کر ہی پڑھنے کا حکم ـــ شریعت میں تو اللہ نے پابندی لگائی
کوئی نہیں آپ بنی اسرائیل کیوں بنتے ہیں۔
حکم آیا تھا۔ کہ گائے ذبح کرو۔ کون سی ہو۔ کس رنگ کی ہو۔ جب اللہ نے پابندی
لگائی کوئی نہیں تو اپنے آپ کو کیوں پابندیوں میں جکڑتے ہو۔ اس نے حبیب کو رحمت
بنایا تو اس نے حبیب کے ذکر کو بھی رحمت کر دیا۔ آسان کر دیا۔
تو حضور کے بے شمار ذکروں میں ایک صورت یہ بھی ہے کہ کثرت سے حضور کی نعت

پڑھی جائے ۔ نعت پڑھی جائے ۔ عربی میں ہو ۔ اردو میں ہو وہ بھی نعت ہے ۔ پنجابی سرائیکی میں ہو
وہ بھی نعت ہے ۔ نثر میں ہو وہ بھی نعت ہے نظم میں ہو وہ بھی نعت ہے ۔ حضور کی تعریف کی جائے
ثنا میں بیان کی جائیں ۔ وہ جو نعت پاک ہے جو نعت پڑھنا اور نعت خواں ہونا ۔ یہ بھی سنت
ہے ۔ آقا علیہ السلام کے صحابہ میں ۔ لوگوں کو عام طور پر معلوم نہیں ۔ انہوں نے ایک دو نام صحابہ کا
سن رکھا ہے لیکن ۳۵ صحابہ حضور علیہ السلام کے نعت خواں تھے ۔ ٹھیک ہے تو نعت کونسل ہی
بن گئی نا ۔ آقا علیہ السلام اپنی نعت کی مجلسیں منعقد کرتے ۔ خود بیٹھتے اور صحابہ اجازت لے کے
نعت پڑھتے ۔ مسجد میں ہوتے ۔ کبھی چلتے پھرتے تو شب پڑھتے ۔ تو حدیث پاک میں آتا ہے ۔
جس کو امام ترمذی نے بھی روایت کیا ہے ۔ شمائل ترمذی میں ۔ شمائل نبوت میں روایت کیا ۔
اور اسی طرح امام نسائی نے روایت کیا ۔ امام بزار نے روایت کیا ۔ حضرت انس بن مالک رض
وہ روایت کرتے ہیں کہ حضور علیہ السلام جب اپنا عمرہ قضا ادا کرنے کے لئے مکہ میں داخل ہوئے جب
واپس پلٹ گئے تھے ۔ پھر عمرہ رہ گیا تھا دوبارہ ادا فرمایا ۔ جب مکہ معظمہ میں داخل ہوئے تو
صحابہ کرام کا ہجوم ساتھ تھا ۔ تو حضرت عمرؓ کے ایک نعت خواں صحابی ہیں ۔ حضرت عبداللہ
بن رواحہ ۔ عرض کی یارسول اللہ اگر اجازت ہو تو نعت پڑھوں ۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا پڑھو ۔
حدیث میں آتا ہے کہ وہ آگے آگے چل رہے تھے ۔ چلتے ہوئے ایک ہجوم صحابہ تھا ۔ چل رہے تھے ۔
اور ابن رواحہ آگے آگے چلتے اور حضور کی نعت پڑھتے جا رہے تھے ۔ خانہ کعبہ کے حرم میں جب
حضور علیہ السلام داخل ہوئے تو اسی نعت خوانی کے ساتھ داخل ہوئے ۔ جب باآواز بلند
داخل ہوئے تو سیدنا عمر بن خطاب نے کہا ۔ عبداللہ بن رواحہ اللہ کا گھر حرم ہے ۔ حضور سامنے
ہیں اور تم اونچی آواز میں شعر پڑھ رہے ہو ۔ یہ حضرت عمر کے ذہن میں خیال آیا ۔ تو حضور
علیہ السلام نے فرمایا اے عمر نہیں روکو ان کو شعر نہ ہو ۔ یہ جو پڑھ رہا ہے ۔ اس
کافروں کے دل میں تیر لگ رہے ہیں ۔ پڑھنے دو (۲، ۳ ـ ۵) کافروں کے دلوں میں تیر ہلکے چھید
رہے ہیں ۔ یہ آقا علیہ السلام کے کلمات ہیں ۔ اور دوسری حدیث پاک جو مشکوۃ شریف میں
کعب بن مالک رض سے روایت ہے ۔ انہوں نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ۔ جب آقا علیہ السلام کی
زبان اقدس سے نعتیہ اشعار سنے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ کیا قرآن مجید میں شعر کے بارے میں مذمت

نہیں آئی۔ انہوں نے سوال کیا۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا۔ اور یہ امام بغوی نے شرح السنہ میں روایت کیا۔ امام عبدالبر نے روایت کیا۔ صاحب مشکوۃ میں درج کیا۔ حضور نے فرمایا اس کے جواب میں اشارہ اس امر کی طرف تھا کہ یہ غیر موسیقی اور مزامیر مشغولوں کے لئے بات ہوگی۔ آقا علیہ السلام نے فرمایا یہ جو نعت پڑھ رہا ہے کہ مومن دو طرح کا جہاد کرتا ہے ایک تلوار سے ایک اپنی زبان سے کرتا ہے۔ نعت پڑھنا جہاد ہے کہ زبان کا جہاد ہے۔

تیسرا معروف حدیث حضرت کعب بن زہیر کے حوالے سے امام قسطلانی کے المواہب الدنیہ میں روایت کیا۔ اور امام زرقانی نے اس کی شرح میں۔ اور دیگر کثرت سے ستر محدثین نے کتب احادیث میں روایت کیا۔ کعب بن زہیر نے 200 سے زائد اشعار کی نعت لکھی تھی۔ یہ پہلے مسلمان نہ تھے پہلے مدینہ حاضر ہو گئے مسلمان ہونے کے ارادے سے۔ جب داخل ہو گئے تو عرض کی یارسول اللہ کعب بن زہیر تائب ہو کر مسلمان ہونے کے لئے حضور کی بارگاہ میں آیا ہے۔ فرمایا آنے دو۔ بیٹھ گئے آقا کی بارگاہ میں ہاتھوں میں ہاتھ دے دیئے۔ بیعت کرنے کے لئے۔ قبول اسلام کے لئے۔ عرض کی یارسول اللہ میں کعب بن زہیر ہوں۔ میں وہی ہوں جو حضور کے خلاف لکھا کرتا تھا عرض کی آقا میں غلام بننے آیا ہوں۔ فرمایا میں محمد رسول اللہ ہوں۔ کلمہ پڑھا مسلمان ہو گئے۔ عرض کی یارسول اللہ میں قصیدہ لکھ کے لایا ہوں۔ اجازت ہو تو سناؤں۔ فرمایا سناؤ۔

حضور کے صحابہ کی مجلس میں 200 اشعار کا قصیدہ سنا دیا۔ اور حدیث میں آتا ہے جب اس میں ایک شعر آیا۔ ؎

اِنَّ الرَّسُوْلَ لَنُوْرٌ یُّسْتَضَاءُ بِہٖ ۔ رسول بے شک نور ہیں۔ ہر کوئی روشنی انہی سے پاتا ہے۔ جب اس شعر پہ پہنچے۔ آقا علیہ السلام جو چادر اوڑھ کے بیٹھے تھے۔ اپنی چادر اتاری اور پھینک کر فرمایا میں نے تجھے تحفہ دیا۔

(۴) چوتھا آقا علیہ السلام کے عظیم نعت خواں حضرت نابغہ جعدی کی۔ انہوں نے یہ 200 اشعار پر مشتمل نعت پڑھی۔ امام دارقطنی نے روایت کیا امام بیہقی نے امام جلال الدین سیوطی نے خصائص کبریٰ میں روایت کیا۔ امام زرقانی نے۔ امام قسطلانی نے کیا۔ صحابہ کرام کا اجماع ہے۔ آقا علیہ السلام کی موجودگی میں اور نعت خواں نعت پڑھ رہے ہیں۔ شعر کی کوئی

تعریف نہیں آئی تھی قرآن مجید میں - مگر حدیث میں تعریف آئی ہے - فرمایا ان الحکمۃ من الشعر -
شعر میں حکمت ہوتی ہے - فرمایا شعر میں اثر بیانی ہوتی ہے - قرآن و حدیث کی تطبیق کریں -
قرآن کہہ رہا ہے کہ مبالغہ کرتے ہیں شاعر لوگ - حضور کہہ رہے ہیں کہ شعر میں حکمت ہوتی ہے - کیا
اللہ کا رسول اللہ کی بات کے خلاف کر سکتا ہے - (نہیں کر سکتا) کیا بات تھی - فرمایا -
ہاں حسن شعر میں میری نعت ہو وہ اچھا ہے - یعنی مبالغہ ہوتا ہو گا -
کیونکہ حضور کی شان میں جو کوئی جو کچھ کہے - مبالغہ ہوتا ہی نہیں - بشرطیکہ اللہ نہ بنائیے -
خدا نہ بنائیے - امام بوصیری نے بھی یہ فرمایا - مبالغہ ہوتا ہی نہیں - وہ ہے ذات حضور کی شان
کے اندر ہے - تو 200 اشعار رائیہ لفظیہ قصیدہ - حضرت نابغہ جعدی نے آقا علیہ السلام
کی بارگاہ میں پڑھی - جب وہ کلام پڑھ چکے تو آقا علیہ السلام نے حسن کے سرور میں آ گئے کیف
میں آ گئے تو آقا نے فرمایا. نابغہ جعدی تم نے میری اتنی نعت پڑھی ہے - اللہ تیری زبان کی رونق
ختم نہ کرے - اور تیرے منہ کو کبھی نہ بگاڑے - یہ دعا دی آقا علیہ السلام نے عربی محاورہ کے
دعائیہ کلمات تھے - اللہ تیرا منہ سلامت رکھے - یہ دعا کر دی - صحابہ کہتے ہیں [illegible]
ہیں - اور دیگر صحابہ اسامہ کہتے ہیں - کہ خدا کی قسم ہم نے بعد نابغہ جعدی کو 200 سال کے
بعد - یہ میرا حسن ظن ہے - 230 عمر ہوئی نابغہ جعدی کی - ابن عتبہ روایت کرتے ہیں -
200 برس کی عمر میں وفات ہوئی - تو 230 برس کی عمر ہوئی - اب اس کے آگے محدثین نے بیان
نہیں کیا - ایک میرا گمان آ رہا ہے - جو میں نے اخذ کیا ہے - مجھے لگتا ہے کہ جو شعر کہے اور مقامات
پہ میں احادیث سے اخذ ہوتا ہے - کہ جب وہ شعر پڑھ رہے تھے نابغہ جعدی کی عمر تھی ۳۰ (۳۰)
برس کے قریب ہوں گے - 200 اشعار حضور کی نعت کے پڑھے - حضور نے دعا دی - ہر شعر
کے بدلے ایک سال عطا فرمایا - (یہ ایک خیال ہے میرا اگر تاریخی طور پر غلط ہو تو معافی)
کئی مقامات سے یہ بات آتی ہے کہ چھوٹی سی بات پر کئی سال عطا فرمائے -
حضرت بابا رتن ہندی کو حضور نے سات مرتبہ دعا دی - چھوٹی سی عمر تھی آقا
کی چار یا پانچ سال - حضرت حلیمہ سعدیہ کے گاؤں میں بکریاں چراتے تھے (1-01-25)
بارش ہو گئی ایک ہندوستان کا بابا شام کو تجارت کے لیے جا رہا تھا - بکریاں بگڑ گئیں بارش ہونی نالے

میر کے ہو رہے تھے۔ اس نے دیکھا کہ خوبصورت معصوم چاند کی طرح بچہ ہے اور نالہ عبور کرنے بیٹھا ہے۔ گزرنا اوپر سے مشکل لگتا ہے۔ اس نے کہا کہ میں اٹھا کے نالہ پار کرا دوں اس نے کہا کرا دو۔ اسے کیا خبر کہ کون ہے۔ کندھے پر اٹھا کے نالہ پار کرا دیا۔ زبان ہندی کی تھی میں کہ جیسے تو زبان کی سمجھ نہیں آتی تھی۔ اشارا اور سات سو برس میری عمر کا کچھ کر دیا۔ اور فرمایا اللہ تیری عمر دراز کرے۔ اس نے کہا سات سو برس سنا میری عمر کی دعا کی۔ سات سو سال عمر ہو گئی ---- تو میں کہتا ہوں کہ ایسے واقعات ہیں کہ میں نے اس سے اخذ کر لیا۔ کہ شاید ایسا ہو گا کہ تیس سال کا جوان ہو گا۔ نابغہ جعدی حضور کی نعت پڑھی۔ ۲۰۰ شعروں کی دو سو سال عطا کر دی ---- اب اسامہ روایت کرتے ہیں اس خدا کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے۔ میں نے نابغہ جعدی کو 230 برس کی عمر۔ میں دیکھا اس کے دانت بارش کے اولوں سے بھی زیادہ چمکدار تھے ---- اور جہاں دانت گرتا تھا اس تھوڑی دانت پیدا ہو جاتا تھا۔ اس کے منہ کے دانت کبھی نہ گرے۔ بدلتے رہتے تھے۔ اسی وقت بدل جاتے تھے۔ چونکہ حضور نے دعا دی تھا۔ اپنی نعت پر خوش ہو کے کہ خدا تیرا منہ سلامت رکھے رونق قائم رہے۔ تو آقا کو اپنے ذکر اپنی نعت سے اتنی خوشی ہوتی ہے۔ تو جب آقا کو اتنی خوشی ہوتی ہے تو عبداللہ کو اس مالک کو کتنی خوشی ہوتی ہوگی۔ جو صبح شام خود حضور کا ذکر کرتا ہے۔ اس کی خوشی کا عالم کیا ہو گا۔

(۵) پانچویں حدیث امام حاکم نے روایت کی۔ المستدرک میں۔ امام طبرانی نے روایت کی۔ امام سیوطی نے خصائص کبریٰ میں ---- امام قسطلانی نے المواہب میں۔ امام زرقانی نے شرح المواہب میں امام حاکم اور امام طبرانی سمیت جو روایت کی۔ حضور کی بارگاہ میں حضور کے چچا حضرت عباس حاضر ہوئے۔ صحابہ کی مجلس تھی۔ عباس بن المطلب حضور کے چچا۔ عرض کیا یا رسول اللہ اجازت ہو تو آپ کی نعت پڑھوں ---- کہ چچا بھی نعت خواں ہیں۔ اور وہ چچا جو ابو طالب وہ بھی حضور کے نعت خواں تھے۔ حضرت ابو طالب کا دیوان ہے آدھا دیوان حضور کی نعتوں سے بھرا ہوا ہے۔ سعودی عرب میں چھپا ہے۔ میں وہاں سے خرید کے لایا تھا۔ بطور خاص یہ بات کسی سے میں نے۔

سعودی عرب میں چھپا ہے ---- اور وہاں مکہ مدینہ جدہ سے کئی نسخے خرید کے لایا تھا۔ اور ہر صفحے پر حضرت ابو طالب کی نعتیں ہیں حضور کی شان میں۔ (۱-۰۴-۲۰)

جس کو دیکھو نعت خوانِ مصطفیٰ ہے۔ حضرت عباس نے نعت پڑھی۔ آقا علیہ السلام کی۔

اور نعت میں کہا یا رسول اللہ ابتداء میں آپ ہی کا نور تھا ۔ جو جنت کے پتوں میں چھپا تھا ۔ اور
حضرت آدمؑ کے لباس میں تھا ۔ پھر ان کی پشت میں آپ ہی کا نور اترا اور آپ ہی کے نور
کے صدقے ان کی توبہ قبول ہوئی ۔ آپ کے نور کی برکت سے نوح کی کشتی ڈوبنے سے بچی ۔
یہ سارا مضمون حضرت عباس بن عبدالمطلبؓ نے بیان کیا ۔ اور ان تمام کتب حدیث میں تو
ہے ۔ مولانا اشرف علی تھانوی ۔ علمائے دیوبند کے بہت بڑے اکابر علماء بزرگوں میں سے ہیں ۔
مولانا اشرف علی تھانوی نے نشر الطیب میں حضرت عباس بن مطلب کی پوری یہ نعت لکھی ہے ۔
خود بیان فرماتے ہیں کہ آقا پھر آپ کا نور تھا ۔ یہ اترا اور ابراہیم علیہ السلام کی کشتی کو ڈوبنے سے
بچا لیا ۔ اور ابراہیم کو نمرود کی آگ سے بچا لیا ۔ اسی طرح بیان کرتے کرتے لائے ہیں ۔ اور کہتے
ہیں کہ پھر آپ کا نور حضرت آمنہ کے بطن میں آیا ۔ اور جب نکلا پھر شام کے محلات روشن
ہو گئے ۔ اور ہم اسی نور میں رہ رہے ہیں ۔ اور اسی نور میں راستے طے کر رہے ہیں ۔ یہ حضرت
عباس کے کلمات ہیں ۔ تو آقا علیہ السلام کی بارگاہ میں کھڑے ہو کے اس طرح نعتیں پڑھتے ۔
(۲) حضرت حسان بن ثابت جو معروف نعت خواں ہیں ۔ وہ تو پھر بخاری شریف میں
ہے مسلم میں بھی ہے ۔ بہت ساری کتب میں ہے ہر کتاب بھری پڑی ہے ۔ آقا علیہ السلام
ان کے لئے منبر بچھاتے ۔ تو یہ ذکر مصطفیٰ کی صورت تھی ۔ تو یہ آقا علیہ السلام کا محبوب
محبوب پسندیدہ طریقہ تھا ۔ اپنا ذکر نعتوں کی شکل میں سنتے تھے ۔ کیوں سنتے ۔
خود حاجت نہ تھی ۔ نہ معاذ اللہ خود پسندی تھی ۔ آپ فرماتے تھے ۔ فلا ولا فخر ۔ مجھے کوئی فخر نہیں
ہے ۔ کیوں سنتے تاکہ میری نعت سننا میری امت کے لئے میری سنت بن جائے ۔ اور لوگ نعت کی
شکل میں میرا ذکر کرتے رہیں ۔ تو پھر حضرت حسان بن ثابت کے لئے منبر بچھایا ۔ فرمایا حسان
یہ میرا منبر ہے میری نعت پڑھ ۔ (۲۰۲ ـــ ۷ ـــ ۱۰) جب حضرت حسان بن ثابت نے نعت
پڑھی اور ختم کی تو آقا علیہ السلام نے دعا دی اے حسان تو نے میری نعت کے صدقے خود شفا پائی
اور بیمار دلوں کو شفا دے دی ۔ تو حضور کی نعت سے شفا بھی ملتی ہے ۔ تو کوئی بیمار ہو تو گھر میں
محفل نعت مصطفیٰ کرایا کرے ۔ پھر قصیدہ بردہ شریف پڑھا کرے ۔ دعا کیا کرے اللہ شفا دیتا ہے
پھر آقا علیہ السلام نے ہاتھ اٹھا دیئے ۔ عرض کی باری تعالیٰ ایدہ ایدہ اللہ بروح القدس ۔ باری تعالیٰ

حسان بن ثابت جس وقت تک میری نعت پڑھتا رہتا ہے ۔ تو اس کے پیچھے جبرائیل امین کو کھڑا کیا کر۔
یہ میری نعت پڑھے۔ اور جبرائیل امین اس کی تائید کرتا رہا کرے ۔ یہ عالم تھا۔

آخری حدیث بڑی لطیف بڑی نازک بڑی دقیق ۔ بیان سننے کو کم ملے۔ وہ بھی حضرت حسان بن ثابت کیلئے ہے یہ ساتویں (۷) حدیث ہے ۔ اور صحیح مسلم کی ہے۔ حضرت حسان بن ثابت تازہ تازہ مسلمان ہوئے تھے۔ جب ایک سفر کے دوران بعض منافقوں نے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ پر تہمت لگا دی ۔ جس کی برأت میں اور آپ کی صفائی میں ۔ اللہ پاک نے سورۃ نور نازل فرمائی تھی ۔ اور یہ جو تہمت لگائی اس کو اچھال پھیلایا ۔ اور آقا علیہ السلام کو تکلیف پہنچی ۔ تو منافقوں نے کام کیا اس میں جو تازہ تازہ مسلمان ہوئے تھے۔ اور ابھی آقا کی صحبت نصیب نہیں ہوئی تھی ۔ تربیت میں پختگی نہیں آئی تھی ۔ جو طوفان اٹھا اس میں بہہ گئے۔ اس طوفان تہمت کی زد میں آگئے ۔ کچھ کیسے ابھی ابتدائی حالت تھی ایمان کی ۔ ان تازہ مسلمانوں میں اور اس طوفان کی زد میں آنے والے اور اچھالنے والے حسان بن ثابت بھی تھے۔ یہ بھی شکار ہو گئے تھے۔ اس شمار میں ہیں ۔ اور حضرت عائشہؓ کو بھی عمر بھر ذاتی طور پر ان کا بڑا تعلق رہا ۔ تو صاف ظاہر ہے دل کو بڑا دکھ رہا ۔ کہ حسان بن ثابت جو اُن میں شامل ہوا تھا ۔ گزر گئی ۔ آخر زمانے وقت تک حدیث پاک میں آتا ہے جو حضرت حسان بن ثابت کو حضرت ام المومنین عائشہؓ کے سامنے اس واقعے کے حوالے سے وہ بھی اس میں شامل ہو گیا تھا ۔ اس کا ذکر کر کے ان کے خلاف کوئی کلمہ کوئی لفظ بولنے لگتا ۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ اُن کو وہیں روک دیتیں ۔ خبردار حسان بن ثابت کے خلاف کوئی بات نہ کہو۔

کہا جاتا ہے ام المومنین انہوں نے کہا تھا ۔ فرمایا وہ سارا مجھے پتہ ہے ۔ اسی کا مجھے دکھ ہے۔ میں اس کو حسان بن ثابت کے خلاف کوئی کلمہ سننے کو تیار نہیں ۔ اگرچہ کچھ کیا تھا ۔
فرمایا یہ وہ حسان ہے ۔ جس نے میرے محبوب ﷺ کی شان میں یہ کہا ہے

فَاِنَّ اَبِیْ وَوَالِدَہٗ وَعِرْضِیْ ۔ لِعِرْضِ مُحَمَّدٍ مِّنْکُمْ وِقَاءُ ۔

اس نے میرے محبوب ﷺ کی شان میں نعتیں لکھی ہیں ۔ جو میرے محبوب کا نعت خواں ہو۔ اس نے میرے بارے میں جو بھی کیا ہو میں ایک کلمہ بھی اس کے خلاف نہیں سن سکتی ۔

انہوں نے کہا تھا۔ میرا والد اور میری والدہ اور میری بھی عزت آپ کا فدو مصطفیٰ ﷺ کے دشمنوں سے ہم سب کی عزتیں مصطفیٰ کی عزت کے لئے قربان ہیں۔ اور جو تمہارے کانوں کے شر میں وہ بہت برداشت کریں گے۔ اپنی عزتوں کو دیوار بنا دیں گے مصطفیٰ کو آنچ نہیں آنے دیں گے۔ یہ صحیح مسلم میں حدیث ہے۔ ان کی نعت خوانی پر اپنا ذاتی رنگ ختم کر دیا۔ کیا مقام نصیب ہوا۔ اور پھر آخری بات ہے۔ یہ حضور کے صحابی تھے۔ جو ۳۵ میں ساتھ گئے۔ اور پھر یہ معروف قصیدہ جسے نعت قصیدہ بردہ شریف کہتے ہیں۔ بتانا ہوں کہ نعت کی ایک شکل ہے جو امت میں چلی۔ پھر ہزاروں شکلیں ہیں۔ ان میں ایک شکل یہ بھی ہے۔ ذکر مصطفیٰ کی۔ ذکر تو ضرور نصیب ہوگا۔ اس سے نور اطاعت نصیب ہوگا۔ اس سے نور اتباع نصیب ہوگا۔ اس سے نور محبت نصیب ہوگا۔ کثرت ذکر مصطفیٰ ﷺ۔ اور کثرت ذکر خدا۔ تو معروف نعت جو قصیدہ بردہ شریف کی شکل میں۔ امام شرف الدین بوصیری رح۔ انہوں نے لکھی۔ اور بہت سارے علماء محدثین شارحین نے اس واقعہ کو بیان کیا کہ یہ قصیدہ کیسے لکھا گیا۔ اور اس کو مولانا اشرف علی تھانوی نے بھی نشر الطیب میں قصیدہ بردہ شریف کے کا منتخب خلاصہ لکھا۔ یہ واقعہ بھی روایت کیا۔ سند کے ساتھ توثیق کی۔

ایمان کا تقاضا یہ ہے کہ حضور کی ذات پر جھگڑا نہ جائے۔ جو جس طرح مان سکے۔ مانے اس کا نصیب ہے جھگڑا نہ کرے۔ اور جہاں تک جانے میں نے آپ کو سند ذمہ داری کر دیا۔ بس ایک خدا نہ بنائے۔ یعنی خدا کے برابر نہ بنائے۔ باقی مصطفیٰ کو جہاں تک مانے کوئی حد نہیں ہے۔ تو حضرت امام بوصیری جنہوں نے نعت لکھی یہاں کو فالج ہو گیا تھا۔ پندرہ چودہ سال گزر گئے۔ مفلوج ہو کر بستر پر پڑے ہوئے۔ چل پھر نہیں سکتے تھے۔ شاعر تھے بڑے بڑا کلام لکھا تھا۔ خیال آیا تو آقا کی بارگاہ میں قصیدہ لکھا۔ اس کا نام ہے قصیدہ بردہ۔ یعنی چادر والا بردہ۔ نام انہوں نے نہیں رکھا تھا۔ قصیدہ بردہ۔ تو آقا علیہ السلام کی بارگاہ میں قصیدہ لکھا۔ یہ تو ۱۶۲ اشعار لکھے۔ حضور کی نعت کے اور سو گئے۔ رات کو آقا علیہ السلام خواب میں تشریف لائے۔ اور آقا نے فرمایا بوصیری اٹھو وہ قصیدہ مجھے سنا۔ جو

میری کتاب شان میں لکھا ہے۔ امام بوصیری کا۔ اسی پہ خواب ہے۔ امام بوصیری عرض کرتے ہیں یا رسول اللہ میں تو مفلوج ہوا۔ فالج زدہ ہوں۔ چودہ سال سے بستر پہ پڑا ہوں۔ فرمایا تو اسکو بھی سنتا۔ آپ نے دست مبارک پھیرا اور خواب میں امام بوصیری شفایاب ہو گئے۔ اٹھ کر بیٹھ گئے اور قصیدہ پڑھا۔ آقا نے خوش ہو کر اپنی چادر عطا فرمائی۔ اس چادر کی وجہ سے قصیدہ کا نام بردہ ہے۔ انہوں نے القصیدہ المحمدیہ نام رکھا تھا۔ حضور کی چادر سے وہ قصیدہ بردہ بن گیا۔ چادر والا قصیدہ۔ آنکھ کھلی جب صبح ہوئی۔ تو واقعتہ فالج ختم ہو چکا تھا۔ دست مبارک خواب میں پھیرا تھا۔ صحت یاب حقیقت میں ہو گئے۔ اٹھ بیٹھے فالج جا چکا تھا۔ جسم پہ آثار نہیں تھے فالج کے۔ چند روز کے بعد امام بوصیری باہر نکلے۔ تو ایک بازار میں جا رہے تھے۔ تو ایک مست الست فقیر عاشق بھی جا رہا تھا۔ لوگ جس کو دیوانہ کہتے ہیں مست حال ان کو نہیں پتہ ہوتا کہ اس کی دیوانگی کیا ہے۔ وہ جا رہا تھا۔ تو امام بوصیری جب گزرے تو اس نے پیچھے سے آواز دی بوصیری۔ ذرا بات تو سن۔ امام بوصیری پلٹے۔ اس فقیر کو عاشق کو مست کو۔ فرمایا کیا بات ہے۔ وہ قریب آیا اس نے کہا۔ رات والا قصیدہ مجھے بھی سنا دو۔ امام بوصیری نے کہا۔ میں نے تو بتایا ہی نہیں کسی کو۔ رات کی بات ہے۔ آپ کو کیسے پتہ چل گیا۔ اس نے کہا آقا جب جھوم جھوم کے سن رہے تھے۔ دور کھڑا میں بھی سن رہا تھا۔

یوں اس قصیدے کی شہرت ہو گئی۔ بادشاہ وقت تک بات پہنچی۔ اس نے اسکے نسخے بنا کر رکھے۔ اور مولانا اشرف علی تھانوی نے روایت کیا ہے بیان کیا ہے کہ جید محدثین سے شارحین سے محققین سے کہ جب کسی کو کوئی مرض ہوتی۔ تو قصیدہ بردہ شریف لکھا ہوا آنکھوں پہ لگاتا یا سر پہ لگاتا۔ اللہ حضور کی نعت کے صدقے شفایاب کرتا۔

اور حضور کی جو نعت ہے جو کہ بصورت ذکر مصطفیٰ ہے۔ یہ توسل بھی ہے۔ یہ قصیدہ بھی ہے۔ یہ مطالبہ بھی ہے۔ یہ شفا بھی ہے۔

اور حضرت ربیعہ بن کعب کی بات کو یاد رکھیں۔ روایت کرتے ہیں صحیح مسلم کی حدیث ہے فرمایا میں آقا علیہ السلام کی بارگاہ میں رات رہتا۔ حضور کی نوکری کرتا تھا۔ لوٹا بھر دیتا۔ مصلیٰ بچھا دیتا۔ ضرورت ہوتی پانی پیش کر دیتا۔ آقا علیہ السلام کی رات کو خدمت کرتا تھا۔ فرمایا ایک رات میری نوکری

پھر آقا علیہ السلام خوش ہو گئے - اور فرمایا یا ربیعہ مسئلہ - سوال کچھ مجھ سے مانگ لے۔
جو مانگنا ہے - حضرت ربیعہ بن کعب نے عرض کیا یا رسول اللہ مرافقتك في الجنة - میں
آپ سے جنت میں بھی یہی نوکری مانگتا ہوں - جیسے یہاں جوڑے سیدھے کرتا رہتا ہوں آقا رات
کو جاگتا ہوں نوکری کرتا ہوں - یہ نوکری ختم نہ ہو - جنت میں بھی نوکری قائم رہے - حضور کی
بارگاہ میں رہوں خدمت کرتا رہوں - آقا نے فرمایا اے ربیعہ اس کے علاوہ اور مانگ - جنت اور
نوکری مل گئی - عرض کی حضور یہی کافی ہے - تیسرا سلام پہنچے فرمایا - مانگ عرض کی یا رسول اللہ بس
یہی کافی ہے - ہے

سب کچھ خدا سے مانگ لیا تجھ کو مانگ کر
اٹھتے نہیں ہیں ہاتھ میرے اس دعا کے بعد

آپ مل گئے آپ کی نوکری مل گئی تو حضور اور باقی کیا رہ گیا - فرمایا اچھا نہیں یہ عطا ہو گئی یہ نوکری -
اس خدمت کے صلے میں حضور کی مرافقت نصیب ہو گئی - ایک میری مدد کیجئے - وہ یہ کہ
میری عطا کی لاج رکھنا - اور وہ یوں کہ کثرت سے سجدے کیے کرنا - یہ میری مدد ہو گی تاکہ
جہاں تجھے پہنچا دیا ہے اس کے قابل بھی خود کو بنا - تو محققوں نے ذکر رسول - محبت میں
ذکر مصطفیٰ - اور پیغام ہوا کثرت سجود - کثرت عبادت - اور آقا کی آخرت میں قربت
پائی ہے - تو کثرت نماز کو پڑھنا - کثرت عبادت کرنا - کثرت سے اللہ کے حضور سجدہ
ریز ہوں کرنا - اس کو اپنے اوپر واجب کر لو - نماز کو قائم کر لو - سجدوں کو قائم کر لو -
فرمایا میری قربت نہیں مل گئی سجدے کرنا - حضور کی قربت کے لئے تو سجدہ لازم ہو گیا -
کہ اللہ کی بارگاہ میں سجدہ کرو - تو میری قربت کیسے ہے - فرمایا میرے لئے سجدہ کرو قریب کر لوں گا -
تو سجدوں سے جو اللہ کی قربت ملتی ہے وہ کسی اور شے سے نہیں ملتی - سجدوں
قربت لذت ملتی ہے - سجدہ مناجات ہیں رکوع قیام مناجات ہے - اللہ کی حمد و ثنا کرنا - باتیں
کرنا - اللہ کی تسبیح کرنا - قیام مناجات ہے - سجدہ اللہ کی ملاقات ہے - لوگو - اس بڑی ملاقات کا وقت
قریب آنے والا ہے - دو ملاقاتیں ہونے والی ہیں - کیا - ایک قبر میں لیٹے وقت پہلی ملاقات شام
وہ مصطفیٰ کی ملاقات ہے - اور ایک قبر سے اٹھتے ہی پہلی صبح وہ خدا سے ملاقات ہونے والی

M | T | W | T | F | S | S

Memo No

Date / /

جب ہم کثرت سے ذکر کریں گے۔ اللہ کا حضور پر سلام کریں گے۔ عبادت کریں گے۔ حضور سے محبت
کریں گے۔ حضور کی اتباع کریں گے۔ حضور کے نقشے کریں گے۔ بس ایسے لوگوں کو جب حضور کی
ملاقات ہوگی۔ تو وہ بھی پردہ اٹھا دیں گے۔ اور پہچان کرا لیں گے۔ اور اللہ کی ملاقات ہوگی تو وہ بھی
پردہ اٹھا لیں گے۔ حکم ہوگا فرشتوں پردہ ہٹا دو۔ یہ میرا ذکر کرتے آئے دنیا میں ذکر کرتے آئے ہیں۔
آج کا دن ان کی ملاقات کے لیے ہے۔ باقیوں کے حساب و کتاب کے لیے ہے۔ ان کی ملاقات کے لیے ہے۔
ان کو کوئی حساب و کتاب نہیں ہوگا۔ ہم لوگوں میں عمل کی اطاعت کی تقوی۔ عبادت کی بڑی
کمی آ گئی ہے۔ دنیا داری میں دنیا پرستی نے ہم کو اللہ سے دور کر دیا ہے۔ اللہ کے رسول سے دور
کر دیا ہے۔ ہمارے دلوں پر اس دنیا کی لعنت نے پہرے ڈال دیئے ہیں۔ جکڑ لیا ہے۔
سجدوں کی لذت سے عبادت کی لذت سے اطاعت کی لذت سے حضور کی محبت کی لذت سے ہم
محروم ہو گئے۔ بس اپنی زندگی میں انقلاب اور تبدیلی لاؤ۔ تاکہ حضور کی بارگاہ میں حضور کے سامنے
منہ دکھانے کے قابل ہو سکیں۔ اور اللہ کی بارگاہ میں بھی منہ دکھانے کے قابل ہو سکیں۔
اللہ پاک ہم کو اس حال پر قائم رکھے۔

QARI MUHA[illegible]
Naqashbandi Chis[illegible]
09 DEC 2018
Chak 365/E.B Burewala [illegible]
Mob:0334-763[illegible]

[signature] [signature]

٣١—١٢—٢٠١٨
٢٢—٤—١٤٤٠ پیر
٣—٣٢—١٢ PM

لجپو محمد نام۔ آج کا موضوع یہی ہے۔ اور محمد کے سوا جو کچھ ہے وہ موضوع ہے۔ موضوع کہتے ہیں
من گھڑت۔ نام محمد کے سوا جو کچھ ہے وہ موضوع ہے۔ باقی ہم کچھ نہیں مانتے۔ سو لجپو محمد نام۔
اس نام میں کیا ہے۔ ذات تو کامل ہے ہی۔ مگر یہ نام بھی کامل ہے، اور ذات تو مکمل ہے ہی۔
یہ نام بھی مکمل ہے۔ ذات تو تکمیل ہے ہی۔ یہ نام بھی تکمیل ہے۔ اور ذات تو متمم ہے ہی۔ مگر
یہ نام بھی متمم ہے۔ اسی لئے عاشق لوگ کہتے ہیں۔ لجپو محمدؐ نام اندر کوئی کشش ہے

محمد محمد کر بیٹھیوں گزر گئی   احمد کونوں الحمد ملیندے گزر گئی۔
احمد نال الحمد ملیندے گزر گئی۔

ایک اللہ کا نام ہے۔ ایک محمدؐ کا نام ہے۔ آپ لفظ بولیں (اللہ) آپ کے ہونٹ ملے
ہیں یا کھلے رہے؟ ہونٹوں کو بوسے سے دور رکھا ہے۔ نام اللہ نے ہونٹوں کو بوسے
سے دور رکھا ہے۔ اب لجپو محمد نام۔ اب کہیں محمدؐ۔ دو بار ہونٹ ملے ہیں۔
اس نے اپنے حصے کا بوسہ تھا وہ بھی ادھر ہی ڈال دیا۔ باری تعالیٰ اس حسن کو بس چومنے
کو جی کرتا ہے۔ وہ کہتا ہے میرا حسن چومنے سے پاک ہے۔ میرے حسن کو چوما نہیں جا سکتا۔
تو باری تعالیٰ نے اس آرزو کو اس خواہش کو کیسے پورا کریں۔ کہ میرے حسن کو چومنے
دیتا ہے لجپو محمدؐ نام۔ ایک بار جب چوموں گے تو میرے حسن کو چوما ہوگا۔
دوسری بار چوموں گے تو میرے محبوب کو چوما ہوگا۔ تو دونوں حسن ایک ہی نام میں چومے گئے۔
اس لئے میم دو بار لائے۔ تاکہ زبان دو بار بوسے دے۔ اپنے نام کو بھی کامل رکھا۔ اور
پورا لفظ بھی کامل۔ اور لفظ کا ہر حرف بھی کامل۔ ایسے نام نہیں ہوتے۔ نام جب پورا لیتے ہیں
مکمل تو وہ اپنے معنی میں کامل ہوتا ہے۔ جب آپ اس پورے نام کو حرفوں میں توڑ دیتے ہیں۔ تو
کوئی حرف بھی اپنے معنی میں کامل نہیں رہتا۔ لفظ پورا ہو تو معنی اس کا مل ہے۔ اگر وہ
لفظ حرفوں میں بدل جائے۔ اس کو جدا جدا حرفوں میں کر دیں۔ کوئی حرف معنی میں کامل نہیں
رہتا۔ مگر میرے نام کی یہ حالت ہے۔ اس نے دو نام منتخب کر دیئے۔ ایک اس نے اپنا۔ اور
دوسرا محمدؐ کا نام۔ پہلے اللہ کا نام سمجھیں کہ ہر حرف میں کیسے کامل ہے۔ میرے محمدؐ کی

سمجھ آ جائے گا۔ پڑھیے اللہ ——— یہ لفظ اللہ کی ذات پاک پر دلالت کرتا ہے۔ اسم ذات
ہے ——— اب اس الف کو ہٹا دیں۔ باقی رہ گیا للہ ——— سے شروع ہو کر لِلّٰہ
یہ بھی بامعنیٰ ہے۔ اس کا معنیٰ ہے اللہ کے لیے ——— تو لفظ جو بچا وہ بامعنیٰ بچا۔ پھر لام
ہٹا دیں ——— پہلا الف لگا دیں تو بن جائے گا اِلٰہ ——— اِلٰہ کا معنیٰ عبادت کے لائق۔
پھر بھی معنیٰ میں کامل ——— اب الف بھی ہٹا دیں پہلا لام بھی ہٹا دیں۔ اللہ میں لام
پر شد ہے۔ لام دو مرتبہ ہے۔ پہلا لام اور الف ہٹا دی۔ تو بچ گیا لَہٗ ——— لَہٗ کا معنیٰ
ہے اسی کے لیے ——— تو دو حرف بچے تو وہ بھی معنیٰ میں کامل ——— اب دوسرا لام بھی ہٹا دیا
تو خالی بچ گیا ہٗ ——— ہٗ کا معنیٰ ہے بس وہی ——— وہ بھی کامل ——— دیکھا آپ نے کہ
اس نے اپنے نام میں بھی لفظاً بھی اور حرفاً بھی کوئی نقص آنے ہی نہ دیا ———
اب پڑھو محمد نام ——— وہی شان وہی جھلک وہی آن۔ وہی بات۔ منعکس کر دی
محبوب کے نام میں ——— پڑھیے محمدؐ = حضورؐ کی ذات پاک کا نام۔ اسم ذات
مصطفیٰ ہے ——— اب پہلا میم ہٹا دیں۔ بن گیا حمد۔ تعریف۔ محمد تھا تو جس
کی بڑی تعریف ہوئی ہو تھا ——— جب میم ہٹا تو حمد ہوا تو سراپا تعریف رہ گیا۔
یہ لفظ محمد کا مادہ بن گیا ——— اب (ح) ہٹا دیں۔ اور پہلی میم لگا دیں۔
مُمِد ——— مدد فرمانے والا ——— کرم فرمانے والا ——— حاجت مندوں کی حاجت روائی فرمانے
والا ——— مشکل کشائی فرمانے والا ——— اب میم اور ح ہٹا دیں۔ تو مَد بن
گیا ——— اس کا معنیٰ دراز ——— جس کا کبھی خاتمہ ہی نہ ہو۔ دراز سب سے بلند ہے۔ اس
میں کبھی پستی آئی ہی نہ ہو ——— ہر شئے سے بلند۔ اور ہر شئے سے دراز ——— مَد = اب
میم بھی ہٹا دیں۔ خالی بچ گیا (د) دال کا معنیٰ دلالت کرنے والا۔ رب پر۔ رب کا ہونا
بتانے والا ——— رب کا ہونا دکھانے والا ——— دلیل ہے۔ تو محبوب کے نام کو یہ شان دی کہ پورا لفظ
بھی مکمل اور لفظ کا ہر ہر حرف بھی مکمل ——— اس میں بھی نقص کا کسی کو بھی گمان ہوتے نہیں دیا۔ اور
پھر لفظ محمدؐ۔ اس کا جو مادہ رکھا۔ اپنے نام اللہ کا مادہ نہیں۔ اور محبوب کو شان کیا دی۔
محمدؐ۔ اس کا مادہ رکھا۔ اور مادہ کیا بنایا حمد۔ تعریف۔ اب محبوب کا مادہ رکھا

اسی سے اپنے بھی نام بنا لئے اسی سے مصطفیٰ کے نام بھی بنا لئے - محبوب کے نام کا مادہ
رکھا - حمد - باری تعالیٰ سمجھے کیا پیارے - میرے محبوب کے نام کا مادہ کیا ہے - حمد - بس
اسی محبوب کے مادے کو چلا لو - اسی حمد سے محمد حامد کہہ لو - اسی حمد
سے مجھے محمود کہہ لو - تو محبوب کے نام کے مادے سے خود کو حامد کہلوا لیا - اسی
حمد سے محمد - اسی مادے سے خود کو محمود کہلوا لیا - خود حامد ہو گیا - خود محمود ہو گیا -
حماد ہو گیا - اور پھر محبوب کی باری آئی - خود محمد نہیں ہوا - خود حامد بھی ہوا - خود
محمود بھی ہوا - خود حماد بھی ہوا - مگر محمد نہیں ہوا - الگ رکھا - اپنے سارے نام
بھی اس حمد سے نکالے - اور پھر فرمایا اب یہ سارے نام 99 نام یہ نام تو میرے ہیں پر یہ
نام سارے جو ہیں 99 میرے محمد کو دے دو - اب محمد حامد بھی ہیں - محمد محمود بھی ہیں -
مگر وہ فقط حامد محمود ہے - محمد نہیں ہے - محمد محمد بھی ہے حامد بھی محمود بھی ہے
اور فرمایا محبوب جو تیرے نام کا مادہ ہے - اسی کو اپنے کلام کی ابتدا بھی کرتا ہوں -
اب قرآن اتارا فرمایا الحمد للہ رب العالمین - ساری حمد اللہ کے لئے ہے - تو حمد تو
مادہ ہے محمد کا - تو اس کے کئی ترجمے ہوں گے اور ہوتے رہیں گے - اور نئے معنی ہوں
گے اور ہوتے ہوں گے - اور نئی تفسیریں ہوں گی اور ہوتی ہوں گی - لکھی گئی اور لکھی جاتی رہیں گی -
مگر آج کی رات نئی تفسیر بھی کر لیں -

الحمد للہ ال لگا کر الحمد کو خاص کر دیا - اور حمد مادہ ہے محمد کا - اور
فرمایا محبوب ساری دنیا کو یہ کلمہ پڑھا دو - الحمد للہ کہ حمد ال کے ساتھ اللہ کے لئے - حمد
مادہ محمد ہے - مطلب یہ ہوا کہ حمد جب اپنے عروج پر مبالغے میں عروج پر پہنچ جاتا
تو محمد بنتی ہے - حمد جب اپنے کمال پر پہنچتی ہے تو محمد ہوتی ہے - تو فرمایا الحمد للہ - اس
کے معنی حمد کا کمال یہ ہے - محمد اللہ کے لئے ہے - اور کے لئے لام اختصاص کے ساتھ ساتھ
تملیک بھی ہے - معنی یہ ہوا کہ الحمد اللہ کا اور اللہ محمد کا -

قرآن کا سبق بھی یہیں سے شروع ہو رہا ہے - فرمایا حمد اللہ کا - محمد کا کمال اللہ کے لئے
اور محمد کا کمال محمد ہے - محمد کا کمال نہ حامد میں ہے - محمد کا کمال نہ محمود میں ہے - کمالِ محمد

حمد میں ہے ۔ اور ہر حمد اللہ کے لیے ۔ اور حمد کا کمال بھی اللہ کے لیے ۔ اور جب حمد کمال پر پہنچی
تو محمد بن گئی ۔ ساری حمد اللہ کے لیے ہے ۔ اور ہر شے کا ایک کمال ہوتا ہے یا نہیں ۔
تو حمد کا بھی کمال ہے ۔ تو حمد کا کمال محمد ﷺ ۔ تو جب ہر حمد اللہ کی تو حمد کا کمال
بھی اللہ کا ۔ تو کمالِ حمد محمد ﷺ ہے تو مطلب ہوا محمد اللہ کا ۔ اور اللہ محمد کا ۔

وہ کیسے ؟ آگے اس کی الحمد للہ دعویٰ کیا ۔ رب العالمین دلیل بنا دی ۔ حمد کا کمال اللہ کا ۔
کیوں کہ وہ عالمین کا رب ہے ۔ تو حضرت آدم علیہ السلام کے زمانے کا جو سارا عالم وہ ایک عالم تھا ۔
اس سارے عالم کے حسن سمیٹے تو ایک سارا جامع عالم آدم بنا ۔ پھر جامع عالم نوح
بنا ۔ پھر ایک جامع عالم ابراہیم ۔ یعقوب ۔ یوسف ۔ اسحاق ۔ موسیٰ ۔ داؤد و سلیمان
زکریا ۔ یحییٰ ۔ عیسیٰ بنے ۔

ہر پیغمبر ایک عالم تھا ۔ جب مصطفیٰ آ گئے تو ان کو عالمین بنا دیا ۔ ہر پیغمبر
ایک ایک عالم تھا ۔ اور مصطفیٰ محمد ﷺ ایک عالم نہیں وہ العالمین تھے ۔ فرمایا محمد اللہ کا اور اللہ
محمد کا ۔ چونکہ وہ رب ہے عالمین کا ۔ اور جس طرح الحمد کا کمال محمد ۔ اسی طرح العالمین
کا کمال محمد ﷺ ۔ العالمین کا کمال محمد ۔

تو حمد کا کمال محمد ۔ اس لیے اللہ محمد کا ۔ اور العالمین ہر پیغمبر کا ایک عالم ۔ اور محمد
کل عالم ۔ محمد ﷺ العالمین ۔ اور پھر عالمین کا کمال محمد ﷺ ۔ اور اللہ عالمین کا رب ۔ للہ
العالمین کا کمال محمد ﷺ ۔ تو پتا چل گیا کہ محمد اللہ کا اور اللہ محمد کا ۔

اب اللہ کو پانا ہو تو محمد کے پاس جاؤ ۔ اور محمد کو پانا ہو تو اللہ کے پاس جاؤ ۔ یہ
عقیدہ ہے کہ اللہ محمد کا ۔ اور محمد اللہ کا ﷺ ۔ اس لیے یہ جو محمد نام ہے ۔ اور پھر نام محمد
کا معنیٰ ۔ کیونکہ اس میں مبالغہ ہے ۔ اور کثرت حمد ہے ۔ تو محمد کا معنیٰ ہے کہ جس کی کثرت سے
حمد کی جائے ۔ بہت زیادہ ۔ اور بار بار جس کی حمد کی جائے ۔ وہ محمود ہے ۔ یہ بتا کے
کہ ساری کائنات میں سب سے زیادہ حمد کسی کی ہوئی ہے ۔ اور ہو رہی ہے کس کی ۔

اللہ کی ۔ جب سے اس نے کائنات پیدا کی تو کائنات کے نقش اول نے اللہ کی حمد
کی ۔ اور آج تک کائنات کا ذرہ ذرہ اللہ کی حمد کر رہا ہے ۔ اور قیامت تک کرتا رہے گا ۔ قیامت

M T W T F S S　　Memo No ____ Date / /

پیتے۔ درخت وہاں کے چشموں کے پانی کے قطرے بھی۔ سب کچھ اوّل تا آخر اللہ کی حمد کر رہا ہے۔
تو سب سے زیادہ بار بار حمد اُس کی ہوئی (انتہا) تو جب سب سے زیادہ کثرت سے کی گئی۔
بار بار حمد اللہ کی ہوئی ہے — تو پھر تو نام اُس کا ہونا چاہیئے تھا۔

تو اُس کے اپنے نام میں تو یہ معنی ہی نہیں ہے۔ محمود اُس کا معنی ہے جس کی حمد
کی جائے۔ تھوڑی کی جائے تب بھی محمود۔ زیادہ کی جائے تو تب بھی محمود۔ بس اتنا فرمایا۔
میں خالی محمود نہیں تھا میں تو بھی ہوا۔ میری حمد کی بھی جاتی ہے۔ اور میں خود حمد کرنے
والا بھی ہوں — باری تعالیٰ بڑی کی حمد تو کی جاتی ہے۔ تو خود بھی حمد کرنے والا ہے۔ تو یہ
جو سب سے زیادہ بڑی کی حمد ہوتی ہے۔ وہ معنی تو تیرے نام میں نہیں۔ تو فرمایا نہیں۔ ہم
نے سمجھا ہی نہیں کہ سب کی حمد تو اُس کی ہوتی ہے۔ تمہارے دیکھنے میں سب سے زیادہ حمد
میری کی ہوتی ہے — مگر نہیں — سب سے زیادہ حمد اُس کی ہے جس کا نام محمد ہے۔
باری تعالیٰ۔ حضور کی حمد سب سے بڑھ کر کس طرح ہوتی فرمایا ساری کائنات کے موجودات
میں۔ مخلوقات میں ذرات میں۔ ایک ایک کائنات کی شے اور مخلوق میری حمد کی۔
اور میں سب سے زیادہ محمود ہو گیا۔ اور ساری کائنات جس کی حمد کر رہی ہے۔ وہ رب کائنات
ہر شے کا خالق خود مصطفیٰ کی حمد کر رہا ہے۔ تو جس کی حمد میں پھر وہ محمد ہوگا۔
تو بولیئے — 9۔ حضور کی جو حمد ہے وہ جو حمد آپ کیا کرتے ہیں۔ اس کا درجہ اونچا ہے یا جو حمد
آپ اللہ کرتا ہے اس کا درجہ اونچا ہوگا — بولیے نا — اللہ کا مرتبہ اونچا ہے یا محمد کا۔
جی۔ اللہ کا مرتبہ اونچا ہے۔ وہ رب ہے مالک ہے خالق ہے۔ اور حضور علیہ السلام اُس کے پیغمبر
برگزیدہ بندے رسول اور محبوب ہیں۔ تو اُن کا درجہ اللہ کے لحاظ سے نیچے ہے تو جب حضور کا درجہ نیچے
ہے۔ تو حضور کے ہر فعل کا درجہ بھی۔ اللہ کے فعل سے نیچے ہوگا۔ تو حضور نے جو حمد کی اپنی زبان
پاک سے تو وہ حضور کا عمل تھا — اور اللہ نے جو اپنی پاک قدرت سے زبان سے

۲۰-۳-۲۳

وہ اللہ کا عمل تھا — جو حمد محمد نے کی۔ وہ اُس حمد سے نیچے ہوگی جو حمد اللہ نے کی۔
محمد نے رب کی حمد کی اور رب نے محمد کی حمد کی۔ اس لیئے فرمایا میں محمود ہوں محمد سب سے بڑھ کر ہے۔

کہ میری حمد زمانہ کرتا ہے۔ حتیٰ کہ سب سلطنت و حمد میری ہی حمد کرتا ہے۔ اور میں خود محمود کی حمد
کرتا ہے۔ تو جس کی حمد میں کروں وہ محمود ہوگا یا کوئی اور ہوگا۔ (یہی تو محمود نام)

کیوں اللہ محمد کا نام لیتا ہے۔ اللہ محمد کا نام جپتا ہے۔ ورفعنا لک
ذکرک میں مختلف معانی ہیں۔ وہ جو آیت ہے کہ آپ درود پاک سے پڑھتے ہیں۔
ان اللہ وملئکتہ یصلون علی النبی — بے شک اللہ اور اس کے تمام فرشتے نبی پر درود بھیجتے
ہیں۔ یہ جو یصلون ہے صلاۃ۔ اس کے کئی معانی ہیں۔ اس صلوۃ کے کئی معانی میں سے
ایک معنیٰ یہ ہے کثرت سے ذکر کرنا۔ اور اسی معنیٰ کی تائید ورفعنا لک
ذکرک میں ہے۔ تو یصلون علی النبی۔ اللہ نبی پر صلوۃ پڑھتا ہے۔ اللہ کثرت کے ساتھ
نبی کا ذکر کرتا رہتا ہے۔

مطلب کیا ہوا وہ ہر وقت محمد کا نام جپتا رہتا ہے۔ لوگو تم اللہ اللہ کرتے رہتے ہو۔ یہ تمہارا وظیفہ
ہے۔ اور اللہ کا وظیفہ ہے یہی تو محمود نام۔ وہ محمد محمود کرتا رہتا ہے۔ وہ محمود کا ذکر
کثرت سے کرتا رہتا ہے۔ محمد کا ذکر بار بار کرتا رہتا ہے۔ محمد کا ذکر ملاء اعلیٰ میں کرتا رہتا ہے۔
محمد کا ذکر اہل جنت میں کرتا رہتا ہے۔ محمد کا ذکر ارواح انبیاء میں کرتا رہتا ہے۔ محمد کا ذکر عرش
پر کرتا رہتا ہے۔ محمد کا ذکر فرشتوں پر کرتا رہتا ہے۔ اور تب سے کر رہا ہے۔ جب سے کچھ نہ تھا۔
اور جب کچھ بھی نہ رہے گا۔ ایک ہی آواز شروع سے آ رہی ہے۔ ایک ہی آواز آخر تک
آتی رہے گی۔ کیا۔ یہی تو محمود نام۔ سو محمد محمد کہہ بندے۔

یصلون علی النبی۔ نبی پر صلوۃ بھیجتا رہتا ہے۔ اللہ۔ اور یہ بات خیال میں رکھ لیں۔
ان اللہ وملائکتہ یصلون۔ اس ترکیب کے ساتھ جو جملہ آئے وہ جملہ اسمیہ بن جاتا ہے۔
جملے عربی میں دو طرح کے ہوتے ہیں۔ جملہ اسمیہ اور جملہ فعلیہ۔ دونوں میں سادہ سا
فرق سمجھا دیتا ہوں علم النحو کا مسئلہ ہے۔ جملہ فعلیہ جو ہوتا ہے۔ اس میں دوام نہیں ہوتا
کوئی فعل ہوتا ہے اور کوئی فعل تین حالتوں میں کسی ایک حالت کا ہوتا ہے۔ جب جملہ فعلیہ
ہوگا تو فعل یا ماضی پر ہوگا۔ یا حال کا ہوگا۔ یا مضارع کا ہوگا۔ اور جملہ اسمیہ چونکہ اس
میں اسم ہے۔ فعل پر زور نہیں اس لئے اس میں دوام ہوتا ہے۔ جملہ فعلیہ اگر ماضی کا ہے

تو حال میں نہیں ہے۔ مثلاً اردو میں سمجھاؤں۔ آپ کہیں اس نے مارا۔ اگر یہ فعل ماضی میں ہوا مارا تو وہ واقعہ آج نہیں ہوا۔ اور کل بھی نہیں ماضی میں تھا ہو گیا۔ حال بھی خالی مستقبل بھی خالی۔ اس فعل سے۔ اگر آپ نے کہا۔ کہ وہ فلاں کو مارتا ہے۔ تو ممکن ہے۔ کہ اس نے ماضی میں نہ مارا ہو۔ آج مارتا ہے۔ تو فعل سے ماضی بھی خالی اور مستقبل بھی خالی۔ یا کہے کہ وہ مارے گا۔ مستقبل میں مارے گا۔ وہ آج حال بھی خالی اور ماضی بھی خالی۔ تو جملہ فعلیہ میں ہمیشہ ایک زمانے میں فعل ہوتا ہے۔ دو زمانے خالی ہوتے ہیں۔

اور عربی میں چونکہ صیغہ ماضی کا اور مضارع کا ہوتا ہے۔ تو مضارع میں حال اور مستقبل دونوں آجاتے ہیں۔ تو تب بھی اگر مضارع ہوگا تو ماضی خالی ہے۔ اگر ماضی ہے تو حال اور مستقبل کے دونوں زمانے خالی ہیں تو جملہ فعلیہ میں اس فعل سے کوئی نہ کوئی زمانہ خالی ہوتا ہے۔ رب کائنات نے فرمایا۔ کہ میں جو محبوب کا ذکر جیتا رہتا ہوں۔ تو فعلیہ میں بھی بیان نہیں کیا۔ ان اللہ یصلون سے جملہ اسمیہ بنا دیا۔ اب جملہ اسمیہ نہ ماضی اس سے خالی ہے نہ حال خالی نہ مستقبل خالی۔ تو فرمایا اللہ نبی پر درود بھیجتا رہتا ہے۔ یصلون۔ مضارع میں استمرار آتا ہے۔ دوام واستمرار آتا ہے۔ بھیجتا رہتا ہے۔ کب سے باری تعالیٰ جب سے اللہ ہے۔ آج بھی بھیج رہا ہے۔ ہاں آج بھی۔ آئندہ بھی بھیجتا رہے گا۔ ہاں آئندہ بھی بھیجتا رہے گا۔ قیامت تک بھیجتا رہے گا۔ ہاں

کیا قیامت کے بعد بھی بھیجتا رہے گا۔ ہر شئے ختم ہو جائے گی مگر اللہ ختم نہیں ہوگا۔ تو جب اللہ ختم نہیں ہوگا۔ تو اللہ کا فعل کیسے ختم ہوگا۔ اللہ کی ذات بھی قدیم دائمی۔ اور اللہ کے افعال وصفات قدیم اور دائمی۔ تو اللہ کی ذات اس طرح نہ کبھی ختم تھی نہ ختم ہوگی۔ اسی طرح اللہ کا فعل نہ کبھی ختم تھا۔ نہ کبھی ختم ہوگا۔ ذات تو ہے اللہ اور فعل ہے بھیجو محمد نام۔ یصلون علی النبی مصطفےٰ محمد کا نام جیتا رہتا ہوں۔ سو جب سے اللہ ہے محمد کا نام جب رہا ہے۔ جب تک اللہ رہے گا۔ محمد کا نام جیتا رہے گا۔ اسی لئے فرمایا میری تو حمد تب شروع ہوئی جب مخلوق آئی۔ میری حمد تو تب شروع ہوئی جب کوئی حمد کرنے والا پیدا ہوا۔ میری حمد تب نہ رہے گی۔ جب کوئی حمد کرنے والی

مخلوق نہ رہے گی ۔ تو میری حمد کی ابتداء بھی ہے ۔ اور میری حمد کی انتہا بھی ہے ۔ مگر محمد کا
حامد چونکہ اللہ ہے ۔ اس کی ابتدا اور نہ انتہا ہے ۔ لہذا لیجو محمد نام ۔
اس کی حمد شروع سے ہو رہی ہے ۔ اللہ کا حامد محمد ہے ۔ اللہ کی حمد
کرنے والا ۔ اور محمد کا حامد اللہ ۔ دونوں حامد ہیں ۔ کسی کو شک ہو تو
دونوں کے ۹۹ نام پڑھ لو ۔ میں نے تو لکھے ہوئے ۔ پہلے سے لکھے آرہے ہیں ۔ قرآن اور حدیث
سے لیے گئے ہیں ۔ تو اللہ کا حامد محمد ۔ اور محمد کا حامد اللہ ہے ۔ تو پھر کثرت
حمد کس کی ہوئی ۔ جس کی اللہ کرے ۔ تو حضور علیہ السلام کا نام اللہ جپ رہا ہے ۔
نادانوں جس نام کو اللہ جپتا ہے ۔ تم کیوں نہیں جپتے ۔ (لیجو محمد نام)
صبح و شام جپو ۔ جیتے مرتے جپو ۔ ہر دم جپو لیجو محمد نام ۔ صلوا علی النبی
کا مطلب یہ بھی ہے ۔ سے شریک بنالے سفور کا کام ۔ اور اس کے سوا نہیں کوئی کام ۔
یہ امت کا کام ہے یا رب کا کام ہے ۔
دیکھیے جو اس کی عبادت ہے ۔ اس میں کسی اور کو شریک نہیں کرتا ۔ اپنی عبادت
میں شرک گوارہ نہیں ۔ اپنے نام جپنے میں شرک گوارہ نہیں ۔ جب اپنا عمل کرتا ہے
اس میں شرک گوارہ نہیں ۔ جب محمد کا نام جپتا ہے تو وہ عمل کرتا ہے ۔ تو سارے لوگوں
کو شریک بناتا ہے ۔ آؤ سارے عمل کے شریک کرتے ہیں ۔ اللہ کی عبادت کا وقت
آتا ہے تو کہتا ہے خبردار ۔ میرے ساتھ کسی اور کو شریک نہ بناؤ ۔ جب محمد کا نام لیتا ہے ۔
صلواۃ پڑھتا ہے (کہ) ۔ ہم میں کہتا ہے ۔ سارے فرشتو تم بھی آجاؤ ۔ زمین پر بسنے والو
مومنو تم بھی آجاؤ ۔ سارے میرے ساتھ شریک ہو اور لیجو محمد نام ۔
یہاں شرک بھی مٹا دیا ۔ ساروں کو شریک بناتا ہے اپنی باری آتی ہے ۔ تو فرماتا ہے کسی
کو میرا شریک نہ ٹھہراؤ ۔ اور جب محبوب کے نام کا وقت آتا ہے ۔ فرشتو مومنو آؤ میرے
شریک ہو جاؤ ۔ صلوا علیہ ۔ صلوا علی النبی ۔ پکارتا ہے لیجو محمد نام ۔
اور چونکہ وہ محمد ہیں ۔ جس کی بے پناہ تعریف کی جائے ۔ تعریف کون کر سکتا ہے تعریف
وہی کر سکتا ہے ۔ کہ جس کی تعریف ہو رہی ہے ۔ جس کو کوئی مکمل طور پر جانتا ہو ۔ جو اس کے

کمالات کا پورا احاطہ کر سکتا ہو۔ اور اس کی عظمتوں کا۔ اور اس کی شان اور بان کا
پورا ادراک رکھے۔ پورا احاطہ کرے اس کے جمیع کمالات کو مکمل طور پر جانے۔ وہی
تعریف کر سکتا ہے۔ اور جو مکمل طور پر اس کے کمالات کا احاطہ نہ کر سکے۔ اور تعریف کرے
وہ تعریف ناقص ہے۔ اب محمد کی تعریف کون کر سکتا ہے۔ کیا امت میں کوئی شخص
کمالات محمد کا احاطہ پورا کر سکتا۔ حضرت ابوبکر احاطہ نہ کر سکے۔ حضرت شیخ
اسماعیل نبہانی نے جواہر البحار میں ایک بڑی لطیف بات لکھی ہے۔ جب سیدنا فاروق
اعظم اور سیدنا علی شیر خدا۔ دونوں صحابہ حضرت اویس قرنی کے پاس گئے۔ ملنے کے لئے۔
اور حکم انہیں آقا علیہ السلام کا تھا۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا تھا کہ میرا اویس قرن میں
رہتا ہے۔ عمر و علی کو حکم تھا کہ کبھی جا کے ملنا میرا سلام کہنا۔ اور کہنا اویس میری امت کے
لئے دعا کرنا۔ سیدنا عمر و علی دونوں پہنچے۔ یہ جواہر البحار میں محمد بن اسماعیل نبہانی نے بیان
کیا۔ جا کے بیٹھے تو حضرت خواجہ اویس قرنی نے فرمایا۔ کہ حضور کے صحابی آ گئے۔ جلیل القدر
ہستیاں احترام کیا عزت کی۔ یار کے مہمان آئے۔ یار کے یار آئے۔ پتا نہیں وہاں
کتنے سیج بچھائے۔ اپنی آنکھوں اور پلکوں کے سیج بچھا لیے۔ بٹھا دیا عزت و احترام سے
اور اس کے بعد کہا کوئی میرے پیار کی بات سنا دو۔ وہ پھر سنانے لگ گئے۔ ایک
بات سنائی۔ کچھ اور سناؤ۔ کچھ مکہ کی باتیں سنائیں۔ کچھ مدینہ کی باتیں سنائیں کچھ
ہجرت کی باتیں۔ کچھ غزوات کی باتیں۔ دیر تک وہ سناتے رہے سناتے رہے۔
جب مضمون بیان کر چکے آقا علیہ السلام کی بہت سی باتیں سنا چکے۔ اور انہوں نے
زمانہ آقا علیہ السلام کے ساتھ جو ۲۳ برس کا لگ بھگ گذارا تھا۔ جب ساری ۲۳ کی
برس کی سنا چکے۔ اور چپ ہو گئے تو حضرت اویس قرنی پوچھتے ہیں کہ ایک سوال پوچھوں
فرمایا پوچھو۔ پوچھا کبھی تم نے محمد کو دیکھا تھا۔ ۲۳ برس کا سنگ سنا چکے۔
ایمان لانے کے وقت سے لے کر وصال تک سارے حالات سنا چکے۔ اور سن کے پوچھتے ہیں کبھی محمد
کو دیکھا ہے۔ انہوں نے فرمایا ابھی تک تو ساری بات سنائی ہے۔ اویس قرنی فرمانے لگے۔ جو کچھ تم نے دیکھا
۲۳ برس وہ تو محمد کا سایہ تھا۔ (۳-۹-۱۱) یہ معاف کر دینا کہ مسلمان کا مسئلہ ہے کہ گوجرانوالہ

نبی پاک کا سایہ

مثنوی لگاتا ہو تو امام منبجانی پیر لگاتا تھا - اویس قرنی پر لگاتا تھا جیسے معاف کر دینا - وہ محمدؐ کا سایہ تھا - جو جو
نے دیکھا ہے وہ محمدؐ کا سایہ تھا - اس کا مطلب ہے کہ محمد کو دیکھا ہی نہیں کسی نے - بس بھیجو محمد نام۔
بس محمد کو دیکھا ہی نہیں - محمدؐ کو جو اس نے دیکھا - محمد کو کسی نے نہ دیکھا - وہ جو جبرائیل ہر وقت
آتے تھے - وہ بھی محمد کا ایک ظہور تھا - اور جو مکہ سے مدینے عمر گزری - اور لوگ ساتھ
رہے تھے - وہ بھی محمدؐ کی شخصیت کا ایک ظہور تھا - حقیقت میں محمدؐ کو کسی نے نہ دیکھا۔
تو جب جبرائیل امین بھی نیچے رہ گیا - سارا عالم امکان نیچے رہ گیا - اور ساتھ کوئی بھی نہ تھا - نہ
براق تھا نہ رفرف تھا - نہ جبرائیل تھا نہ عالم خلق تھی - کوئی بھی ساتھ نہ تھا - جب دیکھا کوئی بھی نہ رہا
حکم ہوا محمد اب پردہ اٹھا دو - تو پردہ تو اٹھانا ہی اس وقت جب دیکھنے والا کوئی نہ تھا - اس مقام
پر بٹھا کر ثم دنیٰ فتدلیٰ - فکان قاب قوسین او ادنیٰ - اس کا پردہ اٹھایا - پھر اپنا پردہ اٹھایا
پہلے محمد کا پردہ اٹھایا - پھر اپنا پردہ اٹھایا - جب دونوں آمنے سامنے ہو گئے - انہیں حکم ہوا انہ ھو السمیع البصیر
وہ اس کو سن رہا تھا - وہ اس کو سن رہا تھا - وہ اسے تک رہا تھا - یہ اسے تک رہا تھا۔
بس وہاں ایک ہی صورت رہ گئی بھیجو محمد نام - (۱۸ — ۱۴۱)

اویس قرنی بولے وہ تو محمد کا سایہ تھا - وہ وہی کچھ دکھایا گیا جو یہ دنیا والے دیکھ سکتے تھے
بشمول ابوبکر عمر - عثمان و علی جو کچھ دیکھ سکتے تھے - اتنا کچھ دکھایا گیا - اتنے پردے ہٹائے گئے - جتنے وہ برداشت
کر سکتے تھے - جتنے دیکھ سکتے تھے - پھر اتنے پردے اور اٹھائے گئے - جو جبرائیل اور ملائکہ کی آنکھ دیکھ
سکتی تھی - اور ابھی وہ کچھ اور بھی باقی تھا - جو جبرائیل بھی تکنے کے قابل نہ تھا - جب وہاں پہنچے تو دو لوگ محو تمام
— وہ انوار تو اس وقت کھلے - تو وہ محمدؐ کا سایہ تھا - تو ساری کائنات عرش
و فرش تک سب محمدؐ کے سائے میں ہے - اس لئے جب چلتے تو اس زمین کے ٹکڑے پر
سایہ نہیں تھا - جب ساری کائنات سائے میں ہے تو خود سائے میں سایہ کہاں نظر آئے۔
کبھی سائے کے اندر بھی سایہ نظر آتا ہے -

اور جو وجود دیکھتے تھے وہ بھی محمدؐ کا سایہ تھا - جو آسمان پر رہنے والوں نے دیکھا
وہ بھی ایک سایہ تھا - اور اللہ کی عزت کی قسم سدرۃ المنتہیٰ کے پتوں پر فرشتوں
نے جبرئیل بن کے بیٹھ کے دیکھا - وہ بھی محمدؐ کا ایک سایہ تھا - اور عرش معلیٰ کے آخری

M T W T F S S — Memo No ______ Date / /

کنارہ ہے۔ جو جبرائیل نے آخری جلوہ کیا۔ وہ بھی محمدؐ کا ایک سایہ تھا۔ یہاں تک تو سایہ
ہٹا جاتا رہا ــــ ہر کوئی نیچے رہ گیا۔ محمدؐ - دنیٰ فتدلیٰ پر پہنچے تب جا کے محمدؐ بے نقاب
ہوا ــــ اور محمدؐ وہاں بے نقاب ہوا جہاں وہ جلوہ بھی بے نقاب ہوا ــــ پھر کسی کو کیا خبر
کہ یہ کون تھا اور وہ کون تھا ــــ اور آپ کو جھگڑے میں ڈال دیا۔ تم بشر کہتے رہو۔ تم نور
کہتے رہو۔ سوچ کرو ــــ کوئی بشر میں جا کے الجھا ہوا ہے۔ اور کوئی نور کی حد میں رکا
ہوا ہے ــــ یہ تو حدِ ادراک ہے۔ جو جس کی نگاہ بشریت کے پردے تک رک گئی۔
وہ بشریت میں الجھ گیا ــــ اور جس کی نگاہ بشریت کے پردوں سے گزر کر نور کی
حد پر رک گئی وہ نورانیت میں گم ہو گیا ــــ اور بس کہا تم لیجو محمدؐ نام۔
اور محمدؐ تو بشریت سے بھی آگے۔ اور محمدؐ نورانیت سے بھی آگے۔ محمدؐ تو اَو
ادنیٰ پر ــــ

تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم میں عرض کر رہا تھا۔ کہ محمدؐ بہت زیادہ تعریف کی گئی جس کی۔
تو تعریف تو کامل اس وقت ہوتی ہے۔ جب کوئی ایسا کرے۔ جو اس کے جملہ کمالات
پر پورا احاطہ اور گمان رکھے ــــ اور اگر اس پر پورا احاطہ نہ ہو۔ یعنی جو بھی تعریف
کرے گا وہ ناقص ہو گی ــــ (۵۰-۴۵) تو پتہ چلا کہ محمدؐ کی جتنی تعریف حضرت ابوبکرؓ سے لے کر
آج تک اور آج سے لے کر قیامت تک پوری امت میں جس نے کی جو کر چکا جو کر رہا ہے۔
اور جو آئندہ کرے گا۔ جو تعریف ہے وہ مرتبہ محمدؐ سے نیچے ہے۔ وہ رتبہ محمدؐ کے برابر
تعریف نہیں ہو گی۔ وہ ناقص تعریف ہے۔ اب محمدؐ کی تعریف کامل دو ہی ہستیاں کر سکتی ہیں۔
یا محمدؐ تو خود کرے یا محمدؐ کا خدا کرے۔ یا مصطفیٰ کرے یا مصطفیٰ کا خدا کرے۔ اور فرمایا محبوب
یوں کر کے کام کو اس طرح بانٹتے ہیں۔ تو میری تعریف کیا کر میں تیری تعریف کیا کروں۔ تو میرا نام
جب میں تیرا نام جپوں ــــ بس تو کرتا رہے لیجو مولا نام۔ میں کرتا رہوں۔ لیجو محمد نام۔
یہ وحی الٰہی ہے۔ یہ وردِ ربانی ہے۔ اللہ کا ورد ہے ــــ محمد محمد کر کے دن گزر گئے۔
جو اس مرتبے میں نہیں جو اس حال میں نہیں پہنچا وہ تعریف کامل نہیں کر سکتا۔ ایک
نابالغ بچہ ہو۔ بے شک جتنا ذہین ہو۔ مگر ابھی بلوغ میں نہیں پہنچا۔ اس کے سامنے آپ بلوغ کی

کیفیات بیان کرنا نگیں۔ اس کو سمجھ لگی ــــ یا اس کو یہیں کہ آپ بلوغ کی کیفیات بیان کر دیں۔ کیا کر سکتا
جو ابھی خورد بلوغ وارد نہیں ہوا ـــ وہ بلوغ کی کیفیات کیا بیان کرے گا۔ کہ جو محمد ہی کے مقام تک
خود نہیں پہنچا۔ جس نے محمد کا احوال نہیں دیکھا۔ وہ محمد کا حال کیا بیان کرے گا ـــ وہ محمد کی توصیف کیا کرے گا۔ لہذا
جو محمد کے حال کا کامل احاطہ نہیں کر سکتا۔ وہ محمد کی کامل توصیف نہیں کر سکتا۔ اب محمد کی توصیف دو ہی
کر سکتے ہیں۔ یا محمد کر سکے۔ یا محمد کا خدا کرے۔ تو جو تعریف محمدؐ نے کی۔ ~~توصیف~~ وہ توصیف اسم ہو گا۔
جو توصیف خدا نے کی وہ یعنی محمد نام۔

اور ہمیں حصہ دیا رب کائنات نے ہمیں دونوں حصے دیئے۔ اگر محمد کی پیروی کر لی تو
رب کی بندگی ہو جائے گی۔ جب حکم رب کی پیروی کا کر رہا ہے تو محمد کی غلامی ہو جائے گی؟ وہ تو مالک مولا ہے خالق ہے
ہمیں طریقہ بتایا کہ جو میرے طہٰ کی پیروی کرے وہ مومن ہے یا محمد کی غلامی ہے (۴۰-۴۹) (یعنی محمدؐ نام)
اب اس نام کا کوئی پیغام بھی ہو گا ـ اور محمد کا کوئی کام بھی ہے جو بھیجا کیوں گیا ہے۔ محمد اس لیے بھیجا
کہ دنیا کے باطل نظاموں کو مٹا کر اللہ کا نام محمد کے نام کو سر بلند کرتے رہنا ـ محمد کا کام اللہ کے نام کو سر بلند
کرتے رہنا ـــ تو جو لوگ محمد اللہ کی سنت پر عمل کریں ـ تو ہر عبد ذکر محمد میں مست رہیں۔
محمد نام جپتے رہیں ـ اور محمد کی سنت پر عمل کریں ـ تو مصطفیٰ کے مطابق وہ نظام بر سر رہیں۔ تڑپتے رہیں
جد و جہد کرتے رہیں ـ اللہ والے بنو تاکہ ہر عبد محمدؐ کے قدموں میں لپٹے رہو ـ محمد والے بنو تاکہ تن
من دھن لٹا کر محمد کے نظام کا جھنڈا سر بلند کرتے رہو ـ اگر محمدؐ کے مشن کو طاقت نہ پہنچائی
تو محمد کے نام کو کیا پاؤ ـــ کبھی وہ بن کوئی عاشق محب کوئی غلام وفادار مقبول ہو سکتا ہے جو خالی
نام جپے ـــ اور اس کا دیا ہوا کام نہ کرے۔ نام تو محمدؐ کا جپا ـ اور اس نے ایک کام بھی امت
کو دیا تھا ـ جو کام کیا تھا ـ یہی وہ کام تھا جو حسین کو مدینہ کی گلیوں سے لے کر میدان کربلا میں
لے گیا تھا ـــ یہی وہ کام تھا ـ جو ممبر رسول چھڑوا کر حسین کو فرات کے کنارے لے گیا تھا ـ اور یہی
محمد کا کام تھا ـ جس نے حسین کے پورے خانوادہ رسول کی گردنیں کٹوا کر علی اکبر و علی اصغر کی قربانی
دے دی ـ وہ ایسے نام جپنے والے تھے ـ جنہوں نے محمدؐ کے کام کی لاج رکھی تھی ـ جس پر علامہ نے
یا کس نے کیا کہا ــ ادا کر نکل کر خانقاہوں ـــ ادا کر رسم شبیری ـ
لوگوں محمد کا نام جپو لیکن محمد کا کام کرو ـ ۲: جو آقا نے کام دیا ـ اور وہ کام آقا کی گرمی ہو گی

M T W T F S S

Memo No

Date / /

امت کو اٹھانا ۔ آقا کی مظلوم امت کا سہارا بننا ۔ آقا کی محروم امت کی حق کی جنگ لڑنا ۔ آقا کے دین کے جھنڈے کو سربلند کرنا ۔ آقا کے نظام کو دنیا میں بپا کرنا ۔ اور طاغوتی طاقتوں کا دین دشمن طاقتوں کا لایا ہوا نظام جو اللہ کے اور محمد کے دین کو سرنگوں کر رہا ہے اس سے جنگ لڑنا ۔ حضور کی مظلوم امت کے حق کے لیے ۔ جاگیرداروں سرمایہ داروں وڈیروں اور دین مصطفیٰ کے دشمنوں کے ساتھ سینہ سپر ہو کے جنگ لڑنا ہر محمدی کا کام ہے۔ اس کا مصطفوی انقلاب ہے ۔ لوگو قیامت کے دن مرتے ہوئے پہلی شام قبر کے اندر اور قیامت کے دن محمد ﷺ کو کیا منہ دکھاؤ گے ۔ اگر انہوں نے سوال کر لیا ۔ میرا کام کر کے آئے ہو۔ استاد بھی بچوں کو کام دیتا ہے ۔ ہوم ورک دیتا ہے ۔ بچہ جب اگلے دن گھر سے سکول آتا ہے ۔ کلاس میں ۔ استاد آتے ہی پوچھتا ہے ۔ جو کام میں دے کر گیا تھا کر کے آئے ہو۔ ارے قبر کا انتظار کرنے والو ۔ قبر کی پہلی شام اگر محمد ﷺ نے سوال کر دیا ۔ اور قیامت کے دن شفاعت کبریٰ کے وقت جب دامن مصطفیٰ تھامنے جاؤ گے تو محمد نے سوال کر دیا انہوں کہ جو کام دیا تھا ۔ وہ کر کے لائے ہو ۔ کیا جواب دو گے ۔ آج اسلام 56 دیسوں میں پردیسی ہے ۔ 56 دیس کا ملک عالم اسلام ۔ مگر اسلام کا کوئی دیس نہیں ۔ اسلام کو کوئی ٹھکانہ دینے کے لیے تیار نہیں ۔ اسلام کو کوئی اپنے گھر میں بسانے کے لیے تیار نہیں ۔ اسلام 56 دیسوں میں پردیسی پھرتا ہے ۔ گنبد خضریٰ سے آواز آ رہی ہے ۔ میرا اسلام پردیسی ہے ۔ وہ اسلام جس کے لیے میرے حسین نے خانوادہ قربان کر دیا ۔ جس اسلام کے لیے میرا علی اصغر قربان کر دیا ۔ وہ اسلام پھر پردیسی ہے ۔ وہ میرا نظام پھر پردیسی ہو گیا ۔ میری امت مظلوم ہے ۔ ارے تم کیا سجدے کر رہے ہو کیا عمرے کر رہے ہو ۔ کیا حج کر رہے ہو ۔ کیا مشائخ اور علماء دین جگائے ہو اگر تم نے میرے اسلام کو اور میری امت کو غلامی سے نجات نہ دلائی ۔ تمہارے باقی سارے کام رد کر دیئے جائیں گے ۔ اٹھو میری امت کے غریبوں کو جگا دو ۔ تاکہ امراء کے در و دیوار ہلا دو ۔

(signature)

۴ — ۱ — 2019

۲۸ — ۴ — ۱۴۴۰

۷ — ۰۸ — ۲۵ — PM

بروز جمعۃ المبارک ۔

اللہ پاک کا شکر ہے کہ ہمیں آج کی بابرکت نور با سعادت محفل نصیب ہوئی۔ عظمت اسلام
ہی عظمت مصطفیٰ ہے۔ اور عظمت محمدؐ ہی عظمت اسلام ہے۔ اسلام کا موضوع ہی حضورؐ
کی ذات ہے صلی اللہ علیہ وسلم۔ اور حضور علیہ السلام کے سوا باقی سب کچھ موضوع ہے۔ پہلا معنی
مضمون کے بارے میں ہیں اور دوسرا موضوع بمعنی میں گفتگو کرتے ہیں۔ زبان پاک سے جو نکلا وہ بھی دین
وما ینطق عن الھویٰ ۔۔۔ جو زبان سے نکلا اللہ نے اس کو وحی فرمایا۔ اور خواہش نفس
کی مطلق نفی فرمادی۔۔ جب اپنی طرف سے بولنا ہی کچھ نہیں ہے۔ جو بولا وہ مولا کا بولا ہو گیا۔
جو کیا اللہ کا فعل قرار پا گیا ۔۔۔ جو بولا اللہ کا کلام ہوا۔ وما رمیت اذ رمیت ۔
جس ہاتھ کو پکڑ لیا۔ وہ اللہ کا پکڑنا ہو گیا۔ فرمایا ان الذین یبایعونک ۔۔۔ جب جو لوگ آپ
کے ہاتھ پر بیعت کر رہے ہیں۔ انما ۔ کلمہ حصر ہے۔ یعنی کسی کو مغالطہ نہ رہے۔ کہ کس کے ہاتھ میں
ہاتھ دے رہے ہو۔ وہ اللہ کے ہاتھ میں ہاتھ دے رہے ہو ۔۔۔ ید اللہ فوق ایدیھم ۔ جس کو اپنی غلامی میں
لے لیا وہ اللہ کا مقبول بن گیا ۔ من یطع الرسول فقد اطاع اللہ ۔۔۔ جو رسول کا غلام ہو گیا وہ اللہ کا بندہ
ہو گیا ۔ جو رسول کا نافرمان ہو گیا ۔ وہ اللہ کا نافرمان ہو گیا ۔ بخاری شریف میں ہے کہ جس نے
حضرت محمدؐ کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی ۔ جس نے حضرت محمدؐ کی نافرمانی کی اس
نے اللہ کی نافرمانی کی ۔۔۔ مَن اَطاعَ محمدًا فقد اَطاعَ اللہ ۔ ومن عصٰی محمدًا فقد عصی اللہ
محمدٌ فرقٌ بین الناس ۔ اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات وہ ذات ہے جس نے انسانوں میں
فرق کر دیا ہے کہ مومن کون ہے اور کافر کون ہے ۔ حق کیا ہے باطل کیا ہے ۔ خبث کیا ہے شر کیا
ہے ۔ صدق کیا ہے کذب کیا ہے ۔ یہ سب کا امتیاز ذات مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہے ۔ یہ بھی
فرما دیا کہ اللہ کو مانو رسول کو مانو ۔ اور شرک چھوڑ دو ۔ اور آخرت پر ایمان لاؤ ۔ اسلام پر ایمان
لے آؤ ۔ انہوں نے عرض کیا کہ دلیل کیا ہے ۔ فرمایا میری ذات ۔ فقد لبثت فیکم عمرًا من قبلہ ۔ افلا تعقلون ۔۔
لوگوں نے کہا کہ ہمیں 360 بت تو نظر آتے ہیں ۔ ہمارے ہاتھ سے تراشے ہوئے جھوٹے
خدا ۔ جن کو آپ جھٹلا رہے ہیں ۔ وہ تو نظر آتے ہیں ۔ آپ ان دیکھے خدا پر ایمان لانے
کی دعوت دیتے ہیں ۔ اس کے ہونے کی کوئی دلیل بھی تو ہو ۔ فرمایا مجھے دیکھ لو ۔ بس دلیل یہی ہے ۔
قد جاءکم برھان من ربکم ۔۔۔ دلیل قاطع یہی ہے ۔ اب آخرت دیکھی نہیں ۔ ایمان لانے کی دعوت

دیتے ہیں۔ کوئی دلیل فرمایا مجھے دیکھ لو۔ آپ فرماتے ہیں۔ فرشتہ آتا ہے وحی آتی ہے کہ اس کی دلیل۔
ہم نے نہ لانے والا کسی کو دیکھا ہے۔ نہ بھیجنے والے کو دیکھا ہے۔ نہ کلام کو سنا ہے۔ اس کی دلیل فرمایا۔
مجھے دیکھ لو۔ آپ ہم سے اپنے باپ دادا کا مشرکانہ دین۔ ملفوظہ ۵۔ چھڑوا کر ایک نئے دین
کی دعوت دے رہے ہیں۔ (۶۔۱۵) اور کہتے ہیں کہ ہم ایک دین پہ جمع ہو جائیں۔ اس کی صداقت
کی دلیل تو لائیں۔ فرمایا مجھے دیکھو۔ یاد رکھ لیں باقی سب دعوے ہیں۔ دلیل صرف نفس ذات مصطفیٰ
ہے۔ دین ہمہ اوست = قل انما انا بشر مثلکم والی آیت عظمت مصطفیٰ
پہ بڑی دلیل ہے۔ اور قرآن مجید کا ایک ایک لفظ اور حرف حضور علیہ السلام کی عظمت پر
دلالت کرتا ہے۔ سارا قرآن عظمت رسول پر دلالت کرتا ہے۔ ہر سورت حضور کی صورت
پر دلالت کرتی ہے۔ اور سچ بات تو یہ ہے۔ سورۃ جزوًا دلالت کرتی ہے۔ اور پورا
قرآن مل جائے تو عظمت رسول کا ایک ورق ہے۔ اور صحابہ کرام کا ملفوظہ یہی پہ تھا۔ کہ حضور
علیہ السلام کے چہرے کو دیکھنا قرآن کے ورق کو دیکھنا ہے۔ تشبیہ دیتے تھے۔ جیسے کھلا ہوا
قرآن دیکھ رہے ہیں تو قرآن غیر مخلوق ہے۔ اور حضور مخلوق ہیں۔ صحابہ تشبیہ قرآن کی دیتے
تھے۔ علیل تھے۔ صدیق اکبر سے جماعت کروائیں۔ پیر کے دن۔ افاقہ ہوا۔ میرے امتی
کیسے نماز پڑھ رہے۔ منظر دیکھا نماز کا۔ انس بن مالک روایت کرتے ہیں۔ صحابہ صفوں
میں کھڑے ہیں۔ نماز میں کھڑے ہیں نماز جاری ہے۔ یہاں تک حجرے کا پردہ اٹھا دیا۔
سرکار مسکرائے۔ صحابہ کو دیکھا۔ صحابہ نے دیکھا۔ کہ کھلا ہوا قرآن ہے۔ فان وجہہ
ورقۃ المصحف۔ اس لئے کھلا قرآن کہتے تھے۔ کہ غیر سے تشبیہ نہ دیتے۔ ریاض الجنۃ
کو دیکھ لیں۔ بائیں جانب سرکار کا روضہ پاک ہے۔ صحابہ نماز میں کھڑے تھے۔ میری
یا آپ کی نماز نہیں ہے۔ صحابہ کی نماز ہے کہ۔ نگاہیں سجدہ گاہ پر ہیں۔ استغراق کی
حالت ہے۔ بائیں تکنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اس حال میں جب
پردہ اٹھتا ہے۔ تو صحابہ کرام پردے کی آواز سنتے ہیں۔ چہرے پاک کا عکس۔ تین
دن سے نگاہیں مشتاق تھیں۔ جب آواز سنی پردے کی تو بے ساختہ چہرے پھر گئے۔
قبلہ ادھر ہو گیا۔ چہرے ادھر پھر گئے۔ اور دیدار رسول کی اشتیاق میں نماز کی حالت یہ ہو گئی۔ جماعت بھی

M T W T F S S

Memo No

Date / /

بھی بھول گئی اور جماعت کے تقاضے بھی بھول گئے۔ چہرہ ادھر پھر گیا۔ اور بس تکتے ہی رہ گئے۔ قریب تھا کہ
ہم سب یہ خطرہ ہو گیا۔ کہ حضور کے دیدار میں غرق ہو کر کہیں نماز ہی نہ توڑ دیں۔ اور ایک روایت
میں تو آتا ہے سیدنا انس نے بیان کیا۔ تھوڑے سے پھسل گئے۔ اچھل گئے۔ یار کا چہرہ تین دن کے
بعد آنکھوں کے سامنے آیا۔ تو وجد میں آ گئے۔ اگر حضور کو [illegible] سمجھتے تو نماز کی حالت
میں یار کے چہرے کو نہ دیکھتے۔ وہ نماز کی حالت میں رخ بدل کر چہرہ دیکھ رہے ہیں۔ ہم نماز کی
حالت خالی خیال آنے میں مسئلہ سوچ رہے ہیں کہ نماز ہو گئی یا ہو گی۔

کیا حالت نماز میں ان کے چہرے پھرے ہوں گے۔ تو دل میں کشمکش نہ ہوئی ہو گی۔ مسئلہ کیا
ہو گا قبلہ ادھر ہے۔ عشق کیا ہو گا قبلے کا قبلہ ادھر ہے۔ عقل کہتی ہو گی چہرہ پھر گیا تو نماز
ٹوٹ جائے گی۔ دوبارہ پڑھنی ہو گی۔

نماز میں قضا ہوں پھر ادا بھی ہوا۔ نگاہوں کی قضا میں کب ادا ہوا۔

آقا کا چہرہ نظر آیا ہے نماز تو پھر پڑھ لیں گے۔ نگاہ کی قضا تو نہیں ہو گی۔ اور یہ بھی بات
عشق سمجھتا ہو گا۔ قبلے کو چھوڑ کر اور طرف پھر جائیں تو نماز ٹوٹتی ہے۔ مگر قبلے سے جو چہرہ
پھرے اور آگے قبلے کا بھی قبلہ ہو تو نماز ٹوٹتی نہیں نماز کمال حاصل کرتی ہے۔ یہ مقتدیوں کا
حال ہے۔ ان کے صحابہ مقتدی تھے۔ ذرا امام کا حال بھی دیکھ لو۔ سیدنا صدیق اکبر آواز سنی۔
اور عجب سماں قائم ہو گیا۔ ان کو خیال کیا کہ آقا باہر تشریف لے آئے ہیں نماز کے لیے۔ مصلے
کو چھوڑ کر پچھلی صف پر تشریف لانے لگے۔ نماز میں مصلیٰ چھوڑ دیا۔ مقتدی بھی مچل گئے اور امام
نے مصلیٰ بھی چھوڑ دیا۔ (۳۰-۲۶) مقتدی سمت بدل گئے اور امام مصلیٰ چھوڑ گیا۔ حضور علیہ السلام
نے دیکھا تو فرمایا بس یہ دیکھنا تھا۔ دیکھ لیا۔ تم اپنی نماز مکمل کر لو۔ یہ نہیں فرمایا نماز کا اعادہ کر لو۔
مقتدی رخ بلکہ بدل گئے امام نے مصلیٰ چھوڑ دیا۔ نماز کیا رہی۔ یہ بھی فرما سکتے تھے نماز کا اعادہ کر لو۔
دوبارہ پڑھ لو۔ دوبارہ پڑھنے کا حکم تب دیتے جب حضور علیہ السلام خود بھی جانتے کہ نماز ٹوٹ
گئی ہے۔ [illegible] رسول نے مہر تصدیق ثبت کر دی۔ کہ اول سے آخر چہرہ مصطفیٰ
علماء نے مسئلہ لکھا
کی طرف رہے تو تب بھی نماز کامل ہے۔
جس کو دیکھتے رہنا نماز تھی پیارا۔ نماز میں بھی ہے۔ فرمایا نماز کو پورا کرو۔

M T W T F S S — Memo No ________ Date / /

میں عرض کر رہا تھا کہ کتنا فرق ہے۔ وہ اپنی نماز میں حضور علیہ السلام کو تک رہے ہیں۔ دھیان
نہیں گیا ہوگا ـــ سمت نہیں بدلی ہوگی ـــ خیال نہیں گیا ہوگا۔ مستغرق نہیں ہوئے ہوں گے
دل و جان۔ دماغ فکر سوچ عمل سب کچھ غرق ہو گیا دیدار یار میں۔ اور آقا فرما رہے
ہیں کہ نماز ہو رہی ہے جاری رکھو ـــ اور ہم یہ سوچتے پھرتے ہیں کہ اگر خیال حضور علیہ السلام
کی طرف چلا گیا تو نماز ہوئی یا نہ ـــ ہم نے نماز کی حقیقت کو ہی نہیں سمجھا۔ اور
ہم نے توحید کی حقیقت کو ہی نہیں سمجھا۔ تو عرض یہ کر رہا تھا۔ کہ حضور علیہ السلام کے چہرے
کو قرآن سمجھتے۔ اور وجود کو اسلام سمجھتے۔ صحابہ کرام کا عقیدہ یہ تھا۔ چہرہ مصطفیٰ کو
قرآن سمجھتے۔ اور وجود مصطفیٰ کو اسلام سمجھتے ـــ اسی لئے عظمت اسلام عظمت
مصطفیٰ ہے ـــ

جو میں نے آیت تلاوت کی یہ حضور علیہ السلام کی عظمت پر دلالت کرنے والے مقامات
میں سے ایک مقام ہے ـــ مقام نبوت کو سمجھاتی ہے یہ آیت۔ ہم نے اس آیت کو
تو فقط جھگڑا بنا لیا ہے ـــ جیسے حضور کا خیال آنے کو جھگڑا بنا لیا ہے۔ اور اتنا بھی
خیال نہیں کیا۔ کہ جب نماز میں سلام جو کیا جا رہا ہے۔ السلام علیک ایہا النبی ـــ
سارے جھگڑے ہی ختم ہو گئے ـــ رب کائنات نے اپنی نماز میں جب اپنے حبیب پر
سلام ہی رکھ دیا۔ تو کیا جھگڑے کی کوئی بات رہ گئی ہے۔ اپنی نماز میں اپنے حبیب
پر سلام رکھ دیا ـــ کہ کہو سلام ہو آپ پر اے نبی۔

کہ یہ جان کر کہ حضور اللہ کی بارگاہ میں موجود ہیں۔ اور میں سرکار کی بارگاہ میں سلام عرض کر
رہا ہوں ـــ تب بھی دھیان تو اسی بارگاہ میں گیا نا ـــ کہ خدا کی بارگاہ میں یار کو
حاضر جانا ـــ اور یہ محسوس کر کے رسائی نشین آقا کے صدقے ـــ مل رہی
ہیں ـــ جب یہ ادراک اور معرفت ہو جائے۔ تو پھر کہے سلام ہو آقا آپ پر۔
اپنے دل کی طرف توجہ کر کے کہو۔ کہ اے آقا آپ پر سلام ہو ـــ ہم نے عقیدت کے جھگڑے
بنا رکھے ہیں۔ آقا سامنے ہیں اور غلام سلام عرض کر رہا ہے۔ خواہ سامنے مدینے کے لشکر میں
ہیں خواہ سات ہزار ملکوں میں ہیں۔ (صحابہ کا عقیدہ) کہ جب نماز میں

M | T | W | T | F | S | S

Memo No ____________
Date / /

خیال یار نہیں وہ نماز ہی نہیں ۔

اور اس آیت کو بھی ہم نے معاذ اللہ جھگڑے کا موضوع بنا لیا ہے ۔ قل انما انا بشر
— یوحیٰ الی ۔ اس آیت میں کوئی جھگڑا نہیں ہے کہتے ہیں ۔ دیکھا کہ اس آیت میں ہے
کہ حضور بشر ہیں — آپ کہتے ہو کہ نور — یہ نور بشر کا جھگڑا بن گیا —
کہ نور اور بشر میں جھگڑا ہی نہیں ہے — یہ ہمارے دماغ کا تضاد ہے ۔ یہ ہمارے
اندر کا ایک فتنہ ہے — یہ جہالت ہے لاعلمی ہے — کہ بشر کا الٹ نور نہیں
ہے — اور نور کا عکس بشر میں ہے — یاد رکھ لیں — دو متضاد چیزیں ہیں مثلاً
جیسے دن اور رات ۔ آپ کہیں گے نا (دن ہے یا رات ہے) یہ دونوں جمع نہیں
ہو سکتے — ہم کہیں گے درست بات ہے — آپ کہیں گے ۔ دھوپ ہے یا سایہ ۔
دونوں بیک وقت نہیں ہو سکتے — آپ کہیں گے کڑوا ہے یا میٹھا ہے — ان
کا آپس میں ٹکراؤ ہے ۔ اس طرح نور اور بشر کا تضاد نہیں ہے — یہ متضاد چیزیں
نہیں ہیں — یہ تو اس طرح ہے کہ جیسے کہیں کہ فلاں کا باپ اور میرا استاد ہے ۔ کیا جھگڑا
ہوا اس میں ۔ باپ کی نسبت اولاد سے ہے اور استاد کی نسبت شاگرد سے
ہے — ایک ہی شخص اولاد کے لیے باپ ہے ۔ اور شاگرد کے لیے استاد ہے ۔
یہ نسبت ہے نور اور بشر میں جیسے باپ اور استاد کی — بشر ہونا حضورؐ
کیلئے ۔ بارہ ربیع الاول کی نسبت سے ہے — اور نور ہونا اللہ کی بارگاہ میں حاضر ہونے کی نسبت
ہے ۔ بشر تو اس وقت سے شروع ہو رہی ہے ۔ جب مکہ میں تشریف لائے
اور نور ہونا اس وقت سے ہے جب بشر بھی نہ تھا — یہ عالم ارواح کی نسبت ہے ،
یہ خلقت روحی ہے وہ خلقت نوری ہے — یہ خلقت مادی ہے ۔ وہ خلقت بالائی ہے
یہ خلقت زیریں ہے ۔ وہ خلقت اولیٰ ہے ۔ یہ خلقت ثانیہ ہے — وہ اور نسبت سے ہے یہ
اور نسبت سے ہے — تو نور اور بشر میں کوئی جھگڑا نہیں ہے — دونوں شانیں کمال
ہیں ۔ بشریت بھی حضور کی شان ہے ۔ نورانیت بھی حضور کی شان ہے ۔ ہم سرکار کی شانوں میں سے دو
شانیں ہیں پایا ۔ مصطفیٰ تو ان دونوں سے بڑھ کر بہت کچھ ہیں ۔ تو ایک ہی ہستی کی دو شانیں جھگڑا

کیسا۔ بصارت سے سننا۔ ایک بصیرت سے دیکھنا۔ تو سننے اور دیکھنے میں کیا جھگڑا۔ چکھنے
اور سننے میں کیا جھگڑا۔ بولنا اور سننا میں کیا جھگڑا۔ سننا بھی میسر ہے بولنا بھی میسر ہے۔ انسان
کے پاس علم بھی ہے طاقت بھی ہے۔ کہ اللہ پاک نے ایک ہی انسان کے اندر بہت سی خوبیاں
رکھی ہیں۔ بس آقا میں نور کی شان بھی ہے بشریت کی شان بھی ہے۔ مگر سارا کچھ فقط
نہ نورانیت ہے۔ نہ سارا کچھ فقط بشریت ہے۔ اگر سارا اس میں ہو یہ سارا کچھ
بشریت ہے۔ معراج کی رات فیصلہ لے لیں۔ کہ پورا عالم بشریت بیت المقدس میں کھڑا
ہے۔ اور حضور علیہ السلام سب کے سینے اوپر جا رہے ہیں۔ بشریت کی دنیا تکتی رہ گئی۔
اور ذات مصطفےٰ اوپر چلی گئی اور اگر خیال ہے سارا کا سارا نورانیت میں محصور ہے۔ تو دیکھ لو
کہ سارا وہی نورانیت سدرۃ المنتہیٰ پر کھڑی تکتی رہ گئی۔ مصطفےٰ اوپر چلے گئے۔

نوریوں کی سرداری پرواز سدرۃ المنتہیٰ تک ہے۔ اور مصطفےٰ اوپر تشریف لے گئے۔ جبرائیل امین
سب عالم نور کے پیشوا ہیں۔ سرکار فرماتے ہیں جبرائیل آگے بھی چلو نا۔ کہتے ہیں نہیں آگے
نہیں جا سکتا۔ اللہ کا نور میرے نور کو جلا دے گا۔ تو نورانیت بھی سدرۃ المنتہیٰ پر کھڑی ہے آقا آگے
جا رہے ہیں۔ اے غلط مصطفےٰ۔ شان مصطفےٰ و مقام مصطفےٰ کو لوگ بشریت کے پیمانے پہ مت
تولا کریں۔ نہ فقط نورانیت کے پیمانے میں تولا کریں۔ بشریت کا پیمانہ بشریوں کے لیے ہے۔
نورانیت کا پیمانہ نوریوں کے لیے ہے۔ مصطفےٰ بشریوں کے لیے بھی ہیں۔ مصطفےٰ نوریوں کے لیے بھی ہیں
اور ان دونوں سے بڑھ کر مصطفےٰ قاب قوسین کے لیے بھی ہیں۔

ثم دنیٰ فتدلیٰ۔ فکان قاب قوسین۔ وہ تو قاب قوسین پر بھی ہیں۔ جہاں فاصلے ہی
ختم ہو گئے۔ بشر کا خلاف ہے ملک۔ اور نور کا الٹ بشر نہیں۔ نور کا الٹ
اندھیرا ہے۔ نور کا الٹ ہے ظلمت۔ اور بشر کا الٹ فرشتہ ہے۔ تو آقا نہ فرشتہ ہیں نہ
ظلمت ہیں۔ ادھر سے نور ہیں ادھر سے بشر ہیں۔ اور بشریت اس لیے تاکہ آپ سے
عالم بشر فیض پا سکیں۔ ہم جیسے فیض پا سکیں۔ نورانیت اس لیے کہ نوری بھی فیض پا سکیں۔
وہ تو سب کے نبی ہیں نا۔ نوریوں کے بھی نبی اور بشریوں کے بھی نبی۔ جنوں کے بھی نبی۔ اور حیوانوں
کے بھی نبی۔ وہ تو ہر ایک کے نبی ہیں۔ جیسے ہم جا کے دربار نبی پر حاضری دیتے ہیں۔ اسی طرح اوپر سے

ستر ہزار ستر ہزار فرشتوں کی بھی ٹولیاں آتی ہیں ۔ صبح سے شام تک اپنے پر حضور کے گنبد پر لگاتے ہیں اور نور کی حرارت لیتے ہیں۔ اپنے آپ کو منور کرتے ہیں اور صلوٰۃ و سلام پڑھتے ہیں۔ شام کو وہ چلے جاتے ہیں اور دوسری ستر ہزار کی جماعت آتی ہے ۔ اور جس جماعت کو ایک بار آنے کا شرف ملتا ہے دوسری بار نہیں ملتا۔ تو نوری بھی فیض پاتے ہیں اور بشر بھی فیض پاتے ہیں۔ ساری شانیں محبوب میں جمع کیں اس لئے کہ ہر ایک تو مل سکے ۔ فرمایا قل انما انا بشر مثلکم یوحی الی ۔ یہ مقام نبوت کا بیان ہے ۔ پہلے خلقتِ نوری کا ذکر فرمایا ۔ بعد خلقتِ بشری کا جو 12 ربیع الاول کو ہے ۔ خلقتِ نوری اور ولادتِ بشری ۔ خلقت اور ہے ولادت اور ہے ۔

خلقت نوری کی ہے ۔ ولادت بشر کی ہے ۔

نبوت کی دو سمتیں ہیں ۔ ایک سمت ہے مثلیت اور ایک شان فضیلت ۔ کچھ شانیں مثلیت کی ہوتی ہیں اور کچھ فضیلت کی ہیں ۔ مثلیت کی شان اس لئے تاکہ تعلق مع الخلق ہو کر وہ مخلوق میں سے ہے ۔ یہ اگر نہیں ہو سکتا ۔ معلوم نہیں ہو سکتا جب تک اس میں مثلیت کی شانیں نہ ہوں ۔ اور فضیلت کی شان اس لئے تاکہ نبی کا تعلق مع الحق ثابت ہو سکے ۔

دونوں شانوں کو اس لئے بیان فرمایا کہ مثلیت کی شان سے بہت معلوم ہوتی ہے ۔ نبی کی مثلیت میں اس شان رکھی جاتی ہیں جو دوسرے انسانوں سے ملتی جلتی ہیں ۔ مماثلت اور مشابہت ہوتی ہے ۔ ان باتوں سے پتہ چلتا ہے کہ نبی انسان ہے ۔ ان باتوں سے پتہ چلتا ہے کہ انسانوں میں سے ہے ۔ نبی تو انسانوں کو اسوۂ عطا کرنے کے لئے آتا ہے ۔ انسانوں کو سیرت طیبہ عطا کرنے کیلئے آیا ہے ۔ انسانوں کو سنت مبارکہ عطا کرنے کے لئے آیا ہے ۔ اگر مثلیت نہ ہو تو نبی کی زندگی کی پیروی نہ کی جا سکے ۔ فرمایا ۔ لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنہ ۔ نبی کی ذات میں تمہارے لئے نمونہ کامل ہے ۔ قل ان کنتم تحبون اللہ ۔ اگر اللہ سے محبت کرنا چاہتے ہو ۔ تو میری پیروی کرو ۔ میرے نقوش قدم پر چلو ۔ میرے پیرے حیات کو اپناؤ ۔ جیسے جیسے میں نے کیا ویسے ویسے تم بھی کرو ۔

میری زندگی کیا عجب ہے تیری بندگی بھی عجب ہے ۔

جہاں مل گیا تیرا نقش پا وہیں کعبہ بنا لیا ۔

مثلیت اس لئے رکھی جاتی ہے کہ نبی کا نقش پا دکھائی دے سکے ۔ اور نبی کی سیرت قابل عمل بن سکے ۔

اگر مثلیت نہ ہو - فرشتوں میں مثلیت نہیں ہے ہمارے انسانوں کیلئے - اس لیئے کسی فرشتے کو نبی نہیں بنایا۔
فرشتوں کی سیرت میں باتیں ہیں - کہ میدان میں پتھر کھائے اور دندان زخمی کرائے - اور جب نبی پتھر کھا کر
رخسار خود زخمی نہ کرائے - تو حسین کیلئے کربلا میں سنت کیسے بنے گی -

سب کی خاطر اذیت برداشت کرنا پتھر کھانا - ہجرت کرنا - تیر کھانا - تلوار کھانا - شہید ہونا
مصیبتیں جھیلنا - زندگی کے سارے مشاہدے - امت کے لئے سنت لیے ہے - یہ سارا کچھ نبی کے لئے نہ بنا ہو -
نبی کی اطاعت پر تب حکم ہوتا ہے جب اس میں شامل مثلیت رکھی گئی ہے - اور فرشتوں کو اس
مثال سے خالی رکھا - اس لیئے ان کو منصب نبوت عطا نہ کیا - ادھر ہم تفسیر میں کچھ اور بتا رہے
ہیں - اور حضور کی عظمت کا رنگ ہی نرالا ہے - یہ مثلیت ہے تاکہ وہ غلاموں میں بیٹھ سکے - وہ غریبوں
کی جا کے گھروں میں مزاج پرسی کر سکے - کوئی مائی فوت ہو گئی مدینہ کی غریب پتہ چلا کہ کوئی اس
کا پرسان حال اس کا وارث کوئی نہیں ہے - صحابہ کو ساتھ لیا - گھر اس کو پوچھنے چلے گئے -
وہاں جا کے بی بی بڑی معذور ہو کر آقا بڑے پاس تشریف لائے - اور فرمایا جب یہ فوت ہو جائے
تو مجھے اطلاع کرنا - اس کا کوئی وارث نہیں یہ غریب ہے - امیروں کا جنازہ ہر کوئی پڑھنے
جاتا ہے - اس غریب کا جنازہ محمد خود پڑھائے گا - رات کے آدھے پہر وہ فوت ہو گئی -
صحابہ کرام نے سمجھا حضور کو کیا تکلیف دینی ہے - جنازہ پڑھا کے دفن کر دیا محلے والوں کو
خبر نہ تھی - صبح میرے آقا نے پوچھا کہ اس بی بی کا کیا بنا - عرض کیا یا رسول اللہ وہ فوت ہو گئی
فرمایا تکلیف کی خاطر اس کو دفن کر دیا - فرمایا میرے صحابہ چلو وہ غریب ہے محمد اس کی قبر پر جنازہ پڑھائے
گا - حدیث پاک ہے صحیح بخاری میں ہے - مثلیت اس لیئے تھی کہ غریبوں کے گھر میں جا سکے -
مثلیت اس لیئے تھی کہ غریبوں کے ساتھ بیٹھ کر کھانا کھا سکے - ایک دیوانی خاتون - تاجدار کائنات
کی بارگاہ میں آ گئی - اور آ کے عرض کرتی ہے آقا چلئے میرے ساتھ اس کی دماغی صحت ٹھیک نہیں -
حدیث پاک میں صحیح بخاری میں ہے - عرض کی چلئے میرے ساتھ میرے کچھ کام ہیں کر دیں - میرے آقا نے اس
وقت نعلین نہیں پہنی تھی - پاؤں مبارک ننگے تھے - دیوانی اٹھ کھڑی ہوئی - آقا کو جوتا بھی نہیں پہننے
دیا - سارے کائنات کا تاجدار ننگے پاؤں چل رہا ہے - اس دیوانی نے حضور کو مدینہ کی گلی گلی میں پھرایا
ایک بازار میں لے جا کر بٹھا دیا - اور کہا میرے یہ کام کر دیجیئے - میرے آقا بازار میں بیٹھ کر اس بی بی کے کام

M T W T F S S

Memo No

Date / /

کرتے رہتے ۔ تثلیث نہ ہوتی تو اتنے کرم غیر نبیوں پر نہ ہوتے ۔ وہ تو اونچے ہی رہتے ۔ غیر نبیوں تک
کہاں اترتے ۔ خالی فضیلت ہوتی تو اتنے اونچے ہی رہتے ۔ تثلیث بھی تو اس لیے دی کہ
سیرت طیبہ اتنی اتباع کے قابل بن سکے ۔ اور تثلیث اس لیے دی کہ نبی مدینہ کی گلیوں
میں ۔ غیر نبیوں کے محلوں کے بیچ بسے ہوئے گھروں کے اندر بیٹھ کر انہی اُن کی دلجوئی کر کے ان کے ساتھ
کھانا کھائیں ۔ اور فضیلت اس لیے دی ۔ کہ عرش کے اوپر بیٹھیں ۔ فضیلت اس لیے
دی کہ قاب قوسین تک جائیں ۔ فضیلت اس لیے دی تاکہ عظمت معلوم ہو ۔ تثلیث اس
لیے دی تاکہ تواضع معلوم ہو ۔ فضیلت اس لیے دی تاکہ حضور کو دیکھ کر امت کو ادب کا سبق
ملے ۔ تثلیث اس لیے دی تاکہ شرک کی نفی ہو ۔ فضیلت اس لیے دی تاکہ آقا کو کوئی
اپنے جیسا نہ سمجھے ۔ تثلیث اس لیے دی کہ کوئی خدا نہ جانے ۔ فضیلت اس لیے
دی کہ کوئی خدا سے جدا نہ جانے ۔

تم ذات خدا سے نہ جدا ہو نہ خدا ہو
اللہ ہی کو معلوم ہے کیا جانیے کیا ہو ۔

تثلیث اور فضیلت کو جمع کر دیا ۔ اور بشریت کیسے ؟ فضیلت اس لیے کہ قاب قوسین پر
بیٹھے ۔ تثلیث پر غیر نبیوں کے دستر خوان پر بیٹھیں ۔ فضیلت جتنی بڑی ہو ۔ اور تثلیث
جتنی بڑی ہو دونوں میں جتنی وسعت ہو گی مقام اتنا اونچا ہو گا ۔

اب اس کو ایک مثال کے ذریعے سمجھنے کی ضرورت ہے ۔ کہ آپ مثلاً کسی شخص کو
ملنے کے لیے گئے ۔ رات کو دروازہ کھٹکھٹایا ۔ وہ باہر نکلا ۔ اس نے آپ سے کہا کہ کیا کام
ہے ۔ آپ نے کہا جی درخواست ہے کہ مجھے کام ہے ۔ دستخط کروانے ہیں ۔ اس نے کہا لاؤ بھئی ۔
(۱۰ ـــ ۵۶) = وہ سیدھا کھڑا رہا ۔ اس نے درخواست پر دستخط کر دیے ۔ اور کام کر دیا ۔ اور ساتھ ہی
کہا کہ یہ وقت آنے کا نہیں ہے ۔ دن کے وقت دفتر میں آیا کرو ۔ کام بھی کر دیا ۔ اور کہا ۔ رات آرام کرنے
کا وقت ہے ۔ دن کو دفتر میں آیا کرو ۔ کام ہو گیا بعد آپ گھر چلے گئے ۔

کچھ دنوں کے بعد آپ کو دوبارہ کام پڑا ۔ اور وہ کام ایم این اے سے نہیں اس سے بڑے وزیر سے تھا
تھا ۔ اور آج نہ ایم این اے ہے ۔ اور نہ وزیر اعلیٰ ۔ منسٹر سے کام پڑا ۔ اس
سے بہت بڑا تھا ۔ پھر اسی وقت رات کو اس کے گھر گئے ۔ وہ دروازہ کھولا کیسے آئے ۔ کہ آپ نے

رات کے وقت کیسے تکلیف فرمائی۔ اب وزیر پر بول رہا ہے۔ اس کا حوصلہ ہوا۔ کہا جی ایک کام تھا۔
اور آپ کو تکلیف دینے آگئے۔ اس نے کہا میں دروازہ کھولتا ہوں۔ ~~اس نے کھولا~~۔ اس نے ڈرائنگ روم کھولا۔
آپ کو بٹھایا صوفے پر۔ آپ نے درخواست نکالی۔ اس نے کہا جی تھوڑا سا صبر کریں۔ آپ ٹھنڈا
پئیں گے یا گرم۔ رات کو بارہ ایک کا ٹائم۔ کہا جی میں نے تکلیف دی پہلے بھی۔ کیوں آپ مجھے شرمسار
کرتے ہیں۔ اس نے کہا جی میں آپ کا بھائی ہوں۔ ٹھنڈا مشروب اپنے ہاتھ سے لا کر پلایا۔ پلا کے
جب فارغ ہوئے اب پوچھا کیا کام تھا۔ اس نے درخواست دی۔ اس نے درخواست پر دستخط کر دیئے۔
اور اسے تو جاتے ہوئے یہ بھی کہا۔ کہ جب بھی کام پڑے دن ہو یا رات جھجک نہ کیا کریں میں آپ کا
بھائی ہوں۔ آپ کا خادم ہوں آپ کی خدمت کیلئے آپ کو ہر وقت اجازت ہے آجایا کریں۔ آگیا۔
گھر واپس۔ اس کا خوف و خطر بھی گیا۔ بڑی تسلی سے گھر پہنچا۔

آگے راستے میں قاری صاحب مل گئے۔ انہوں نے پوچھا بھی آپ گئے تھے وزیر کے پاس۔ جی پہلے
آپ ایم این اے اس کے پاس بھی گئے تھے آپ نے آکر سنایا تھا۔ کیا تھا ماجرا۔ آپ بہت بڑے افسر
منسٹر کے پاس گئے تھے۔ تو بتائیں اس کو کیسا پایا۔ ملنے والا آدمی یہ جواب دے دے۔ کہ سنا
تو تھا۔ کہ بڑا آدمی ہے۔ مگر بڑوں والی بات تو کوئی نہیں دیکھی اس میں۔ وہ تو میرے جیسا ہی تھا۔
وزیر (ہمارا) ہی تھا۔ بھائی۔ کیوں بڑوں والی بات نہ دیکھی۔ اس نے اپنے ہاتھ سے لا کر چائے
پلائی۔ صوفہ خود کھینچ کے میرے سامنے کیا۔ کام بھی کیا۔ اور اسے تو خود اپنی زبان سے کہا۔
میں آپ کا خادم ہوں۔ میں آپ کا بھائی ہوں۔ میں آپ کی خدمت کیلئے جب کام ہو تو آپ آجایا
کریں۔ اور ہنس کے میرے ساتھ بات کی۔ اور بڑوں والی بات تو کوئی نہیں کی۔ یعنی گردن بھی
اکڑی ہوئی نہیں تھی۔ ماتھے پر بل بھی نہیں تھے۔ جاتے ہوئے ذرا رعب بھی نہیں دکھایا۔ اس نے تواضع
کی شفقت کی انکساری کی محبت کی پیار کیا۔ تو اگر آپ یہ کہہ دیں کہ بڑی بات نہ دیکھی۔
تو آپ انا للہ وانا الیہ راجعون نہیں پڑھیں گے۔ اس پہ۔ آپ کہیں گے۔ کہ اس کی اس سے بڑی
بات بڑائی کیا ہوئی۔ اس نے بڑا ہو کر۔ مجھ سے میرا جیسا ہو کر پیش آیا۔

ارے نادان اس نے بڑی بڑائی کیا ہے۔ کہ بڑا تو بہت تھا۔ چاہتا تو تمہیں بھگا دیتا۔
ڈری بات نہ سنتا۔ اتنا بڑا تھا جو چاہتا کر دیتا۔ اور تو ڈر رہا تھا کانپ رہا تھا۔ وہ ڈرتے

جیسا ہو کر پلٹ کر آیا - اپنے مقام سے اُتر کر بیٹے پاس آ بیٹھا - نادان تو کہتا ہے کہ بڑائی کو جانتا ہے۔
پھر تو نے بڑائی کا مفہوم نہیں سمجھا - وہ جس کی گردن اکڑی نہیں جو بڑے جیسا بن کے تجھ سے
ملا - اس میں بڑائی نہیں - تو ابھی چھوٹا ہے - تجھے ابھی عظمت کی خبر ہی نہیں - ہو کو ایسا اونچا مگر
جب چھوٹوں سے ملے تو اُن جیسا ہو کے ملے -

ارے نادان اس نے ہمارا ڈر دور کرنے کیلئے - اپنے آپ کو ہمارے جیسا بھائی اور خادم
کہہ کے ایک مطابقت پیدا کر دی ہے - اور آپ کے ذہن میں یہ خیال آ گیا کہ بڑوں والی بات کوئی
نہیں -

تاجدارِ کائنات ساری مخلوق میں آقا کی فضیلت - عظمت ہر قربان - ساری بڑائیاں آقا کی بڑائی پر
قربان - وہ عظیم تو اتنے کہ تارے نیچے رہ جائیں - وہ بڑے تو اتنے کہ قاب قوسین پر جا بیٹھیں - وہ بڑے
تو اتنے کہ ملائکہ فلکیوں کی عظمت بھی اُن کو چھو نہ سکے - وہ بڑے تو اتنے کہ سدرۃ المنتہیٰ سے
گزریں تو فرشتے اُن کی ایک جھلک دیکھنے کو ترسیں - وہ بڑے تو اتنے کہ جس مکہ کی زمین پر قدم رکھیں تو
خدا اس مکہ کی گلی کی قسم کھائے - وہ بڑے تو اتنے کہ جس مزار پر فرشتے نور کی خیرات لینے کیلئے
آئیں - وہ بڑے تو اتنے جدھر نگاہ کر دیں درخت جڑیں اکھاڑ کے قدموں میں چلے آئیں - وہ بڑے تو اتنے
کہ پتھروں پر توجہ دیں - اور پھر کلمہ پڑھنے لگیں - وہ بڑے تو اتنے چمکتے چاند کو اشارہ کریں اس کا سینہ
چیر جائے - وہ بڑے تو اتنے کہ ڈوبے سورج کو اشارہ کریں وہ پلٹ کر واپس عصر پر آ جائے - وہ
بڑے تو اتنے کہ مردے پر توجہ کر کے ٹھوکر مار کر زندہ کر دیں - وہ پلٹ کر زندگی میں آ جائے - وہ بڑے تو اتنے
کہ چاہیں تو کائنات کا رُخ بدل کر رکھ دیں - چاہیں تو دیکھنے والوں کو ایک اشارے سے نابینا
کر دیں - وہ بڑے تو اتنے کہ پیدائش سے پہلے اُن کا نور چمکے تو شام تک محلات روشن ہو
جائیں - وہ بڑے تو اتنے کہ فرشتے بھی ان کے قدم پر فخر کریں - اور عرش بھی ان کے قدم پر -

اور بڑائی یہ ہے - کہ اتنے بڑے ہو کر جب غلام سے ملتے ہیں کہ ڈر نہ کر میں تمہارا بھائی ہوں
تمہارے ہی جیسا ہوں - وہ اتنا کرم کرتا تا کہ بُعد دوری کا نہ رہے -

بیٹھا ہے چٹائی پر مگر عرش نشین ہے -

پھر اصل عظمت یہ ہے - کہ ہم اس پر خیال کریں کہ وہ ہمارے جیسا ہے - اتنے بڑے تو ہو کے بھی ہمارا

جیسے ہی تھے۔ اگر ہم یہ خیال کریں تو ہماری سوچ اور فہم پر انا للہ و انا الیہ راجعون ہونا چاہئے —
تو منصب نبوت یہ ہے کہ فضیلت اتنی ہو اور مثلیت ایسی ہو (سو ۵۰ - ۱۴ - ۱) یہ دونوں
شانیں جمع فرما دی ہیں۔ قرآن مجید نے دونوں کو جمع فرما دیا — جب مثلیت مع الخلق میں
آتا ہے۔ تو تواضع میں انکساری میں۔ بولتے ہیں۔ تو فرماتے ہیں ما ادری الغیب — یہ مثلیت کے
مقام پر آنا کا کلام ہے۔ عبدیت اور بندگی کے مقام پر کلام ہے کہ لوگو میں نہیں جانتا میرے ساتھ
کیا ہوگا — تمہارا ہوگا میرے ساتھ کیا ہوگا — یہ ہے مثلیت کا کمال۔ اور فضیلت اب کیا فرما
رہا ہے — عسیٰ ان یبعثک ربک مقاما محمودا — میرے حبیب قیامت کے دن ساری مخلوق
کھڑی منتظر ہوگی — اور عرش بریں پر رب کی کرسی کے دائیں جانب تیری کرسی ہوگی۔ لوگ پوچھیں
گے یہ کرسی کس کی ہے جواب آئے گا یہ مصطفیٰ کی کرسی ہے۔ یہ مقام محمود ہوگا۔ اور وہاں کھڑے
ہو کر حضور سب کی شفاعت فرما رہے ہوں گے۔ خود فرما رہے ہیں ما یفعل بی میں کہہ رہا ہوں
خدا جانے میرے ساتھ کیا ہوگا — مثلیت ایسی کہ اپنے انجام کا بھی ذکر کر کے بتا رہے ہیں — اور فضیلت
ایسی کہ رب فرمائے۔ کہ جب عرش کی دائیں جانب کھڑا ہو کر دنیا کو بخشوا رہا ہوگا۔
سرکار نے مقام مثلیت پر بیان فرمایا۔ اور ادھر مقام فضیلت پر بیان فرمایا — یہ عبدیت کے
مقام پر حق بنتا تھا — محبوبیت کے مقام پر رب کا بتانا بنتا تھا — مثلیت ایسی کہ فرمائے۔ لو کنت
اعلم الغیب — میں غیب نہیں جانتا — فضیلت ایسی کہ رب فرمائے وما ھو علی الغیب بضنین۔
جو پوچھو غیب کی بات میرا محبوب بتاتا ہے — عبدیت کے مقام پر تواضع کا تقاضا یہی تھا۔
شان مثلیت کا تقاضا یہی تھا کہ سرکار یہی فرماتے — اور ادھر محبوبیت کے مقام پر اللہ کی محبوب
کے مقام پر اظہار یہی تھا — فلا یظہر علی الغیب احداً رسول — ہاں غیب کوئی نہیں جانتا اللہ جانتا ہے
مگر جس رسول کو چن لے اس کو عطا فرماتا ہے — مثلیت یہ کہ جیسا کما ارسلنا فیکم منکم۔ جس طرح یہ رسول
تم میں آئے۔ تم میں سے آئے۔ مثلیت میں یہ کہا جائے۔ فضیلت یہ کہا جائے کہ یتلوا علیکم آیاتنا —
— تعلمون — میری آیات سنا کر تمہیں منور کرے۔ گناہ سے تمہارے تزکیے کرے۔
جہالتیں دور کر کے تمہیں کتاب کا علم عطا کرے — اور کائنات جو کچھ نہیں جانتی یہ رسول عطا فرمائے۔
مثلیت یہ کہ تم سے آئے تم میں آئے — فضیلت میں فرمایا جائے لقد جاءکم رسول من انفسکم —

فضیلت سے ہے کہ تم پر عزیز علیہ ما عنتم ۔۔۔ رؤف رحیم ۔۔۔ ہے کہ تم میں سے مگر عالم یہ ہے کہ تم مغرب میں ہو اور رسول مشرق میں یا مدینہ میں ہو، تم لندن میں بیٹھے ہو۔ مگر تمہیں تکلیف ہوتی ہے کانٹا چبھتا ہے درد مصطفیٰ کو ہوتا ہے۔ پریشان تم ہوتے ہو۔ دل مصطفیٰ کا تڑپتا ہے بھٹکتے تم ہو دکھ مصطفیٰ کو ہوتا ہے۔ تم مشرق میں ہو میرا محبوب مغرب میں ہے۔ اور میرا محبوب تمہارے ہر حال سے واقف ہے۔ ویکون الرسول علیکم شہیدا۔ تمہاری بھلائی کے لیے حریص ہے۔ ہم نے فضیلت و مثلیت کو جدا کر دیا۔ اور مقام نبوت کی معرفت نہ حاصل کی۔ نبوت نہ فقط فضیلت کا نام ہے۔ نہ خالی مثلیت کا نام ہے۔ خالی مثلیت کا ہونا بھی کوئی کمال نہیں۔ اور خالی فضیلت کا ہونا بھی کوئی کمال نہیں۔

کمال یہ ہے کہ دودھ بہت ہو اور برتن میں سما جائے۔ کمال یہ ہے سمندر کوزے میں سما جائے۔ خالی سمندر ہونا کیا کمال ہے۔ اور خالی کوزہ ہونا کیا کمال ہے۔ کمال تو یہ ہے کہ ہو سمندر اور سما کوزے میں جائے (۲۶-۱۲-۱) وہ رب کا مظہر۔ وہ رب کا جمال وہ رب کی صنعت کا شاہکار۔ وہ رب کا حسن۔ وہ رب کا شاہکار ربوبیت وہ کمال الوہیت حسن ربوبیت۔ حسن الوہیت مظہر ربوبیت۔ وہ خدا کے بعد ساری کائنات کا سب کچھ۔ سمندر ہو کر کوزے میں سما جائے۔ عظیم ہو تو مثلیت بھی سما جائے۔ کمال یہ ہے۔ اس کمال کا نام نبوت ہے۔ جس نے اس نکتے کو نہ سمجھا وہ گمراہ ہو گیا۔ تو چار طبقے ہو گئے۔ اس نکتے پر ٹھوکر کھانے والے تین۔ اور نکتے کو صحیح پا جانے والا ایک۔

(5) ایک طبقہ اس نکتے پر کافروں کا ہوا۔ دوسرا[۲] طبقہ اس نکتے پر مشرکین کا ہوا۔ تیسرا[۳] طبقہ اس نکتے پر منافقین کا ہوا۔ چوتھا[۴] طبقہ اس نکتے پر مومنین کا ہوا (۵۲-۱۲-۱)

(B)

یاد رکھیں (۱) ایک طبقہ کافروں کا، یہ مثلیت اور فضیلت کے جمع ہونے پر کافروں نے مثلیت کا اقرار کیا۔ اور فضیلت کا انکار کر دیا۔ یعنی اپنے جیسا بشر مانا۔ اور اپنے جیسا نہ ہونا نہ مانا۔ اور کافر ہو گئے۔ اور جنہوں نے اس کے برعکس فضیلت کو مانا۔ اور مثلیت کو نہ مانا وہ مشرک ہو گئے۔ میں تھوڑا عرض کر رہا ہوں پورا مطالعہ کا۔ جیسا کہ قرآن مجید میں ہے۔

جب نبی آتے اور کافروں کے سامنے حق دعوت رکھتے - اور ثبوت پیش کرتے - تو کافر جواب میں کہتے
ما نراک الا بشرا مثلنا ـــ ہم تو ایمان نہیں لاتے آپ تو ہمارے جیسے بشر ہی ہیں - ماھذا
بشر مثلکم ـــ اے لوگو یہ تو ہماری طرح کا ایک بشر ہے - ہم اس پہ ایمان کیوں لائیں - جو فقط اپنے
جیسا بشر دیکھتے - مثلیت مانتے مگر فضیلت کا انکار کرتے وہ کافر ہو گئے - اور مشرک کون ہوئے -
جنہوں نے برعکس فضیلت کا اقرار کیا - اور مثلیت کا انکار کیا - جیسے یہودی بولے وقالت الیہود عزیر
ابن اللہ ـــ یہودی بولے کہ عزیر اللہ کا بیٹا ہے - عیسائی بولے کہ حضرت عیسیٰ اللہ کے بیٹے ہیں - کیوں
انہوں نے مردوں کو زندہ کرتے دیکھا - مثلیت کو نہ دیکھا - پھونک مار کے مٹی کے بنے ہوئے اڑتے ہوئے
پرندوں کو دیکھا - مثلیت کی شان کو نہ دیکھا ـــ ہاتھ پھیرا مادر زاد اندھے اور کوڑھی شفایاب ہو گئے -
یہ فضیلت دیکھی مثلیت نہ دیکھی ـــ تو خالی فضیلت پہ نگاہ کی - مثلیت کا انکار کیا - مشرک
ہو گئے - خدا یا خدا کا بیٹا بنا بیٹھے - اور جنہوں نے خالی مثلیت کا اقرار کیا - اور فضیلت کا انکار کیا وہ
کافر ہو گئے - وہ گستاخی کر بیٹھے - یہ تو تھا اقرار اور انکار کے دائرے میں -

اگلے دو طبقے آئے - ان دونوں کا اقرار تھا - انکار کسی شے کا نہیں - مگر فرق کیا نکلا - تیسرا طبقہ
منافق کا - جنہوں نے انکار تو کسی کا نہ کیا - نہ فضیلت کا نہ مثلیت کا - فضیلت کو بھی مانا - اور مثلیت
کو بھی مانا - منافق وہ ہوئے جنہوں نے فضیلت کا فقط اقرار کیا - اور مثلیت پر اصرار کیا - فضیلت
کو فقط مانتے رہے - اور مثلیت پر ساری تقریریں کرتے رہے - مثلیت پہ سارا زور لگاتے ہیں - اور
جب فضیلت کی بات ہوئی تو کہا - ہم بھی مانتے ہیں تو ہم انکاری نہیں - ہم بھی شان مانتے ہیں -
ہم بھی حضور کی سیرت مانتے ہیں رحمت مانتے ہیں - تصرف مانتے ہیں معجزات مانتے ہیں - جب
فضیلت کی بات ہوئی کہا ہم بھی مانتے ہیں - فضیلت کا فقط اقرار کیا - مگر زور سارا مثلیت
پر لگا دیا - تقریر ہو جتنی کی روز سارا بشر مثلکم رکھا - کتابیں لکھیں مثلیت ثابت کی - درس
پڑھائے مثلیت ثابت کی - سو الفاظ دیئے مثلیت ثابت کی - زور سارا مثلیت پہ دیا -
فضیلت کا اقرار رہا - مثلیت پہ اصرار رہا ـــ یہ لوگ منافق ہو گئے - اور مومن سچے
صادق مومن وہ ہوئے - جنہوں نے مثلیت کا فقط اقرار کیا - اور زور سارا فضیلت پہ لگا دیا -
فقط عقیدہ میں یہ بات رکھی کہ حضور کی بشریت حق ہے - کہ جو حضور کی بشریت

M T W T F S S

Memo No ________
Date / /

کا انکار کرے وہ کافر ہو جائے گا ۔ یہ قرآن کی نص سے ثابت ہے۔ جو نبی کی انسانی بشریت قرآن نے
بیان فرمائی مطلق ہے ۔ جب یہ بات عقیدے میں آگئی ۔ کہ حضور کی بشریت ثابت کرنے کی ضرورت نہیں۔
کتابیں لکھنے کی ضرورت نہیں ۔ کسی صحابی کا عقیدہ نبی کی بشریت کا انکار کا نہیں ہے۔ کسی ولی کا۔
کسی عالم کا جو حضور کی بشریت کا انکاری ہو۔ بشریت پہ فقط اقرار کافی تاکہ بندہ اسلام پہ
رہ سکے ۔ نص قرآنی کا انکار ہے ۔ تقریروں کی کوئی ضرورت نہیں وعظوں کی کوئی ضرورت نہیں ۔
مثلیت کو ثابت کرنے کا ۔ جب وعظ کریں تو ہمیشہ موضوع فضیلت کا ہے ۔ زور
لگائیں تو فضیلت پہ ۔ تقریر کریں تو فضیلت پہ ۔ تحریر کریں تو فضیلت پہ ۔ درس ہو عام
تو فضیلت پہ ۔ مثلیت پہ فقط اقرار کافی ہے ۔ اصرار سارا فضیلت پہ ہو ۔
کیونکہ صحابہ کرام اور ابو جہل اور ابو لہب جیسے کافروں میں فرق یہ تھا ۔ مثلیت ابو بکر نے
بھی دیکھی ۔ اور مثلیت ابو جہل نے بھی دیکھی ۔ اور ادھر فضیلت ابو بکر و عمر نے بھی دیکھی ۔
اور فضیلت چاند کو دو ٹکڑے ہوتے ہوئے دیکھا ۔ یہ بھی ابو جہل و ابو لہب نے بھی دیکھا ۔ مگر
فرق یہ تھا ۔ ابو جہل و ابو لہب دونوں چیزیں دیکھتے ۔ ابو بکر عمر عثمان علی بھی دونوں چیزیں دیکھتے
مگر دونوں طرف جب مجمعے بنتے اُن کی تقریروں کا موضوع مثلیت ہوتا ۔ ابو بکر و عمر علی کا موضوع
فضیلت ہوتا ۔

آقائے دو جہاں کا پیکر بشری آقا کا جسم اقدس ۔ آقا علیہ السلام کا وجود مبارک ۔
ابو بکر و عمر عثمان و علی نے بھی دیکھا ۔ ابو جہل و ابو لہب نے بھی دیکھا ۔ حضور کے عاشقوں نے
بھی دیکھا اور کافروں نے بھی دیکھا ۔ مگر فرق یہ تھا ۔ جب کافر دیکھتے آقا کا جسم پاک بشری کا ہے
دیکھو جیسے ہمارا جسم ہے ویسے ان کا جسم ۔ ان کی نگاہ مصطفیٰ کے جسم پہ
رہتی ۔ اور جب صحابہ عاشق دیکھتے اسی جسم کو ان کی نگاہ اس جسم پہ مکھی کے
نہ بیٹھنے پہ رہتی ۔ کافر دیکھتے تو جسم دیکھتے ۔ عاشق دیکھتے تو جسم کا سایہ نہ ہونا
دیکھتے ۔ وہ جسم تو تھا ہی اس پہ بیٹھنے کی کیا ضرورت بشریت کا پیکر تو تھا ہی۔ اس
پہ بیٹھنے کی کیا ضرورت تھی ۔ عاشق دیکھتے تو کہتے کمال ہے ۔ جسم ہے پر سایہ نہیں ہے۔
وجود بشری کا ہے پر مکھی نہیں بیٹھتی ۔ آقائے دو جہاں کا کھانا کافر بھی دیکھتے عاشق بھی دیکھتے ۔ مگر کافر

M T W T F S S

Memo No

Date

دیکھتے تو نہیں دیکھو۔ ہماری طرح کھاتا ہے رسول تو جب صحابہ کھانے کو دیکھتے تو کھانا نہیں پہلے تسبیح پڑھتا کہ شکر ہے مولا تیرا جیسے ہمارے محبوب کھا رہے ہیں۔ صحابہ کھانے کی تسبیح کو دیکھتے۔ گلیوں میں چلتا پھرتا کافر ہی دیکھتے۔ اور عاشق صحابہ بھی دیکھتے۔ مگر کافر گلیوں میں چلتا پھرتا دیکھتے کہ ہماری طرح چلتا پھرتا ہے رسول۔ عاشق جیسے خرامِ ناز کرتا حضور کو دیکھتے۔ تو فضاؤں کا معطر ہونا دیکھتے۔ حضور کا پسینہ کافر بھی دیکھتے کہ دیکھو جسم سے پسینہ نکلتا ہے۔ ابوبکر و عمر علی عثمان دیکھتے تو کہتے دیکھو سارے کائنات میں اس جیسی خوشبو کوئی نہیں ہے۔ ایک ہی چیز دونوں دیکھتے۔ مگر ان کے دیکھنے کا زاویہ اور ہوتا۔ صحابہ کے دیکھنے کا زاویہ اور ہوتا —— وہ اسی مشابہت میں مثلیت تلاش کرتے۔ صحابہ اسی مشابہت سے فضیلت تلاش کرتے۔

شبِ معراج جب صبح واپس پلٹے۔ رات کو پلٹے اعلان کر دیا۔ کہ میں رات ہی کے تھوڑے سے حصے میں کہیں بیت المقدس اور سدرۃ المنتہٰی اور دیکھی قاب قوسین سے ہو کے آیا ہوں۔ جب بیان ہو گیا کہ مکان کا سفر میں تھوڑے وقت میں طے کر کے واپس آگیا ہوں۔ کافر اچھل پڑے کود پڑے۔ کہ آج نبی کے صحابہ پھنس گئے۔ ابوجہل ابولہب دل میں لوگ جمع کرتے۔ کہ آج پھنس گئے صحابہ آج ان کے پاس جواب نہیں ہے۔ معاذ اللہ استغفراللہ اتنی بڑی بڑھ مار دی اتنا بڑا دعویٰ کر دیا۔ بدبخت یوں سوچتے۔

دوڑے صدیقِ اکبر کے دروازے کو جا کے کھٹکھٹایا۔ ابوبکر صدیق باہر آئے۔ ابوجہل نے کہا ابوبکر آؤ آج تم پھنس گئے۔ کہا کیسے مسکرا رہے ہو۔ کہا۔ تمہارے دوست تمہارے نبی تمہارے پیغمبر نے آج ایک انوکھا انوکھا دعویٰ کر دیا ہے۔ کہتا ہے کہ میں رات کو سویا اتنا بڑا فاصلہ پہنچا بیت المقدس گیا نماز پڑھائی آسمانوں پر گیا۔ جنت دیکھی۔ اور سدرۃ المنتہٰی پر گیا۔ اوپر چڑھ کے واپس آگیا۔ تھوڑے سے عرصے میں سارا سفر کر کے واپس آگیا۔ کہ بھلا اس کو مانتی ہے عقل۔ ابوجہل نے کہا۔ اس کا خیال تھا۔ کہ آج ابوبکر کا ایمان متزلزل ہو جائے گا۔ صدیقِ اکبر بولے ابوجہل نادان تجھے پتہ ہی نہیں تو پوچھتا ہے عقل مانتی ہے کہ نہیں ہم نے اس یار کے ساتھ جھوٹ والا سودا ہی نہیں کیا۔ ہم نے تو سودا ہی عشق کا کیا ہے۔

سے بے خطر کود پڑا آتشِ نمرود میں عشق عقل ہے محوِ تماشائے لبِ بام ابھی۔

ہمارا تو سودا ہی اور ہے۔ سفیر کفار جمع ہو گئے۔ کہنے لگے کوئی دلیل بتاؤ۔ حدیث میں آتا ہے۔ دلیل بتائے گئے۔ قافلے بتائے گئے۔ کافروں کو فرمایا میں نے تین قافلے دیکھے۔ ایک قافلہ تھا جو صبح طلوع صبح کے وقت پہنچ جائے گا۔ ایک قافلہ نصف نہار بعد میں پہنچ جائے گا۔ ایک قافلہ میں نے دیکھا۔ غروب سے پہلے پہنچ جائے گا۔ تو پہلے قافلے کا انتظار ہونے لگا۔ جس نے صبح پہنچنا تھا۔ ابوجہل کافروں کو جمع کر کے۔ وہ تنقیص تلاش کرنے والے۔ ان کو جمع کر کے پہاڑ کی چوٹی پر بیٹھا۔ یہ تک رہا ہے کہ سورج نکلے۔ اور قافلہ نہ آئے۔ اور ہم ڈھنڈورا پیٹ دیں کہ مسلمان ہار گئے (معاذاللہ) ان کے نبی کا دعویٰ غلط ہو گیا — وہ سورج کا طلوع دیکھ رہا ہے۔ ابوبکرؓ سارے عاشقوں کو جمع کر کے دوسرے پہاڑ کی چوٹی پر بیٹھے ہیں۔ وہ قافلے کا طلوع دیکھ رہے ہیں۔ طلوع سے پہلے قافلہ آ جائے۔

یہ بتا رہا تھا مثال ایک ہے قافلے کا آنا۔ اور سورج کا چڑھنا۔ کافر طلوع دیکھنا چاہتے ہیں کہ چمکے اور عاشق صحابہ قافلے کا آنا دیکھنا چاہتے ہیں۔ طلوع سے پہلے آ جائے۔ واقعہ ایک ہے۔ یہ فضیلت کی تلاش میں بیٹھے ہیں۔ اور کافر تنقیص کی تلاش میں بیٹھے ہیں۔ بس تکتے رہے وقت گزر گیا۔ سورج کے طلوع کا وقت گزر گیا۔ حیران ہیں دونوں — تکتے تکتے اچانک سورج کی ٹکیا نے سر نکالنا شروع کیا۔ ابوجہل بولا وہ دیکھو سورج طلوع ہو گیا۔ اس کی بات ختم نہ ہوئی تھی۔ ابوبکر صدیق کی آواز آئی کہ قافلہ بھی آ گیا ہے

دوستو بات ایک ہی ہے۔ مگر ایمان اور کفر کا فرق یہ ہے۔ منافقت اور ایمان کا فرق یہ ہے کہ فضیلت تلاش کرتا ہے۔ اصرار فضیلت پر کرتا ہے۔ تنقیص کا فقط اقرار کرتا ہے۔ منافق تنقیص پر اصرار کرتا ہے۔ فضیلت کا فقط اقرار کرتا ہے۔

والد گرامی نے بات سنائی کہ ایک مناظرہ تھا۔ حضور کے علم کے موضوع پر۔ دو عالم ان کے شاگرد بڑی بڑی جماعتیں جمع ہیں۔ جیسے مناظرہ ہوتا ہے۔ ساری رات ایک عالم بھی بیٹھا ہے۔ کتابوں کے ڈھیر وہاں کے انبار لگے ہیں۔ ادھر دوسرا عالم بیٹھا ہے۔ انبار لگے ہیں۔ اور اپنے اپنے مناظرے کی تیاری جاری ہے۔ ساری رات بیت گئی۔ حوالے جمع ہو گئے۔ صبح دونوں میدان میں آ گئے۔ ایک نے حوالے تلاش کیے کہ حضور کو علم تھا۔ اس کا بھی علم تھا۔ اس کا بھی علم تھا حضورؐ

اللہ نے حضور کو سارا علم عطا کیا تھا۔ دوسرا عالم اس حوالے میں ساری رات بیٹھے تھے۔ کسی چیز کا بھی علم نہ تھا۔ اس کا بھی علم نہ تھا ــــ وغیرہ۔ پہلے والا عالم تلاوت کے بعد کھڑا ہو گیا۔ کہنے لگا۔ لوگو۔ مناظرے سے پہلے ایک بات سن لو۔ بات یہ ہے کہ میں بھی حضور علیہ السلام کا امتی ہوں یہ بھی امتی ہیں۔ یہ بھی کلمہ گو ہے میں بھی کلمہ گو ہوں۔ ساری رات میں نے بھی گنوائی۔ جاگتا ہوں نیند نہیں کی ــــ اس نے بھی نیند نہیں کی ــــ میں نے بھی ساری رات حدیث کی کتابیں دیکھی ہیں۔ اس نے بھی ساری رات کتابیں دیکھی ہیں ــــ مگر فرق فقط یہ تھا۔ میں ساری رات اپنے نبی کا علم تلاش کرتا رہا۔ یہ ساری رات نبی کی لاعلمی تلاش کرتا رہا۔ میں ساری رات یہ حوالے تلاش کرتا رہا ــــ کہ مجھے مل جائے کہ کہیں لکھا ہو کہ حضور کو یہ بھی معلوم تھا۔ یہ بھی معلوم تھا وغیرہ ــــ یہ ساری رات حوالے تلاش کرتا رہا۔ کہیں سے یہ عبارت مل جائے کہ یہ علم نہیں تھا۔ یہ علم نہیں تھا۔ بولئے نبی کا امتی ہونے کا وفادار ہونے کا حق اس نے ادا کیا۔ یا میں نے ادا کیا ــــ رات اس کی اچھی بیتی یا میری اچھی بیتی ــــ یہ کمزوریاں نکالتا رہا ہے میں فضیلت نکالتا رہا ہوں ــــ یہ مثلیت تلاش کرتا رہا۔ میں فضیلت تلاش کرتا رہا۔ بس اسی پہ مناظرہ ختم ہو گیا ــــ

فرمایا: قل انما انا بشر مثلکم ــــ اس میں مثلیت ہے بس فقط نفس بشریت میں تم جیسا ہوں ــــ تم بھی بشر ہو میں بھی بشریت رکھتا ہوں ــــ مگر یہ مثلیت کا باب ہے ــــ اسی آیت کے اگلے حصے۔ یوحیٰ الیّ یہ فضیلت کا باب ہے ــــ فرق یہ ہے کہ تمہارا پیکر بشری کلام کا متحمل نہیں۔ مگر میرا پیکر بشری میں سوتے جاگتے بیٹھے ہر وقت خدا کا کلام نازل ہوتا ہے۔

جس پیکر بشری میں خدا کا کلام اترے ــــ جس کلام کو پہاڑ اٹھا نہ سکے۔ سمندر اٹھا نہ سکے۔ کائنات کی کوئی مضبوط ترین شے اٹھا نہ سکے۔ میرا وجود بشری اس کلام کا متحمل ہو رہا ہے ــــ دیکھو تو اس وجود کا عالم کیا ہے۔ اور تمہارے وجود کا عالم کیا ہے۔ دوستو یہی بات جس کو میں نے منافقت اور ایمان کا فرق کہا ــــ یہی ہدایت اور گمراہی کا نکتہ ہے۔ ابلیس شیطان اسی نکتے سے بنا ــــ وہ توحید کا منکر نہ تھا۔ اس کی عبادت کی کمی نہ تھی۔ تقویٰ کی کمی نہ تھی۔ زہد کی کمی نہ تھی۔ کسی شے کی کمی نہ تھی ــــ فقط ایک ہی نکتہ تھا۔ اس کی نگاہ نبی کی مثلیت پر رہی ــــ وہ برباد ہو گیا۔ شیطان ہو گیا۔ بارگاہ الوہیت سے راندہ گیا ــــ فرشتوں کی نگاہ نبی کی مثلیت پہ نہ تھی۔ فضیلت پر تھی۔ وہ جھک گئے۔

M T W T F S S   Memo No ______ Date / /

تو نوری کیا ہو گئے۔ قرآن مجید گواہ ہے۔ اللہ پاک نے فرمایا تھا۔ انی خالق بشرا من صلصال من حما مسنون
آدم علیہ السلام کی تخلیق کے وقت کہ میں ایک پیکر بشری کو بنا رہا ہوں۔ بجتی مٹی سے جو سیاہ
رنگ کی ہو گئی۔ اور فرشتوں نے بھی دیکھا تھا کہ پیکر بشری تیار ہو رہا ہے۔ ابلیس نے بھی دیکھا تھا کہ پیکر
بشری تیار ہو رہا ہے۔ پیکر بشریت دونوں نے دیکھا۔ فرشتوں نے بھی دیکھا اور ابلیس نے بھی دیکھا۔
رب نے ایک بات اور فرمائی۔ فاذا سویتہ ونفخت فیہ من روحی۔ فقعوا لہ سجدین۔ ہے پیکر
بشری بنا رہا ہے۔ مگر جب اسے مکمل کر لوں۔ اس کا تصفیہ ہو جائے۔ اس کو سارے مراحل
گزار کر مکمل کر لوں۔ اور ونفخت فیہ من روحی۔ اور اس کے اندر اپنا نور پھونک دوں۔ اپنا فیضان اپنا بھید
اس کے اندر رکھ دوں۔ تب فقعوا لہ سجدین۔ تب تم اس کے آگے سجدے میں گر جانا۔ پیکر بشری کا بھی
بیان فرمایا۔ پھر اس کے اندر اپنا نور پھونک دینا بھی بیان فرمایا۔ مثلیت بھی آ گئی فضلیت
بھی آ گئی۔ مثلیت اور فضلیت کا جامع پیکر بنا کر حکم دیا کہ اسجدوا لآدم۔ آدم کو سجدہ کرو۔
دو ردعمل ہو گئے۔ فرشتوں نے مثلیت سے نگاہ ہٹا لی۔ فضلیت پر نگاہ رکھ دی۔ وہ سجدے
میں گر گئے۔ شیطان نے فضلیت سے نگاہ ہٹا لی۔ مثلیت پر نگاہ رکھ دی۔ فرشتوں کی نگاہ ونفخت فیہ
من روحی پر گئی۔ اس کے اندر رب نے اپنا نور اپنا فیض پھونک دیا ہے۔ فرشتے اندر چمکنے والے نور
کو دیکھتے رہے سجدے میں گر گئے۔ شیطان اندر کے نور کو دیکھنے کی بجائے باہر کے پیکر بشری کو دیکھتا
رہا۔ اکڑ گیا۔ رب نے پوچھا۔ شیطان میرے حکم کے باوجود تو نے سجدہ کیوں نہ کیا۔ ابلیس
بولا۔ لم اکن لاسجد لبشر۔ اے مولا یہ بشر ہے۔ میں اس بشر کو سجدہ کیسے کرتا۔ خلقتنی
من نار وخلقتہ من طین۔ مجھے تو نے آگ سے بنایا۔ اسے مٹی سے بنایا۔ اپنا اور آدم کا تقابل
کرنے لگا۔ اس کی بشریت بیان کرنے لگا۔ بشریت حضرت آدم کی اللہ نے بھی بیان کی تھی۔ انی خالق
بشرا۔ اللہ پاک نے خود بیان کی تھی۔ میں پیکر بشری بنا رہا ہوں۔ اس پیکر کو فرشتوں نے بھی
دیکھا تھا مگر اچھالا نہیں۔ بشریت کو مانتے تھے۔ مگر اس کو اچھالتے نہ تھے۔ اصرار نہیں کیا۔ اچھالا نہیں
شیطان نے دیکھا۔ اچھالنے لگا۔ یہ بشر ہے اس کو سجدہ کیسے کروں۔ رب کائنات نے فرمایا۔ ابلیس
یہ بشریت تو فرشتے بھی دیکھ رہے ہیں تو بھی دیکھ رہا ہے۔ میں بھی دیکھ رہا ہوں۔ مگر انہوں نے بشریت
اور مثلیت کو اچھالا نہیں۔ فضلیت دیکھی سجدے میں گر گئے۔ وہ میرے مقرب ہو گئے۔ تو نے مثلیت پر نگاہ

رکھی ۔ تو دفع ہو جا میری بارگاہ سے ۔ تو قیامت تک مردود بنا دیا گیا ۔ تو تثلیث پر اصرار کرنے سے
شیطان مردود ہو گیا ۔ اور فضیلت پر اصرار کرنے سے فرشتے مقرب ہو گئے ۔ یہ شیوہ ۔ فضیلت
کو نہ دیکھنا ۔ تثلیث کو دیکھنا یہ شیطانیت ہے ۔ قرآن مجید اس پر گواہ ہے ۔ سورۃ نساء میں
فرمایا گیا ۔ اللہ کی اور اس کے رسول کی نسبت کو بیان فرمایا ۔ توجہ طلب بات ہے آیت کریمہ ۔ واذا قیل لھم تعالوا
الی ما انزل اللہ والی الرسول رایت المنافقین یصدون عنک صدودا ۔ جب انہیں کہا جاتا ہے ۔ کہ آؤ
اللہ کے نازل کردہ حکم کی طرف کہ قرآن کی طرف اللہ کے احکام کی طرف ۔ کی دوسری دعوت دی
جاتی ہے ۔ والی الرسول اور آؤ مصطفیٰ کی طرف جھکنے جاؤ خدا کے حکم کے سامنے ۔ اور مصطفیٰ کی دہلیز
کے سامنے ۔ (۴-۳۱-۲۴) قرآن کہتا ہے رایت المنافقین یصدون عنک صدودا ۔ آپ دیکھیں
گے کہ ان منافقوں کی پہچان یہ ہے کہ میرے حکم کے سامنے جھکنے سے نہیں کتراتے جب میری بارگاہ
اور میری دہلیز پر سر خم کرنے سے کترا جاتے ہیں ۔ یصدون عنک صدودا ۔ وہ لوگ جو
رب کی بارگاہ میں جھکنے مگر رسول کی بارگاہ کے واسطے کو قابل نہیں ٹھہراتے ۔ ان کا رب کی
بارگاہ میں جھکنا بھی خدا کی بارگاہ میں منافقت شمار ہوگا ۔ دعوت الی اللہ اور دعوت
الی الرسول میں فرق کیا ۔ اس نے نفاق کر لیا ۔ اور جس نے دعوت الی الرسول کو دعوت الی اللہ
جانا ۔ وہ صاحب ایمان ہو گیا ۔ اور اس سے آگے قرآن مجید کی اگلی آیت متصل فرمایا
فکیف اذا اصابتھم مصیبۃ بما قدمت ایدیھم ۔ قرآن مجید کہتا ہے کہ پھر ان کا حال
کیا ہوتا ۔ منافقوں کی بات ہو رہی ہے ان کا حال کیا ہوگا ۔ جب ان پر ان کے اپنے کرتوتوں
کی وجہ سے ان پر مصیبت آ جائے گی ۔ اور شرارتوں اور بداعمال کی وجہ سے ان پر مصیبت
آ جائے گی ۔ اور جب مصیبت میں پھنس گئے ۔ جاہل پیچھے کہتے تھے ہم رسول کی بارگاہ میں کیوں
جائیں ۔ رسول کی دہلیز پر کیوں جھکیں رسول کی طرف رجوع کیوں کریں ۔ ہم سیدھا خدا کی طرف
کیوں نہ جائیں ۔ ہم واسطے کو نہیں مانتے ہم اس کو مانتے ہیں سیڑھی پر نہیں چڑھتے ۔
سیدھا چھت پر جاتے ہیں ۔ رسول کا واسطے کو نہیں مانتے سیدھا رب کی بارگاہ کو
مانتے ہیں ۔ ہم رسول کی طرف کیوں جائیں سیدھا خدا کی طرف جائیں گے ۔ رب نے کہا میرے
رسول کی طرف گئے بغیر میری طرف آنا چاہتے ۔ جو میرے رسول کا بنے بغیر میرا بننا چاہتا ہے ۔

اسکو بتادو ہم اس کو منافق جانتے ہیں۔ جو مصطفیٰ کا نہیں وہ خدا کا نہیں۔ اور فرمایا
جب مصیبت میں پھنس جاتے ہیں۔ جاؤ دل شکستہ میری دہلیز پر منہ جھکنے والے جب مصیبت
میں پھنستے ہیں تو پھر میری بارگاہ میں آتے ہیں۔ دور سے دور سے آتے ہیں میری بارگاہ میں
یحلفون باللہ قسمیں کھاتے ہوئے آئیں گے۔

ارشاد الٰہی جب مصیبت میں پھنس کر حبیب کی طرف آنا ہے۔ یہی سبق۔
عمر بھر حضرت دیتے رہتے ہیں سبق

آج لے اُن کی پناہ آج مدد مانگ اُن سے۔
کل نہ مانیں گے قیامت کو اگر مان گیا۔

اگر کل مصیبت میں پھنس کر ہی ادھر آنا ہے۔ بہتر ہے کہ آج پہلے ہی اس بارگاہ کا اعتراف
کر لیا جائے۔ اس کا حکم دیا گیا ولو انھم اذ ظلموا انفسھم ——— فرمایا لوگو اگر تم جانوں
پر ظلم کر بیٹھو گناہ کر بیٹھو نافرمانی کر بیٹھو کہ تمہیں خیال آئے کہ رب کو منوانا ہے۔ اگر
مجھے منانے کا خیال ہے۔ تو میرے مصطفیٰ کی بارگاہ میں جایا کرو۔ میرے محبوب کے قدموں میں آ کے اپنی
میری دہلیز پر سر خم تسلیم کر لیں۔ محبوب کی بارگاہ میں کیا کریں۔ عبداللہ سے معافی
مانگیں۔ باری تعالیٰ اگر یہاں بلا کر ہی معافی دینی ہے آپ سے منگوانی تھی۔ تو کیوں بھیجتے ہی
معافی مانگ لیتے۔ کیوں یہاں بلایا۔ میرے حبیب کی خدمت میں آ جاؤ۔ ادھر چھپا کر کہ
پھر کہا مجھ سے معافی مانگو۔ خود تو فرماتا ہے۔ اجیب دعوۃ الداعِ ———
ہر ایک کی سنتا ہوں۔ اتنا سفر کیوں کروایا۔ ادھر کیوں بلایا ہے۔ فرمایا سفر اس لیے کروایا
تاکہ ان کو سمجھایا۔ کہ مصطفیٰ کی طرف جانا اور ہے اور خدا کی طرف جانا اور ہے۔ اسی فرق
کو منانے کے لیے سفر کرایا ہے۔ کہ سن لو جب تک میرے حبیب کی طرف سفر نہ کرو گے۔ خدا کی
طرف سفر ہو ہی نہیں سکتا۔ جب تک میرے حبیب کی طرف رجوع نہ کرو گے۔ میری طرف رجوع ہو
نہیں سکتا۔ جب تک میرے محبوب کی غلامی کا پٹہ گلے میں نہ ڈالو گے۔ میری بارگاہ کی بندگی ہو
نہیں سکتی۔ جب تک میرے حبیب کے نہ ہو گے۔ میرے نہیں بن سکتے۔ باری تعالیٰ آ کر پھر
معافی مانگ لی معاف کر دے۔ اب معاف کر دے۔ فرمایا نہیں اب تم چپ کر جاؤ۔ تمہیں اپنے

M T W T F S S | Memo No ______ | Date / /

حبیب کی بارگاہ میں بلانا تھا تم آ گئے ۔ دہلیز پر جھکانا تھا تم جھک گئے ۔ تمہاری آکڑی ہوئی گردن کو حبیب کی دہلیز پر جھکانا تھا ختم ہو گئی ۔ اور پھر تم نے آ کے مجھ سے معافی بھی مانگ لی۔ بس اب چپ کر کے کھڑے ہو جاؤ ۔ اب ایک کام اور رہ گیا ہے وہ مجھے کر لینے دو ۔ باری تعالیٰ وہ کام کون سا رہ گیا ہے ۔ فرمایا تمہارے کام ہو گئے تم نے یہاں آ کے حاضری بھی دے لی۔ اور میرے محبوب کی بارگاہ میں آ کر مجھ سے معافی بھی مانگ لی ۔ اب رک جاؤ فاستغفر لھم الرسول مجھے اپنے حبیب کا سفارش ابھی تو تک لینے دو ۔ وہ بھی تمہاری سفارش کرتا ہے یا نہیں کرتا ۔ میرا حبیب بھی تمہاری شفاعت کرتا ہے یا نہیں کرتا ۔ وہ بھی تمہاری سفارش میں دو بول بولتا ہے یا نہیں ۔ میرے محبوب سے مجھے دو بول بھی سن لینے دو ۔ فاستغفر لھم الرسول حضور بول پڑے ۔ سفارش کر دی ۔ عرض کی مولا اب جانے دے ۔ بس ساری معافیاں ہو گئیں ۔ توابا رحیما ۔ مجھے اپنی عزت کی قسم اگر حبیب تمہاری شفاعت میں دو بول ہی بول دے ۔ تو تمہاری ساری خطائیں معاف کر دوں گا ۔ توبہ قبول ہو گئی ۔ اور خالی توبہ ہی قبول نہیں ہو گئی ۔ آئے تھے معافی مانگنے جاؤ گے رحمت سے جھولیاں بھر کر توابا رحیما ۔ توبہ بھی قبول ہو گئی رحمت کی خیرات بھی ملے گی ۔ اس لیے کہ تم نے میرے محبوب کی عظمت کے سامنے سر جھکا دیا ۔ تو دوستو ۔ ایمان اور اسلام حضور کے سامنے سر تسلیم خم کرنا ہے ۔

ہمیں عظمت اسلام میں عظمت نبوت کو سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے ۔

QARI MUHAMMAD ABBAS
Naqashbandi Chishti ...
09 OCT 2019
Chak 365/E ... Vehari

Abbas

11 — 1 — 2019 جمعۃ المبارک
۵ — ۵ — ۱۴۴۰
4 — ۴۴ — ۵۸ — PM

184

۳۹۴

M T W T F S S

ولیوں کی پہچان

Memo No

Date ۳۱ / ۰۳ / ۲۰۱۸

قوجہ اعبدا سے علماء کہف ۔ محترم المقام مشائخ عظام جملہ علمائے کرام خانوادہ تصوف
وطریقت کے جملہ خلفاء وصاحبزادگان ۔ مسلک حق اہل سنت وجماعت کے علماء و نمائندگان ۔
اور گدایان حضور داتا گنج بخش ؒ۔ امام الکاملین برہان الواصلین ۔ امام العارفین سیدنا داتا گنج
بخش حضور الہجویری ؒ۔ کے عرس مبارک کی اس تقریب میں ہم سب کو حاضری کی توفیق اور شرف
اللہ رب العزت نے عطا فرمائی ہے ۔ اور یہ ایک نعمت ہے سعادت ہے ۔

چند ضروری باتیں سورۃ کہف کی تلاوت کی گئی آیت کریمہ کے ایک حصے کی روشنی میں ۔ عرض کرنا
چاہتا ہے ۔ ہماری ایک نسبت ہے ۔ ہمارے عقیدہ کا ایک بنیادی عنصر ۔ بنیادی لازمہ بنیادی
ترکیب ہے ۔ اللہ کی توحید اور نبی کی نبوت ورسالت ان کے حقوق کی ادائیگی کے ساتھ اہل بیت اطہار
خلفاء راشدین اور صحابہ کرام ان کی عزت واحترام اور پھر اولیائے کرام کے ساتھ نسبت و
عقیدت اور ان سے توسل اور ان سے انتساب نسبت کا تعلق اولیاء کرام کی اوپر کی
چادر نلبشیں جمع ہو جاتی ہیں ۔ اس بارے میں قرآن و حدیث کے کچھ ضروری امور عرض کرنا
چاہتا ہوں ۔ اور اس سے تصوف کی حقیقت بھی واضح ہو جائے گی ۔

میں نے آیت کریمہ کا ایک حصہ تلاوت کیا ۔ اس کا پس منظر یہ ہے کہ سیدنا
موسیٰ علیہ السلام میں واقعہ کی تفصیل میں نہیں جا رہا ۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام اللہ کے اذن اجازت امر سے حضرت خضر
علیہ السلام کی ملاقات اور ان کی تلاش میں نکلے ۔ حضرت خضر علیہ السلام یا خضر ۔
دونوں نام ہیں ۔ ان کی تلاش میں نکلے ۔ یہ اللہ کے نبی ہیں ۔ اور سیدنا خضر علیہ السلام
قول مختار اہل علم کی اکثریت کے قول مختار کے مطابق ولی ہیں ۔ اب ایک بات توجہ
طلب ہے ۔ ولی اگر کوئی عمل کرے ۔ تو یاد رکھ لیں ۔ وہ باعث خیر و برکت عمل ثابت ہوتا ہے مگر
وہ شریعت میں حجت نہیں بنتا ۔ شریعت میں حجت نبی کا عمل بنتا ہے ۔ نبی کا عمل
سنت نبوی ہوتا ہے ۔ اور وہ شریعت میں حجت ہوتا ہے ۔ حضرت خضر علیہ السلام
ایک ولی ہیں ۔ اور موسیٰ علیہ السلام ایک جلیل القدر رسول اور نبی ہیں ۔ ایک نبی ولی کی تلاش

میں نکلا ہے ۔ اس سے معلوم ہوا کہ ولی کی تلاش میں جانا ۔ انبیاء کی سنت ہے ۔ یہ ایک شرعی حجت ہے ۔ جو قرآن کی نص سے ثابت ہے ۔ کہ ولیوں کی تلاش میں جانا نبیوں کی سنت ہے ۔ اب جو شخص اس نکتے کا انکار کرے اسے نہ قرآن کی خبر ہے نہ سنت کی خبر ہے ۔ تو موسیٰ علیہ السلام نکلے ہیں ۔ اپنے خلیفہ حضرت یوشع بن نون کو ساتھ لے لیا ہے ۔ ایک مچھلی کاٹ کر بھون کر پکا کر راستے میں کھانے کے لئے تیار کر کے رکھ لی ہے ۔ اور چل پڑے اور راستے میں ایک مقام آیا مجمع البحرین ۔ جہاں دو دریا آپس میں ملتے تھے ۔ تھوڑی دیر وہاں آرام فرمایا ۔ اس کے بعد اٹھے آگے چل دیئے ۔ آگے چلے تو آپ کو طلب ہوئی کھانے کی ۔ اس طلب کے پیش نظر آپ نے حکم فرمایا حضرت یوشع بن نون کو کہ یوشع وہ ہمارا کھانا جو مچھلی پکی تھی وہ لاؤ ۔ تاکہ کھا لیں ۔ اس وقت حضرت یوشع عرض کرتے ہیں ۔ یہ سب بات قرآن مجید کا متن ہے ۔ آیات قرآنی ہے تفسیر نہیں ہے ۔ یہ الفاظ ہے عرض کرتے ہیں ۔ یا حضرت ۔ اللہ نے مجھے بھلا دیا تھا ۔ جس جگہ ہم رکے تھے جس جگہ دو دریا آپس میں ملے ۔ اب جو دو دریا آپس میں ملے ۔ وہ دو دریا تو زمین پر تھے ۔ مگر عارفانہ ۔ صوفیانہ تفسیر کے مطابق جہاں اللہ کا ولی ملا ۔ یہ وہ مقام تھا جہاں دو دریا آپس میں ملے تھے ۔

یہ اشارہ اس امر کی طرف تھا ۔ کہ ولی وہ ہوتا ہے جہاں دریائے شریعت اور دریائے طریقت دونوں ملیں ۔ تو اس میں سے ولایت نکلتی ہے ۔ ایک اشارہ تھا ۔ یہ عرفانی تفسیر کے اصول کے تحت ۔ عرض کیا وہاں جب رکے تو مچھلی تو وہاں زندہ ہو کر تلی ہوئی بھنی ہوئی مچھلی زندہ ہو کر برتن سے نکل کر بھاگ گئی تھی ۔ اور سرنگ بنا کر پانی میں چلی گئی تھی ۔ مجھے بتانا یاد نہیں رہا ۔ آپ نے جب یہ بات سنی تو وہ جو مقام تھا ۔ جہاں مردہ کٹی ہوئی بھنی ہوئی پکی ہوئی ۔ مچھلی زندہ ہو کے بھاگ گئی تھی ۔ اب تفسیر جو اس مقام پر میں کر رہا ہوں ۔ تو آپ نے جو سنا تو سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے اپنا منشور دیا ۔ یہ قول پیغمبر ہے ۔ آپ نے فرمایا یوشع جہاں کٹی ہوئی بھنی ہوئی پکی ہوئی مچھلی مردہ تھی نا ۔ جو زندہ ہو کے بھاگ گئی تھی ۔ آپ نے فرمایا ذلک ما کنا نبغی فارتدا علی ۔ بس یہی تو جگہ ہے ۔ جس کی تلاش میں نکلے تھے ۔ تو قرآن مجید نے اس بات کو ثابت کر دیا کہ علامت ولایت یہ ہے کہ جہاں

موت کو حیات مل جائے وہاں ولایت کا قدم ہوتا ہے۔ یہ قرآن مجید نے فرمایا۔ ذٰلِکَ مَا کُنَّا نَبْغِ ۔ میں نے ابتداء میں لفظ بولا تھا۔ کہ ولی کی تلاش میں نکلنا سنت پیغمبر ہے کیا یہ قرآن کی نص سے معلوم ہو گیا فرمایا۔ یہ وہ جگہ ہے ہم جس کی تلاش میں نکلے تھے۔ اور تلاش میں نکلے تھے حضرت ولی العصر کی تلاش میں نکلے تھے۔ اور فرمایا جہاں مردہ مچھلی کو زندگی مل گئی جہاں موت حیات میں بدل گئی۔ جہاں مردہ زندہ ہو گیا۔ وہاں ولی العصر رہتا ہے۔ اور وہاں پہنچے اور یہ بھی یاد رکھ لیں۔ نہ حضرت نے نہ کوئی پھونک ماری تھی۔ نہ دم کیا تھا۔ نہ مَس کیا تھا صرف وہاں رکے تھے تو اس پانی کے جہاں جس پانی سے حضرت علیہ السلام وضو کرتے تھے جس پانی کو مس کرتے تھے۔ اس پانی کے چھینٹے اس مچھلی پر پڑے تھے۔ جس فضا میں حضرت علیہ السلام سانس لیتے ہیں۔ وہ ہوا اس مچھلی کو لگی تھی۔ وہ فضا اور ہوا پانی مچھلی کو لگی۔ مَس ہونے سے مردہ کو زندگی مل گئی۔ تو قرآن کی نص سے معلوم ہوا۔ کہ یہ ولی کی کرامات سے ہے کہ مردوں کو زندہ کرتا ہے۔ اور اگر بنی اسرائیل کا ولی محض اپنی سانس کی برکت سے موت کو حیات میں بدلتا ہے تو امت محمدی کا ولی کا کیا مقام ہو گا۔

پھر آپ وہاں پہنچے۔ تو قرآن مجید میں آتا ہے فرمایا۔ فَوَجَدَا عَبْدًا۔ اس ہستی کو پا لیا۔ جن کی تلاش میں نکلے تھے۔ ہمارے بندوں میں سے ایک بندہ خاص تھا۔ حضرت اس کو پا لیا اور اس بندے کی خصوصیت کیا تھی۔ ہم نے اسے خاص خزانہ رحمت سے رحمت عطا کی تھی رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا۔ جب فرمایا کہ رحمت ہے۔ تو رحمت تو اللہ کی ہوتی ہے۔ یہ جو عندنا ہے۔ یہ خزانہ خاص رحمت خداوندی ہے کہ اس رحمت کا حصہ دیا تھا۔ وَعَلَّمْنٰهُ سے علما۔ اور اپنے خاص خزانہ سے علم لدنی عطا کیا تھا۔ تو ولی کو اللہ کے رحمت کے خزانہ سے رحمت خاصہ ملتی ہے۔ اور اس کے خزانہ خاص سے علم لدنی ملتا ہے۔ اور اس کی برکت اور علامت یہ ہے کہ موت و حیات میں بدلتی ہے کہ مردہ دل زندہ ہوتے ہیں۔ اس کی برکت سے۔ اب یہ جو میں نے عرض کیا۔ مِنْ لَّدُنَّا عِلْمًا اس کی تفسیر اب حدیث پاک کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ صحیح بخاری اور صحیح مسلم۔ متفق علیہ حدیث ہے۔ اس مقام پر کتاب التفسیر میں آتی ہے۔ جو آقا علیہ السلام نے زبانی کہی۔ جس کو امام بخاری

امام مسلم نے متفقاً تخریج کی۔ آقا علیہ السلام نے فرمایا بیان۔ کہ خضر علیہ السلام نے موسیٰ
علیہ السلام سے کہا۔ علم لدنی لینے آئے تھے۔ انہوں نے کہا تھا۔ انی اعلم من اللہ علمنی کا ینبغی
سے کہا اے موسیٰ علیہ السلام کچھ علم وہ ہے جو اللہ نے مجھے عطا کیا ہے۔ ضروری نہیں کہ وہ علم
آپ بھی لے لیں۔ اور کچھ علم وہ ہے جو اللہ نے آپ کو عطا کیا ہے۔ اور ضروری نہیں کہ وہ علم میں
بھی لے لوں۔ اس حدیث پاک میں آقا علیہ السلام نے اس امر کی تشریح کر دی۔ کہ نبی کو
جو علم بالوحی نصیب ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ بھی علم ہے۔ جو بلاواسطہ جبرائیل عطا ہوتا
ہے۔ جو اللہ تعالیٰ اپنے خزانہ خاص سے بلاواسطہ عطا کرتا ہے۔ جو علم اللہ بذریعہ جبرائیل عطا
کرے پیغمبر کو وہ علم وحی ہے۔ جو علم بغیر فرشتے کے براہ راست عطا کرے۔ جو باطن میں ہو وہ
علم لدنی ہے۔ اس کے علاوہ علم لدنی اس علم کے علاوہ علم اس کا اپنا وجود ثابت
ہوا۔ کہ اولیاء کو علم لدنی ہوتا ہے۔ انبیاء کے لیے بھی ہوتا ہے اور اولیاء کے لیے بھی ہوتا ہے۔
مگر علم بالوحی کے علاوہ علم لدنی مستقل الگ باب ہے۔ وہ خواہ نبی ہو یا نبی نہ ہو۔ محقق
ولی ہو علم لدنی نبی اور ولی ہر ایک کے لیے عام ہے۔ اولیائے کرام کو اللہ پاک یہ خزانہ عطا کرتا ہے
یہ علم باطن کا خزانہ ہے۔ حضرت حذیفہ یمانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں۔ اور حدیث اپنی سند
میں مرفوع ہے۔ مرفوعاً حضور علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں۔ کہ آقا علیہ السلام نے فرمایا۔ کہ میں
نے جبرائیل سے پوچھا۔ کہ اے جبرائیل علم باطن کیا ہے۔ جبرائیل امین نے عرض کیا یا رسول اللہ اللہ
رب العزت نے یہ مجھے بتایا ہے۔ علم باطن ایک راز ہے۔ جو میرے اور میرے دوستوں کے درمیان ہوتا ہے۔
اس راز پر کسی غیر کی رسائی نہیں ہوتی۔ حدیث پاک ہے جس سے تصوف نکلا۔ آقا علیہ
السلام نے فرمایا۔ اور یہ حدیث حضرت حسن بصری نے مرفوعاً بیان کی اور کئی کتب میں حدیث درج ہے
حضرت انس بن مالک سے مرفوعاً روایت ہے۔ آپ نے فرمایا۔ علم دو قسموں کا ہوتا ہے۔
ایک علم وہ ہے جو زبان سے جاری ہوتا ہے۔ وہ یہ علم شریعت ہے۔ یہ علم ابن آدم پر حجت ہے۔
دنیا میں واجب فرائض سنتیں ثابت ہوتی ہیں۔ اور جو علم دل سے اجراء ہوتا ہے۔ وہ علم
جو اس کو ساتھ لیے ہوتا ہے وہ حقیقت میں علم نافع ہے۔ اگر علم سے کسی کو نفع نصیب ہوتا ہے
وہ علم باطن قلب سے نصیب ہوتا ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے روایت کیا۔ انہوں

M T W T F S S — Memo No ______ Date / /

نے فرمایا۔ کہ قرآن مجید کو اللہ نے سات قراءتوں میں نازل فرمایا۔ ہر ہر حرف کا ایک ظاہر ہے۔ اور ایک باطن ہے۔ کسی کو ظاہر ملا کسی کو باطن ملا۔ مگر سیدنا علی ابن ابی طالب کو کائنات کو حضور نے باب مدینۃ العلم بنایا۔ ان کی جھولی میں حضور نے سارا باطن اور سارا ظاہر بھی ڈال دیا۔ اور ان سے باب ولایت کو کھولا۔ اور وہاں سے طُرق سلاسل جاری کیے۔ یہ جو علم لدنی ہے جو علم باطن جس کے حامل وارث اولیاء ہوتے ہیں۔ جو علم ظاہر ہے جو علم الوحی تھا۔ تاجدار کائنات کی کے بعد اس کا سلسلہ منقطع ہو گیا۔ ختم نبوت کے بعد باب نبوت و رسالت بند ہو گیا۔ قیامت تک علم ظاہر علم الوحی رہا ہے جو تاجدار کائنات نے امت کو دیا۔ اور اس علم الوحی کا فیض اللہ نے امت کے اولیاء کی طرف منتقل کر دیا۔ چونکہ علم الوحی کا فیض جو علم الباطن ہے۔ جو ظاہر ہے۔ علماء مفسرین۔ مجتہدین۔ اساتذہ۔ متکلمین۔ قرآن یہ مصطفےٰ کے علم ظاہر کے حامل رہے۔ جس کو قرآن نے کہا یتلوا علیکم آیاتہ۔ کچھ تلاوت آیات کے وارث بنے۔ کچھ ویعلمھم الکتاب والحکمۃ۔ کچھ تعلیم حکمت کے وارث بنے۔ کچھ نور و اسرار کے وارث بنے۔ مگر یہ سارا وراثت کا لب و فرمایا ویزکیھم۔ فرمایا یہ رسول تمہارے میلے کچیلے باطن کو نگاہ سے تزکیہ فرما دیتا ہے۔ تمہارے تن میں فیض منتقل کر دیتا ہے۔ تمہارے باطن کی تاریکی نگاہ مصطفےٰ سے نور میں بدل جاتی ہے جو مصطفےٰ کی مجلس میں بیٹھتا ہے۔ وہ نگاہ کے فیض سے نور ہو جاتا ہے۔ جو مصطفےٰ کی نگاہ کا فیض پاتا ہے۔ اس کا ظاہر و باطن منور ہو جاتا ہے۔ جس کی نگاہ مصطفےٰ کی مجلس میں پڑی رہے نورات کے اندر جا سما میں وہ لو بھی چمکنے لگتی ہے۔

اس علم ظاہر کے ساتھ جو پوشیدہ علم باطن ہے۔ اس کے حامل و وارث تلاوت قرآن کے وارث حفاظ بنے قراء بنے۔ تعلیم کتاب کے وارث علماء بنے۔ حکماء بنے مفسرین بنے (۲۱۔۳۷) مجتہدین بنے۔ آئمہ بنے اعلام بنے۔ تعلیم حکمت کے وارث حکماء بنے فقہاء بنے مگر تزکیہ نفس و علم [illegible] کے باطن کے وارث حضور داتا گنج بخش کا طبقہ بنا۔ بے شک علم مستشرقین کو حاصل علم ظاہر کو مانتے۔ اور علم تصوف کی نفی کر دی۔ اس نے تصوف کی اہل سنت کی اولیاء کی علماء کی صوفیا کی نفی ناشکری کی۔ اس نے قرآن کی نفی کی ہے۔ اس نے علوم محمدی کی نفی کی ہے۔ اور اس نے پیغمبرانہ کی نفی کی ہے۔ وہ تزکیہ اس کا حصہ تھا۔ مگر کوئی دشمنی۔ طریقت۔

حضرت بہلول رحمۃ

~~طریق تصوف~~ علماء بڑے ہوئے مگر اس طریق زہد۔ طریق تصوف طریق سلوک طریق احسان
کی وادیاں عبور کیے بغیر کوئی امام نہیں بنا۔ سب اماموں کے امام۔ جن کے در سے ہر ایک
کو امامت ملی۔ اور جن کے علم کے فیض سے مذاہب نکلے۔ وہ امام اعظم سیدنا امام ابوحنیفہ
ہیں۔ وہ حضور داتا گنج بخش کے بھی امام ہیں۔ پوری امت کے امام ہیں۔ اس علم تصوف اور علم
باطن کی بات کر رہا ہوں۔ آپ فرماتے ہیں۔ وہ شیخ طریقت بھی تھے۔ امام اعظم ابوحنیفہ
پہلے مرید ہوئے۔ پھر مراد اور شیخ ہوئے۔ اور پھر جس طرح امت کے امام علم تھے۔ اسی طرح
امام طریقت و معرفت بھی تھے۔ آپ کو یہ معلوم ہونا چاہیے کہ آپ کے اساتذہ میں چار
ہزار اساتذہ اور شیوخ ہیں۔ جن سے آپ نے پڑھا۔ ان ہزاروں اساتذہ میں ایک
استاذ بہلول مجذوب بھی ہیں۔ آپ ان کی سیرت کی کتابوں کو دیکھیے۔ حضرت
بہلول مجذوب بھی امام اعظم کے اساتذہ میں ہے۔ باقی جس سے بھی پڑھا آپ نے
حدیث پڑھی۔ علم ظاہر پڑھا سب کچھ پڑھا۔ مگر میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ بہلول مجذوب
سے کیا جا کے پڑھتے تھے۔ ان سے اسانید پڑھتے تھے۔ ان سے علم تفقہ پڑھتے
تھے۔ ان سے علم الاحکام پڑھتے تھے۔ وہ بہلول مجذوب جو دریائے دجلہ کے کنارے
مکان بناتا تھا۔ اور وہ تو فقہی کتابیں پڑھا نہیں سکتا۔ امام جعفر صادق کے بھی شاگرد
ہیں امام۔ سیدنا امام الباقر کے بھی شاگرد ہیں۔ سیدنا امام حسن مثنیٰ کے شاگرد ہیں۔
امام زید بن علی کے شاگرد ہیں۔ جو کل اہلبیت کا خزانہ امام اعظم کے پاس ہے۔ میں جو
نکتہ سمجھانا چاہتا ہوں وہ ایک مجذوب کے بھی شاگرد ہیں۔ یہ جو مجذوب ہے جو دریائے
دجلہ کے کنارے مٹی کے گھر بناتے تھے۔ ہارون الرشید کی بیوی نے ان کو پوچھا کہ کتنا کس دام فرمایا
دس درہم ہیں۔ دس درہم دے کے مکان گرا دیا۔ جاؤ جنت میں مکان الاٹ ہو گیا۔ ہارون
الرشید نے مذاق اڑایا ہوگا۔ کہ اس طرح مکان ملتے ہیں جنت میں کہ ایسے بات کی۔ کہ
کس غریب کو دیکے ہوں گے۔ اس نے کہا کہ چلو میرے پیسے گئے۔ رات کو جا کے دیکھا اس
نے خواب میں۔ کہ جنت میں محل ہے۔ اندر داخل ہونے لگا ہارون الرشید تو فرشتوں نے پکڑ
لیا۔ اور کہنے چلو کہاں۔ یہ میری بیوی کا گھر ہے زبیدہ خاتون کا۔ کہا اندر جا رہا ہوں۔ انہوں

یہ پاکستان نہیں ہے یہ جنت ہے۔ جس کا گھر ہے وہی گھر جائے گا۔ جب پہنچا زمستون تو آنکھ کھل
گئی۔ بیوی کو اکثر یاد کر کے مذاق کرتا تھا۔ آج اسی بابے کے پاس پھر سے چلو۔ بہلول مجذوب کے پاس آئے۔
ہارون الرشید نے کہا بابا بہلول مکان بیچتے ہو کہا بیچتا ہوں۔ کتنے کا فرمایا دس ہزار دینار کا۔ کہنے لگے
اتنی مہنگائی۔ کل تو دس درہم کا بیچا تھا۔ آج دس ہزار دینار۔ حضرت بہلول نے فرمایا۔ کل کے گاہک
بن دیکھے لے گئے ہیں۔ آپ تو رات دیکھ کے آئے ہیں سودا۔ ارے یہ بہلول مجذوب جس کا سودا
دیکھنے دکھانے کا ہے۔ امام اعظم نے علم باطن بہلول مجذوب سے پڑھے۔ بہلول مجذوب سے سفید
عشق ملی۔ طریقت ملی۔ سفید معرفت ملی۔ انہوں نے مرید کو مراد بنا دیا۔ پھر یہ امام اعظم۔ دیکھ شیخ
ابوالقاسم قشیری کا رسالہ قشیریہ میں لکھتے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ میں نے علم طریقت آپ کا سفید
طریقت بیان کیا ہے رسالہ قشیریہ۔ اور حضرت جنید بغدادی سفیر با داؤد طائی۔ نے علم طریقت
امام ابو حنیفہ سے حاصل کی (۷۰۔۲۷) انہوں نے علم اور طریقہ بھی امام اعظم ابو حنیفہ سے
لی۔ تو آئمہ تصوف نے بھی اپنی طریقت کی سند بھی امام اعظم تک پہنچائی ہے۔ آگے دیکھیے۔
ملا علی قاری بیان کرتے ہیں۔ کہ امام مالک نے فرمایا۔ اب دوسرا امام۔ جس فقہ شریعت
کا علم حاصل کیا۔ مگر تصوف کا علم حاصل نہ کیا۔ وہ زندیق ہو گیا۔ وہ فاسق ہو گیا۔ اور جس نے تصوف
کا علم سیکھا۔ اور شریعت سے بے بہرہ رہا۔ وہ زندیق ہو گیا۔ امام مالک فرماتے ہیں حق اس کو ملا جس
نے جھولی میں شریعت میں بھی فقہ بھی اور علم معرفت دونوں کو جمع کر لیا۔ آگے چلیے۔
امام اجلونی۔ کشف الشفاء میں سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں۔ کہ امام شافعی
نے فرمایا۔ تیسرے امام۔ فرمایا۔ میں تمہاری دنیا کی تین چیزوں کے ساتھ محبت کرتا ہوں۔ لوگوں کے
ساتھ لطف اور حسن کے ساتھ معاملہ کرتا۔ خوش خلقی کے ساتھ معاملہ کرتا۔ لوگوں کے ساتھ نرمی
اور مہربانی احسان کے ساتھ معاملہ کرتا۔ اور تیسرا یہ ہے کہ اہل تصوف کے طریقے کی اقتداء کرنا۔
امام شافعی نے اہل تصوف کے طریق کی پیروی کرنے کو دنیا کی تین محبوب ترین چیزوں میں شمار
کیا۔ (۱۵۔۲۹) چوتھے امام احمد بن حنبل رض محدث حنبلی فرماتے ہیں۔ امام حنبل نے فرمایا۔ میں
نے تصوف والے صوفیاء سے بہتر دنیا میں کوئی طبقہ نہیں دیکھا۔ اتنا اعلیٰ ارفع طبقہ صوفیاء
کا دیکھا ہے۔ امام احمد بن حنبل سے مجلس میں کسی نے کہا۔ حضرت آپ نے کہا کہ یہ افضل الاقوام

ہیں - یہ سماع کرتے ہیں اور رقص کرتے ہیں - تو پتہ چلا کہ صوفیا کا وجد اس وقت سے ہے - آج کی
بات نہیں ہے - تو پھر کیسے افضل ہو گئے - تو وہاں جائیں امام احمد بن حنبلؒ کے جواب پر انہوں
نے فرمایا - وہ وجد کرتے ہیں رقص کرتے ہیں - جو کچھ وہ کرتے ہیں فرمایا اُن کو چھوڑ دو ان کے حال پر
وہ اپنے مولا کی معیت میں خوشی مناتے ہیں - فرمایا - ایک لمحہ ان کے معبود حقیقی کے ساتھ ہوتا
ہے - تو سماع ان کے قلب و باطن میں اپنی تاثیر کے ساتھ اترتا ہے - اس وقت وہ واردات
میں ہوتے ہیں - اس وقت وہ مشاہدات میں ہوتے ہیں - ان کا جسم فرش پر ہوتا ہے -
ان کی روح عرش پر ہوتی ہے - وہ اپنی آنکھوں سے اللہ کے انوار و تجلیات کے سمندروں
میں غوطہ زن ہوتے ہیں - حجابات اُن کے اٹھا جاتے ہیں - اس وقت وہ حالت محو میں ہوتے
ہیں - وہ تجلی ان کی نگاہوں کے سامنے ہوتی ہے - تو اس وقت اپنی اس دنیا سے
نکل کر وجد کرتے ہیں رقص کرتے ہیں - فرمایا اس لمحہ ان کو یار کی ملاقات کی خوشی کر لینے
دو - (۲۵۱-۳۱) ضمناً بات آ گئی علماء کرام بیٹھے ہیں اہل علم ہیں - ان کے کام نکتہ آ جائے
گا عرض کر دوں - یہ تصوف کے سب طرق ہیں - کسی میں سماع بھی ہے کسی میں وجد بھی ہے -
کسی میں نہیں ہے - تو ذکر میں بھی وجد ہے - یہ جو فرمایا - الذین یذکرون اللہ قیاماً و قعوداً و علیٰ
جنوبھم - کہ مولا کے بندے وہ ہیں جو ذکر کرتے ہیں حالت قیام میں بھی - کھڑے ہو کر بھی - بیٹھ کر
بھی ذکر کرتے ہیں - اور اپنے پہلوؤں پر بھی ذکر کرتے ہیں - یعنی ذکر میں کھڑے ہوتے ہیں کبھی ذکر میں بیٹھتے
ہیں کبھی پہلوؤں کے بل لوٹتے ہیں - پر ہر پہلو میں خدا کا ذکر کرتے ہیں - اس لئے جو لوگ اللہ کے ذکر
میں پاتے ہیں - ذکر کا معنیٰ ہے پا لینا — داتا صاحب کا عرس حضور کے میلاد کا ڈنکا بجاتا
ہے - نقارہ بجاتا ہے - کہتے ہیں عاشقو میری شادی کا دن ہے - اور میرے مصطفیٰ کی ولادت
کا دن آ رہا ہے - اس میلاد مصطفیٰ کے لئے - امام ابن کثیر کا حوالہ دے رہا ہوں - اہل علم کے کام آنے والی
چیز ہے - اور امام ابن کثیر جو آپ کے اور ہمارے طبقے کے امام المفسرین نہیں ہوتے - ہیں ہم میں سے
یہ تو لوگ پڑھے بغیر فتوے لگاتے رہتے ہیں - جو نہیں پڑھتے وہ سمجھتے ہیں کہ ہم سے ہیں - دل سے
سمجھ رکھا ہے نام سے ہیں — امام ابن کثیر نے البدایہ والنہایہ ثانی جلد میں لکھا ہے کہ سلطان صلاح
الدین ایوبی - اس کے بہنوئی — وہ جو ہیرو ہیں - بیت المقدس کی صلیبی جنگوں کے اور جنگ

کے نام پر امت مسلمہ فخر کرتی ہے۔ اس خاندان کا طریقہ حضور کے میلاد منانے کا۔ سلطان کے بہنوئی
سعید المظفر۔ وہ میلاد مناتے تھے۔ تو پانچ ہزار بکرے کرتے۔ دس ہزار مرغیاں کرتے۔ ہزاروں لاکھوں وہاں
آتے۔ امام ابن کثیر نے لکھا ہے۔ کہ وہ حضور کے میلاد کے دن اتنی خوشی مناتا۔ لاکھوں لوگ علماء صوفیا
آتے۔ حضور کے میلاد کی تقریبات میں ایک تقریب محفل سماع بھی ہوتی تھی۔ ظہر سے فجر تک۔
نمازوں کے وقفے کے ساتھ وہاں سماع ہوتا۔ اور یہ خود بھی صوفیا کے ساتھ وجد میں رقص بھی کرتا تھا۔
یہ تصوف یہ ولایت علم باطن کا۔ یہ آگے جا کے اپنے کمال کو پہنچتا ہے۔ یہ علم باطن۔ ظاہر کا
تقاضا ذات کی نفی نہیں ہے۔ اور علم تصوف اور علم باطن۔ اس کا تقاضا ذات کی نفی ہے۔
آقا علیہ السلام نے فرمایا۔ متفق علیہ حدیث بخاری و مسلم کی۔ جبرائیل امین نے آ کے عرض کی سوالات
پوچھے۔ تیسرا سوال احسان کا کیا۔ فرمایا احسان یہ ہے۔ کہ تو اللہ کی عبادت اس طرح کرے۔
گویا تو اس کے جلوے کو تک رہا ہے۔ ایمان کا مضمون بیان ہو چکا تھا۔ اسلام کا بیان ہو چکا تھا
ایمان کے تحت عقائد نکلے۔ اس سے علم کلام نکلا۔ علماء کا متکلمین کا۔ اور صاحبان عقیدہ کا موضوع
حل ہو گیا۔ پھر پوچھا ما الاسلام۔ حضور نے اعمال احکام اسلام بیان کیے۔ اس سے احکام نکلے
فقہ نکلی۔ تو احکام شریعت فقہ اس کا مضمون اسلام کے تحت بیان ہو گیا عقائد اسلامیہ
کا مضمون ایمان کے تحت بیان ہو گیا۔ اگر عقائد اور اعمال ان مضامین کے مکمل ہونے تک دین
مکمل ہو جاتا تو جبرائیل امین تیسرا سوال نہ کرتے۔ عقائد بھی ہو گئے اعمال بھی ہو گئے۔ تو حضور فرما دیتے
باقی کیا رہ گیا ہے دین مکمل ہو گیا۔ تو پوچھا حضور تیسری چیز ہے احسان۔ وہ کیا ہے فرمایا۔
ایمان عقیدہ جو دل کی تصدیق کے ساتھ زبان کا اقرار ہے۔ ان ساری حقیقتوں کا۔ اسلام ان حقیقتوں
کا عملی جامہ پہنا کر اپنی زندگی کو دین میں ڈھال لینے کا نام ہے۔ اور احسان فرمایا نہ احسان عقیدہ
ہے نہ عمل احسان قلب باطن میں وارد ہونے والی کیفیتوں کا نام ہے۔ اور تصور اس کا تخیل کا
نام ہے۔ جو تصور شیخ کرتے ہیں پوچھتے ہیں۔ کہ تصور کہاں سے نکل آیا۔ تصور متفق علیہ حدیث
سے نکل آیا۔ فرمایا اللہ کی عبادت یوں کرو۔ تمہارا تصور یہ ہو کہ تم اس کو دیکھ رہے ہو۔ اگر گویا نہ
فرماتے۔ گویا کہہ کر فرما دیا کہ تم تصور کرو کہ تم اس کو دیکھ رہے ہو۔ تو تصوف کا سارا سبق
تصور سے شروع ہوتا ہے۔ ایک تفسیر جو عالمانہ ہے۔ اور ایک تفسیر عارفانہ ہے۔

M T W T F S S

Memo No

Date / /

اور عارفانہ تفسیر بھی امام قسطلانی۔ اور امام عسقلانی جیسے محدثین نے روایت کی ہے۔ یہ نہیں ہے
کہ ہم نے گھڑ لی ہے۔ آئمہ حدیث نے بیان کی ہے۔ دوسری تفسیر یہ ہے۔ اس طرح عبادت کرو
کہ گویا اللہ کو دیکھ رہے ہو۔ اگر فان لم تکن۔ لہٰذا گر تم اللہ کو نہ دیکھ سکو۔ تو یوں خیال کرو کہ وہ تمہیں
دیکھ رہا ہے۔ یہ تو علمی تفسیر ہے۔ اب ایک عارفانہ تفسیر ہے صوفیا کی۔ وہ امام عسقلانی
بیان کرتے ہیں۔ فرماتے ہیں اس میں جو کان آیا ہے۔ کان یکون۔ یہ تامہ بھی ہوتا ہے ناقصہ بھی
ہوتا ہے۔ اگر یہ ناقصہ ہو تو پھر تو مکمل ہوتا ہے جملہ جا کر فان لم تکن تراہ پر۔ کہ تم اگر اسے نہ دیکھ
سکو۔ فانہ یراک۔ تب سمجھو کہ وہ تمہیں دیکھ رہا ہے۔ اگر یہ معنی لیں تو یہ کان تامہ نہیں ناقصہ
ہے۔ کان یکون کا معنی یہ ہے کہ تم اگر اسے نہ دیکھ سکو۔ امام عسقلانی فرماتے ہیں شارح بخاری۔
کہ کان کاملہ تامہ بھی ہوتا ہے۔ اگر کان کو کاملہ لے لیں تامہ لے لیں۔ ناقصہ نہ لیں۔ تو فان لم تکن۔
پر جملہ مکمل ہو جاتا ہے۔ جب صوفیاء کی بات ہوتی ہے، وہ ناقص کو کامل بنانے والے ہیں۔
یہ تو ناقص کو تام بناتے ہیں۔ جب کاملوں کا ترجمہ کرتے ہیں تو یہ ہے اگر اللہ کو نہ دیکھ سکو۔
فرمایا۔ کس طرح دیکھو گے فرمایا فان لم تکن۔ اگر خود دار ہو گے تو وہ دکھائی نہ دے گا۔ اگر خود نہ رہو
تو اللہ کو دیکھ لو گے۔ جب اپنی ذات کی نفی کرتے ہیں اور خودی کو مٹاتے ہیں۔ تو وادی بقا
میں داخل ہوتے ہی حجابات اٹھتے ہیں۔ جو خود نہیں رہتا صوفی اور ولی بندے کی نفی کرواتے ہیں۔
یہ حدیث سیدنا ابوہریرہ عمر فاروق سے مروی ہے۔ یہی حدیث حضرت انس بن مالک
سے۔ کہ نبی پاک نے فرمایا کہ دنیا میں عمل یوں کر کہ گویا کہ اسے دیکھ رہا ہے۔ تیسری سند حضرت
ابوذر غفاری کی ہے۔ اس سے مروی ایک اور حدیث ہے ہر وقت اس کی خشیت پیدا کر وہ اللہ
تجھے دیکھ رہا ہے۔ اور زید بن ارقم نے فرمایا۔ تو سراپا ایسا ہو جا۔ کہ گویا تو اس کو دیکھ رہا ہے۔
یہ صوفیا اولیاء یہ ان کا سراپا ظاہر و باطن کا ایسا ہو جاتا ہے۔ ان کا ظاہر و باطن۔ اٹھنا بیٹھنا کلام
ہر عمل یوں کر اگر ایسے ہو جاتے ہیں کہ یہ اپنے مولا کو تک رہے ہیں۔ اس کی نگاہ میں ہے۔ جب اپنے
آپ کی نفی کر دیتے ہیں۔ تو پھر اس کی نگاہ میں رہتے ہیں۔ یہ فنا کی وادیوں سے گزر کر
بقا کی وادیوں میں جاتے ہیں۔ حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔ ان سے کسی مرید نے
پوچھا حضور فناء اور بقاء کیا ہے۔ فرمایا کہ جو میرا جنازہ پڑھانے آئے گا۔ اس سے پوچھ لینا۔

(۴۳ — ۴۶)

جب آپ کے جنازے کا وقت آیا۔ آپ نے وصیت فرما دی کہ میرا جنازہ وہ پڑھائے جس کی عمر بھر کی تہجد کی ایک نماز بھی قضا نہ ہوئی ہے۔ سب نگاہ سے سر جھکائے کھڑے تھے۔ کسی کو جرأت نہ ہو رہی تھی مصلے پر آئے ایک نقاب پوش اہل اللہ آگے بڑھے۔ نماز کھڑے ہو کر پڑھائی۔ رخصت ہونے لگے۔ دامن سے لپٹ کے کہنے لگا حضرت میرے شیخ نے کہا تھا۔ کہ جو میرا جنازہ پڑھائے اس سے فنا بقا کا مسئلہ پوچھ لینا۔ پر تو بتا جائیں کہ فنا بقا کیا ہے۔ آپ نے چہرے سے نقاب اتارا۔ جب دیکھا تو باقی باللہ خود تھے۔ فرمایا جس کا جنازہ پڑھا ہے وہ فنا ہے۔ جو پڑھا کے جا رہا ہے وہ بقا ہے۔

جب انسان اپنی ذات کی نفی کرتا ہے۔ تو جو فنا ہونے والا تھا۔ اس کی تو نفی ہو گئی اب جو بچا وہ باقی ہے۔ تو ساری مخلوق اس کی تابع ہو جاتی ہے جیسے بیڑہ نانی ہنس رہتا ۔۔۔ داتا صاحب کو ۹۰۰ سو سال گزر گئے۔ بڑے لوگ مرے۔ اور ان وفات پانے والوں کو مرحوم کہنے والو۔ جو مرتا ہے مردہ ہو جاتا ہے۔ مگر ۹۰۰ سو سال سے مردہ نہ ہوئے۔ ہزاروں مومن ان کی حیات کے قدموں میں قربان ہو گئیں۔ وجہ یہ ہے کہ انہوں نے زندگی میں انا کو فنا کر دیا تھا۔ حضور داتا علی ہجویری کشف المحجوب میں فرماتے ہیں۔ حضرت شیخ ابو اسحاق ابراہیم کا واقعہ ہے۔ شیخ ابو اسحاق ابراہیم روایت کرتے ہیں۔ کہ میں اپنے اوائل احوال میں۔ روحانی ترقی کے شروع شروع کے زمانے میں حضرت شیخ ابو مسلم مغربی کی زیارت کو گیا۔ مغرب میں۔ فرماتے ہیں جب آگے داخل ہوا۔ آپ نماز پڑھا رہے تھے۔ آپ نے الحمد شریف شروع کی تھی۔ فرماتے ہیں جب میں نے سنا۔ قرأت کو لہجے کو تجوید کو۔ مخارج کو تو میں نے دیکھا۔ کہ غلط پڑھ رہے ہیں۔ عربی مخارج کے اعتبار سے۔ تو میری طبیعت تھی۔ کہ لمبا سفر کر کے شدت شوق سے آیا سفر اور محنت برباد گئی۔ وہیں سے ہٹ گیا۔ فرات کے کنارے گیا صبح کی نماز پڑھنے کے لئے وضو کرنے کے لئے گیا۔ جب وضو کر کے پلٹا تو شیر سو رہا تھا۔ میری آہٹ سے اس کی جاگ پڑا۔ اتنے میں دوسرا شیر جاگ پڑا۔ دو شیر دھاڑتے ہوئے میرے پیچھے ہو لیے۔ دوڑ کے میں شیخ ابو مسلم مغربی کے حجرے کے سامنے آ کے پناہ لی۔ شیروں کا شور سن کر۔

KHURRAM PAPER PRODUCTS

M T W T F S S

Memo No

Date / /

اور میری آہ وزاری سن کے باہر نکلے۔ جب دیکھا کہ شیر منہ پھاڑے کھڑے ہیں۔ آپ مسکرا پڑے آگے بڑھے شیروں نے جو آپ کو دیکھا تو سر جھکا کے کھڑے ہو گئے۔ اور آپ نے آگے بڑھ کے اور دونوں شیروں کے کانوں سے پکڑ لیا۔ کان مروڑ کر ایک تھپڑ مارا اور کہا اللہ کے کتو! میں نے کہا نہیں کہ میرے مہمانوں کو تنگ نہ کیا کرو۔ تو شیر سر نیچے کر کے دم دبا کے بھاگ گئے۔ تو میں نے پوچھا حضرت یہ کیا ماجرا ہے۔ فرمایا تم مخلوق کے لیے عمر بھر اپنا ظاہر بناتے رہتے ہو۔ اس لیے مخلوق سے ڈرتے ہو۔ ظاہر بنا کے سنگار کرتے ہو۔ اس لیے خلق سے ڈرتے ہو۔ اور ہم نے خالق کے لیے اپنا باطن سنوار لیا ہے ظاہر کو فنا کر دیا ہے۔ اس لیے مخلوق ہم سے ڈرتی ہے۔ بیچاری تابع ہو جاتی ہے۔ اس لیے جنہوں نے اس وادی میں سفر نہیں کیا۔ ان کو پتہ نہیں ہے کہ ہم اس کیوں ہیں۔ یہ عرس اللہ والوں کا کرتے یہ ذکر کو اس لیے ختم نہیں کر سکتے۔ کہ حضور داتا گنج بخش کا ذکر اللہ کا ذکر ہے اللہ کی عزت کی قسم یہ ولیوں کا ذکر نہیں یہ خود خدا کا ذکر ہے۔ مسند امام احمد بن حنبل میں حدیث ہے کہ امام طبرانی نے المعجم الاوسط میں روایت کی۔ مسند البزار نے روایت کی۔ امام ہیثمی نے روایت کی مجمع الزوائد نے تمام آئمہ محدثین نے روایت کی ہے آقا علیہ السلام نے فرمایا۔ ان اولیائی من عبادی۔ واحبائی من خلقی۔ الذین یذکرون بذکری۔ واذکر بذکرھم۔ فرمایا۔ میرے بندوں میں میرے اولیاء ہوتے ہیں۔ اور میری مخلوق میں میرے محبوب ہوتے ہیں۔ میرے محبوبوں اور ولیوں کی پہچان یہ ہے۔ اگر میرا ذکر کیا جائے تو ان کا ذکر ہو جاتا ہے۔ اور اگر ان کا ذکر کیا جائے تو میرا ذکر ہو جاتا ہے۔ تو خدا کا ذکر ان کی یاد دلاتا ہے۔ اور ان کا ذکر خدا تک پہنچاتا ہے۔ اس لیے ولیوں کے عرس۔ داتا داتا، فرید فرید کے نعرے لگانے والو۔ یہ بندوں کا ذکر نہیں ہے۔ ان کا ذکر ہے تو خود خدا کا ذکر ہے۔ اللہ رب العزت ہمیں اس پر قائم و دائم رکھے۔

19—1—2019

13—5—1440—4—2. PM

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کی خوشی منانا

ورفعنا لک ذکرک = حضور علیہ السلام کی ولادت کا دن امت مسلمہ کے لیئے عید کا دن ہے۔ عید کی دو قسمیں ہیں۔ ایک ہوتی ہے عید شرعی۔ وہ عید واجب ہوتی ہے۔ اور دوسری قسم ہے عید فرحت۔ عید مسرت یا عید تشکر۔ یہ مستحب اور مستحسن ہوتی ہیں۔ بعض لوگ یہ خیال کرتے ہیں۔ کہ میلاد النبیؐ کا دن اسے عید کہنا یا عید سمجھنا۔ اس لیئے درست نہیں۔ کہ اسلام میں صرف عیدیں دو ہیں۔ اور وہ ہیں عید الفطر۔ عید الاضحیٰ۔ ان دو عیدوں کے ہوتے ہوئے ~~بعض احباب کسی~~ تیسری عید کو عید کہنا بھی جائز نہیں ہے۔ اور گفتگو کی ابتداء اس نکتے سے کرتا ہوں۔ سنن ابی داؤد میں حدیث ہے۔ سنن نسائی میں ہے۔ سنن ابن ماجہ میں حدیث ہے۔ صحاح ستہ میں حدیث صحیح ہے۔ حضور نبی اکرمؐ نے فرمایا۔ اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ حدیث کے راوی ہیں۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا۔ یہ جمعہ کا دن عید ہے۔ اللہ نے اسے مسلمانوں کے لیئے عید مقرر کیا ہے۔ اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ صرف دو عیدیں ہونے کا تصور کہاں گیا۔ آقا علیہ السلام نے اپنی زبان مبارکؐ سے فرمایا۔ کہ جمعہ کا دن بھی ہماری عید ہے۔ اس سے معلوم ہوا۔ کہ دو عیدوں کے علاوہ بھی اسلام میں عید کا تصور ہے۔ وہ دو عیدیں واجب ہیں۔ وہ عیدیں احکام اور مناسک کی ہیں۔ اور یہ عید تعلق و محبت کی عید ہے۔ یہ فرحت اور مسرت کی عید ہے۔ اس لیئے میں نے اس کو عید فرحت و مسرت اور تشکر کا نام دیا ہے۔ اور وہ دو عیدیں عید شرعی ہیں واجب ہیں۔ اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ آقا علیہ السلام نے یوم جمعہ۔ تو یہ ہماری عید کا دن ہے۔ کیوں فرمایا۔ اس کا جواب بھی حدیث پاک میں ہے۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا۔ یہ بھی ابو داؤد سمیت میں صحاح ستہ کی حدیث ہے۔ آقا علیہ السلام نے فرمایا۔ کہ جمعہ تمہارے دنوں میں سب سے افضل دن ہے۔ عرض کیا یا رسول اللہؐ یہ سب دنوں سے افضل کیسے ہو گیا۔ اس لیئے کہ اس دن آدمؑ کی ولادت ہوئی تھی۔ آپ کے ماں باپ تو نہیں تھے آپ کی پہلی تخلیق عمل میں آئی تھی۔ یہ بات حدیث پاک سے طے ہے۔ تو دوستو۔ جو دن سیدنا آدمؑ کی پیدائش کا ہو۔ وہ ہو جائے یوم عید اور افضل دن۔ اور جو دن ولادت مصطفیٰ کا ہو۔ اس کو تم نے بھی جمعہ فرمایا

ہو جائیں - آدم علیہ السلام کی پیدائش جسم کو علیحدہ بنا دیا - حضرت آدم اور حضور کا آپس میں تعلق
ہے - سیدنا فاروق اعظم نے اور سیدنا عبداللہ بن عباس نے روایت کیا ہے - تعلق اور نسبت یہ ہے کہ
آدم علیہ السلام جب جنت سے زمین پر اتار دیئے گئے - تو طویل مدت تک آپ گریہ و بکا میں
رہے روتے میں رہے - اور پھر آپ نے ایک روز اللہ کی بارگاہ میں دعا کی اور توبہ کی - اور جب توبہ
کے لیے ہاتھ اٹھائے تو عرض کیا - اللھم اغفرلی وتقبل توبتی بحق محمد نبی آخر الزمانی - کہ اللہ مجھے
معاف کر دے - اور میری توبہ قبول کر دے - محمد مصطفیٰ جیسے آخری نبی تشریف لانے والے ہیں اس
کے صدقے اور وسیلے سے معاف کر دے - جب یہ دعا کی - یہ حدیث بیہقی میں ہے کہ تو اللہ
تعالیٰ نے فرمایا اے آدم تو یہ توبہ قبول کر لوں گا معاف بھی کر دوں گا - مگر یہ بتا کہ تجھے اس محمد کی خبر تمہیں
کیسے ہوئی ہے - تو آدم علیہ السلام نے عرض کیا باری تعالیٰ - جب تو نے مجھے پیدا کیا - اور جنت میں
رکھا - اور میں نے اپنا سر اٹھا کر جنت کو دیکھا - تو میں نے عرش کے ہر پائے پر - اور جنت
کے ہر درخت کے پتے پر - اور محلات جنت کے ہر دروازے پر - یہ لکھا دیکھا تھا لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ
میں اسی دن سمجھ گیا تھا - کہ یہ کوئی خدا کا بڑا ہی محبوب ہے - کہ جنت کے ایک ایک پتے پر
جس کا نام اس نے اپنے نام کے ساتھ جوڑ کر لکھ دیا ہے - تو میں نے اسی دن جان لیا تھا -
اور وہ جاننا میرے کام آ گیا - تو میں نے حضور کا واسطہ دے کر تم سے معافی مانگ لی -
تو اللہ تعالیٰ اس سبب سے معافی عطا فرما دی - یہ نسبت تھی - تو بتا رہا ہوں کہ
آدم علیہ السلام کا حضور سے ایک نسبت ہے - اور پھر جب حضرت حوا کی پیدائش
ہوئی تو اللہ رب العزت نے چاہا کہ حضرت آدم و حوا کے درمیان نسبت زوجیت قائم کر دی جائے -
حضرت حوا کو حضرت آدم کی بیوی بنا دیا جائے - تو فرمایا کہ تمہارا آپس میں نکاح کرتا
ہوں - تو آدم علیہ السلام نے عرض کیا باری تعالیٰ نکاح تو حوا سے میرا ہو جائے گا - تو
مہر کیا ادا کروں - اللہ تعالیٰ نے فرمایا تم دونوں مل کر میرے مصطفیٰ پر 20 مرتبہ درود پڑھ لو -
حضرت آدم و حوا نے مل کر حضور پر 20 مرتبہ درود پڑھا - اور مہر سے حضور اور نکاح ہوا -
حضور پر اس درود و سلام کے نتیجے میں - وہ ان کی اولاد اور ہم سب جو پیدا ہوئے پڑے ہیں -
یہ ساری کائنات حضور کے مہر کی اولاد ہے - سب نبی ولی سب انسان اولاد ہے جس

M T W T F S S

Memo No ______

Date / /

نکاح کا جو نکاح حضور پر درود سلام سے منعقد ہوا۔ اگر ہم اولاد ہیں درود سلام والے نکاح کی ہوا۔ تو
اس درود سلام سے دوری ہمیں زیب نہیں دیتی ہے۔ آدم علیہ السلام کا آقا علیہ السلام سے
تعلق ہے۔ تو سمجھانا مقصود یہ ہے۔ جن کے توسل سے آدم علیہ السلام کی توبہ قبول ہوئی۔ ان کی
پیدائش کا دن افضل الایام اور یوم العید ہو جائے۔ اور جس دن آقا علیہ السلام کی اپنی ولادت
ہو۔ اس دن کی افضلیت کا عالم کیا ہو گا۔

اس لیے کل جمعوں کی اور کل افضل دنوں کی فضیلتیں یوم میلاد النبی کی فضیلت میں حل ہو جاتی ہیں۔
آپ اس میلاد پاک کی خوشیاں منا رہے ہیں۔ اس میلاد کے جشن منا رہے ہیں۔ چونکہ
جمعہ پیدائش حضرت آدم کا دن ہے۔ تو حضور علیہ السلام نے فرمایا۔ اس جمعے کے دن مجھ پہ کثرت
سے درود سلام پڑھا کرو۔ پیدائش حضرت آدم کی ہے۔ لیکن درود سلام مجھ پہ کثرت سے پڑھا کرو۔
اس لیے جب مجھ پہ کثرت سے درود سلام پڑھو گے۔ تو نہ صرف میرا سینہ ٹھنڈا ہو گا۔ یہ ٹھنڈک
آدم علیہ السلام تک جائے گی۔ جن کا نکاح درود سلام سے منعقد ہوا تھا۔ جن کا عقد نکاح بھی
اس درود سلام پر منعقد ہوا تھا۔ تو کل نبیوں کے سینے ٹھنڈے ہو جائیں گے۔ جمعے کے دن حضور
علیہ السلام پر سلام پڑھنے سے ہر جمعہ۔ اب جمعہ کی الگ سے کوئی فضیلت نہ تھی۔
اس کی فضیلت صرف حضرت آدم کی پیدائش سے بنی۔ باقی فضیلتیں اس کے
بعد میں عائد ہوئیں۔ لیکن اصل فضیلت تھی خلق آدم۔ دیکھو آدم علیہ السلام کے دن کو
اللہ نے ایسا بنا دیا ہے۔ جشن منوا رہا ہے۔ اب اس دن اللہ رب العزت ممبر سجا دیتے
ہیں۔ لوگ گھروں میں نہاتے ہیں۔ جمعہ کا دن ہو تو نہایا کرو۔ آقا علیہ السلام نے فرمایا۔ کیونکہ میرے آدم کے
میلاد کا دن ہے۔ جس کے پاس خوشبو ہو وہ خوشبو لگایا کرے۔ اور صبح صبح کے مسجدوں میں
آیا کرو۔ کیونکہ مسجد کا اجتماع ہو۔ ممبر پہ خطبے ہوں۔ سب کاروبار معاش بند کر دیئے جائیں
تو سارے کائنات میں اللہ رب العزت نے اپنے پیغمبر کی ولادت کا اہتمام کرایا ہے۔
اجتماع کی شکل میں۔ اور اس دن فرمایا مجھ پر درود سلام پڑھا کرو کہ اس دن بطور خاص
جو مجھ پر درود سلام پڑھتا ہے۔ اس کا درود سلام ڈائریکٹ مجھ تک پہنچتا ہے۔ (۱۸-۲۰)
اس کا سلام براہ راست مجھ تک پہنچتا ہے۔ تو صحابہ کرام نے پوچھا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

M T W T F S S

Memo No

Date / /

کو براہ راست درود وسلام آپ تک پہنچتا ہے۔ کیا آپ کے وصال کے بعد بھی پہنچتا رہے گا۔ فرمایا
ہاں۔ وصال کے بعد بھی پہنچتا رہے گا۔ کیونکہ (حرم علی الارض ان تاکل اجساد الانبیاء) اللہ نے
زمین پر حرام کر دیا ہے کہ وہ انبیاء کے جسموں کو کھائے۔ جس طرح انبیاء علیہم السلام کی روحیں
سلامت رہتی ہیں۔ اسی طرح انبیاء علیہم السلام کے جسم بھی سلامت رہتے ہیں۔ اب ذہنوں
میں یہ بات بھی آسکتی ہے کہ اگر درود سلام براہ راست حضور تک پہنچتا ہے۔ اور
آقا علیہ السلام سنتے ہیں۔ تو فرشتہ پہنچانے کے لئے کیوں مقرر کر رکھا ہے۔ ایک سوال
ذہنوں میں آتا ہے۔ ہاں یہ فرشتہ اس لئے مقرر نہیں کر رکھا کہ حضور تک پہنچتا نہیں ہے۔
صرف اسی کے ذریعے پہنچ سکتا ہے۔ اس کے مقرر کئے جانے کی وجہ یہ نہیں ہے۔
اس کے مقرر کئے جانے کی وجہ فقط یہ ہے۔ پہنچتا تو براہ راست ہے۔ مگر۔ بارگاہ رسالت
کا ادب ہے۔ کہ کوئی خادم ادب کے ساتھ پیش کرے۔ یہ اسی طرح مقرر کر رکھا ہے۔
ایک فرشتہ محبوب کے لئے۔ رب اپنے لئے دو مقرر کر رکھے ہیں۔ جیسا کہ آپ کا ہر عمل
براہ راست دیکھتا ہے۔ مگر براہ راست دیکھنے کے باوجود دو فرشتے مقرر کر رکھے ہیں۔
وہ وہاں پہنچاتے ہیں کہ میرے بندے نے یہ کیا ہے یہ کیا ہے

تو جب فرشتے اللہ کو پیش کرتے ہیں ہمارے اعمال تو کیا اس کا مطلب یہ ہے کہ
خدا خود نہیں جانتا۔ اس لئے فرشتے پہنچاتے ہیں۔ نہیں وہ خود جانتا ہے مگر بارگاہ
جب بڑی ہوتی ہے۔ تو لاکھ جانتا ہو بادشاہ کے آداب دربار یہ ہوتے ہیں کہ وہ
پیش کرتے ہیں۔ اسی طرح کی بارگاہ مصطفیٰ کی ہے۔ سرکار کائنات کے درود خود
سنتے بھی ہیں۔ مگر ادب مصطفیٰ یہ ہے کہ خود خدام پیش کریں۔

تو اللہ نے جو قانون حضور کے لئے بنا رکھا ہے۔ محبوب کے لئے بھی وہی قانون اپنے لئے بنا رکھا
ہے۔ اللہ کو بھی فرشتے پیش کرتے ہیں نامۂ اعمال۔ ادھر تو ایک ہے مگر اپنے لئے دو ہیں
اللہ کو پیش کرنے کے لئے دو ہیں۔ حضور کو پیش کرنے کے لئے ایک ہے۔ اگر دو فرشتوں
کے پہنچانے کے باوجود وہ دیکھتا ہے۔ تو اسی طرح ایک فرشتے کے پہنچانے کے باوجود مصطفیٰ سنتے
ہیں۔ ان فرشتوں کے مقرر کرنے سے مراد سننے یا نہ سننے سے نہیں۔

حضرت جامی کا سلام۔

اس کا تعلق آداب بارگاہ سے ہے۔ کہ کوئی پلٹ کر بے ادب سے نہ ہو۔ اس لئے آقا علیہ السلام نے فرمایا مشرق و مغرب تک اس کائنات میں کوئی شخص ایسا نہیں جو مجھ پر سلام پڑھے اور میں اس کا جواب نہ دوں۔ فرمایا کہ جو شخص مجھ پر سلام پڑھتا ہے۔ اللہ نے مجھ میں میری روح واپس لوٹا دی ہوئی ہے۔ حتیٰ کہ میں اس کے سلام کا خود جواب دیتا ہوں۔ آقا علیہ السلام ہر ایک کے سلام کا جواب دیتے ہیں۔ حدیث صحیح سے ثابت ہو گیا۔ ہر شخص کے سلام کا جواب دیتے ہیں ان کے جواب دینے میں کوئی فرق نہیں ہے۔ فرق یہ ہے کہ کوئی سنتے ہیں اور کوئی سن نہیں سکتے

حضرت شیخ عبدالرحمٰن جامی آقا علیہ السلام کی بارگاہ میں سترہ مرتبہ حاضر ہوئے۔ افغانستان عراق سے چل کے جاتے تھے۔ اور آخری بار جب سلام عرض کر کے پلٹے۔ تو اندر سے آواز آتی تھی۔ جامی خوش رہنا اور اگلی بار پھر آنا۔ جب سترہویں بار حاضر ہو کے سلام عرض کیا تو جواب آیا کہ جامی خوش رہنا۔ پھر پلٹ کے فرمایا پھر نہ فرمایا۔ حضرت جامی رو پڑے۔ سے خدام نے عرض کیا حضرت رو کیوں رہے ہیں۔ کہنے لگے آخری حاضری تھی بس اس کے بعد ختم ہے جب میں اگلی بار آنا ہوتا تھا۔ تو حضور فرماتے تھے کہ پھر آنا۔ اب تو خوش رہنا کی دعا کی ہے۔ پلٹ کے آنا نہیں فرمایا۔ اور حضرت جامی گئے اور وفات پا گئے۔ اور ایسے لوگ بھی ہیں۔ آج بھی ہیں اور قیامت تک ہوں گے۔ کہ وہ نماز میں تشہد کے وقت جب آقا علیہ السلام کی بارگاہ میں سلام عرض کرتے ہیں۔ اور کہتے ہیں السلام علیک ایہا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ تو ایسے لوگ ہیں اللہ کی عزت کی قسم اور تاجدار گنبد خضرا کی قسم سلام عرض کر کے اس وقت تک اگلا کلمہ نہیں پڑھتے۔ جب تک مصطفےٰ کی بارگاہ میں جواب نہیں آتا۔ یہ تو تعلق کی بات ہے۔ اگر ہم نہ سن سکیں تو اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ آقا علیہ السلام نے جواب نہیں دیا

قرآن مجید میں کئی جگہوں پہ انبیاء علیہم السلام کے میلاد کا ذکر فرمایا۔ میلاد کہتے ہیں ولادت کو۔ یوم میلاد۔ تو جس دن نبی کی ولادت ہوئی۔ وہ یوم میلاد ہے۔

سورۃ مریم کو پڑھیے۔ حضرت یحییٰ علیہ السلام کے لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ سلام علیہ یوم ولد۔ ویوم یموت۔ ویوم یبعث حیا۔ اور سلام ہو یحییٰ پر۔ اس کے میلاد کے دن۔ اور اس کی یوم وفات کو۔ اور اس کی یوم بعثت ثانیہ پر۔ سلام ہو یحییٰ پر

جس دن اس کی ولادت ہوئی۔ جس دن اس کا وصال ہوگا۔ اور جس دن وہ دوبارہ اٹھایا
جائے گا۔ تو اللہ تعالیٰ نے پیغمبر کی مکمل زندگی میں تین دنوں کو چن لیا۔ یہ بتا دیا
گیا۔ ان تین دنوں کے علاوہ اللہ پاک اپنے نبی کی زندگی میں سلامتی نہیں بھیجتا۔
ہر روز بھیجتا ہے۔ پیغمبر کی زندگی کے ہر دن وہ سلامتی بھیجتا ہے۔ اور اپنی رحمت بھیجتا ہے۔ اور
برکت بھیجتا ہے۔ ہر دن بھیجتا ہے تو پھر ان تین دنوں کے انتخاب کا مطلب کیا ہوا؟
مطلب یہ ہوا کہ اللہ رب العزت نے اعلان کر دیا کہ یوں تو پیغمبر کی زندگی کا ہر دن میری
سلامتی کا دن ہے۔ مگر ان سب دنوں میں خصوصیت کا جو دن ہے۔ جس دن میرے پیغمبر کا میلاد
ہوا۔ یوم ولد۔ بعض لوگوں کے ذہنوں میں اکثر خیال آئے۔ کہ ولادت کے دن کی خاص
اہمیت آپ کیوں مناتے ہیں۔ یہ تو انگریزوں نے بنا رکھا ہے برتھ ڈے۔ ولادت کا دن اور
پیدائش کا دن۔ پیدائش کے دن کی کوئی خاص اہمیت اسلام میں نہیں ہے۔ اگر
کسی کے ذہن میں نادانی اور کم علمی کے باعث یہ خیال آئے تو اسے دور کر لینا چاہیے۔ کہ پیدائش
کے دن کی اہمیت تو خدا نے مقرر کر رکھی ہے۔ یہ کہہ کر کہ سلام علیہ یوم ولد۔ سلام ہو
میرا اس دن بھی یحییٰ پر جس دن میلاد ہوا۔ یوم میلاد۔ یہ بات ہو گئی۔
اچھا پھر یہ بات ہو گئی۔ کچھ لوگ کہیں کہ وفات کے دن بھی تو اہمیت مناتے ہیں۔
یہ تو اللہ نے اہمیت کر دی ہے فرمایا یوم یموت اور اس دن بھی سلام ہو جس دن ان
کی وفات ہوئی۔ تو گویا اللہ والوں کے دو دن خاص ہو گئے۔ ایک میلاد کا دن اور ایک
وفات کا دن۔ اب اسی سورۃ مریم میں آگے سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے کلام۔ آپ خود
عرض کرتے ہیں باری تعالیٰ کی بارگاہ میں۔ والسلام علیّ یوم ولدت ویوم اموت ویوم
ابعث حیا۔ اور سلام ہو مجھ پر جس دن میرا میلاد ہوا۔ تو اللہ تعالیٰ نے
فرمایا۔ سلام ہو عیسیٰ پر جس دن میلاد ہوا۔ تو گویا میلاد کے دن سلام پڑھنا۔
اللہ کی سنت ہو گئی۔ اللہ سلام بھیج رہا ہے۔ سلام علیہ یوم ولد۔ تو گویا پیغمبر کے
یوم میلاد پر سلام پڑھنا۔ اللہ کی سنت ہو گئی۔ اور پھر اگلی آیت میں پیغمبر کے یوم میلاد
پر سلام پڑھنا پیغمبر کی سنت ہو گئی۔ حضرت عیسیٰ کی اپنی۔ فرماتے ہیں خود سلام

M T W T F S S — ہر دن میلاد — Memo No ______ Date / /

ہو مجھ پر جب میرا میلاد ہوا ۔ تو گویا میلاد کے دن نبیوں پر سلام پڑھنا خدا کی بھی
سنت ہے اور انبیاء کی بھی سنت ہے ۔ دوسرے نبیوں کی بات تھی تو اُن کی ولادت کا میلاد
کا ذکر تو اللہ نے صرف سلام سے کیا ۔

تو جب حضور کی بات آئی ۔ فرمایا محبوب ﷺ اُن کے تو ولادت کے دن تو صلوٰۃ و سلام
پڑھتا ہوں ۔ تیری تو زندگی کا میں نے ہر دن یوم میلاد بنا رکھا ہے ۔ ان اللہ و ملائکتہ یصلون ۔
تیرے اوپر میں فرشتوں کو ہر وقت اٹینشن کیلئے رکھا ہوا ہوں ۔ تیرے اوپر صبح و شام
لمحہ بہ لمحہ ہر لحظہ ہر گھڑی ہر ساعت ہر دن ہر روز محبوب مصطفےٰ تیرا ہر دن یوم میلاد
ہے ۔ تجھ پر درود سلام بھیجتا ہوں ۔ تو باری تعالیٰ حضور کی ولادت کی بات کیا
ہو گی جبکہ اُن کی ولادت کے دن سلام پڑھا تھا ۔ فرمایا محبوب تیرے ولادت کے دن
کی قسم کھاتا ہوں ۔ فرمایا لا اقسم بھذا البلد ۔ فرمایا میں شہر مکہ کی قسم
کھاتا ہوں ۔ باری تعالیٰ کہیں ۔ وانت حل بھذا البلد ۔ میرے حبیب میں اس شہر مکہ کی قسم
اس لیے کھاتا ہوں کہ تیری جائے سکونت ہے ۔ اور فرمایا ووالد وما ولد ۔ صرف شہر سکونت
ہی نہیں تیرا شہر ولادت بھی ہے ۔ اس شہر مکہ کی قسم کھاتا ہوں ۔ دو نسبتوں سے
کہ تیرا شہر سکونت ہے اور تیرا شہر ولادت ہے ۔ فرمایا ووالد وما ولد ۔ اوروں کی
قسم کھائی تھی تو اسی تک ۔ اور حبیب جب تمہاری بات آئی ۔ فرمایا قسم ہے محبوب
اس والد کی ۔ ہر اس والد کی جو آدم سے لے کر اسماعیل تک تیرے آباء و اجداد
کی نسل میں نور آیا ۔ جس جس کی پشت میں تیرا نور منتقل ہوتا چلا آیا ۔
اور تیرے آباد اجداد کو بھی جس جس کے ساتھ تیری نسبت والدیت عطا ہوئی ۔ محبوب تیرے
سے جو نسبت رکھتے ۔ تیرے ہر والد کی قسم

کسی نے کہا کہ ووالد سے مراد حضرت ابراہیم ہیں ۔ میں نے کہا کوئی اعتراض نہیں ۔
کسی نے کہا اس سے مراد حضرت آدم ہیں ۔ تو میں نے کہا اس میں بھی کوئی اعتراض نہیں ۔
کسی نے کہا اس سے مراد اسماعیل ہیں ۔ کوئی کہتا ہے کہ حضرت عبداللہ ہیں ۔ —
اس نے جو تنوین کے ساتھ فرمایا ووالد ۔ تنوین دو فائدے دے رہا ہے ۔ عموم کا ۔

بھی اور تکریم کا بھی ہے کہ محبوب تیرے آباؤ و اجداد کا ہر فرد لائق تعظیم ہے۔ وَوَالِدٍ۔ پر
تنوین جو ہے یہ تکریم کے لیئے بھی ہے — اور دوسرا فائدہ دے رہی ہے عموم کے لیئے کہ کوئی شرط
نہیں کہ اس والد سے مراد کوئی ایک رکھا جائے۔ ایک کرلو تب بھی اس کی قسم۔ اور
حضرت عبداللہ سے لے کر حضرت آدم تک سب کے لیئے ہے تو سب کی قسم۔

وَوَالِدٍ وَّمَا وَلَدَ۔ محبوب قسم ہے والد کی۔ اب اس پر کوئی جتنا چاہے اپنے دماغ
کو گھما لے۔ حضور سے ہٹا نہیں سکتا۔ جو بھی والد ہے ہے تو مصطفےٰ کا ہی ہے۔
خواہ والد کہہ لیں۔ خواہ دادا کہہ لیں — خواہ پردادہ کہہ لیں — چالیس پشت اوپر
کہہ لیں۔ کسی اور کے والد کی قسم نہیں۔ قسم ہے تو والدِ مصطفےٰ کی ہے۔

کوئی ہے اس میں حضور کے والد کا کہاں ذکر ہے۔ میں مانتا ہوں۔ اچھا چلیں آپ
بتا دیں کہ حضور کے والد کی قسم نہیں تو کس کے والد کی قسم ہے۔ کیا اللہ لوگوں
کے والد کی قسم کھاتا پھرتا ہے۔ وہ تو اپنے اس شہر کی کعبے کی وجہ سے قسم نہیں
کھاتا۔ اس نے کہا۔ شہر مکہ کی قسم میں کعبے کی وجہ سے نہیں کھائی کہ میرا گھر ہے۔ مصطفےٰ
کے گھر کی وجہ سے کھائی ہے کہ یہاں میرا گھر بھی ہے۔ فرمایا حبیب اس مکہ شہر میں
دو گھر ہیں۔ حرم میں آؤ تو میرا گھر ہے۔ یہ دراصل میرے گھر کے طواف کے لیئے آتا ہے۔
صحن کعبہ سے نکل کر آمنہ کی گلی میں چلے جاؤ تو وہاں تیرا گھر ہے۔ تو میرے حبیب میں نے
مکہ کی قسم کھائی ہے۔ گھر میرا بھی یہیں تھا۔ اپنے گھر کی وجہ سے نہیں۔ وَاَنْتَ حِلٌّ
— تیرا گھر اس شہر میں ہے۔ تیرے گھر کی وجہ سے قسم کھائی ہے۔ تو شہر
کی قسم تو کھا رہا ہے مصطفےٰ کے گھر سے — تو والد سے کس کی قسم کھا رہا ہے
— اللہ کا اپنا والد تو ہے نہیں — لم یلد ولم یولد۔ نہ اس کا والد ہے
نہ اس کا ولد ہے۔ نہ باپ نہ بیٹا — کوئی انکار کرے تو اس کو کہو کہ وہ بتا دے
کہ کس کے گھر کی قسم ہے۔

سنیں؟ — اگر قسم ہوتی سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی۔ صرف انہی کے لیئے۔ تو انہی
کا نام لے لیا جاتا کہ قسم ہے ابراہیم کی — قسم ہے موسیٰ کی — قسم ہے اسماعیل

وَمَا وَلَدَ

قسم ہے آدم کی۔ اگر قسم اُن کی وجہ سے ہوتی۔ تو اُن کا نام لیتے۔ اور والد کوئی باپ ہوتا
کیونکہ ہے۔ اگر کسی کا بیٹا ہی نہ ہو۔ تو کوئی اس کو والد کہتا ہے۔ والد کون بناتا ہے۔
ماں باپ کی طرف سے بیٹا بنا۔ بیوی کی نسبت سے شوہر بنا۔ بہنوں کی نسبت سے
بھائی کہلایا۔ پھپھیوں پھوپھڑوں کی وجہ سے بھتیجا کہلایا، خالاؤں کی نسبت سے
بھانجا کہلایا۔ تو باپ بنا تو وہ کس نے بنایا اُسے۔ وہ بیٹے نے بنایا۔ بیٹا ہوا تو والد
ہوا۔ وَلَدٌ ہوا تو والد ہوا۔ تو قسم کھائی ہے کسی نبی کا نام لے کر نہیں۔ اور قسم
ہے کسی والد کی۔ وَ وَالِدٍ۔ کون سا والد نبی ہیں تو ہم کہیں سوچ بیٹھے کہ والد مصطفیٰ
کے سوا ہمیں اور کوئی نظر نہیں آیا۔ مراد حضرت ابراہیم علیہ السلام ہی کیوں نہ ہوں۔ بے شک
وہ والد ہیں مصطفیٰ کے۔ اور اس میں ایک اشارہ بھی ہے کہ جب حضرت ابراہیم
نے کعبہ تعمیر کر لیا۔ تو جوں جوں دیواریں اونچی ہونے لگیں تو پتھر اٹھا کے لے آئے۔ اس پتھر پر کھڑے
ہو گئے تو سے وہ پتھر بھی اونچا ہوتا جاتا تھا۔ سیدنا ابراہیم علیہ السلام جس پر کھڑے
ہو گئے سیدنا اسماعیل ساتھ سامان تعمیر کا مہیا کرتے رہے۔ کعبہ تعمیر ہو گیا۔ تو آپ
کے جو قدم تھے۔ تو پتھر کا سینہ پگھل گیا۔ اور آپ کے دونوں قدم اس پتھر کے سینے پر نقش
ہو گئے۔ نقش ہو گئے۔ اب اس پتھر پر کھڑے ہو کے کعبہ کی تعمیر مکمل کر لی تھی۔ تو عرض
کیا ربنا تقبل منا۔ انک انت السمیع العلیم ۔۔۔ جب آپ دونوں نے مل کر
دیواریں کھڑی کر لیں کعبے کی۔ تعمیر مکمل ہو گئی تو عرض کرنے لگے۔ باری تعالیٰ ہماری محنت مزدوری قبول
فرما۔ اور کچھ نہیں مانگتے بس ایک ہی اجرت مانگتے ہیں۔ اس مزدوری میں وہ عطا کر دے
۔۔۔ پیغمبر مبعوث ہو کر دعا کر رہے ہیں اللہ پاک نے فرمایا اے ابراہیم کیا مانگتے ہو۔ عرض کی۔ ربنا
وابعث فیہم رسولا من انفسہم ۔۔۔ مسئلہ الگ ہے۔ باری تعالیٰ یہ مانگتے
ہیں۔ یہ جو امت مسلمہ آئی ہے۔ یہ ہماری نسل سے پیدا کر۔ باری تعالیٰ نے کہا اے ابراہیم
چلو ٹھیک ہے چاہتے لگا ہو۔ اصل بات کیا ہے۔ عرض کی بات یہ ہے مولا۔ کہ وابعث فیہم۔
۔۔۔ الکلم۔ باری تعالیٰ اس کعبے کی تعمیر پر اگر کوئی اجرت اور مزدوری ہماری بنتی ہے۔ تو یہ مزدوری
دے دینا۔ کہ مجھے اس محمد کا باپ بنا دے۔ کہ میری نسل سے اس آخر الزماں نبی کو پیدا کر دے۔

تو آپ نے کعبہ تعمیر کر کے حضور کا والد ہونا۔ یہ اجرت میں مانگا۔ کہ حبیب محمد ﷺ کا والد کر دے۔

مجھے تو یوں لگتا ہے کہ کسی کی سمجھ میں بات آئی ہو کہ نا آئی ہو ؟ کسی نے اس نکتے کو جوڑ کر لکھا ہو یا نہ لکھا ہو۔ مگر میرے فہم و ادراک میں۔ اور معرفت میں نقش ہے۔ کہ یہ جو عرض کیا تھا باری تعالیٰ کو میں نے تیرے کعبے کی مزدوری کی۔ اگر کوئی اجرت بنتی ہے تو یہ دے دے۔ کہ حبیب محمد ﷺ کا والد کر دے۔ میری نسل میں محمد ﷺ پیدا کر دے۔ اللہ نے قبول کر لی۔ کہ حضرت ابراہیم کی نسل میں حضور آ گئے۔ جب پیدا ہو گئے۔ تو فرمایا ~~قسم ہے اس والد کی~~۔ اس دعا کا جواب ہے۔ قسم ہے اس والد کی۔ جو دعا مانگ کر مصطفیٰ ﷺ کا والد بنا تھا۔ جو میرا کعبہ تعمیر کر کے۔ اجرت مانگ کر مصطفیٰ ﷺ کا والد بنا تھا۔ ابراہیم ؑ۔ تو قسم ہے اس والد کی۔ وما ولد دوسرا قسم ہو گیا۔ فرمایا والد کی قسم تو ولد کی وجہ سے ہوئی ہے نا۔ لوگ کہتے ہیں کہ جس کا میلاد ہوا۔ تو وما ولد جس کا میلاد ہوا۔ اس والد کی قسم جس نے مزدوری میں والد ہونا مانگا۔ اور اس محمد ﷺ کی قسم۔ جس کا میلاد ہوا اور اس نے ابراہیم کو والد بنا دیا۔ تو حضور کے میلاد کی قسم کھائی۔ شہر میلاد کی قسم کھائی۔ حضور کی نسبت سے والد کی قسم کھائی۔ تو اللہ رب العزت نے میلاد کا تذکرہ کتنے حسین پیرائے میں کیا ہے۔

اور یہ جو خاص بات ہے وہ یہ کہ وہ قدموں کے نشان کبھی نہ مٹے۔ پیغمبر کا معجزہ ہوتا ہے۔ جس پتھر پہ پیغمبر قدم رکھتا ہے وہ پگھل جاتا ہے۔ ابراہیم علیہ السلام اس پوری سرزمین میں ہر وقت چلتے وہ ساری زمین پتھریلی تھی۔ ساری زندگی میں صرف ایک پتھر پر قدم رکھے تھے۔ اور کسی پتھر پر قدم نہیں رکھے تھے۔ چلتے پھرتے ہزاروں لاکھوں۔ ابراہیم علیہ السلام عراق سے چلے (۔۔۔۔۔۔) تو پتھروں پہ قدم رکھتے گئے۔ دمشق آ گئے رہے تو پتھروں پر قدم حلب میں گئے۔ القدس فلسطین میں رہے پتھروں پہ قدم۔ شام کی سرزمین وہاں سے چل کے اس وادی مکہ پہنچے۔ حضرت ہاجرہ و اسماعیل کو چھوڑا تو پتھروں پر چلتے رہے۔ اور آتے جاتے رہے پتھروں پر قدم۔ پتھروں اٹھاتے رہے چلتے رہے۔ ہزاروں لاکھوں پتھروں پر آپ نے

قدم رکھتے تھے۔ مگر کسی پتھر پر قدموں کے نشان باقی نہ رہتے۔ اور ہر پتھر پگھلتا ہوگا یا نہیں۔ یہ پیغمبر کا معجزہ ہے۔ جہاں قدم رکھتے تھے پگھل جاتا۔ لاکھوں قدم رکھے گئے۔ اور لاکھوں پتھر پگھلے ہوں گے۔ اور لاکھوں پتھروں کے سینوں پر حضرت ابراہیمؑ کے قدموں کے نشان نقش ہوئے ہوں گے۔ مگر آج کائنات میں یہ نقش نہیں ملتے۔ ایک پتھر پر قدموں کا نشان محفوظ ہے۔ باقی نقش مٹ گئے۔ پتھر جم گئے۔ نقش مٹ گئے بھلا دیئے گئے۔ ایک نقش کعبے کے سینے میں پڑا ہے۔ وہ نہیں مٹا۔ کیونکہ اگر ان قدموں کے نشانوں کی نسبت صرف خلیل کی طرف ہوتی تو یہ بھی مٹ گئے ہوتے۔ اس کی نسبت وَمَا وَلَدَ سے تھی۔ کیونکہ یہ وہ پتھر تھا جس پر کھڑے ہو کر اللہ سے حضور کو مانگا تھا۔ یہ صرف دعائے خلیل نہ تھی۔ دعائے ولادت مصطفیٰ تھی۔ تعمیر کعبہ کے بعد دعائے میلاد مصطفیٰ تھی۔ اللہ سے حضور کا میلاد مانگا تھا۔ کہ مولا مصطفیٰ کا میلاد میری نسل میں کر دے۔ اس پتھر پر کھڑے ہو کر حضور کی ولادت مانگی تھی۔ تو اس پتھر کے قدموں کا جو نشان ہے۔ اس کی نسبت صرف ابراہیم علیہ السلام کی طرف نہ تھی۔ بلکہ ولادت مصطفیٰ سے تھی۔ تو چار ہزار سال گزر گئے۔ سب پتھروں کے نشان مٹ گئے۔ مگر وہ نشان نہ مٹا چونکہ اس پتھر پر کھڑے ہو کر حضور کی ولادت کی دعا مانگی تھی۔

رب کائنات نے کیا کیا؟ قسم کھائی والد وما ولد کی۔ اس رب نے جس پتھر پر ابراہیمؑ کے قدموں کے نشان لگے۔ حکم دیا کہ میرا گھر ہے کعبہ توحید کا مرکز ہے۔ سارے پتھر چن چن کر باہر پھینک دو۔ تین سو ساٹھ پتھر پڑے تھے۔ بت بنے ہوئے۔ چھوٹے بڑے بنے ہوئے 360 تھے۔ سارے کے سارے اٹھا کے پھینک دیئے۔ جب اس کی باری آئی اس پر بھی نشان ہیں قدموں کے اس کو بھی پھینک دیں۔ فرمایا نہیں اس پر تو مصطفیٰ کی یادگار رہے گا۔

صحن کعبہ جو مرکز توحید ہے۔ اس سے سارے پتھر نکال دیئے گئے ہیں مگر ابراہیمؑ کے قدموں کا نشان کا پتھر ثبت کر دیا گیا ہے۔ اور طرفہ یہ کہ صرف محفوظ ہی نہیں رکھا۔ فرمایا اس گھر کا طواف کرو۔ اور جب طواف کر لو۔ تو کعبے کی سمت کھڑے ہو کر دو نفل پڑھو۔ کہ تمہارا اور کعبے کے درمیان ابراہیم کے قدموں کے نشان آ جائیں۔ اس پتھر کو سامنے کر لو۔ وَاتَّخِذُوا مِن مَّقَامِ اِبْرَاهِیمَ مُصَلًّی — مقام کہتے ہیں عربی زبان میں کھڑے ہونے کی جگہ کو۔ یہ ابراہیم

طرف ہے۔ جہاں قدم رکھ کر کھڑا ہوا جائے اس کو مقام کہتے ہیں۔ فرمایا جس جگہ میرا ابراہیم
قدموں کے بل کھڑا ہوا تھا۔ اس پتھر کو اپنے سامنے رکھ لو۔ اور پھر میری عبادت کرو۔ اتنی
تکریم دی۔ اور ایک بات اور کر دی۔ جو آپ نے کبھی نہیں سنی ہو گی۔

نہ مجھ سے نہ کسی اور سے۔ پہلے میں نے کسی خطاب میں غالباً میں نے بیان نہیں
کی۔ یہ جو پتھر نشان لگا ہے قدموں کا۔ اسے محفوظ رکھا گیا۔ ایک حکمت یہ بتا دی کہ
یہ جو نشان ہے یہ یادگار ہے دعائے ابراہیم کی۔ دعائے ولادت مصطفیٰ کی یادگار ہے۔
اور دوسرا سبب یہ ہے۔ تاریخ مکہ کی کتب میں آتا ہے۔ اور قریش بیان کرتے
ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ جب حضور علیہ السلام آ گئے۔ ہم حضرت ابراہیم کے قدموں کے نشان
پتھر کو دیکھتے تھے۔ جب حضور علیہ السلام آ گئے۔ وہ چلتے اور ہم نے ان کے قدم دیکھے۔ قریش
مکہ کہتے ہیں خدا کی قسم وہ چھوٹے قدموں کے نشان ابراہیم کے نہیں بلکہ مصطفیٰ کے لگتے تھے۔
اتنی مشابہت تھی۔ قدوم ابراہیم کو قدوم مصطفیٰ سے لگاؤ۔ جب
حضور قدم رکھتے تھے۔ چلے جاتے تو نشان پڑتے تو ایڑیاں انگلیاں تلوا پاؤں کا جب نقش
پڑتا تو ایسے لگتا جیسے مقام ابراہیم کا نقش ہے۔ وہ دیکھتے میں مقام ابراہیم تھا۔
اندر اس کے عکس قدوم مصطفیٰ تھا۔ قدمین مصطفیٰ تھا۔

اب وہ معلوم نہیں ہے اس کے قدم سمجھ کے چار ہزار سال سے سنبھال کے رکھا۔
یا یار کا نقش سنبھال کے رکھا۔ کیا خبر ہے۔ یہ جو مقام ابراہیم ہے۔
یہ عکس قدوم مصطفیٰ ہے۔ اس لئے آج تک کعبہ نے سنبھال رکھا ہے۔ اور نہ اس
وقت جرأت ہوئی کہ کوئی نکال پھینکے اور نہ آج شرک شرک کہنے والوں کو جرأت
ہے۔ کہ قدموں کے نشان کو وہاں سے نکال دیں۔

ہر شئے بگاڑ دی۔ ہر شئے توڑ دی مگر عکس قدمین مصطفیٰ کو نہیں نکال سکے۔
کعبے میں ٹھہرا رہتا ہے کہ ہر کوئی اسی کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتا ہے۔ اس کے بغیر طواف بھی
نہیں ہوتا۔ یہ نشان ہے دعائے میلاد مصطفیٰ کا ہے۔ تو کیا مطلب ہوا۔ کہ اس نے
آج تک محبوب کے میلاد کی یاد منا رکھی ہے۔ میں تو کہتا ہوں کہ یہ جو سارا حج ہے یہ حضور

کہ ان قدموں کے نشان کی تقریبات ہیں۔ یہ پھر امتشربا ہے۔ جس کی سمجھ میں آجائے مان لے۔ نہ آئے تو جھگڑا نہیں۔ سودا یہ ہے کہ سارا حج مصطفیٰ کے قدموں کی تقریبات ہے۔ تقریب یہ عکس قدمین مصطفیٰ ہے — (۵۰ – ۴۸) جس یاد ہے مصطفیٰ کے میلاد کی لسی اس کے اردگرد پھیرے لگواتا ہے — اب کپڑے اتار دو۔ یہ شلوار قمیض — وہ اپنے گھروں میں پہن کے اتار دو — اُجلی ستھری نئی دو چادریں پہن کے آجاؤ۔ تاکہ لباس بھی کوئی پرانا میلا نہ ہو۔ یار کا عکس جو دیکھنے آنا ہے —

ناخن بھی نہ کاٹو۔ بال بھی نہ ترشواؤ۔ خوشبو نہ لگاؤ۔ باری تعالیٰ عجیب لگتی تو کہا یہ عاشق تو بنانا چاہتا ہوں — دیوانوں کی طرح چلے آؤ۔ عمامہ ٹوپی سنت ہے۔ فرمایا سب کچھ اتار دو۔ ٹوپیاں اتار دو، جُبّے اتار دو۔ اسی طرح آجاؤ۔ باری تعالیٰ کیوں۔ فرمایا۔ ٹوپیاں عمامے سر پہ عزت کی علامت ہے۔ یہاں اپنے سر عزتیں جھکا کر جھک کر آؤ۔ مصطفیٰ کی بارگاہ ہیں۔ لوگ کہتے ہیں کہ ادائیں کیا ہوتی ہیں اسلام میں اور اداؤں کو نبھانا کیا ہوتا ہے۔ یہ عاشقی کیا ہوتی ہے۔ تقریبات کیا ہوتی ہیں نادانوں نہیں کیا خبر۔ حج ساری کی ساری تقریبات ادا کا نام ہے۔ پھر آگے چلے جاؤ۔ زوال سے مغرب تک وہاں کیا کریں۔ جو تمہارا جی چاہے ہیں۔ کوئی خاص سورتیں پڑھنی ہیں کوئی نہیں کوئی خاص قسم کے نفلوں کی تعداد ہے کوئی نہیں — کوئی خاص وظیفے ہیں کوئی نہیں۔ جو جی چاہے پڑھ لو۔ اور اگر کسی کو کچھ نہیں آتا تو نہ سہی۔ تو باری تعالیٰ کہ فرمایا ہے عرفات ہیں۔ فرمایا بس اس جگہ آ کے جمع ہو جاؤ۔ کیوں ہو جاؤ۔ بھئی تم کو خبر نہیں ہے کہ جب آدم کو اتارا تھا سراندیپ میں۔ حوا ادھر اتری۔ دونوں ایک دوسرے کو تلاش کرتے رہے۔ اس میدان میں آئے تو ایک دوسرے کو مل گئے اس میدان میں جمع ہو گئے۔ تو عرفات — میں ایک دوسرے کو پہچان گئے۔ عرفات اسی نام کا پہچانا گیا ہے — بس یہ آدم و حوا کی ملاقات — کی یاد ہے۔ بس تم بھی اسی میدان میں آکے بس وقت گزار لو۔ آدم کی یاد میں یہی تمہارا حج ہے (۵۰ – ۵۱)

— شرم دی دید ہووے عریباں دا حج ہووے — جس جگہ آدم و حوا ملے تھے۔ اس جگہ تم بھی آجاؤ — یہ تمہارا حج ہو گیا۔ پھر منیٰ میں آجائے اچھے بھلے سمجھدار۔ وہاں ستونوں پہ پتھر کے کنکریاں الگ لو۔ اور مارو شیطانوں کو — کوئی غیر مسلم اگر آپ سے پوچھ

M T W T F S S

Memo No ______
Date / /

لے کہ یہ شیطان کھڑے ہیں۔ آپ سمجھیں کے رہنا ہیں تو کنکریاں کیوں مار رہے ہیں۔ کنکریاں شیطان کو اسماعیل نے اس لئے ماری تھیں کہ وہ روک رہا تھا۔ کہ آپ کے والد آپ کو ذبح کرنے جا رہے ہیں۔ تو آپ نے کنکریوں سے بھگا دیا۔ اب کون سا اسماعیل جا رہا ہے۔ اور کون ابراہیم ذبح کرنے جا رہا ہے۔ کون سا شیطان روکنے آ رہا ہے۔ اور کس کو کنکریوں سے بھگایا جا رہا ہے۔ کیوں مارتے ہیں۔ بولتے ہیں کوئی عقل کے پاس جواب ہے

عقل قرباں کن بپیش مصطفےٰ — عقل کے پاس جواب نہیں عشق کے پاس جواب ہے۔ جب عقل لاجواب ہو جائے وہاں عشق جواب دیتا ہے۔ مجنوں کتے کے تلوے چوم رہا ہے۔ عقل والوں نے پوچھا پاگل ہو، پلید شئے ہے کتا۔ اس کے تلوے چومنا کوئی عقل کی بات ہے۔ اس نے کہا کہ میں نے کب کہا ہے کہ عقل کا کام کر رہا ہوں۔ میں تو عشق کا کام کر رہا ہوں۔ اس نے کہا کہ کتے کے تلوے اس لئے چوم رہا ہوں۔ تمہیں کیا خبر۔ یہ کبھی لیلیٰ کی گلی سے گزرتا ہے۔ اصل میں اس کی گلی کی خاک چوم رہا ہوں۔ یہ نسبت ہے۔ کہ آپ کنکریاں مار رہے ہیں۔ قربانی دے دی۔ احرام کھول دیا۔ زیارت کیا چلو یہ حج ہو گیا۔ سعی صفا مروہ کی کر رہے ہیں۔ بھاگ رہے ہیں۔ کوئی ورد وظیفہ دعا تلاوت کوئی سورۃ کسی شے کی پابندی نہیں ہے۔ جتنی دعائیں آتی ہیں پڑھ لیں۔ کچھ نہیں آتا۔ درود پاک ہی پڑھتے رہیں۔ وہ بھی نہیں آتا۔ کچھ بھی نہیں پڑھنا۔ بس دوڑ پڑیں۔ حج ہو جائے گا۔ حج پڑھنے پڑھانے کا نام نہیں ہے۔ حج کسی کی یاد منانے کا نام ہے۔

وہ وہاں ملا کے یاد مناتا ہے۔ اور ہم سال مصطفےٰ ﷺ کے میلاد کی یاد مناتے ہیں۔ میلاد منانا یہ اسلام کا مغز ہے۔ جو کہتے ہیں اسلام میں یاد منانا کوئی شے نہیں ہے۔ اس کو خبر ہی نہیں کہ اسلام کیا ہے۔ ارے یہ جو ~~پانچ نمازیں~~ نماز پنجگانہ پڑھتے ہیں یہ بھی یاد ہے کسی کی۔ حضرت آدمؑ کی جب توبہ قبول ہوئی۔ تو صبح کا وقت تھا۔ انہوں نے قبول توبہ کے طور پر شکرانے کے دو نفل پڑھے۔ اس کی یاد میں یہ نمازِ فجر بن گئی۔ یہ آدم علیہ السلام کے نفلوں کی یاد ہے۔ یہ فجر کی نماز ہو گئی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ حضرت اسحاق عطا فرمایا۔ ظہر کا وقت تھا۔ آپ نے بیٹے کے ملنے کے شکرانے کے چار نفل پڑھے۔

تو ابراہیمؑ کا شکرانہ ہماری نماز ظہر بن گئی۔ حضرت عزیرؑ سو سال کے بعد زندہ ہو کے اٹھے کر دیکھا کہ سو سال بعد زندگی ملی تو شکرانے کے چار نفل پڑھے۔ تو عزیرؑ کی یا ہماری عصر کی نماز بن گئی۔ اور حضرت ایوب علیہ السلام مدتوں بیمار و علیل رہا۔ روایتیں مختلف ہوا آتی ہیں۔ مختلف ایشیا ... کے حوالے سے۔ مدتوں بیماری کے بعد صحت یاب ہوئے بڑے کمزور تھے۔ شام کا وقت تھا مغرب کا وقت تھا۔ اللہ کے چار رکعت نفل شکرانے کے پڑھے۔ کمزور اتنے تھے کہ کمزور اتنے تھے کہ تین پڑھ سکے۔ چوتھی رکعت پہ کھڑے نہیں ہو سکے۔ بیٹھ گئے۔ رب نے کہا۔ میرے محبوب میں چوتھی رکعت میں کھڑے ہونے کی طاقت نہ تھی۔ قیامت تک امت محمدی تین ہی پڑھے۔ یہ یاد ایوب بن گئی۔ رہ گئی عشاء کسی نے نہ پڑھا تھا۔ شکرانے کے نفل۔ وہ مصطفیٰ ﷺ نے پڑھے۔ تو نماز عشاء یاد مصطفیٰ ہو گئی۔ پانچوں نمازیں جو اللہ کی عبادت ہے۔ یہ ہستیوں کی یادیں ہیں۔ ہم کو نماز ہی ان کی یادیں منانا ہیں۔ پورا پیش کیا گیا ہے۔

بخاری و مسلم کی حدیث ہے۔ متفق علیہ حدیث ہے۔ کہ آقا علیہ السلام گھر میں تشریف فرما ہیں۔ انصار کی کسی زمانے لڑائی ہو گئی تھی۔ فتح یاب ہوئے۔ غزوہ ہوا فتح ہو گئی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں انصار کی دو بچیاں آئیں۔ ہاتھوں میں دف۔ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت دف لے کر ترانہ گا رہی ہیں آقا ﷺ کے گھر میں۔ اماں المومنین رضی اللہ عنہا سن رہی ہیں۔ ادھر سے سیدنا صدیق اکبر تشریف لے آئے۔ آقا ایک کونے میں تشریف رکھے۔ بچیوں کو روکا۔ ابو بکر ... آقا نے آواز دی ابو بکر رضی اللہ عنہ۔ میرے کہا۔ فرمایا جانے دو۔ ہر کسی کی عید ہوتی ہے۔ فرمایا آج ہماری عید ہے تو۔ انہیں دف بجا لینے دو۔ اب ہماری عید ہے یا تو ہر قوم کا ایک جشن ہوتا۔ تو اس طرح یہ ہمارا جشن ہے کوئی یوم پاکستان مناتا ہے۔ کوئی کوئی دن ... کسی کو کوئی پرابلم ہوتی ہے کوئی یوم قائد اعظم مناتا ہے کوئی چودہ اگست مناتا ہے۔ کوئی مرسے دن ... کو عید جلوس مناتا ہے۔ فرمایا ہر قوم کی عید ہوتی ہے ہمیں کہا ہے کہ لوگوں کی لا کو عیدیں ہوتی ہیں۔ ہمیں خوشی ہے ہمارا عید کا دن ہے۔ تو آقا خود بھی اپنی نعت سنتے تھے۔ اور آپ نے تو حسان بن ثابت کا نام سن لیا

M T W T F S S

Memo No
Date / /

ہے نا ۔۔۔ کہ شاید ایک نعت خوان بھی غلط فہمی دور کر دوں ۔ حضور کے ۴۳ صحابہ نعت خوان تھے ۔ کیا کیا عالم تھا ۔ حضور کے نعت خوانوں کا ۔ اس میں ۔۔۔ ایک واقعہ آپ کو سناتا چلا ہوں ۔ حضرت نابغہ جعدی ۔۔۔ نعت گو شاعر ہیں رضی اللہ ہو پہلے گزر گیا ہے ۔ ۲۰۰ سو الفاظ و شعر تھے ۔ حضور نے دعا کی ۔۔۔ دانت کبھی خراب نہ ہوئے ۔ تو حضور علیہ السلام نعت خوانوں پر کرم کرتے ۔ معروف نعت قصیدہ بردہ ۔ امام شرف الدین ۔۔۔ ابو العباس امام بوصیری کا مزار ہے کہ وہ فرماتے ہیں اگر آقا کا چہرہ میری آنکھوں سے اوجھل ہو جائے ۔ تو اس لمحے میں خود کو کافر سمجھتا ہوں ۔ ہر وقت حضور کے دیدار کے عالم میں رہتے تھے ۔ حضرت امام بوصیری کو فالج ہو گیا تھا ۔۔۔ القصیدۃ المحمدیہ ۔ زیارت ہوئی ۔۔۔ قصیدہ سنایا ۔

فلک کے نظارو ۔ زمیں کی بہارو ۔ سب عیدیں مناؤ حضور آ گئے ہیں ۔
اٹھو غم کے مارو ۔ چلو بے سہارو ۔ خبر یہ سنا دو حضور آ گئے ہیں

QARI MUHAMMAD ABBAS
Naqshbandi Chishti Qadri Suharverdi
02 APR 2019
Chak 265/E.B Burewala District Vehari
Mob:033...

۱ ـــ ۲ ـــ ۲ - 19
جمعۃ المبارک
۲۶ ـــ ۵ ـــ ۱۴۴۰ھ
۴ ـــ ۲۱ ـــ ۱۲۷ ـــ PM

عالمی میلاد کانفرنس ۲۰۰۷ء

پیر طریقت ۔ رہبر شریعت ـــ فضیلۃ الشیخ ۔ محترم المقام ۔ لا اقسم بھذا البلد ۲۸۹
دیگر مشائخ عظام ۔ علمائے کرام ـــ آج کی مبارک رات مطابقاً ہی ـــ
آقا علیہ السلام کی ذات مبارک جامع الاوصاف ہے ۔ تمام وصف تمام صفتیں تمام کمالات
تمام فضائل اور تمام مناقب اور حسن و خوبی کی تمام حقیقتیں اللہ تبارک و تعالیٰ نے ذات مصطفیٰ میں
جمع فرما دی ہیں ۔ جس طرح حضور کی ذات جامع اوصاف ہے ۔ اسی طرح حضور علیہ السلام
کا ذکر جامع الاذکار ہے ۔ کوئی ذکر اللہ کی مخلوق میں ۔ کسی کا ذکر اس شان و مرتبہ کا حامل
نہیں ـــ اس ایک ذات کا ذکر کیا جائے اور اس میں سارے محمود ذکر آ جائیں ۔ سارے مطلوبہ
ذکر آ جائیں ـــ آقا علیہ السلام کا ذکر جامع الاذکار ہے ۔ کہ حضور علیہ السلام کے ذکر میں
سب کا ذکر ہے ۔ آج کی رات ذکر مصطفیٰ میں وقف ہے ۔ چونکہ ذکر مصطفیٰ میں وقف
ہے تو اس لیے ذکر خدا میں بھی وقف ہے ۔ ذکر مصطفیٰ میں ذکر خدا بھی ہے ۔ ذکر مصطفیٰ میں
ذکر اہلبیت اطہار بھی ہے ۔ ذکر مصطفیٰ میں ذکر صحابہ و خلفاء راشدین بھی ہے ۔ اور ذکر
مصطفیٰ میں ذکر اولیاء و صالحین بھی ہے ۔ اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ السلام کے ذکر کو وہ جامعیت
اور وہ کلیت عطا کی ہے ۔ کہ اگر حضور علیہ السلام کا ذکر کر لیا جائے ۔ تو سارے اذکار کا
اجر بیک وقت مل جاتا ہے ۔ قرآن مجید میں اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا ۔ سورۃ الرعد
میں آیت نمبر ۲۸ ہے ۔ الا بذکر اللہ تطمئن القلوب ـ خبردار اللہ کے ذکر سے دل اطمینان
پاتے ہیں ـــ اب اس آیت کریمہ میں جلیل القدر تابعی حضرت مجاہد بن جبر رضی اللہ عنہ
بیان فرماتے ہیں ـــ اور حضرت مجاہد وہ ۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے تلامذہ اور ان
سے روایت کرنے والے ہیں ـــ وہ روایت کرتے ہیں اس آیت کریمہ کی تفسیر میں فرماتے
ہیں ۔ جس کو امام ابن ابی شیبہ نے اپنی مصنف میں تخریج کیا ہے ۔ امام ابن جریر نے تفسیر طبری
میں تخریج کی ـــ امام جلال الدین سیوطی نے الدر المنثور میں تخریج کی ۔ امام ترمذی جامع
ترمذی کے ـــ ابواب تفسیر القرآن میں بیان کرتے ہیں ، کہ اگر کوئی روایت قرآن مجید کی تفسیر
کی کوئی روایت حضرت مجاہد اتنا وہ جلیل ـــ تابعین ـــ مروی ہو ، تو فرماتے ہیں
کہ ان کی تفسیر نہ سمجھی جائے ۔ یہ خود تفسیر مصطفیٰ سمجھی جائے ۔ اس لیے وہ کوئی بات

اپنی طرف سے نہیں کہتے ۔ وہ جلیل القدر صحابہ سے سُن کر روایت کرتے ہیں ۔ اور
جلیل القدر صحابہ اپنی طرف سے نہیں کہتے وہ فہمِ مصطفےٰ پر قائم کر کے اپنی بات کہتے ہیں ۔
تو اس لئے جب وہ تفسیر بیان کر دیں تو یہ گمان نہ کیا جائے ۔ کہ انہوں نے یہ تفسیر اپنی رائے
سے بیان کی ہے ۔ یہ تفسیر ہے عن الصحابہ عن النبی ؐ سے ۔ یہ میں نے اصول کی بات سمجھائی ۔
اصول تفسیر میں جس کو امام ترمذی نے ابواب التفسیر القرآن میں بیان کیا ۔
اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اللہ کے ذکر سے دل اطمینان پاتے ہیں ۔ اُن سے پوچھا گیا کہ اللہ کا
ذکر کیا ہے ۔ فرماتے ہیں ذکرُ اللہِ ھُوَ محمد ﷺ محمد مصطفےٰ کی ذات ہی اللہ کا ذکر ہے ۔
حضور کی ذاتِ گرامی خود اللہ کا ذکر ہے ۔ اس لئے کہ اگر حضور علیہ السلام کا ذکر کیا ۔
تو از خود وہ ذکر اللہ ہو گیا ۔ اور یہی وہ تفسیر ہے جس کو قاضی عیاض نے عطا سے اور
سیدنا امام جعفر الصادق سے روایت کیا کہ حضور علیہ السلام نے ورفعنا لک ذکرک
کی تفسیر بیان فرماتے ہوئے فرمایا ۔ کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے حدیث قدسی ہے ۔ جب
اللہ نے فرمایا کہ محبوب ہم نے آپ کا ذکر آپ کی خاطر بلند کر دیا ۔ تو پوچھا گیا یا رسول اللہ
حضور کے ذکر کو بلند کئے جانے کا معنیٰ کیا ہے ۔ جس کو امام جعفر الصادق نے بیان فرمایا ۔
گھر کی بات گھر والوں سے پوچھو ۔ امام جعفر الصادق وہ امام ہیں ۔ کہ جو امام اعظم ابو حنیفہ
کے بھی شیخ ہیں ۔ امام ابن عطا نے بیان فرمایا ۔ حضور کا ذکر بلند کئے جانے کا معنیٰ اللہ نے سمجھایا
ہے ۔ کہ اے محبوب ومن ذکرک ذکرنی ۔ کہ جس شخص نے محبوب آپ کا
ذکر کر لیا ۔ بس اُس نے میرا ذکر کر لیا ۔ ومن ذکرک بالرسالۃ ۔ ذکرنی بالربوبیۃ
جس نے آپ کی رسالت کا ذکر کر دیا ۔ اس نے حقیقت میں میری ربوبیت کا ذکر کر
لیا ۔ فرمایا اللہ پاک نے اے میرے محبوب میں نے آپ کے ذکر کو اپنے ذکر کے ساتھ وہ
اتصال وہ نسبت اور وہ عین یک دیگر ہو جانے کا مقام عطا کر دیا ہے ۔ کہ ذکرِ مصطفےٰ کو
ذکرِ خدا بنا دیا ہے ۔ کہ کوئی آپ کا ذکر کرے گا ۔ اس کے نامہ اعمال میں ذکرِ خدا کرنا لکھا جائے
۱۳ — ۲۱ . جو آپ کی نبوت و رسالت کا ذکر کرے گا ۔ اس کے نامہ اعمال میں میری توحید و
ربوبیت کا ذکر کرنا لکھا جائے گا ۔ جو ساری رات شانِ مصطفےٰ بیان کرتا رہے گا ۔ اس کے نامہ

ایمان میں لکھا جائے گا کہ وہ ساری رات اللہ کا ذکر کرتا رہا ہے۔ یہ تو ہوا حضور علیہ السلام کا ذکر جامع الاذکار ہونے کے ناطے سے کہ حضور کا ذکر اللہ کا ذکر ہے۔ تو یاد رکھیں۔ کہ یہ عقیدہ اگر کوئی رکھے کہ حضور اللہ ہیں۔ وہ کافر و مشرک ہو جائے گا۔ اس کے لئے ایمان میں کوئی گنجائش نہیں ہے۔ جو چاہے تعبیریں اور تاویلیں کرتا پھرے۔ یہ عقیدہ توحید کے خلاف ہے۔ مصطفیٰ خدا نہیں ہیں۔ خدا مصطفیٰ نہیں ہیں۔ اور خالق و مخلوق، عابد و معبود اس کے فرق کو نہیں مٹایا جا سکتا۔ لہذا حضور تو خدا نہیں۔ یہاں تک تو بات طے ہے مگر۔ اس آیت کریمہ نے بتایا ہے کہ حضور تو خدا نہیں مگر حضور کا ذکر ذکر خدا ضرور ہے۔ ذکر میں وحدت کر دی۔ حضور تو خدا نہیں مگر حضور کی محبت محبت خدا ہے۔ حضور تو خدا نہیں مگر حرمت مصطفیٰ۔ حرمت خدا ہے۔ حضور خود خدا نہیں مگر تعلق بالمصطفیٰ۔ تعلق باللہ ہے۔ حضور خود خدا نہیں مگر بیعت در دست مصطفیٰ، بیعت در دست خدا ہے۔ حضور خود تو خدا نہیں مگر اطاعت مصطفیٰ اطاعت خدا ہے۔ معصیت مصطفیٰ معصیت خدا ہے۔ قربتِ مصطفیٰ قربتِ خدا ہے۔ ادب مصطفیٰ ۔ گستاخی مصطفیٰ ۔ جہت مصطفیٰ پہ توجہ الی اللہ ہے۔ اور دعوت الی المصطفیٰ، دعوت الی اللہ ہے۔

جیسے میں نے عرض کیا۔ کہ حضور کا ذکر ذکر الہی ہے۔ اللہ کا ذکر ہے۔ اب اسی طرح حضور کے ذکر کو بھی عالم خلق میں بھی یہ شان حاصل ہے۔ عالم خلق میں آقا علیہ السلام کا نام اسم محمد ﷺ۔ اس کی شان علم الموافقت میں بھی ہیں۔ اور علم المناسبت میں بھی ہیں۔ اور علم الاعداد میں بھی ہیں۔ علم الموافقت کے اعتبار سے۔ عرض کرنا ضروری ہے کہ لفظ محمد ﷺ اس کے چار حروف ہیں۔ میم۔ حا۔ میم۔ دال۔ اور ادھر اللہ نے اپنے اسم ذات کو بھی چار حروف پر رکھا ہے۔ الف۔ لام۔ لام۔ ھا۔ لفظ اللہ کے بھی چار حروف۔ اور لفظ محمد کے بھی چار حروف۔ لفظ اسم اللہ بھی بے نقطہ۔ اسم محمد بھی بے نقطہ۔

اس کو علم الموافقت کہتے ہیں۔ اور یہ اللہ تبارک و تعالیٰ کی ذات کے ذکر کی مناسبت سے ہیں۔ اور جب اللہ تعالیٰ نے ہم کو۔ حضور علیہ السلام اور اپنے ذکر کو کلمہ طیبہ میں جمع کیا اپنی توحید کا عنوان بنایا لا الہ الا اللہ کے بارہ حروف ہیں۔ اور بغیر واؤ عاطفہ کے

واؤ نہیں ڈالا کیونکہ واؤ عاطفہ تغائر کے لئے آتی ہے۔ جب دو کو غیریت ثابت کرنا ہو تو واؤ عاطفہ لاتے ہیں۔ اور غیریت کو مٹانا ہو تو واؤ عاطفہ ہٹاتے ہیں۔ فرمایا لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ نہیں کہا۔ اگر کوئی یہ کہہ دے تو کلمہ اسلام میں تحریف ہو جائے گی۔

رب کائنات نے اتصال قائم کیا ہے۔ تغائر دوری کو چاہتا ہے۔ اتصال قربت کو چاہتا ہے۔ فرمایا لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔ نہ لا الہ الا اللہ کے پورے کلمہ میں کوئی نقطہ ہے۔ نقطہ عیب کو ظاہر کرتا ہے۔ اور نہ محمد رسول اللہ کے پورے کلام میں نقطہ رکھا۔ کہ نقطہ عیب کو ظاہر کرتا ہے۔ فرمایا جیسے میں اور میری کائنات ہر عیب سے پاک ہے۔ ویسے میرا محمد اور محمد کی رسالت اور اس کی شان ہر عیب سے پاک ہے۔

لا الہ الا اللہ کے بارہ حروف ہیں۔ آج ہم بات کریں گے علم المواقف۔ چار اور علم المناسبت کی بات کریں گے بارہ سے۔ اس لئے کہ ہمارا سٹیج پہ چار کو ماننے والے بھی ہیں۔ اور بارہ کو بھی ماننے والے بھی ہیں۔ تو ہم چار اور بارہ کی بات کریں گے۔

یہ جو تحریک ہے جو چار اور بارہ والوں کو اکٹھا کرتی ہے۔ اور ایک بناتی ہے۔ تو فرمایا لا الہ الا اللہ کے بھی بارہ حروف۔ اور محمد رسول اللہ کے بھی بارہ حروف۔ اب میرے پاس نہ بلیک بورڈ ہے۔ کہ میں لکھ کے گن کے بتاؤں۔ نہ وقت اجازت دیتا ہے۔ میں تو بیان کر رہا ہوں گا گھر جا کے کاپیوں پہ لکھ کے گنتی کر لینا۔ اللہ اور محمد کو چار چار حروف میں رکھا۔ یہ چار والے ہو گئے۔ اور لا الہ الا اللہ اور محمد رسول اللہ کو بارہ اور بارہ میں رکھا۔ یہ بارہ والے بھی ہو گئے۔ پتہ یہ چلا کہ حضور کی امت سارا فیض پہ حاوی ہے۔ اور پتہ چلا کہ چار کو بھی مصطفیٰ کا فیض ہے۔ اور بارہ کو بھی مصطفیٰ کا فیض ہے۔ اب جو آگے بات سمجھنے والی ہے

کہ حضور علیہ السلام کی خلافت ظاہری کا چشمہ بھی حضور سے چلا۔ بتا رہا ہوں کہ کیسے خلفائے راشدین کا ذکر حضور کا ہی ذکر ہے۔ اور اہل بیت اطہار کا بھی ذکر ہے۔ خدا کا بھی ذکر ہے۔ اور کل مخلوق کا بھی ذکر۔ ذکر مصطفیٰ جامع ذکر ہے۔ آقا علیہ السلام کے چشمہ خلافت کے فیض سے دو خلافتیں چلیں۔ خلافت ظاہری اور خلافت باطنی۔ جس سے اسلام کا تفوق دنیا پر قائم ہو۔ اور انوار دین مستحکم نافذ ہوں۔ اور خلافت باطنی جس کے ذریعے ولایت

Memo No ______
Date / /

اور لقامت امامت میں روحانی فیض اور ولایت کا تسلسل چلے - چار خلفاء بنائے آقا علیہ السلام
نے - سیدنا ابوبکر — عمر ابن الخطاب - عثمان ابن عفان - علی ابن ابی طالب - عدد چار کا رکھا - یہ علم الموافقہ
ہے - یہ لفظ محمد کی مظہریت ہے - لفظ محمد کے چار حروف تھے - تو خلافت ظاہری کا میں بھی
چار فرد بنائے — پھر ان چار فردوں — ہر ایک کے جو نام ہیں - ان کو علم المناسبت
میں ہر ایک کا نام پھر پھر بارہ حرفوں پر مشتمل ہے - خلفاء چار ہیں - اور ہر خلیفہ کے نام کے حرف
بارہ ہیں — ابوبکر الصدیق - یہ بارہ حرف ہیں — عمر ابن الخطاب - اس کے بھی بارہ حرف
ہیں — اسی طرح عثمان ابن عفان — علی ابن ابی طالب تو پتہ چلا کہ ہر ایک میں بارہ ہیں -

اور پھر آقا علیہ السلام نے دوسری خلافت باطنی چلی - ولایت اور امامت باطنی میں اس
میں بھی چار نفوس قدسیہ مقرر کیے — اولاً وہ بھی چار نفوس بنائے - علی ابن ابی طالب - دوسری
فاطمۃ الزاہراء - تیسرے حسن - اور چوتھے حسین - اور امامت کا اختلاف مٹانے والے حسن -
اور کربلا کی ملامت بن جانے والے حسین — یہ چار نفوس قدسیہ منبع ولایت بنے - علی ابن طالب
کے بھی بارہ حرف - فاطمۃ الزاہراء کے بھی بارہ حرف - مصطفیٰ لامتہ الحسن - اس لقب کے ساتھ بارہ
حرف - اور عزالاسلام حسین اس کے بھی بارہ حروف - چار نفوس قدسیہ اہل بیت کے
پنجتن و علی راسہم محمد رسول اللہ — اس کے سر پر پھر محمد رسول اللہ بارہ حرف -

اور پھر یہ جب سلسلہ چلایا - ولایت و امامت باطنی کا - قیامت تک جو منبع
منابع بنائے جس سے ہر ولی کو فیض ہر دور میں ملتا رہے گا - جب ان نفوس کو منتخب
کیا - تو اہل بیت کے امام بھی بارہ بنائے - مولا علی مرتضیٰ سے شروع کیا اور
مہدی علیہ السلام پر ختم کیا - وہ بھی بارہ نفوس بنائے - تو جب حضور کا ذکر آگیا - تو اس میں بارہ
میں آئمہ اہل بیت کا بھی ذکر آگیا — چار نفوس اہل بیت کا بھی ذکر آگیا - خلفاء راشدین
کا بھی ذکر آگیا - حضور کی امت کے سرتاجوں کا بھی ذکر آگیا - اور حضور کا بھی ذکر آگیا - اور حضور
کے مالک و مولا کا بھی ذکر آگیا — (~~۱۶~~ ۳۳ — ۳۶

اس کے بعد اللہ تبارک و تعالیٰ نے جو اگلی بات کی - آپ کہیں گے - یہاں تک تو
بات سمجھ آگئی ہے - صحابہ کی بھی اہل بیت کی بھی — ہم کہاں گئے - تو کیا حضور کے ذکر میں ہمارا

ذکر بھی آتا ہے — ہمیں بھی اس میں سے حصہ ملتا ہے یا نہیں — ہاں —
لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم — رب کائنات نے جب انسان کو بنانے کا فیصلہ کیا۔ تو
ہیئت انسانی — انسان کو شکل وہ دی۔ اگر محمد — اسم محمدؐ — صورت حرفی میں ہو۔
تو سر سے پاؤں تک انسان شکل محمدؐ ہو جاتا ہے — چونکہ احسن تقویم
بنانا تھا — اور ساری کائنات کا اشرف المخلوقات بنانا تھا — اور ساری کائنات میں
افضل وارفع و اعلیٰ بنانا تھا — تو اس احسن تقویم کو شکل بھی وہ عطا کی جس کی مماثلت
ہیئت اسم محمدؐ کے ساتھ ہو جائے — حضور کے اسم کے حروف ہیں میم حا میم
اور دال — میم کو یعنی گول سر کی مانند ہے — انسان کے سر کو محمد کی
میم کا آئینہ دار بنایا — محمد میں میم کے بعد آتا ہے (حاء) — انسان کے دونوں کندھے محمد
کے اسم کے حاء بنا دیئے — اور پھر محمد میں میم دو بار آتا ہے — میم دوسری بار
مشدد آیا ہے — اور میم گولائی کی علامت ہے — پھر صدر اور بطن اسم محمد کی دو میم
بنا دی گئی — انسان کی دو ٹانگیں ہیں اس کو دال کی شکل بنا دیا —

اگر انسان کھڑا ہو تو ہیئت حرفی ہے۔ حرفوں کی ترتیب بنائیں تو وجود انسانی
مکمل ہو جاتا ہے۔ اور اگر انسان بیٹھا ہو قعود اور جلوس میں ہو۔ آپ تشہد کی شکل میں بیٹھ جائیں
سر کو جھکا کر۔ ہاتھ رانوں پر رکھ کر۔ دونوں گھٹنے آگے رکھ کر، پاؤں پیچھے کر کے۔ تو لفظ محمد صورت
لفظی میں بن جاتا ہے — سر میم بن جاتا ہے۔ ہاتھ حا رہتے ہیں۔ اور نیچے صدر اور بطن
میم اور پاؤں کی شکل محمد کی دال ہو جاتا ہے — بیٹھ جائیں تو اسم محمد بشکل لفظی میں
انسان بنتا ہے — پھر کمال کے لئے انسانی شکل سجدہ ہے — انسان کا کمال سجدے میں ہے
اگر سجدے میں ہو تو خود لکھا بن جائیں۔ تو سارا نقش اسم محمدؐ لگتا ہے

انسان کھڑا ہو تو اسم محمد کا صورت کا مجموعہ لگتا ہے۔ اور اگر انسان سجدہ میں
ہو تو لفظ محمد کی ہیئت لگتا ہے تو گویا لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم کی شکل
پر لفظ محمد اور محمود لگتا ہے — محمد کا تصور ہو گیا۔ محمد کا خیال آ گیا۔ اور محمد کے خیال میں خود
کو گم کر لیا — تو اس میں ذکر خدا بھی آ گیا۔ ذکر صحابہ بھی آ گیا۔ ذکر اہل بیت بھی آ گیا۔ اور ذکر انسان

احسن تقویم بھی آ گیا ـــــ تو کیا بات یہاں ختم نہیں ہو گی ـ یہ تھا علم موافقت اور علم مناسبت کی بات ـ

اب آقا علیہ السلام کو اللہ رب العزت نے تمام انبیاء و رسل کا خلاصہ بھی بنایا ہے ـ سب کی رسالتوں کا کمال بھی بنایا ـــــ ساری کائنات کا کمال ـ جمادات ہوں نباتات ہوں ـ حیوانات ہوں ـ ساری مخلوقات و موجودات کا کمال حتیٰ کہ جن و ملائک سب کا کمال انسان میں ہے ـ احسن تقویم ہے ـ رب کائنات نے اپنے حسن و کمال کے جلوے ـ اور اپنی ربوبیت و قدرت کے جلوے ساری کائنات میں منتشر کر دیئے ـ الحمد للہ رب العالمین ـ سارے عالموں میں یعنی عالم ملائکہ میں عالم جنات میں ـ عالم جمادات میں عالم نباتات میں عالم حیوانات میں ـ ساری کائنات میں اللہ نے اپنی حسن ربوبیت کے جلوے بکھیر دیئے ہیں ـــ اور اس کے حسن ربوبیت کے بکھرے ہوئے جلوے ـ جب اس نے اُن کو ایک وجود میں سمیٹنا چاہا ـ تو ان بکھرے ہوئے جلووں کو وجود انسان میں سمیٹ دیا ـ اس لئے اس کو احسن تقویم کہا ـــــ کائنات کے سارے حسن ـ انسانیت میں آ گئے ـ کائنات اور انسان کے سارے کمالات جب ان کو سمیٹا ـ تو رب کائنات نے انہیں پیکر نبوت میں جمع کر دیا ـ اور کائنات نبوت کے سارے کمالات اور معجزات اور سارے خوارق اور سارے فضائل اور سارے مناقب ـ جمع کیے تو پیکر رسالت میں ان کو مجتمع کر دیا ـ ایک لاکھ چوبیس ہزار کم و بیش نبی بنا دیئے ـــ یہ خلاصہ ہے کل انسانیت کے کمالات کا ـ اور ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء ـ ساری کائنات انسانی کا خلاصہ ہیں ـ اُن کو جب جمع کیا ـ تو پیکر ان رسالت میں جمع کیا ـ تین سو چودہ بنا دیئے ـ رسول ۳۱۴ بنا دیئے ـــ سوا لاکھ نبیوں میں سے ۳۱۴ رسولوں میں حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر سیدنا عیسیٰ علیہ السلام تک کل انبیاء اکرام کے کمالات ۳۱۴ رسولوں میں جمع ہو گئے ـ اور ان تین سو چودہ رسولوں کے سارے کمالات جب جمع کیے ـ اور منتہائے معراج کو پہنچے ـ تو ان کو وجود محمد بنا دیا ـــ بتا رہے ہیں کہ دلوں میں اللہ پاک نے اسم محمد کو لکھ دیا ہے (۲۴ - ۴۴)

اب علم الاعداد اس کی تائید کرتا ہے ـ علم البسط کے مطابق بحث کر رہا ہوں ـ لفظ محمد میں حروف آ رہا ہے میم ـ پھر ح پھر میم ـ پھر دال ـ پہلی بار میم ایک بار آیا ـ

دوسری بار میم مشدّد ہے تو دو بار آیا ہے۔ لکھیں تو لکھا جائے گا۔ میم
میم میں بھی دو میمیں ہیں۔ اس کے بعد حا۔ (ح - ا) اور اس کے بعد پھر میم
م ی م - اور یہ میم مشدّد ہے، میم دو بار ہے۔ پھر چوتھا حرف ہے دال —
اس کو کہتے ہیں اعداد بسیط کا علم۔ ایک ہوتا ہے جس کو م ح م د حروف
کے طور پر لکھتے ہیں۔ اور پھر جب ہر حرف کو لفظ کے طور پر لکھیں۔ تاکہ اس کا مخرج
مکمل ہو جائے۔ کہ اس کو پڑھنا کیسے ہے۔ تو پھر یہ اعداد بسیط بن جاتے ہیں۔ تو میں نے
آپ کو اعداد بسیط کے طور پر لکھ کر سمجھا دیا ہے۔ اس کے جب اعداد جمع کیے۔
پہلا میم ، میم = 40+10+40 = 90 = حا = 8+1 = 9 میم ، میم = 180
پھر دال = 4+1+30 = 35 = تمام کو جمع = 90 + 9 + 180 + 35 = جب ان حروف
کو اعداد بسیط کے حوالے سے جمع کیے تو کل عدد بن گئے (۳۱۴) ایک لفظ
محمد تو۔ اس کے عدد بنے 314 = لفظ محمد کے اعداد بتا رہے ہیں کہ میرے محبوب
تنہا ذات تو ایک ہے۔ پیارا نام محمد ہے۔ ایک محمد میں تین سو چودہ رسول جمع
ہیں۔ محمد میں ابراہیم بھی ہے۔ موسیٰ۔ داؤد۔ عیسیٰ۔ محمد میں 314 رسول B
جمع ہو گئے۔ 314 میں ایک لاکھ چوبیس ہزار نبی جمع تھے۔ اور سوا لاکھ نبیوں میں کل کائنات
جمع تھی۔ اور انسان میں کل مخلوقات جمع تھی۔ باقی رہ گیا فقط ایک خالق۔ اُدھر رہا
خالق۔ باقی دوسرے اینڈ پر خالق کے سوا جو کچھ ہے۔ وہ مخلوق ہے۔

جب مولانا اشرفی صاحب نے بتایا — عرش و قلم مخلوق ہے۔ لوح و قلم مخلوق
ہے۔ جنت و دوزخ مخلوق ہے۔ جن و ملائک مخلوق ہیں۔ ملاء اعلیٰ مخلوق ہے۔ جبروت و ملکوت
مخلوق ہیں۔ عالم ناسوت مخلوق ہے۔ بشر و حجر اللہ کے سوا جب کچھ اس نے کیا۔
انما اذا اراد شیئا۔ فیکون — تو کن — سے پہلے صرف اللہ تھا۔ اور جب کن
ہو گیا۔ تو کن کے بعد جو کچھ ہے وہ مخلوق ہے۔ کن کہنے والا اللہ ہے۔ اور کن کے نتیجے میں جو
کچھ ہو گیا۔ جو کچھ ظہور پذیر ہو گیا۔ جو کچھ آج تک ظاہر ہو چکا۔ اس اللہ کے سوا سب کچھ
مخلوق ہے۔ اور ساری مخلوق کا خلاصہ انسان ہے۔ انسان کا خلاصہ نبوت ہے۔ نبوت کا خلاصہ

رسالت ہے۔ رسول 314 ہیں۔ اور 314 سارے رسول ایک محمد میں گم ہیں۔ (۲۳-۵۱)
تو جب ذکر محمد کر دیا تو ذکر رسول ہو گیا۔ ذکر انبیاء ہو گیا۔ ذکر خلائق ہو گیا۔ ذکر ملائک ہو گیا۔ اور ذکر مکمل ہو گیا۔ تو حضور کے ذکر کی دو جہتیں ہو گئیں۔ ایک تو حضور کا ذکر خود اللہ کا ذکر ہو گیا۔ اور خود اللہ کے ذکر کا ذکر ہو گیا۔

آپ پوچھیں کہ اللہ تو سمجھ میں آ گیا۔ تو اللہ کا ذکر کیا ہے۔ اللہ کا ذکر ایک ہے۔ اور وہ ذکر مصطفےٰ ہے۔ ان اللہ وملائکتہ یصلون ——— اللہ ذکر مصطفےٰ کرتا ہے۔ ورفعنا لک ذکرک — اللہ ذکر مصطفےٰ کو بلند کرتا رہتا ہے۔ بسا اوقات ہم نادان لوگ یہ ذکر کیا ہوتا ہے۔ بیان شان کو ذکر کہتے ہیں۔ اور اللہ تبارک وتعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا کہ محبوب میں تمہاری شان بیان کرتا ہوں۔ یہ نہیں کہا — اس نے فرمایا میں ہر وقت تمہاری شان بلند کرتا رہتا ہوں۔ شان تو وہی تھی مصطفےٰ کی جو اس نے وقت تخلیق عطا کر دی — وہ تو ہو گئی شان مصطفےٰ کی۔ اب جب سے رب کائنات نے اپنی شان کے لائق مصطفےٰ کو شان عطا کی — تب سے ورفعنا لک ذکرک ہم ہر وقت تمہارا ذکر بلند کرتے رہتے ہیں۔ یعنی تمہاری شان بیان نہیں، شان کو اونچا کرتے رہتے ہیں۔ شان تو دے دی مگر جب سے رب نے مصطفےٰ کو شان دی ہر وقت وہ بلند کرتا جا رہا ہے کب سے بلند کرنے لگا ہے۔ جب سے خدا ہے۔ اور جب سے اس نے اپنے محبوب مصطفےٰ کو بنایا ہے۔ شان سے نوازا اس وقت سے وہ شان بلند کر رہا ہے۔

اس وقت سے بلند کر رہا ہے جب وقت بھی نہ تھا۔ جب بلندی کے پیمانے بھی نہ تھے۔ فہم و فراست بھی نہ تھی۔ اس حضور کی شان و عظمت کو ہم اپنے دماغ محدود سمجھوں کے ساتھ ماپنے کی کوشش کریں تو اس سے بڑی نادانی کوئی ہو گی۔ جس کو خدا بلند کر رہا ہے۔ اس کو ہم کس پیمانے سے ماپنا چاہتے ہیں۔ اس لیے اگر ہم نے ماپا۔ بیان کیا۔ خاموش رہو ان میں سے اصغر گولڑوی نے کہا۔

اگر خاموش رہوں میں تو تو ہی سب کچھ ہے
جو کچھ کہا تو ترا حسن ہو گیا محدود

لوگوں ہم تو نعتیں پڑھتے ہیں۔ کیا ہماری نعتوں سے حضور کی شان بیان ہو سکتی ہے۔ ہم تو خطاب کرتے ہیں۔ کیا ہمارے خطاب سے حضور کی شان بیان ہو سکتی ہے۔ وہ کہیں تو فرماتا ہے ورفعنا لک ذکرک ہم نے آپ کا ذکر آپ کے لئے بلند کر دیا۔ اور کہیں فرماتا ہے وللآخرۃ خیر لک من الاولیٰ ہر لمحے کی گھڑی پہلے سے اونچی ہے۔ حضور پر آنے والی گھڑی میں اونچے ہوتے گئے ہو رہے ہیں ہوتے رہیں گے۔ ہمیں تو معرفت ہی نہیں ہے کہ ہم حضور کی شان کیا ہے۔ اور بھلا جبرائیل جیسے کو لیں۔ جس کو کچھ معرفت ہو گی۔ وہ حضور کی شان بیان کرنے لگے گا۔ تو وہ لب کھولیں گے۔ حضور کے ذکر میں جو شان پہلے تھی وللآخرۃ خیر لک من الاولیٰ۔ وہ تو اور شان بلند ہو گئی ہو گی۔ اس لئے اگر کوئی مخلوق بھی چاہے بھی تو شان بیان نہیں کر سکتا۔ اس لئے آقا علیہ السلام کی عظمتوں کو رفعتوں کو قدروں کو منزلتوں کو مقاموں کو۔ آقا علیہ السلام کی شانوں کو نہ ناپنا چاہیئے نہ تولنا چاہیئے نہ زیر بحث لانا چاہیئے یہ ورائے وہم و گمان ہے۔ ہم میلاد کا ذکر کیا کریں گے۔ ذاکر میلاد مصطفیٰ خود خدا ہے۔ یہ تو تھا۔ کہ حضور کے ذکر کی فضیلت کیا ہے۔ ہم حضور کا ذکر کیوں کرتے رہتے ہیں یہ دلوں کا ان عشق۔ ہر وقت حضور کا ذکر کرتے ہیں کیوں کرتے ہیں۔ ابھی تک تو یہ بات بتائی کہ اس ذکر میں پر ذکر ہے۔

اب یہ رات شب میلاد مصطفیٰ کی۔ تو آئیے دیکھیں کہ حضور کے ذکر کے میلاد کا ذکر کیا ہے۔ کہ ذاکر میلادِ مصطفیٰ خود خدا ہے۔ اہل علم غور سے سن لیں۔ مسالک میں مکاتب فکر ہیں۔ مختلف ذوق اور علمی تحقیقات رکھنے والے علماء۔ میں میلاد مصطفیٰ کا کیسے منایا جائے۔ اختلاف اگر کہیں ہے تو ہوا ہے۔ تو وہ کیسے پر ہوا ہے۔ میلاد پر کوئی اختلاف نہیں۔ میلاد کے منانے پر نہیں ہے۔ اس لئے کہ حضور کا میلاد خود خدا نے منایا ہے۔ کہ حضور کے میلاد کا ذاکر خود خدا ہے اور یہ طریقہ ہوتا ہے کیسے کا۔ کہ کیسے منایا جائے۔ تو یہ ایک علمی چیز ہے۔ ہر دور کے اندر ایک تقاضے ہوتے ہیں۔ طریقے ہوتے ہیں۔ آقا علیہ السلام نے بھی منایا۔ صحابہ کرام نے

نے بھی منایا، تابعین نے بھی منایا۔ تبع تابعین نے بھی منایا۔ آئمہ مجتہدین نے بھی منایا۔ اور چودہ صدیوں سے عالم اسلام مناتا چلا آ رہا ہے۔ یہاں ایک علمی نکتہ سمجھا دوں۔ اہل علم کے کام آئے گا۔ اور عامۃ المسلمین کو سمجھ میں آ جائے۔ رب کائنات نے فرمایا۔ وذکرھم بایام اللہ۔ قرآن مجید میں یہ آیت کہ یہ آئی۔ اے محبوب ان کو اللہ کے دنوں کی یاد دلائیں۔ یہ اللہ کے دنوں کو یاد کرایا کریں۔ اور اللہ کے دنوں کو منایا کریں۔ سورۃ ابراہیم میں ہے۔ حضور کی آمد اور قرآن کے اترنے کی نعمت بیان کی۔ سورۃ ابراہیم کی ابتداء حضور کے ذکر سے کی۔ اسی سورۃ میں آگے تمام انبیاء کی آمد کا ذکر کیا۔ پہلی آیت میں مصطفےٰ کی آمد کا ذکر کیا۔ اگلی آیت میں سب رسولوں کی آمد کا ذکر کیا۔ وما ارسلنا من رسول الا۔ جس رسول کو بھیجا ہم نے اس قوم کی زبان میں بھیجا ہے۔ سب رسولوں کو بھیجنے کا ذکر کیا۔ اس کے بعد موسیٰ علیہ السلام کے آنے کا ذکر کیا۔ ولقد ارسلنا موسیٰ بایتنا۔ اور ہم نے حضرت موسیٰ کو بھیجا نشانیاں دے کر کہ اپنی قوم کو اندھیروں سے نور کی طرف لے کر جائیں۔ مصطفےٰ کے بارے میں فرمایا، لتخرج الناس من الظلمت الی النور۔ ساری کائنات انسانی کو اندھیروں سے نکال کر۔ یہ آیت کریمہ بتلاتی ہے۔ کہ رہبروں کی بعثت محدود زمانے اور محدود علاقے کے لیے تھی۔ مگر جب بعثت مصطفےٰ کا وقت آیا۔ تو حدیں اٹھا دی گئیں۔ زمانوں کی حدیں نہ رہیں۔ علاقوں کی حدیں۔ ساری کائنات جن و انس تک مصطفےٰ رسول ہو گئے۔ سب رسولوں کا ذکر کر کے۔ پانچویں آیت میں فرمایا۔ وذکرھم بایام اللہ۔ اور انہیں اللہ کے دنوں کی یاد دلایا کریں تاکہ اللہ کے دنوں کو منایا کریں۔

امام فخر الدین رازی کی تفسیر کبیر ہے۔ تفسیر قرطبی بھی ہے۔ وذکرھم بایام اللہ کیا ہیں۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ اللہ کے دن۔ کون سے دن۔ سارے دنوں کا خالق تو اللہ ہے۔ فرمایا دو طرح کے دن ہیں اللہ کے ایام رحمت اور ایام زحمت۔ وہ دن جنہیں اللہ نے اپنی نعمتیں اتاریں۔ انبیاء پیدا کیے۔ ملائکہ پیدا کیے۔ زمین و آسمان پیدا کیے۔ مائدہ اتارا۔ من و سلویٰ اتارا۔ بخشش کی نجات دی۔ قوموں پر کرم کیا۔ نبی پیدا کیے۔ رسول بھیجے ہدایت دی۔ قوموں کا بیڑا پار کر دیا۔ جن دنوں میں اللہ کی نعمتیں اتریں وہ ایام رحمت ہیں۔ اور وہ دن جن میں اللہ کا عذاب اترا جیسے قوم ثمود پر، قوم عاد پر۔ قارون و فرعون پہ عذاب اترا۔ جن دنوں میں غرق ہو گئے۔ بندر بنے۔۔

بستیاں الٹ دیں۔ تباہی ہوئی برباد ہوئے۔ وہ ایام زحمت ہیں۔ تو فرمایا اللہ کے ایام دو طرح
کے ہیں۔ جن دنوں میں عذاب آئے وہ بھی یاد دلائیں۔ تاکہ لوگوں میں خوف پیدا ہو۔ اور
جن دنوں میں اللہ کی نعمتیں آئیں۔ اور نعمتوں میں سب سے بڑی نعمت وہ ایام جن میں خدا کے نبی اور
رسول آئے۔ کیونکہ اللہ کے رسولوں کی آمد کا ذکر ہے۔ وہ سب سے بڑے ایام رحمت ہیں۔ ان کو
دنوں کی یاد دلائیں تاکہ لوگوں کے دلوں میں شوق پیدا ہو۔ شوق اطاعت۔ شوق اتباع۔
شوق تقویٰ۔ شوق پیروی کا جذبہ۔ تو اللہ کے ان دنوں کی یاد دلانا۔ کیونکہ رحمت عذاب پر
غلبہ رکھتی ہے۔ جن دنوں میں اللہ کی رحمت اتری۔ ان دنوں کی یاد منانا۔ اللہ کے ہاں زیادہ محبوب
ہے۔ یہ تو قرآن مجید کا حکم ہے۔ اب جو بات کہنا چاہتا ہوں بڑی اہم۔ وہ یہ ہے
کہ منانا ہر کوئی ہے۔ طریقے جدا جدا ہیں۔ اب ایک علمی نکتہ ہے دلکش ہے۔ ناقابل تردید
ہے۔ کوئی شخص دنیا میں علمی طور سے اس نکتے کی تردید نہ کر سکے گا۔

منانا ہے اللہ کے ایام۔ اور ایام بعثت انبیاء۔ اور ایام ولادت انبیاء سب
سے بڑے ایام اللہ ہیں۔ اب یہ صرف خیال پیدا ہوتا ہے۔ بعض ذہنوں میں یہاں سے
الجھن آتی ہے۔ صرف اسی طرح منائیں جس طرح صحابہ نے منایا ہے۔ یہاں ایک الجھن پیدا
ہوتی ہے اس کو الجھن دور کرنا چاہتا ہوں۔ صرف اس طریقے سے منائیں جب صحابہ نے
منایا۔ وہی حق ہے۔ اس کا جواب یہ ہے۔

کہ جو طریقہ صحابہ نے اپنایا۔ وہ حق ہے۔ مگر یہ کہنا وہی حق ہے یہ ناحق ہے؟ دو باتوں
میں فرق ہے۔ صحابی کا ہر عمل حق ہے۔ صحابی کا کوئی عمل باطل نہیں ہو سکتا۔ مگر حق کا حصر عمل
صحابہ میں نہیں ہے۔ مگر یہ کہنا کہ جو نہیں کیا وہ حق ہی نہیں سکتا۔ یہ ناحق اور باطل ہے۔
اس کی مثال سمجھاتا ہوں سمجھ جائیں گے۔ مثلاً۔ میں کہوں کہ دودھ مشروب ہے۔ تو یہ حق ہے۔
کہ دودھ مشروب ہے۔ کہ مشروب صرف دودھ ہی ہے۔ دوسرا یہ ہے
اور دودھ کے سوا کوئی دوسرا مشروب نہیں ہو سکتا۔ یہ بات غلط ہوگی۔
جیسے اپیل کا جوس ہے؟ مثلاً اگر کوئی کہے کہ انسان جاندار شے ہے یہ حق ہے۔ انسان
ہی ہے جاندار۔ یہ غلط ہے۔ گھوڑے بھی جاندار ہوتے ہیں پرندے بھی ہوتے ہیں۔ درخت بھی جاندار

وغیرہ سے کہ جو عمل صحابہ سے ثابت ہو۔ اس کے حق ہونے میں شک ہو ہی نہیں سکتا۔
وہ منسوخ ہو گیا۔ مگر یہ کہنا غلط ہے۔ جو عمل صحابہ سے ثابت نہیں وہ حق نہیں۔ اگر یہ کہہ
دیا تو پھر امام ابو حنیفہ بھی غلط ہو گئے۔ امام مالک بھی غلط ہو گئے۔ وغیرہ وغیرہ۔ امام محمد حسین بھی غلط ہو گئے۔
سب غلط ہو گئے یہ سب صحابہ کے بعد تھے۔ آقا علیہ السلام نے فرمایا۔ خیر القرون قرنی۔ اگر یہ
خیال آئے کہ جب حضور کے میلاد کا ہم مناتے ہیں۔ کیونکہ یہ کہ صحابہ کے زمانے میں نہیں منایا جاتا
تھا۔ حضور نے فرمایا: خیر القرون قرنی۔ سب سے بہتر زمانہ میرا ہے۔ حضور کا زمانہ کب ختم ہو گیا۔
دس ہجری کو۔ جب آقا علیہ السلام کا وصال ہوا۔ پہلا زمانہ عہد رسالت ختم ہوا۔ بعد ان لوگوں
کا زمانہ جو میرے زمانے کے لوگوں سے ملے۔ عہد تابعین کا زمانہ۔ 150 ہجری سے آگے نہیں
چلے۔ تبع تابعین کا زمانہ 175 ہجری تک ختم ہو گیا۔ تمام ریکارڈ کو سنا جا سکتا ہے۔ 1-15

یہ سوچنا کہ جو عمل صحابہ اور تابعین کے دور سے ثابت نہیں۔ معاذ اللہ وہ غلط ہے۔ جو اس
دور سے ثابت ہو وہ اعلیٰ حق ہے۔ کوئی چیز اس کو رد کرے۔ دوسرے والی کو چھوڑ دیا جائے
اسے قبول کیا جائے گا۔ مگر شریعت کے اصول کے ساتھ ٹکراؤ نہ ہو۔ اور امت جس کو
بہتر سمجھ کر طریقے وضع کرتی رہے۔ وہ سارے سنت رسول کے مطابق حق ہیں۔ آقا علیہ السلام
نے فرمایا۔ جس کو روایت کیا امام احمد بن حنبل نے امام حاکم نے مستدرک میں۔ امام بیہقی
نے سنن الکبریٰ میں۔ امام ابن کثیر نے بھی لیا۔ ابو درداء حدیث کے راوی ہیں۔ اصول کی پہلے
کی بات بتا رہا ہوں۔ اللہ تعالیٰ اپنے قرآن میں جس چیز کو لکھ دے حلال کر دے وہ حلال ہے۔
جس کو حرام لکھ دے۔ وہ حرام ہے۔ اور جس چیز کو نہ حلال لکھا جائے۔ نہ حرام لکھا جائے۔ قرآن
حدیث اور صحابہ جس معاملے میں خاموش رہیں۔ اسے قبول کر لیا کرو۔ اس پر عمل کر لیا
کرو۔ اس لیے اگر خاموش رہا ہے۔ وہ بھول کر خاموش نہیں ہوا۔ جان بوجھ کر خاموش
ہوا ہے۔ اس لیے خاموش ہوا ہے تاکہ امت کے لیے حلت میں وسعت پیدا ہو جائے۔
اپنے اپنے ادوار میں جب نئے زمانے آئیں۔ صرف شریعت کا حرام کا ارتکاب نہ ہو۔
اگر کسی ملک کا یوم منایا جائے۔ علوم سے اگر کسی ملک کے بانی کا یوم منایا جائے

دھوم دھام سے کسی کی تخت نشینی منائی جائے دھوم دھام سے جو پہلے طریقہ نہ تھا۔ تو دنیا کے حکام۔ سلاطین ریاستوں اور مملکتوں کے وجود میں آنے کی خوشیاں اگر دھوم دھام سے منائی جائیں۔ اور ایسے زمانے آئے۔ پھر جب مصطفےٰ کی ولادت کا وقت آئے۔ تو سب جشنوں سے بڑھ کر جشن منایا جائے۔ اس لئے رب نے ہمیں خاموشی کا راستہ عطا کر دیا ہے۔

حضرت ابو ثعلبہ روایت کرتے ہیں۔ آقا علیہ السلام نے فرمایا۔ اللہ پاک نے تم پر فرائض مقرر کر دیئے اُن کو ضائع نہ کرو۔ حدیں مقرر کر دیں۔ اُن کو مت توڑو۔ اور بعض چیزوں کو منع کر دیا۔ حرام کر دیا اُن کے قریب نہ جاؤ۔ اور بعض چیزیں ٹال دیں۔ قرآن و حدیث میں اللہ اور اس کے رسول نے خاموشی رکھی۔ اب اُن کا کوئی ثبوت نہیں ملتا۔ تو کراہت مصطفےٰ کے لئے رخصت رہے۔ خدا نے جس پر خاموشی رکھی ہے۔ یاد رکھو اللہ کو نسیان نہیں ہے۔ جب خاموشی ہوتا ہے تو ہمیں کھلی چھٹی دیتا ہے رخصت دیتا ہے۔ ان پر بحثیں نہ کیا کرو۔ جس کا جی چاہے وہ کر لیا کرے۔ جس کا جی نہ چاہے وہ نہ کرے۔

تو جس پر عمل صحابہ میں عمل تابعین میں۔ اور عمل تبع تابعین میں خاموشی ملے۔ خاموشی بھی شریعت کا ایک حکم ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے حکم فرمایا۔ یا ایھا الذین امنوا اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم۔ اللہ کی اطاعت کرو۔ اور رسول کی اطاعت کیا کرو۔ جب یہ حکم آگیا رسول کی اطاعت کرو۔ تو جب رسول کچھ کہے۔ تو رسول سے یہ نہیں پوچھنے کہ کیا یہ بات قرآن میں ہے یا نہیں۔ جب رسول نے فرما دیا۔ خدا کا حکم رسول سے اوپر ہے۔ جس نے رسول سے پوچھا۔ کہ بتائیے کہ خدا نے فرمایا ہے کہ نہیں۔ قرآن میں ہے یا نہیں۔ قرآن میں ہو تو تب عمل کرتا ہوں۔ جس نے رسول سے یہ پوچھا۔ وہ پوچھتے ہی کافر ہو گیا۔ کیوں۔ کہ رسول کا حکم ماننا ہی تو خدا کا حکم ہے۔ اس نے فرمایا اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول۔ اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو۔ یہی تو خدا کا حکم ہے۔ اور اگلی بات صحابہ کا عمل۔ وہ رسول کا عمل تصور ہوتا ہے۔ اگر کوئی عمل صحابہ کے عمل سے ثابت ہو جائے۔ تو حدیث میں اس کو بھی حکم

کو بھی حدیث کہتے ہیں۔ جب صحابی سے عمل ثابت ہو جائے تو صحابی سے یہ نہیں پوچھتے کہ رسول نے کہا ہے یا نہیں۔ اگر صحابی کا عمل ثابت ہو جائے تو تصور کر لیا جائے گا کہ رسول کا عمل ہے۔ کیونکہ صحابی رسول کے عمل کے خلاف نہیں کرتا۔ اسی طرح جس طرح رسول خدا کے عمل کے خلاف نہیں کرتا۔ اسی طرح تابعی اور تبع تابعی کا عمل ثابت ہو جائے تو وہ صحابی کا عمل ہے۔ و اطیعوا الرسول کی تابعیت میں آ جاتے ہیں۔ اس کے بعد فرمایا واولی الامر منکم۔ اور تم میں سے جو اولی الامر ہو ان کی بھی اطاعت کیا کرو۔ اولی الامر کون ہیں۔ کیا اس سے مراد کوئی قرآن ہے۔ خدا ہے۔ وہ اطیعوا اللہ میں تھا۔ ~~اطیعوا الرسول~~ کیا رسول ہیں۔ صحابہ بھی وہ اطیعوا الرسول کے تحت تھے۔ اولی الامر وہ ہیں جو اس دور کے بعد آئے۔ اور جن کو امت میں آئمہ ہونے کا درجہ ملا۔ امت میں جو علماء نے آئمہ نے جو طریقے وضع کیے۔ آقا کے میلاد منانے کے خوشیاں منانے کے۔ امت کے ایمان کو جلا بخشنے کے۔ وہ کتاب و سنت کے تابع تھے۔ اس لیے ان پر عمل کرنا عین حق ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا لا اقسم بھذا البلد۔ فرمایا میں شہر مکہ کی قسم کھاتا ہوں۔ لا کے کئی معانی ہیں۔ لا زائدہ ہے۔ جب فرمایا لا اقسم بیوم القیامۃ۔ اس کا معنی ہے کہ میں قیامت کے دن کی قسم کھاتا ہوں۔ لا اقسم بھذا البلد۔ میں اس شہر مکہ کی قسم کھاتا ہوں تاکید فرمائی۔ دوسری تفسیر کی رو سے۔ جس کو امام حسن بصری اور امام اعمش نے اخذ کیا امام ابن کثیر نے بھی روایت کیا۔ کہ بعض صحابہ اور حسن بصری اس کو لاقسم بھی پڑھتے تھے۔ لام جب آ جائے مضارع پر تو تاکید پر ہوتی ہے۔ فرمایا لا بھی قسمیہ ہے۔ آگے بھی قسم ہے۔ فرمایا قسم در قسم کھاتا ہوں اس شہر مکہ کی۔ تیسرا۔ ارشاد فرمایا عربوں کا طریقہ تھا کہتے تھے۔ لا واللہ لفعلن کذا۔ یعنی بڑی قسم میں تاکید کرنا چاہتے تو لا لازمی لاتے تھے۔ تو فرمایا رب نے ارادہ فرمایا کہ شہر مکہ کی قسم کھاؤں۔ بڑی تاکیدوں کے ساتھ کھاؤں۔ اور وہ اس لیے کھاؤں۔ جب لا کے ساتھ قسم کھائی جائے تو کوئی اسے رد نہیں کر سکتا تھا۔ تو کوئی پوچھے کہ رب ہو کر شہر مکہ کی قسم کیوں کھاتا ہے۔ فرمایا لا اقسم بھذا البلد۔ فرمایا سارے گمان نکال دو۔ رب ہو کر اس شہر مکہ کی قسم کھاتا ہوں۔ ایسی

قسم کھاتا ہوں کہ قیامت تک کوئی اس کو رد نہ کر سکے گا - اور چوتھا معنی بڑا خاص اور
اہم ہے - امام اخفش وہ روایت کرتے ہیں کہ لا بمعنی الا ہے - اس کا معنی یہ ہے .
یہ استفہام انکاری واقع ہوا ہے - فرماتے ہیں کہ اس کا معنی ہے - اللہ پاک یہ فرما رہا ہے
اے لوگو - کیا میں شہر مکہ کی قسم نہ کھاؤں - یہ کیسے ہو سکتا ہے - استفہام انکاری
کے ساتھ سوال قائم کر دیا - آگے بات آتی ہے - کیوں -

چھٹا معنی یہ ہے اس کو کیا گیا - کہ لا نفی صحیح کے لئے بھی ہے - اس کا معنی ہے ،
کہ میں اس شہر مکہ کی قسم نہیں کھاؤں گا - مولا کب - اب تو کھا رہا ہے - محبوب جب
تو اس شہر سے چلا جائے گا - جب تک تو یہاں ہے اس شہر کی گلی کوچے کی قسم
کھاتا ہوں - اور جب تو یہاں سے چلا جائے گا .

رب کائنات نے چاہا کہ میں میلادِ مصطفیٰ کا ذکر کروں - اور اس نے ذکر میلاد
کی ابتداء مولودِ مصطفیٰ سے کی - شہر میلاد سے کی - جب مصطفیٰ کے میلاد کی بات
کروں تو سب سے پہلے اس شہر کی بات کروں جس کو مولودِ مصطفیٰ ہونے کا شرف ملا -
جس شہر کو میں نے مصطفیٰ کے میلاد کیلئے منتخب کیا - شہر تو بڑے تھے - مگر میں نے
شہر مکہ کو چنا - کیوں چنا - فرمایا وانت حل بهذا البلد - واؤ سبب کے لئے
ہے - اور حال کے لئے بھی ہے - حالانکہ لوگ کہیں گے اس مکہ کی بڑی فضیلت ہیں - ہر کوئی
اس شہر کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتا ہے - فولوا وجوهكم شطره = ولله على الناس حج البيت
ساری کائنات کے لوگ اس شہر مکہ میں حج کرنے آتے ہیں شاید اس وجہ سے قسم کھا رہا
ہے - شاید - واذ جعلنا البيت مثابة للناس وامنا - میں نے اس شہر مکہ کو جائے امن
بنایا ہے - شاید اس کے جائے امن کی وجہ سے قسم کھاتا ہے - فرمایا نہیں -
مقام ابراہیم ---- ان الصفا والمروة ---- حجر اسود - طواف حج بیت اللہ ----
آدم کا تعمیر شدہ کعبہ - مرجع خلائق ضرور ہے - باری تعالیٰ یہ ساری فضیلتیں مکہ کی ہیں .
مناقب ہیں - تو پھر بتا رہے قسم کھاتا کیوں ہے فرمایا سن لو - یہ سارے فضائل مکہ کے اپنی جگہ
ان میں سے کسی فضیلت کے باعث قسم نہیں کھاتا - اگر کھاتا ہوں - تو صرف اس لئے -

وانت حل بھذا البلد - کہ مصطفیٰ اگر اگرچہ اس شہر میں ہے تیری اقامت اس شہر میں ہے
اور دوسرا سبب حل کا یہ بیان فرمایا۔ ابن آدم غفلت نے فرمایا اس وجہ سے محبوب -
شہر مکہ کی قسم کھاتا ہوں کہ تو یہاں ہوتا ہے نیک اعمال کرتا ہے۔ تیری نیکیوں کی وجہ سے
کعبہ کا درجہ بلند ہوتا ہے۔ اور میں تجھ سے راضی ہوتا ہوں۔ اس شہر مکہ میں کوئی
کسی کو قتل نہیں کر سکتا۔ تو جس کو چاہے سزا دے دے میں تیرا اگر حلال کر دو گا
اس لیے اس شہر مکہ کی قسم کھاتا ہوں۔ پہلے بیان کر لیا ہے۔

محبوب یہ تیری شان ہے۔ جب تو مکہ فتح کرے گا جس گستاخ کا چاہے گا خون بہا دے
گا۔ تیرا کوئی عمل بھی اس مکہ کی زمین پہ گناہ تصور نہ ہوگا۔ اس وجہ سے میں اس شہر مکہ کی
قسم کھاتا ہوں۔ مولد مصطفیٰ کی قسم کھا کر پھر آ گئے ووالد وما ولد ۔
اب چونکہ جب میلاد کا ذکر ہوتا ہے۔ حضور کے آباؤ اجداد سے ہوتا ہے۔ نسب مصطفیٰ
سے ہوتا ہے۔ فرمایا محبوب پہلے قسم ہے اس شہر کی جہاں تیری ولادت ہوئی۔ اب قسم
ان آباؤ اجداد کی ہے جن کی مبارک صلبوں میں تیرا نور منتقل ہوتا چلا آیا۔ اور فرمایا۔
ووالد وما ولد = حضرت ابن عباس۔ مجاہد۔ قتادہ۔ ضحاک نے حسن بصری
نے امام طبری نے فرمایا کہ اس سے ایک معنیٰ والد سے مراد حضرت آدم۔ وما
ولد سے مراد حضرت آدم کی ذریت پاک ہے۔ دوسرا معنیٰ بیان فرمایا۔ والد
کون ہے ابراہیم اور اسماعیل۔ قسم ہے ابراہیم اور اسماعیل کی۔ ابراہیم کی قسم اس لیے
کہ اس نے یہ شہر تعمیر کیا تھا۔ اور اسماعیل کی قسم اس لیے کہ اس نے شہر کو بسایا تھا۔
اور قسم ہے آپ کے آباؤ اجداد ابراہیم و اسماعیل کی۔ وما ولد۔ اور قسم ہے ان کے بیٹے
محمد مصطفیٰ کی جس نے اس شہر کو آ کے عزت و نورانیت عطا کی۔

اور ایک حدیث میں امام ماوردی روایت کرتے ہیں۔ کہ والد سے مراد حضور
بھی ہیں۔ وما ولد اور قسم ہے مصطفیٰ کی ساری آل اولاد و ذریت کی۔ اور خوش نصیب
امت کی۔ کہ حضور سب کے باپ ہیں۔ شہر مکہ کی قسم کھا کر اللہ تعالیٰ نے حضور کے میلاد
کی قسم کھائی۔ وصف کیا ہوگی۔ شہر مکہ کو حضور کا جو مولد بنایا۔ جائے ولادت بنایا۔

اس کا ایک سبب ہے جو آج کی گفتگو کا مغز ہے۔ ما حصر ہو گا۔ اس شہر مکہ کی قسم
کھائی۔ اور شہر مکہ کو حضور کا میلاد کا شہر بنایا۔ قاعدہ یہ ہے۔ جس جگہ ولادت
ہوتی ہے۔ جس مٹی سے ولادت ہوتی ہے وہاں مدفن بنتا ہے۔ وفیھا منھا خلقنکم۔
وفیھا نعیدکم۔ جس جگہ سے خمیر بشری بنایا جاتا ہے۔ قبر وہاں ہوتی ہے۔ اگر کسی جگہ۔
کسی کی قبر بنے تو سمجھا جاتا ہے۔ کہ اس کا بشری خمیر بھی اسی مٹی سے بنایا گیا ہو گا۔
یہ بات توجہ طلب ہے۔ اب قبر انور تو بنی مدینہ میں ولادت ہوئی مکہ میں۔ یا تو
ولادت مدینہ میں ہوئی ہوتی۔ تاکہ اسی مٹی کے خمیر سے بنتے وہاں مدفن ہوتا۔ اور اگر ولادت
مکہ میں ہوئی۔ یہاں کا خمیر تھا۔ تو گنبد خضراء بھی یہاں بنتا۔ ولادت کے لیے مکہ کا انتخاب۔
وفات و مدفن کے لیے مدینہ کا انتخاب۔ یہ آج کی رات کی گفتگو کا۔ نکتہ کمال ہے۔ اور نکتہ
عظیم ہے۔ شہر مکہ کو کیوں منتخب کیا گیا حضور کے میلاد کے لیے۔ بات یہ ہے کہ آقا ؐ
کو۔ ہر لحاظ سے اولیت دینا مقصود تھا۔ تخلیق میں بھی حضور کو شان اولیت عطا کی
جانے والی تھی۔ کہ خلقت میں حضور اول ہوں۔ ساری مخلوق میں سے کسی کا نور
حضور کے نور سے پہلے نہ بنا ہو۔ حضور کے ظہور سے پہلے کسی کا ظہور نہ ہوا ہو۔
حضور کی روح سے پہلے کسی کی روح نہ بنی ہو۔ حضور کی نبوت سے پہلے کسی کی نبوت نہ ہو۔
اور جس خمیر سے حضور کا پیکر بشری بنے۔ اس زمین سے پہلے کوئی زمین پیدا نہ کی گئی
ہو۔ ہر ہر لحاظ سے آقا ؐ کو شان اولیت عطا کرنی تھی۔ آقا علیہ السلام کی طینت بشری
کی خلقت۔ کے وقت سے پہلے۔ یہ داستان خلقت نور محمدی ؐ سے چلتی ہے۔ جب
کائنات و موجودات میں کچھ نہ تھا۔ صرف خدا کی ذات تھی۔ تو رب کائنات
نے نور مصطفےٰ بنایا۔ ایک حدیث کو امام ابو سعد نیشاپوری نے روایت کیا جن کی
وفات ۴۰۶ھ میں ہوئی شرف المصطفےٰ میں حضرت سعید بن عمر انصاری نے روایت
کیا۔ کعب احبار فرماتے ہیں۔ جب اللہ پاک نے ارادہ فرمایا حضور ؐ کے پیکر بشری اس
کا خمیر بنایا جائے۔ حکم دیا جبرائیل امین کو کہ فرشتوں کو لے کر جا۔ اور زمین کے اس خطے
پر جا جو زمین کا فخر ہے۔ اس نور سے سفید نور کی مٹی لے آ۔ جبرائیل امین ملائکہ کو

M | T | W | T | F | S | S

Memo No

Date / /

کو لے کر آئے ۔ حضور کی قبر مطہر کی جگہ سے نورانی مٹی لے گئے یہ اس وقت چمکنے والی مٹی تھی
اس میں سے سورج کی طرح شعاعیں نکل رہی تھیں ۔ وہ مٹی لے کر آئے تو اسے سفید
موتی کی طرح چمکایا گیا ۔ پھر جنت کی نہروں میں اسے نہلایا گیا ۔ پھر اس نور کو رب کائنات
نے اپنے حجابات میں رکھا ۔ اس کو امام ابن جوزی نے مختصر الوفاء میں روایت کیا ۔
امام یوسف شامی نے سبیل الھدیٰ میں روایت کیا ۔ امام قسطلانی نے المواہب میں روایت کیا ۔
امام ابی جملہ نے بہجۃ النفوس میں روایت کیا ۔ ابن سبع نے شرح الشفاء میں روایت کیا ۔
جب اس نوری مٹی کو چن لیا گیا ۔ عبداللہ بن مبارک نے سفیان ثوری کا سے روایت کرتے ہیں ۔
حضرت علی المرتضیٰ سے روایت ہے ۔ نور محمد سب سے پہلے پیدا کیا ۔ نور مصطفیٰ کو اپنے حجاب
قدرت میں بارہ ہزار سال رکھا ۔ وہاں کا ہر اس ہزار سال کے دن کے برابر ۔ حجاب عظمت
حجاب وغیرہ نشر الطیب میں ہے ۔ بارہ ہزار طویل مدت ۔ جب نور
کو قدرت کے حجاب میں کیا تو اللہ تعالیٰ قدرت کا فیضان ملا ۔ سارے حجابات کے فیض عطا کرنے
تو پھر نور کو لوح پر ظاہر کیا ۔ سب کچھ لکھ دیا جو پہلے ہو گیا یا ہونے والا تھا ۔ جو پہلے لکھا ۔
وہ ذکر مصطفیٰ تھا ۔ پہلے بیان گزارا جا چکا ہے بشریٰ وغیرہ روضہ ۔

پھر اس مٹی کو اسے چمکتے ہوئے نور میں سفید موتی کی طرح چمکایا گیا ۔ اور پھر جنت کی نہروں میں اسے
غسل دیا گیا ۔ پھر اس نور کو رب کائنات نے اپنے حجابات میں رکھا ۔ اس کو امام جوزی نے
مختصرۃ الوفاء میں روایت کیا ۔ امام یوسف شامی نے سبیل الھدیٰ میں روایت کیا ۔ امام قسطلانی
نے المواہب میں روایت کیا ۔ امام سباعی نے شفاء الصدور میں روایت کیا ۔ جب اس نور
کی مٹی کو جب چن لیا گیا ۔ پھر اس حدیث کو عبداللہ بن مبارک سفیان ثوری کا سے روایت کرتے
ہیں ۔ عبداللہ بن مبارک امیر المومنین فی الحدیث ۔ حضرت امام سفیان ثوری امیر المومنین فی الحدیث ۔
ان سے روایت کرتے ہیں ۔ وہ امام جعفر الصادق سے روایت کرتے ہیں ۔ امام جعفر الصادق
اپنے والد امام الباقر سے روایت کرتے ہیں ۔ یاد رکھ لیں ۔
امام جعفر الصادق کا مقام اہل سنت کے نزدیک حدیث میں کیا ہے ۔ طرفین حوالہ

طرف لوگوں کو مغالطہ ہے۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ آئمہ حدیث نے امام بخاری، مسلم، ترمذی وغیرہ
انہوں نے آئمہ اہلبیت کی احادیث روایت نہیں کیں۔ کسی نے آپ کو غلط کہا۔ فقط امام
باقر۔ جو اس حدیث کے راوی ہیں۔ جو میں ابھی بیان کرنے والا ہوں ۔۔۔ صحاح ستہ۔
بخاری، مسلم، ترمذی، ابوداؤد، ابن ماجہ، نسائی۔ صرف صحاح ستہ اور مؤطا امام مالک، مسند
احمد، اور مسند دارمی۔ صرف ان کتب احادیث میں جو چوٹی کی کتب ہیں۔ 244
احادیث سیدنا امام الباقر علیہ السلام سے مروی ہیں۔ یہ حدیث کے طالب علم نے بات یاد رکھنی
ہے یاد رکھ لیں ۔۔۔ بخاری، مسلم سمیت ان سب سے بڑی امہات الکتب حدیث
میں 244 حدیثیں ۔۔۔ امام محمد الباقر سے مروی ہیں ۔۔۔ اور آئمہ نقاد آئمہ جرح و تعدیل
میں سے کسی ایک امام نے بھی امام باقر پر جرح نہیں کی۔ کسی ایک نے بھی ان کو غیر ثقہ
نہیں کیا۔

امام جعفر الصادق جو راوی حدیث ہیں۔ صرف صحاح ستہ میں۔ 168 احادیث
سیدنا امام جعفر الصادق سے مروی ہیں۔ بمشمول بخاری و مسلم کے۔ جو لوگ یہ سمجھتے
ہیں۔ اہل سنت کے آئمہ نے آئمہ اہلبیت سے حدیثیں نہیں لیں۔ وہ غلط فہمی کو دور کر لیں۔
سینکڑوں احادیث ایک ایک امام سے مروی ہیں ۔۔۔ کوئی کتاب حدیث کی معتبر ہو ہی نہیں سکتی۔
جو آئمہ اہلبیت کی روایات سے خالی ہو۔ حدیث ہو یا فقہ، تفسیر ہو یا معرفت۔
اماموں کو امامت بھی اہلبیت کے در سے ملی ۔۔۔ ولیوں کو ولایت ۔۔۔ فقیہوں کو فقاہت بھی۔
یہ امام جعفر الصادق حدیث کے راوی ہیں۔ سیدنا امام محمد الباقر۔ امام علی زین العابدین۔ حسین
عن علی ابن ابی طالب۔ عن النبی ﷺ = کو سیدنا علی سیدنا شیر خدا روایت کرتے ہیں۔
(مصنف عبد الرزاق جلد اول ٦٣ حدیث نمبر ٦٣) میں نے وہ معروف حدیث نہیں
پڑھی جو ہر وقت آپ پڑھتے اور سنتے ہیں ۔۔۔ حضرت جابر والی روایت۔ میں دوسری روایات
دے رہا ہوں۔ سیدنا علی ؓ فرماتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے نور مصطفیٰ کو اس وقت پیدا کیا۔ جب نہ زمین تھی۔
نہ آسمان تھا۔ نہ عرش تھا۔ نہ کرسی تھی نہ لوح تھا۔ نہ قلم تھا۔ نہ جنت تھی۔ نہ نار تھی۔
اور پھر اس وقت پیدا کیا جب انبیاء میں ۔۔۔ کوئی نبی پیدا نہ ہوا تھا۔ نہ کسی نبی کی روح تھی۔

سب سے پہلے موجودات میں نقشِ اول نورِ مصطفیٰ تھا ۔ اللہ تعالیٰ نے نورِ مصطفیٰ بنایا اور اپنے حجاب قدرت میں رکھا ۔ بارہ ہزار سال تک ۔ اور یہ بارہ ہزار سال آپ کے اور ہمارے شمار کے نہیں ہیں ۔ وہ بارہ ہزار سال ہیں۔ جب قیامت کا ایک دن ۵۰ ہزار سال کا ہوگا ۔ جو ایک دن پچاس ہزار سال کا ہے ۔ تو سال کتنے دن کی دورانیے کی مدت کا ہوگا ۔ اور بارہ ہزار سال کی مدت کا دورانیہ کتنا ہوگا ۔ یہ عالم ناسوت کے دن نہیں ہیں ۔ یہ اس وقت کے سال ہیں جب چاند سورج طلوع و غروب آفتاب طلوع آفتاب بھی پیدا نہیں ہوئے تھے ۔

پھر اللہ تعالیٰ اپنے حجاب عظمت میں حضور کو رکھا ۔ حجاب ظلمت ۔ رحمت ۔ سعادت کرامت ۔ منزلت ۔ ہدایت ۔ نبوت ۔ رفعت ۔ ہیبت ۔ شفاعت ۔ جب بارہ مرتبہ طویل مدت رب کائنات یکے بعد دیگرے اپنے حجابات میں نورِ مصطفیٰ کو اپنے فیض میں رکھتے رہے ۔ کیوں رکھتے تھے تاکہ ہر حجاب میں وہ اپنا فیض دے سکیں ۔ (۲۴۰۰۰ ۔ ۲) حجاب قدرت میں رکھا تاکہ نورِ مصطفیٰ کو قدرت الٰہیہ کا فیض مل گیا ۔ حجاب عظمت میں رکھا ۔ عظمت خدا ۔ رحمت خدا ۔ سعادت ۔ کرامت ۔ ہدایت رفعت ۔ ہیبت ۔ پھر شفاعت کا فیض ملا ۔ جب اللہ پاک نے اپنے سارے فیض محبوب کو عطا کر دیئے ۔ تو پھر حضور کو اور اسم کو لوح پر ظاہر کیا ۔ اور جب قلم بنا ۔ اور تو تھا ہی کچھ نہیں ۔ تو جب قلم نے لکھا لوح پر تو سب سے پہلے ذکر اس کا کیا ہوگا ۔ لیکن کان وما یکون ۔ پھر قلم نے لوح پر جو کچھ ہو چکا تھا وہ بھی لکھ دیا ۔ جو کچھ ہونے والا تھا وہ بھی لکھ دیا ۔ اور جو ہونے والا تھا ۔ یہ بات تو سمجھ میں آتی ہے ۔ مگر لیکن ما کان جو پہلے ہو چکا تھا وہ بھی لکھ دیا ۔ خدا کو تو لکھا نہیں سکتا ۔ قلم خدا کو تو احاطہ تحریر میں لا نہیں سکتا ۔ وہ ما کان وما یکون سے ماوراء ہے ۔ لکھا تو موجودات مخلوقات کو ہی تھا ۔ قلم نے جو پہلا نقش لکھا وہ ذکرِ مصطفیٰ تھا ۔ تو لوگو ۔ ہم اس ذکر کے لئے جمع ہیں ۔ جو سب سے پہلے قلم نے لکھا تھا ۔ اس کے بعد اعلیٰ اظہرہٗ علی العرش ۔ حضور کو عرش پر ظاہر کیا ۔ اور جب ارواح بنے ۔ تو پھر روح پر ظاہر کر کے صلب آدم میں رکھا ۔

اب جو بات تو مطلب ہے وہ یہ ہے ۔ (۱۲ ۔ ۰۲ ۔ ۲)

کہ مدینہ سے مٹی لی - خمیرِ بشری کیلئے - سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آقا نے اس کی تشریح فرمائی -
ما بین بیتی ---- میرے گھر اور میرے منبر کے درمیان جتنی جگہ ہے وہ جنت کے باغات میں سے
تو کیا جنت نور ہے یا مادی ہے ---- تو جہاں آقا کی قبر انور بنی یہاں سے مٹی لی گئی - مگر آقا نے
فرمایا یہ جنت ہے - تو جنت خود نور ہے ---- رب کائنات نے جس مقام کو جنت بنانا تھا -
چاہیے اسے اس زمین کے خطے میں رکھا - تا کہ مصطفیٰ کے پیکر بشری کیلئے بھی جو مٹی لی جائے وہ
مٹی بھی نور ہے ---- اب نور و بشر کے جھگڑے کرنے والو - جو حضور کی بشریت کا انکار کردے
وہ کافر ہو جاتا ہے - کیونکہ وہ قرآن کی نص کا منکر ہے - حضور کی بشریت مقدسہ کا انکار جائز نہیں ہے -
بشریت حق ہے - سوچو ---- کہ مصطفیٰ کی بشریت سے کیا - یہاں جھگڑا ختم ہو گیا -
آقا نے فرمایا کہ میری بشریت کا خمیر جس جگہ سے لیا گیا وہ جنت کا باغ ہے تو جنت
نور ہے - تو جس خمیر ---- سے مصطفیٰ کی بشریت بنی وہ بھی نور ہے - اب بشریت مصطفیٰ
کی اصل جب نور ہے - تو پھر نورِ مصطفیٰ کی اصل کیا ہوگی ----

اب سوال یہ ہوا کہ ولادت تو مکہ میں ہوئی تھی - تو مدفن مدینہ کیوں بنا - اور مٹی وہاں
سے لیے جانے کا ذکر ہے - ولادت یہاں لیے جانے کا ذکر ہے - اس کی وجہ بہت سی کتب میں اور قابل
توجہ ہے یہ بات جس کو امام زرقانی نے بیان کیا - امام قسطلانی نے بیان کیا - امام رازی نے امام قرطبی نے
صاحب تاریخ مکہ نے امام طبری نے آپ سینکڑوں کتب تفاسیر کی دیکھ لیجئے - اس آیت
کہ ہر کے تحت - طوعا او کرھا قالتا ---- سورۃ فصلت آیت 11 اور اول بیت وضع
للناس ببکۃ مبارکا - ان دو آیتوں کی تفسیر ---- آپ کو ایک نکتہ ملے گا - کہ مکہ حضور کی ولادت
کے لئے منتخب کیوں کیا ---- سبب یہ تھا - کہ تمام کتب میں آتا ہے - کہ کان عرشہ علی الماء کہ
جب زمین ظاہر نہ تھی - سارا پانی تھا ---- اور اللہ کا عرش پانی پر تھا - اور زمین کا کوئی ذرہ معرضِ
وجود اور ظہور میں نہ آیا تھا ---- سب سے پہلے جب اللہ پاک ج نے زمین کو پیدا کرنا چاہا - تو اس
سے عرش کا نور تھا - جو پانی پر پڑ رہا تھا - سب سے پہلے مقام جو اللہ کے عرش کے پرتو سے
ظاہر ہوا - اور پانی پھٹا ---- اور جھاگ کی طرح زمین کی ایک جگہ ابھری وہ شہر مکہ تھا - مکہ کل کائنات
ارضی کی ابتدا ہے - کائنات ارضی کا اول مقام مکہ ہے - اس لیے قرآن اس کو ام القریٰ

M T W T F S S

Memo No ________

Date / /

کہتا ہے۔ سارا شہر سارا وطن سارے قریے گاؤں سب بلد میں ظاہر ہوئے۔ اس کائنات کا پہلا
وجود جو ظاہر ہوا وہ مکہ تھا۔ اور پہلا پہاڑ جو ظاہر ہوا۔ جبل ابوقبیس تھا — اور نور کی طرح
وہاں شعاعیں نکل رہی تھی — یہ حرم کعبہ کا اردگرد کہ جبل ابوقبیس یہ محلہ بنو ہاشم حرم کعبہ
کا گردونواح جہاں سیدہ آمنہ کا گھر ہے۔ یہ سارا خطہ وہ ہے۔ کہ سب سے ظاہر ہوا
اور زمین بنی — (۵۶-۷-۲) جھاگ کی طرح اس کے نیچے نیچے ساری زمین پھیلائی گئی۔
حدیث پاک میں آتا ہے اور امام زرقانی نے روایت کیا۔ امام قسطلانی نے المواہب میں۔ کہ جب
اللہ پاک نے فرمایا جب زمین آسمان نہ تھے۔ کہ میری اطاعت کرو تو زمین کے جس ٹکڑے سے آواز
آئی کہ اللہ میں تیری اطاعت کرتی ہوں — یہ وہ ٹکڑا تھا جہاں مصطفےٰ کی ولادت ہوئی ہے۔ وہ خطہ
ارضی جہاں کعبۃ اللہ بنا ہے۔ جہاں جبل ابوقبیس نکلا ہے۔ زمین کے جس خطے نے ندا دی
اللہ کو اطاعت کی ~~[illegible]~~ اور ظاہر ہوا زمین کا وہ خطہ کائنات ارضی میں اولیت کی شان پا گیا۔
یہ وہ خطۂ ارضی تھا۔ اس لئے رب کائنات نے زمین کا وہ خطہ کائنات میں وہ اول خطہ تھا —
جس نے اطاعت کا اعلان کیا تھا۔ رب نے چاہا کہ اس خطے کی مٹی کو اولیت کائنات میں وجود
مصطفےٰ میں خمیر مصطفےٰ بنایا جائے — تاکہ بشریت میں بھی حضور کو اولیت نصیب ہو جائے۔
چونکہ جس خمیر سے اس مصطفےٰ کا وجود بنا۔ وہ اول الارض ہے۔ ام القریٰ ہے اس
لئے مصطفےٰ کا لقب بھی امی نبی رکھا گیا — امی کہتے ہیں جو اول کائنات ہو۔ جو سب سے پہلے
ہو۔ جو نور بنا تب بھی اول تھا۔ ظہور ہوا تب بھی اول تھا۔ بشری خمیر بنا کے لئے خمیر اٹھا
وہ بھی اول تھا۔ جس کا شہر بھی اول تھا۔ اس لئے مکہ کو ام القریٰ کہا۔ اترنے والے قرآن کو ام الکتاب
کہا — اور خود مصطفےٰ کو نبی امی کہا — کہ وہ نبی ہر لحاظ سے اول ہی اول ہے۔
حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی روایت کرتے ہیں۔ کہ جس جگہ اس زمین نے
آواز دی۔ اس کو پھر کعبہ بنا دیا۔ پھر پانی میں اللہ نے ہوا چلا دی۔ ساری کائنات کے پانی
ہلچل پیدا ہو گئی — حدیث میں آتا ہے۔ شیخ سہروردی نے بیان کیا۔ روح البیان نے بیان کیا۔
امام تاریخ مکہ نے بیان کیا۔ کہ جب پانی میں ہلچل پیدا ہو گئی۔ جب کائنات ارضی پر کچھ نہ تھا۔
پہلا طوفان آیا — تو جس مٹی نے آواز دی تھی۔ کہ یا اللہ میں اطاعت کرتی ہوں۔ ایک مکان تھا۔

اور ایک مکین ۔ مکان کو کعبے کے لئے رکھ لیا ولادت کے لئے رکھ لیا ۔ جس مٹی نے آواز دی تھی ۔
جب پیدا طوفان آیا ۔ اس طوفان میں مٹی بہہ کر مدینہ پہنچ گئی ۔ امام قسطلانی امام زرقانی ۔
امام سمہودی کو پڑھیئے ۔ روح البیان دیکھیئے ۔ وہ مٹی جس نے سب سے قول اعلان
کیا تھا ۔ وہ پانی میں بہہ کر اس مقام پر جا پہنچی جہاں گنبد خضراء ہے ۔ تو مٹی وہاں کا حصہ بن
گئی ۔ ولادت میں بھی اولیت مصطفےٰ کو دے دی ۔ اور وہی مٹی جس نے سب سے پہلی اطاعت
کی تھی ۔ اس کو مدینہ بھیجا تا کہ کسی اور مٹی میں مدفون نہ ہو ۔ مدفون بھی اسی مٹی میں ہو جو اول تھی ۔
تاجدار کائنات کی اولیت مثبت ہے ۔ نور بنا تو حضور ام الانوار ہو گئے ۔ سب نوروں
کا اول ہو گئے ۔ روح بنی تو ام الارواح ہو گئے ۔ سب روحوں کا اول ہو گئے ۔ نبی بنے تو آقا
ابوالانبیاء ہو گئے ۔ اور جب پیدا ہو گئے تو نبی الامی ہو گئے ۔ آقا ہر شان میں اول
ہی اول رہے ۔ تو یہ آقا علیہ السلام کا مدفن بنا ایک سوال ذہن میں آتا ہے یہ اتنی تکلیف
کیوں کی ۔ اگر اسی مٹی میں مدفن بنانا تھا ۔ تو وہاں سے بہا کے مدینہ کیوں لے جایا گیا ۔ یہیں
رکھتے رہتے ۔ ولادت بھی یہیں ہوتی ۔ مزار بھی یہیں بن جاتا ۔ یہ غیرت الہی کو گوارہ
نہ تھا ۔ اس لئے کہ یہاں اس نے کعبہ بنانا تھا ۔ کعبہ کیلئے لوگوں نے ہر طرف سے چل کر آنا تھا ۔
اس کی غیرت محبت نے کہا ۔ میرے گھر ہر طرف سے لوگ حج کرنے آئیں گے ۔ مصطفےٰ اگر
مزار بھی یہاں ہو ۔ تو ضمناً آنکھ میں میری زیارت کے لئے چلے جائیں گے ۔ تو میری زیارت ضمنی
ہو جائے گی ۔ اصل حج اصل ہو جائے گا ۔ میں چاہتا ہوں کہ حج یہاں رہے زیارت وہاں رہے ۔
تا کہ جو یہاں آئے میرے لئے آئے جو مدینہ جائے تو تیرے لئے جائے ۔

الگ اس لئے رکھا تاکہ حج بیت خدا رہے ۔ اور زیارت مصطفےٰ جدا رہے ۔ کوئی
گڈمڈ نہ کر دے کہ نیت کر کے جائیں تو الگ نیت کر ۔

جس طرح اس نے ہر لحاظ سے اولیت دی ۔ جب ولادت کا فیصلہ کیا ۔ تو دن بھی منتخب
کیا پیر کا اور تاریخ منتخب کی 12 ربیع الاول ۔ اور آقا علیہ السلام کی ذات میں چار دن اہم ہیں
خاص ۔ ایک حضور کی ولادت کا ۔ ایک غار حرا میں حضور کی بعثت کا ۔ جب قرآن اترا ۔ تیسرا
ہجرت مدینے کا ۔ اور چوتھا حضور کے وصال کا ۔ قربان جاؤں مولا ۔ میری حکمتوں پر ۔ لوگ سمجھتے

سے ظاہر ہیں ۔ رب کائنات نے جب مصطفیٰ کے میلاد کا فیصلہ کیا ۔ تو دن 12 ربیع الاول کا رکھا ۔ اور پیر کا رکھا ۔ اور جب مصطفیٰ پر وحی اتاری غار حرا میں ہمکلام ہوا تو بھی دن پیر کا رکھا۔ جب مصطفیٰ نے ہجرت کی اور مدینہ داخل ہوئے تو 12 ربیع الاول پیر کا دن تھا ۔ اور 63 برس کے بعد جب وصال کا وقت آیا ۔ اور پیر کا دن اور 12 ربیع الاول ۔۔۔ کیا یہ سب کچھ اتفاقیہ امر تھا ۔ کہ اتفاقاً 12 ربیع الاول کو پیدا ہوئے ۔۔۔ اتفاقاً ۔۔۔ سب کچھ ۔ ایک ہی مہینہ ایک ہی دن ایک ہی تاریخ ۔ جب مدینہ پہنچے امام بخاری صحیح بخاری میں لکھتے ہیں ۔ پیر کا دن 12 ربیع الاول کا دن تھا ۔ دن طلوع ہو چکا تھا ۔ اور امام مسلم روایت کرتے ہیں (2-12-12) دن چڑھا نہیں تھا ابھی رات ختم ہو رہی تھی ۔

امام بخاری نے کہا امام عسقلانی نے کہا ۔ امام سہیلی نے کہا ۔ حافظ ابن کثیر نے کہا ۔ حافظ ابن قیم نے کہا ۔ امام عینی نے کہا ۔ ہر ایک نے اتفاق کیا کہ جب مدینہ میں آئے تو 12 ربیع الاول کا دن اور پیر کا روز تھا ۔ اب سوال ہوا امام بخاری نے کہا ۔ 12 ربیع الاول کا دن تھا ۔ امام مسلم نے کہا ۔ رات گزر گئی تھی دن چڑھ رہا تھا ۔ میں نے دونوں روایتوں کو جمع کر دیا ۔ یہ نہ رات رہی تھی نہ دن آیا تھا گیارہ بارہ کی درمیانی رات جس وقت ہم بیٹھے ہیں ۔ یہ رات جا رہی تھی 12 ربیع الاول کا دن آ رہا تھا ۔ یہ وقت اس لئے جمع کیا ۔ کہ جب مصطفیٰ کا نور آمنہ کی گود میں آیا تھا رات جا رہی تھی 12 کا دن آ رہا تھا ۔ مہینہ بھی وہی تھا تاریخ بھی وہی تھی ۔ دن بھی وہی تھا وقت بھی وہی تھا ۔۔۔

پھر جب وصال ہوا تب بھی وہی وقت دن مہینہ تھا ۔ سوال پیدا ہوتا ہے یہ اتفاق کیوں تھا ۔ رب کائنات کو معلوم تھا ۔ کہ میرے محبوب کی امت میں دو طرح کے ذوق کے لوگ ہوں گے ۔ ہر کوئی اپنے طریقے پر محبوب سے محبت کرتا ہو گا ۔ علمی اختلاف ہو گا ولادت اور مدینہ میں ایک وقت میں اس لئے جمع کیا ۔ کہ جب حضور مدینہ آئے ۔ مدینے کی عورتیں چھتوں پر چڑھ گئیں بچے گلیوں میں آ گئے ۔ جوان باہر نکل آئے ۔ الفاظ ہیں صحیح بخاری باب مقدم النبی ۔ مسلم شریف باب ہجرۃ المدینہ ۔ چھتوں پر چڑھ گئے گلیاں کھچا کھچ بھر گئیں عورتوں نے دفیں اٹھا دیں ۔ جب مصطفیٰ کی آمد ہوئی جلوس نکلے ۔ پتا دو دن یا محمد یا رسول اللہ ۔ گلی گلی میں یا محمد یا رسول اللہ کے نعرے لگ رہے

M T W T F S S — Memo No ______ Date / /

تھے۔ بچیاں گا رہی تھیں ہے طلع البدر علینا ہر طرف نغموں کی آواز آ رہی تھی۔ گونج تھی۔
دفیں بج رہی تھیں۔ آمد مصطفےٰ پہ ترانے گا رہے۔ صحابہ جلوس لے کے نکلے۔ ابو داؤد دیکھ لیجیے۔
فتح الباری۔ آمد مصطفےٰ پر ناچنے لگ گئے۔ ہر سال آ کے مسجد نبوی میں رقص کرتے تھے۔
بخاری مسلم ترمذی ابو داؤد۔ ابن حبان بزار۔ طبرانی بیہقی ہر ایک میں آتا ہے ہر سال
آمد مصطفےٰ کی یاد میں مسجد نبوی میں رقص کرتے تھے۔ اور اپنی حبشی زبان میں ترانے پڑھتے تھے۔ حضور
نے پوچھا یہ کیا کہتے ہیں۔ صحابہ نے عرض کیا۔ کہ محمد عبد صالح = اس طرح حضور کا ترانہ
گاتے۔ حدیث بیہقی شریف میں ہے۔ بنو نجار کے قریب حضرت ابو ایوب انصاری کے گھر کے
ادھر بچیاں نکل آئیں۔ اور گانے لگیں حضور کی آمد کے نغمے۔ خوش نصیب ہیں ہم کہ مصطفےٰ ہمارے
پڑوسی ہو گئے۔ حدیث میں ہے کہ حضور کھڑے ہو گئے۔ فرمایا کیوں گا رہی ہو کیوں بجا رہی ہو۔ انہوں
نے کہا خدا کی قسم ہم آپ سے محبت کرتی ہیں۔ اللہ کی عزت کی قسم تاجدار کائنات کی حدیث
میں ہے جواب دیا۔ اللہ گواہ ہے تم مجھ سے محبت کر کے گا رہی ہو۔ میرا دل تم سے محبت کرتا
ہے۔ اللہ کو معلوم تھا دو ذوق ہوں گے۔ کچھ لوگ حضور کا 12 ربیع الاول کو میلاد سمجھ کے منائیں
گے۔ جشن کریں گے اس لئے 12 ربیع الاول ان کے لئے یوم میلاد رہے۔ اور وہ میلاد کا
جشن مناتے رہیں۔ اور معلوم تھا کچھ لوگ ایسے ہوں گے۔ اپنی طبیعت اور علمی ذوق کی وجہ سے
جشن بطور میلاد نہیں منائیں گے۔ اگر بطور میلاد نہ منائیں۔ تو آمد مدینہ کا جشن تو صحابہ
نے منایا تھا۔ وہ صحابہ کی سنت سمجھ کر ہی منا لیں گے۔ 12 ربیع الاول کو ولادت ہو۔ اور بارہ
ربیع الاول کو مدینہ پاک کے انصار صحابہ و صحابیات جشن منائیں رقص کریں ترانے گائیں۔
یہ سنت صحابہ مدینہ ہو۔ تو فرمایا کہ لوگو + میرے محبوب کا دن ہے 12 ربیع الاول جشن منایا کرو۔
جی چاہے تو میلاد سمجھ کے مناؤ۔ جی چاہے تو سنت آمد مدینہ سمجھ کے مناؤ۔ مگر جشن مناؤ؟
12 ربیع الاول کو اللہ نے سب تاریخیں جمع کر دیں۔ وصال کا دن بھی 12 کو رکھا۔ وہ اس لئے
کہ وصال کے دن کا غم نہیں حضور نے فرمایا حیاتی خیر لکم ومماتی خیر لکم۔ موت اوروں کے لئے
ہو گی میں وصال کے بعد بھی زندہ ہوں گا۔ اور قیامت تک زندہ ہوں گا۔ امت کے درود و سلام مجھ پر
پیش ہوتے ہیں۔ شفاعت کرتا ہوں اور آقا علیہ السلام نے فرمایا ان اللہ حرم علی الارض ———

اللہ نے زمین پر حرام کر دیا ہے کہ نبیوں کے جسموں کو کھائے۔ وصال حضور کے لیے تھا۔ کہ خدا سے ملاقات ہو گئی ۔ اور ولادت اور میلاد امت کے لیے تھا کہ فائدہ ہو۔ حاضرین محترم۔ یہ تاجدار کائنات کی ولادت تھی جو ذکر کی بات تھی۔ آؤ۔ یہ وہ وقت ہے مبارک جب نور ازلی۔ محبوب رب العالمین پیکر بشری میں مولود عظیم بن کر حضرت آمنہ کی گود میں آ گئے۔ رحمت للعالمین بن کے آئے ساری کائنات کو اندھیروں سے نکال کر روشنی تک پہنچانے کے لیے آ گئے۔ آؤ اس دن میلاد مصطفٰے کی خوشیاں بھی مناؤ۔ جشن بھی کرو۔ مگر حضور کی محبت کا تقاضا ہے کہ دائمی غلامی میں آ جاؤ کہ حضور کی اطاعت کو زندگی کا شیوہ بنا لو۔ حضور کی اتباع کو نماز کو سیرت کو تقویٰ کو پرہیزگاری کو اللہ کی بندگی کو عصمت کو حضور کی سنت سمجھ کر زندگی کا اوڑھنا بچھونا بنا لو۔ حضور علیہ السلام کو اس سے خوشی نہ ہو گی جو محبت کا دعویٰ کرے۔ اور عمل مصطفٰے کے عمل سے جدا رکھے۔ آؤ ظاہر میں بھی حضور کے غلام بن جاؤ۔ باطن میں بھی حضور کے غلام بن جاؤ۔ ظاہر میں بھی حضور کی محبت کے دم بھرو۔ اور باطن میں بھی حضور کی محبت کے دم بھرو۔ باری تعالیٰ ہمارے حال پر کرم فرمائے۔

۹ — ۲ — ۲۰۱۹
۴ — ۶ — ۱۴۴۰
۱۲ — ۵۹ — ۵۲ — AM

مرج البحرین یلتقیٰن

جامعہ المنتظر ماڈل ٹاؤن لاہور

مرج البحرین یلتقیٰن — الرحمان ۲۷ — یخرج منھما اللؤلؤ والمرجان ۔ عزیز محبانِ اہلبیت اور عزادارانِ حسینؑ۔ اللہ کا شکر ہے کہ آج ذکر حسینؑ کی عظیم نسبت سے آپ سے جامعہ المنتظر میں ملاقات ہوئی۔ ذکر کی نسبت باپ سے ہے۔ اور جگر کی نسبت آنے والے بیٹے سے ہے۔ میں نے جو آپ سے کہا کہ محبانِ اہلبیت خوش نصیب ہیں وہ لوگ جنہیں اہلبیت اور امام عالی مقام امام حسینؑ کا محب ہونے کا شرف حاصل ہے۔ اور خوش نصیب ہیں وہ لوگ جنہیں حسینؑ کی غلامی کا شرف حاصل ہے۔ میں یہ کہتا رہا ہوں۔ کہ میں نے جرأت اپنی زندگی میں نہیں کی۔ کہ خود کو حسینؑ کا غلام کہوں یا حسینؑ کا محب کہوں۔ میں تو اس کوشش میں ہوں کہ اگر مقبولیت ہو جائے تو ایک سگِ حسینؑ بن سکوں۔ اہلبیت کا سگ بن سکوں۔ نسبتِ سگانہ نصیب ہو جائے۔ اگر اتنی نسبت مل جائے۔ تو اس سے بڑھ کر کچھ نہیں چاہتا۔

آج میں نے سورۃ الرحمٰن کی دو آیتیں تلاوت کیں۔ میری طبیعت میں جھگڑا نہیں ہے۔ میری طبیعت میں مناظرہ اور مجادلہ نہیں ہے۔ ایک سودا ہے قرآن کی معرفت کا دیتا ہوں۔ اگر پسند آجائے تو لے لو — اور اگر کسی کو پسند نہ آئے۔ تو جھگڑا نہیں میرا سودا مجھے واپس کر دیں۔ ہم کسی اور طالب اور گاہک کو دے دیں گے۔ مگر سودا یہی ہے ہمارے پاس — قبل اس کے کہ میں تفسیر کی طرف آؤں۔ میں عرض کروں کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ روایت کرتے ہیں۔ حضور علیہ السلام کے ایک جلیل القدر صحابی ہیں۔ فرماتے ہیں۔ قرآن سات حروف یعنی قسموں کی قرأتوں اور معانی پہ اترا ہے۔ اور قرآن مجید کے ہر لفظ کے ہر حرف کا ایک ظاہر ہے اور ایک باطن ہے۔ اور اس کے بعد فرماتے ہیں کہ علی ابن طالب عندہٗ من الظاہر والباطن۔ قرآن کے ہر حرف کا ایک ظاہر معنیٰ ہے ایک باطن معنیٰ ہے۔ اور فرماتے ہیں کہ علی المرتضیٰ یہ وہ ذات ہے کہ سارا قرآن کا مکمل ظاہر اور کل باطن اُن کی گود میں ہے — تو آج وہی جو علوم معارف قرآن کا

خزانۂ العظیم ہے جس کو مدینۃ العلم کا دروازہ ہونے کا شرف حاصل ہے ۔ اور جو حکمت مصطفیٰ کے خزانے کا دروازہ ہے ۔ اور دروازے کی تعریف یہ ہے ۔ کہ جو صحن میں جانا چاہے۔ اور خزانے کو پانا چاہے ۔ اس پر لازم ہے کہ دروازے سے گزرے ۔ اور جو دروازے سے گزرنا پسند نہ کرے ۔ کوئی اور راستہ تلاش کرے یا ڈاکو ہے یا چور ہے ۔

اس لئے کوئی پسند کرے یا نہ کرے علم مصطفیٰ کے خزانے تک پہنچنے کے لئے ۔ ایسا دروازہ علی المرتضیٰ ہے ۔ اور کوئی راستہ نہیں ہے ۔ ہم بھی اسی مدینۃ العلم کے باب سے خیرات لے کے اس آیت کریمہ کی تفسیر کچھ کرتے ہیں ۔

ارشاد فرمایا باری تعالیٰ نے مرج البحرین ــــــ دو سمندر اکٹھے ہوئے اور مل کر بہنے لگے ۔ یلتقیٰن اور ایسے ملے جیسے ملنے کا حق ہوتا ہے ۔ اور پھر دوئی نہ رہی ۔ بینھما ــ برزخ لا یبغیٰن ــــ ان دونوں کے درمیان ایک پردہ ہے ۔ جس کی وجہ سے ایک دوسرے پر تغلب حاصل نہیں کرتا ۔ تو دونوں کا اکٹھا چلنا عدل کے ساتھ ہے ۔ اعتدال کے ساتھ ہے ۔ اور فرمایا تم اللہ کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے ۔ پھر فرمایا یخرج منھما اللؤلؤ والمرجان ۔ اور جب یہ دو سمندر آپس میں مل گئے ۔ تو ان میں سے دو چیزیں نکلیں ــــ ایک لؤلؤ موتی ــــ اور ایک مرجان ۔ ان دونوں کے ملنے سے موتی اور مرجان نکلے ــــ اور تم اللہ کی کون کون ــــــــ موتی اور مرجان کے بارے میں تھوڑا سا کر دوں ۔ موتی سیپ کے اندر تیار ہوتا ہے ۔ اور سمندر کی لہریں لگتی رہتی ہیں ۔ تو سیپ کے اندر کی سطح ۔ اگر آپ نے نہیں دیکھی تو نیلے والوں کی دکان ــــ خالص سیپیاں اور موتی لے کے دیکھ لیں میں نے تو دیکھا ہوا ہے ۔ اندر کی سطح اور موتی ۔ پہچان یہ ہے خالص لؤلؤ کی موتی کی ــــ اگر اس میں سبز جھلک آئے تو یہ خالص موتی ہے ۔ اگر سبز جھلک نہ آئے تو یہ موتی بنا دی گئی ہے ۔ تو لؤلؤ نکلا وہ موتی جس میں سے سبز جھلک آتی ہے اور مرجان نکلا ۔ اور مرجان کا رنگ سرخ ہوتا ہے ۔ فرمایا ایک سبز موتی نکلا ایک سرخ مرجان نکلا ــــ اب آج گفتگو یہ ہے کہ وہ سمندر کون ہیں ۔ وہ پردہ کیا ہے ۔ اور موتی اور مرجان کیا ہیں ۔ اگر آپ عام تفاسیر کو پڑھیں تو دو دریا دو سمندر تو عام مفسرین کہتے

ہیں۔ کہ ایک کھارے سمندر کا پانی ہے۔ اور ایک میٹھے پانی کا سمندر ہے۔ کھارا اور میٹھے پانی سے مراد استغفار ہے۔ کھارا طاقت کی طرف اشارہ ہے۔ میٹھا نرمی و لطافت کی طرف اشارہ ہے۔ پانی کا کھارا پن اس کی قوت تموّج اور اس کی جرأت و شجاعت کا اشارہ کرتا ہے۔ اور میٹھا پانی اس کی ملاحت اس کی لطافت اور اس کی نرمی کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ ایک سمندر شجاعت و ولایت ہے۔ دوسرا سمندر عصمت و طہارت ہے۔ سمندر بحر شجاعت و ولایت کا نام علی ہے۔ اور بحر عصمت و طہارت کا نام فاطمہ ہے۔ فرمایا مرج البحرین۔ دو سمندر مل گئے۔ قربان جاؤں ان ذوات مقدسہ پر کہ جو نوری نالے اور دریا نہ تھے سمندر تھے۔ اور بحر بے کنار تھے۔ بینھما برزخ لا یبغین کے اللہ نے ان کو ملایا اور ایک پردہ اور آڑ رکھی جس پر ایک دوسرے پر تفوّق نہیں کرتا۔ عدل و اعتدال کے ساتھ ملاپ اور پیار کے ساتھ چلتے ہیں۔ وہ برزخ رشتۂ نکاح ہے۔ برزخ پردہ ہے۔ مرج البحرین۔ مرج فعل ہے۔ بحرین فاعل ہیں۔ فعل اور فاعل سے ذکر ہیں۔ اس کی نسبت مخلوق کی طرف ہے۔ جب پردہ نکاح کی بات ہے نہ اس میں کوئی فعل ہے نہ فاعل ہے۔ بینھما برزخ۔ اشارہ اس امر کی طرف ہے۔ کہ لوگو عالم خلق میں ان کا نکاح نہیں ہوا۔ ان کا نکاح وہاں اوپر ہوا ہے۔

ان کو ملایا زمین پر نہیں گیا۔ ان کو رب کائنات نے آسمانوں پر ملایا ہے۔ عرش معلیٰ پر ملایا ہے۔ ملاء اعلیٰ پر ملایا ہے۔ اور پھر ان کا میلاپ زمین پر اتارا گیا ہے۔ اب تھوڑا تھوڑا ذکر کرتے جائیں اور لؤلؤ اور مرجان تک پہنچیں۔ بحرین میں بحر شجاعت و ولایت ہے۔ یہ ہے ذات علی۔ آج کیا تاریخ ہے ۲۱ مارچ سن ہجری ابھی شروع نہیں ہوا تھا۔ بعد میں آغاز کیا گیا اس کا ہجرت ہو چکی تھی مگر آغاز بعد میں ہوا ہے — مجھے بتایا گیا ۲۱ مارچ سن عیسوی میں بھی آج کا دن تھا۔ جب تاجدار کائنات صحابہ کرام اور اہل بیت عظام کا ایک عظیم ہجوم لے کر حجۃ الوداع سے واپس پلٹتے ہوئے مقام غدیر خم پر رکے۔

۲۱ مارچ کو مجھے مولا علی نے بھیجا ہے — جس کی ولایت کا ڈنکا بجانا ہے کہ

ڈیوٹی لگائی گئی ہے۔ غدیر خم کے مقام پر رُکے۔ اور آقا علیہ السلام نے اس مقام پر خطبہ
ارشاد فرمایا۔ لوگوں سے کہا۔ انی تارک فیکم الثقلین۔ پہلے آپ نے یوں بھی فرمایا
کہ لوگو۔ جوں جوں انبیاء آتے رہے۔ ہر نبی آنے والے کی عمر پہلے سے کم ہوتی چلی گئی۔ یہ فرمایا
ارشاد فرمایا لوگو۔ مجھے محسوس ہو رہا ہے کہ میرا بھی وقتِ رخصت آ گیا ہے۔ پہلے یہ ارشاد
دیا۔ اس کے بعد اللہ کی حمد و ثناء بیان کی اور ارشاد فرمایا میں تمہارے اندر دو چیزیں دو
میراثیں دو سرمائے۔ دو عظیم نعمتیں۔ دو نسبتیں۔ چھوڑ کے جا رہا ہوں۔ اگر تم ان کا تھام
لو گے۔ تو لن تضلوا ابداً کبھی گمراہ نہیں ہو گے۔ ایک نسبت اللہ ہے اور دوسری نسبت
رسول۔ فرمایا دونوں نے تمہیں ایک ایک نسبت تمہیں دی ہے۔ ایک دولت اللہ نے دی ہے۔
ایک دولت فرمایا میں رسول دے رہا ہوں۔ نہ اللہ کی دی ہوئی نعمت کو چھوڑنا۔ اور نہ رسول
کی عطا کردہ نعمت کو چھوڑنا۔ آپ نے فرمایا کہ دو نعمتیں دے رہا ہوں۔ ایک کتاب اللہ
اللہ کی کتاب جو اللہ نے بھیجی اور اہل بیتی عترتی۔ اور جو میں دے رہا ہوں نسبت وہ میری
اہلبیت اور میری عترت ہے۔ ان دو کو تھام لینا۔ ان دونوں کو تھام کے رکھو گے تو کبھی
گمراہ نہیں ہو گے۔ یہ ارشاد فرما کر تاجدارِ کائنات نے سیدنا علی المرتضیٰ کا ہاتھ پکڑ لیا۔ ایک
مجمع ہے صحابہ کرام کا۔ درختوں کا سایہ ہے۔ اوپر وہ چادر تان کے کھڑے ہیں۔ سخت
دھوپ ہے۔ نمازِ ظہر ادا کرنے کے بعد خطبہ ارشاد فرمایا۔ جب مولائے علی کا ہاتھ پکڑ لیا۔ اور ہاتھ کو
اٹھا کر تاجدارِ کائنات نے پوچھا۔ مجمع صحابہ کرام اور اہلبیتِ پاک حاضرین سے پوچھا۔
تین بار سوال کیا۔ کیا تم جانتے ہو کہ میں مومنوں کی جانوں سے بھی زیادہ قریب ہوں۔
زیادہ حق دار ہوں۔ ان پر حاکم ہوں۔ مالک ہوں۔ تین شہادتیں لیں۔ صحابہ کرام
نے عرض کیا یارسول اللہ بلیٰ بلیٰ۔ حق ہے حق ہے حق ہے۔ یہ تین بار پوچھا یہ ولایتِ محمدی
کا اعلان تھا۔ ولایتِ محمدی کا تخت سجایا ہے۔ مومنوں کی جانوں پر۔ یہ بیان کرنے
کے بعد حضرت علی شیرِ خدا کا ہاتھ اٹھا کر فرمایا۔ من کنت مولاہ فعلی مولاہ۔ میری ولایت
پر ایمان لانے والو۔ میری ولایت پر شہادت دینے والو۔ میری ولایت کی عظمت
سمجھنے والو۔ جو میری ولایت کو اپنی جان پر مانتا ہے۔ (۲۶-۲۹)

وہ مستی کے جس کا میں مولا ہوں اس کا علی مولا ہے۔ علی ولیکم من بعدی۔ میرے
بعد علی تمہارا ولی ہوگا۔ اور یہ ارشاد فرما کر تاجدار کائنات نے ہاتھ اٹھا دیئے۔ عرض کیا
اے اللہ یہ میرا علی ہے۔ اور یہ میرا ولی ہے۔ اے اللہ تو بھی اس کا ولی بن جو علی کو ولی مانے۔
اس حدیث میں مسلم میں ترمذی میں۔ اہلسنت والجماعت کی سینکڑوں کتب صحاح
ستہ اور دیگر کتب سے تحقیق کر کے اس کی تخریج کی ہے۔ صرف یہ ایک حدیث کنت علی
فعلی مولاہ —— اس کے تمام طرق سے بیان۔ السیف الجلی۔ چمکتی ہوئی تلوار۔ علی منکر ولایت علی۔
جو علی کی ولایت کا منکر ہے۔ اس کی گردن پر چمکتی ہوئی تلوار ہے۔ تو
اس حدیث کے مضمون نے یہ تین ولایتوں کا اعلان کیا۔ اے اللہ تو اس کا ولی بن۔ جو اس کو
ولی مانے۔ تو ایک ولایت علی اللہ ولی ہے۔ دوسرا فرمایا من کنت مولاہ جس کا میں
ولی ہوں یہ دوسری ولایت محمدی ہے۔ پہلی ولایت ولایت الہیہ۔ دوسری ولایت محمدی۔
اور تیسری فعلی علی مولاہ۔ تیسری ولایت علی ہے —— اور تینوں کو جوڑا
اس اسلوب سے کہ جو ولایت علی کا منکر ہے۔ وہ ولایت محمدی کا منکر ہے۔ جو ولایت
محمدی کا منکر ہے۔ وہ ولایت خدا کا منکر ہے۔ جو ولایت مرتضٰی کا منکر ہے وہ ولایت
مصطفٰے کا منکر ہے۔ اور جو ولایت مصطفٰے کا منکر ہے۔ وہ ولایت خدا کا منکر ہے۔
اب پتہ چلا کہ ولایت مصطفٰے بھی علی سے۔ اور ولایت خدا بھی علی سے۔ تو
جس نے مصطفٰے کی بارگاہ تک جانا ہے وہ علی سے جائے۔ جس نے خدا تک پہنچنا ہے وہ
علی سے جائے۔ علی کے بغیر نہ مصطفٰے ملتا ہے۔ نہ خدا ملتا ہے۔
کوئی کہہ سکتا ہے کہ آپ نے ذوق کی بات کر دی۔ اس کی دلیل کیا ہے۔ میں نہ مولوی ہوں
نہ ذاکر ہوں —— کہ بغیر دلیل کے بات کرتا جاؤں۔ آقا علیہ السلام نے ہاتھ اٹھا کر
عرض کیا۔ اللھم وال من والاہ۔ پیغمبر کی دعا رد ہوتی ہے یا قبول۔؟
حضور نے دعا کی ہے اے اللہ تو اس کا ولی بن جس کا علی ولی ہو۔ عاد من عاداہ
جو علی کا دشمن ہو۔ اے اللہ تو اس کا دشمن بن۔ اور جو علی سے محبت کرے۔ تو
اس سے محبت کر۔ جو علی سے بغض رکھے۔ تو اس سے بغض رکھ۔ جو علی

کی مدد کرے۔ تو اُس کی مدد کر۔ جو علی کا ہو تو اُس کا ہو۔ یہ دعا نبی کی قبول ہوا ہے۔
تو اللہ کی قسم۔ اللہ اُس کا ولی ہے۔ جس کا علی ولی ہے۔ اور جس نے علی کو ولی نہیں مانا۔
وہ ساری زندگی حج کرتا رہے۔ عمرے کرتا رہے۔ داڑھی رکھ لے۔ قبے جبے پہن لے۔ تبلیغیں کرے۔
مسجدیں بنائے مدرسے بنائے۔ وعظ کرے توحید پر شائع۔ کلمہ ہو گا۔ تم نے سنا نہیں
تیرے مصطفےٰ کا اعلان غدیر خُم کا اعلان۔ رسالت سے نسبت اُس کو ہے جس
کی نسبت ولایت علی سے ہے۔ اور توحید سے بھی نسبت اُس کو ہے۔
جس کی نسبت ولایت علی سے ہے۔ جو علی کا نہیں وہ کسی کا نہیں
۔ علی سے بغض بھی ہے اور حج کی خواہش بھی۔
عبادتوں کا بھی کوئی اصول ہوتا ہے۔
علی کی جائے ولادت سے انحراف تو کر
میں دیکھوں حج تیرا کیسے قبول ہوتا ہے۔
سو جو علی کا نہیں وہ کسی کا نہیں اور جس کا مرتضیٰ نہیں اس کا مصطفےٰ نہیں۔ اور جس
کا مرتضیٰ نہیں اُس کا تو خدا بھی نہیں۔ سنی طرف یہ ہے جس کا عقیدہ یہ ہے۔
سنیت اور شیعیت کربلا میں ہیں۔ اور خارجیت دمشق کے تخت پر ہے۔
تیرے آقا نے اعلان کیا۔ بحرِ ولایت کا وہ بحرِ ولایت ہو گئے۔
حدیث سنو ایمان افروز زندگی میں نہیں سنی ہو گی۔ جب پیارے آقا علیہ السلام
نے ولایت علی کا اعلان فرما دیا۔ تو سب سے پہلی مبارک باد مولا علی کو کس نے دی
رب الارباب کی قسم کتب حدیث مصطفےٰ نے ولایت علی کا اعلان کیا۔ سب
پہلی مبارک باد حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے دی۔ اور فرمایا انت مولائی
و مولا کل مومن = آج کے دن علی تو میرا بھی مولا علی ہے اور ہر ایمان والے کا۔
میں نے تو سمندر کی بات کرنا ہے موجوں کی بات نہیں کرنا۔ اگر موجوں میں چلا جاؤں (B)
تو زندگی گزر جائے گی۔ ایک ایک موج بحر علی کی ہے۔ عمر تو زندگی گزر جائے۔
حضرت ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا گھر بیٹھی ہیں۔ والد گرامی سیدنا ابو

بکر صدیقؓ کے پاس بیٹھے ہیں۔ پوچھتی ہیں کہ ابا جان میں ہمیشہ دیکھتی ہوں۔ جب کبھی مجلس میں آپ اُٹھتے بیٹھتے ہوں۔ تو آپ ٹکٹکی باندھ کر حضرت علی کا چہرہ ہی دیکھتے رہتے ہیں۔ یہ بات گھر کے اندر ہو رہی ہے۔ اور خود باپ نے جان کو بتا دیا۔ سیدنا صدیق اکبر جواب دیتے ہیں بیٹی عائشہ اس رب کی عزت کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے۔ میں نے اپنے کانوں سے سنا۔ سمعت۔ النظر الی وجہ علی ابن طالب۔ فرمایا میں نے رسول پاک سے سنا ہے۔ اور آپ نے فرمایا کہ علی کے چہرے کو تکنا بھی عبادت ہے۔ اگر کسی کو دور سے دیکھنے کا موقع ملے اور مولا علی اس طرف جا رہے ہوں۔ چہرے پر نظر نہ پڑ سکے۔ تو اس کا کیا ہوگا۔ کیا اس کو یہ سعادت ملے گی یا نہیں۔

حضرت عائشہ کی دوسری روایت۔ جو علی کا چہرہ نہ دیکھ سکے۔ حضور نے فرمایا۔ النظر الی علی عبادۃ۔ اس علی کو دیکھنا بھی عبادت ہے۔ (۴۶ — ۳) جس نے علی کی پشت دیکھی عبادت ہے۔ جس نے چہرہ دیکھ لیا عبادت ہو گئی۔ تیسرا سوال ہوا۔ ام المومنین سیدہؓ یہ تو شرف اُن لوگوں کو تھا۔ جو اس زمانے میں تھے۔ اور ہم جو آج رات جامع المنتظر میں بیٹھے ہیں۔ نہ چہرہ دیکھ سکتے ہیں نہ پشت مبارک دیکھ سکتے ہیں۔ تو ہمیں بھی کوئی ملے گا کہ نہیں اس بارگاہ سے خیرات۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ کی تیسری روایت ہے۔ یہاں تمہیں بھی اجر ملے گا۔ فرماتی ہیں حضور نے فرمایا ذکر علی عبادۃ۔ خدا کی قسم جو علی کو دیکھ نہ سکے۔ صرف علی کا ذکر کرلے یہ بھی عبادت ہے۔

ولایت علی ایک سمندر تھا۔ مرج البحرین۔ دوسرے عصمت و طہارت فاطمہ کا سمندر ملا۔ اور وہ فاطمہ کی عصمت و طہارت کا سمندر کیا۔ احادیث کی کتابیں بھری پڑی ہیں بخاری شریف ہو یا مسلم ترمذی ہو یا نسائی۔ ابو داؤد ہو یا ابن ماجہ مسند امام احمد بن حنبل ہو یا مستدرک طبرانی ہو بیہقی۔ کوئی کتاب اس سے خالی نہیں۔ گیا۔ جب کبھی سیدہ کائنات حبیب آقا علیہ السلام کی بارگاہ میں آتیں۔ یہ حدیث بھی حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے۔ حضرت ام سلمیٰ بہت سے صحابہ سے روایت ہے۔ مگر سب سے پہلی گواہ حضرت سیدہ صدیقہؓ ہیں۔ فرماتی ہیں کہ ہم نے سارا عمر دیکھا۔ جب سیدہ اپنے بابا کی بارگاہ میں آتیں تو خدا کی قسم مصطفیٰ کھڑے ہو جاتے۔ اور حضرت سیدہ کے

کو پکڑ لیتے مصطفیٰ تو سیدہ کے ہاتھ کو بوسہ دیتے۔ اور اپنی مجلس میں فاطمہ کو بٹھا دیتے۔ اور فرماتے ہیں
سب لوگ کہ چلنے میں کسی کا انداز فاطمہ سے بڑھ کر مصطفیٰ جیسا نہ تھا۔ بقول زہرہ چلیں
تو ایسے لگتا جیسے مصطفیٰ چل رہے ہیں۔ حضور کا چلنا لگتا۔ اور بولیں تو حضور کا بولنا لگتا۔
وہ کھڑی ہوں تو حضور کا کھڑا ہونا لگتا۔ اور ان کے کلام میں ترنم ہوتا۔ ان کے چہرے کو دیکھتا۔
تو خدا کی قسم چہرہ مصطفیٰ لگتا۔ یہ عالم تھا۔ عصمت و طہارت کی وہ پیکر۔ حدیث پاک میں آتا ہے۔
یہ عصمت و طہارت کا سمندر بقول زہرہ سیدنا عمر بن خطاب فرماتے ہیں۔ فرماتے ہیں خدا کی قسم
میں نے اپنے کانوں سے سنا۔ اور جیسے زندگی میں آج ابھی تک کسی کو کرتے یہ روایت نہ ملا
فرماتے ہیں اللہ کی عزت کی قسم کہ جب ہم نے کبھی حضور علیہ السلام سے گفتگو کرنا ہوتی۔ اور آقا ؑ
سے خطاب کرنا ہوتا۔ تو ہم حضور سے پہلے یوں کہا کرتے۔ فداک امی و ابی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔
یا رسول اللہ آپ پر میرے ماں باپ قربان ہو جائیں۔ ہم لوگ یہ کہہ کر آگے حضور علیہ السلام سے گویا
ہوتے۔ بات کرتے تھے۔ فرماتے ہیں ایک دن اچانک میں اس مجلس کے قریب تھا۔ اور میں نے اپنے کانوں
سے سنا۔ کہ مصطفیٰ نے حضرت سیدہ سے فرمایا۔ دھیان سے سنو اور روحوں اور کانوں
سے سنو۔ کوئی بات فرمانا چاہتے تھے۔ ہم حضور کو دیکھے کہ میرے باپ ماں قربان ہوں۔ یہ کلام کرے۔
آقا نے سیدہ سے خطاب کیا۔ اور فرمان فداک ابی و امی فاطمہ۔ فرمایا۔ فاطمہ تجھ پر میرے ماں باپ
قربان ہوں۔ ... سوچے کوئی پوری کائنات میں جس طرح مصطفیٰ نے فاطمہ کے سوا کسی کو بلایا ہو۔
... یہ وہ در ہے عصمت و طہارت کا ہے۔ یہ در مل رہے ہیں۔ عصمت و طہارت کا
یہ پیکر فاطمۃ الزہرا۔ حدیث میں آتا ہے۔ کثرت سے آتا ہے۔ کہ قیامت کا دن ہوگا۔ اللہ کی
عدالت لگی ہوگی۔ عام کسی بادشاہ کی عدالت نہیں ہے۔ مالک الملک یا مالک یوم قیامت
ہے۔ اس کی عدالت ہوگی۔ سب دنیا موجود ہوگی۔ جب سیدہ کائنات سیدہ جنت سیدہ نساء
اہل جنت۔ سیدہ مومنین و مومنات اور سیدہ عالمین۔ جب ان کی آمد کا وقت ہوگا۔ تو آواز آئے گی۔
منادی آواز دے گا۔ عرش کے اوپر سے آواز آئے گی۔ لوگو اپنے سر جھکا لو۔ اپنی آنکھیں جھکا لو۔ فاطمہ بنت
محمد ﷺ آ رہی ہے۔ اور حدیث پاک میں آتا ہے۔ ستر ہزار حوروں کے جھرمٹ میں سیدہ آئیں گی۔ اور ان کے
پیچھے اس سیدہ کی بیٹی زینب ہے۔ اس سیدہ یوم قیامت کی بیٹی زینب ہے۔ مرج البحرین دو

سمندر مل گئے - اور درمیان میں اللہ نے نکاح کا پردہ حائل کر دیا - تاکہ ایک دوسرے کے حقوق ادا ہوں -
حدیث پاک میں ہے کہ آقا علیہ السلام نے فرمایا - صحابہ کرام بیان کرتے ہیں حضرت جابر بن عبداللہ
فرماتے ہیں مسجد نبوی میں بیٹھے تھے آقا علیہ السلام نے فرمایا - علی یہ جبرائیل آیا ہے یہ سامنے کھڑے
ہیں - انہوں نے مجھے خبر دی ہے - کہ اللہ فرما رہا ہے کہ میں نے عرشوں پر علی اور فاطمہ کا نکاح کر دیا ہے - اب تم
زمین پر بھی کر دو - تو اس سے پتہ چلتا ہے کہ علی اور فاطمہ کا راج صرف زمین پر ہی نہیں آسمان پر بھی
ہے - علی اور فاطمہ تمہارا وطن صرف فرش ہی نہیں ایک وطن فرش ہے ایک وطن عرش ہے - ایک
نکاح جو تھا آسمان پر کیا - تاکہ اہل سماء بھی شریک ہو جائیں - اب ایک نکاح فرش پر بھی
کر دو تاکہ اہل فرش بھی شریک ہو جائیں - یہ فضیلت ہے مولا کی کائنات اور سیدہ کائنات
کی - اور سیدنا جبرائیل امین نے بتایا حدیث ہے کہ - جب علی و فاطمہ کا ارضی نکاح ہوا تو خطبہ نکاح نے پڑھا -
جبرائیل امین کھڑے ہو کے عرض کیا یا رسول اللہ میں نے خطبہ نکاح پڑھا تھا - رشتہ اللہ نے کر دیا - باراتی کون
تھے - کل آسمانی کائنات کے چالیس ہزار فرشتے بارات میں شریک ہوئے - تم کیا جانو - نادانو -
کہ علی و فاطمہ کون ہیں - اللہ نے فرمایا اب نکاح زمین پر بھی پڑھ دو - برزخ نکاح رکھ دیا گیا دو سمندروں
میں - سمندر ولایت اور سمندر عصمت و طہارت میں - ایک موتی نے جنم لیا - ایک مرجان نے
جنم لیا - بار نکالی موتی کون ہے - فرمایا دیکھا نہیں سبز جھلک آ رہی ہے موتی سے - وہ حسن کی سبز
زہر کا رنگ بول رہا ہے - مرجان کا رنگ سرخ ہے حسین کا خون بول رہا ہے - مرجان حسین ہے -
جب ولایت و عصمت طہارت دو سمندر ملے تو حسن لؤلؤ موتی بن کے وجود میں آیا - حسین
مرجان بن کر وجود میں آیا - علی و فاطمہ کے ملنے سے حسن اور حسین کا آنا اس دنیا میں - یہ بیان
B-22-11 کر کے اب فرما رہا ہے فبای الاء ربکما تکذبان - میرے کس کس نعمتوں کا انکار کرو گے -
کیا نعمت علی کا انکار کرو گے - یا نعمت فاطمہ کا انکار کرو گے - یا نعمت حسن کا انکار کرو گے - یا نعمت
حسین ؑ کا انکار کرو گے - اور ان چاروں کے سر پر نعمت مصطفیٰ کا انکار کرو گے - یہ پنجتن
بن گئے - معصوم حسن مجتبیٰ کو لؤلؤ کہا - یہ تب کی بات ہے تھی ابھی نزول لوح محفوظ میں تھا -
قرآن دو بار اترا - ایک قرآن کی تنزیل ہے اور ایک قرآن کا انزال ہے - انزال ہے ایک رات
میں یکبارگی اترا - لوح محفوظ سے بیت العزت تک آسمان دنیا تک - اور تنزیل جبرائیل امین

M | T | W | T | F | S | S

Memo No ______

Date / /

کے ذریعے محمد عربی پر اترا ۔ مکہ اور مدینہ کی سرزمین تک قرآن اترا ۔ آیات نہ بدلیں ۔ قرآن میں نہ کوئی رد و بدل ہے ۔ نہ کوئی ترمیم ہے ۔ نہ کوئی اضافہ ہے ۔ نہ کوئی شعر ملایا گیا ۔ نہ کچھ نکالا گیا ۔ نہ کچھ ملایا گیا ۔ یہ علی و فاطمہ حسن حسین کی بات کے بعد تم کس کس نعمت کا انکار کرو گے ۔ جب یہ زمین پر اترا یہ آیات تب بھی تھیں ۔ جب لوح محفوظ پر تھا تب بھی تھیں ۔ یہ فیصلے کوئی یہاں کے ہیں ۔ یہ فیصلے وہاں کے ہیں ۔ رب کے کن کن فیصلوں کا انکار کرو گے ۔

اور حسن کو موتی کہہ کر زہر والی شہادت کا اشارہ دے دیا ۔ چونکہ لؤلؤ موتی ہے سبز جھلک ہے ۔ سبز رنگ کی زہر کا اشارہ دے دیا ۔ کہ حسن زہر سے شہید ہو گا ۔ اور اپنے نانا بابا علی کتاب سیرت کے باب کو مکمل کر دے گا ۔ اور حسین کو مرجان کہا ۔ سرخ ہوتا ہے ۔ حسین کے خونیں شہادت کا ارشاد فرما دیا ۔ کہ کربلا میں حسین اپنے نانا کی اس شہادت کے باب کو مکمل کرے گا ۔ جس کی ابتداء غزوہ احد کے دن ہوئی تھی ۔ حسن نانا کی اس شہادت کو مکمل کرے گا ۔ جس کی ابتداء یوم خیبر کو ہوئی تھی ۔ وہ جو یہودیہ نے زہر دیا تھا ۔ زہر چلا گیا مگر باب شہادت مکمل نہ کیا ۔ کہا مصطفیٰ نے ابتدا حسن اس کو مکمل کرے گا ۔ احد کے دن پتھر لگے دندان مبارک زخمی ہوئے شہید ہوئے خون بہا غشی ہوئی ۔ شہادت جہری کا باب احد کے دن لکھنا شروع کر دیا ۔ وہ باب مکمل نہ کیا فرمایا محبوب کربلا کا دن آل حسین مکمل کرے گا ۔ ارے حسین کی شہادت کو فقط حسین کی شہادت سمجھ کر اس کی اہمیت گھٹانے کی ناپاک کوشش نہ کرنا ۔ خدا کی قسم دیکھتے میں کربلا کے دن حسین کی شہادت ہے حقیقت میں شہادت مصطفیٰ کی ہے ۔ حسین کربلا کے دن نانا کی شہادت جہری کا باب مکمل کر رہا ہے ۔ حسن زہر کھا کر جگر کے ٹکڑے نکال کر حسن نانا کی شہادت سری کا باب مکمل کر رہا ہے ۔ آپ نے ایک درخت دیکھا ۔ درخت پر دو شاخیں نکلیں شاخوں نے پھل اٹھائے ۔ لوگ پھل کھانے کے لیے آئے ۔ کوتاہ نظروں نے تھوڑا دیکھنے والوں نے یہ سمجھا کہ یہ پھل شاخوں کے ہیں ۔ حقیقت بین بولا ۔ کہ نظر تو شاخ پر آ رہا ہے ۔ مگر پھل اس درخت کا ہے ۔ درخت شجر نبوت مصطفیٰ ہے ۔ ایک شاخ کا نام حسن مجتبیٰ ہے ۔ ایک شاخ کا نام حسین مرتضیٰ ہے ۔ حسن و حسین شجر مصطفیٰ کی دو شاخیں بنی ۔ حسن کی شاخ پر سبز شہادت سری کا پھل

لگا۔ حسین کا سانحہ یہ سرخ شہادت ہجری کا پھل لگا۔ یہ دو پھل آ گئے تو مصطفیٰ کی سیرت کی کتاب مکمل ہو گئی۔ اس دن سمجھ آئی۔ مصطفیٰ کے اس فرمان کی۔ حدیث پاک میں ہے صحابہ کرام کہتے ہیں۔ کہ ایک جگہ کھانے کی دعوت تھی۔ آقا علیہ السلام کسی غلام کے ہاں ہم سب کو لے کر تشریف لے جا رہے تھے۔ حدیث تو سب نے سنی ہے۔ مگر پس منظر نہیں سنا۔ صحابہ کا جلوس چلتے گلی سے گزر رہا۔ حسین چھوٹے چھوٹے معصوم بچوں کے ساتھ کھیل رہا ہے۔ میرے مصطفیٰ ایسے بے خبر ہو گئے کہ میں حسین جھپٹ میں جا رہا ہوں۔ زمین پر بیٹھ گئے۔ دونوں ہاتھ پھیلا دیئے۔ حسین آ جا۔ دوڑ کے۔ حسین کبھی ادھر دوڑتا ہے کبھی ادھر دوڑتا ہے۔ شہزادہ لاڈ میں آ گیا۔ یہی تو لاڈ کے دن تھے۔ بعد میں اسی لاڈ کا بدلہ دینا تھا۔ مصطفیٰ ہاتھ پھیلائے بیٹھے ہیں۔ حسین کبھی ادھر دوڑتے ہیں حسین کبھی ادھر دوڑتے ہیں۔ صحابہ کھڑے منظر تک رہے ہیں۔ محبت کا اور محبوب کا۔ مصطفیٰ محب ہے اور حسین محبوب ہے۔ لوگو۔ حسین میرے مصطفیٰ کا محبوب ہے۔

میرے مصطفیٰ نے محبوب کو دکھ نہ دینا۔ دیر تک بیٹھے پکارتے رہے پھر حسین آ گئے۔ میں ترمذی شریف بتا رہا ہوں۔ مسند احمد بن حنبل۔ نسائی۔ تمام کتب حدیث میں ہے۔ ایک بازو حسین کے ٹانگوں پر رکھا۔ اور ایک بازو حسین کی گردن کے نیچے رکھا۔ حسین کو اس طرح اٹھا کے کھڑے ہو گئے۔ اور منہ کے قریب لا کر چومنے لگے۔ پھر سینے سے چمٹا لیا۔ پھر اپنی زبان حسین کے منہ میں ڈال دی۔ صحابہ کرام کھڑے منظر دیکھ رہے ہیں۔ پھر صحابہ کرام کو فرمانے لگے۔ فرمایا لوگو۔ حسین منی وانا من الحسین۔ حسین مجھ سے ہے اور میں حسین سے ہوں۔ یہ پس منظر ہے حدیث کا۔ یہ بات تو ساری زندگی سمجھ میں آتی رہی۔ حسین مصطفیٰ سے ہیں۔ کہ جیسے پھل بیج سے ہوتا ہے۔ شاخ درخت میں سے ہوتی ہے۔ بیٹا باپ میں سے ہوتا ہے۔ حسین منی تو سمجھ میں آتا تھا۔ مگر کربلا کا دن آنے تک یہ سمجھ نہیں آیا تھا۔ کہ مصطفیٰ حسین سے کس طرح ہے۔ ساٹھ ہجری میں کربلا کا معرکہ برپا ہوا۔ حدیث کے دو جز تھے۔ حسین مجھ سے اور میں حسین سے ہوں۔ توجہ سے میری بات کو سننا۔ دل و دماغ کی تختی پر نقش کر لینا۔ یہ میں وجدان کے ساتھ اور ایقان کے ساتھ کر رہا ہوں۔ خدا کی عزت کی قسم ساٹھ ہجری کے پہلے تک حسین مصطفیٰ سے تھا۔ اور کربلا کے بعد مصطفیٰ حسین سے ہو گئے۔

کربلا میں ساٹھ سال پہلے تک حسین مصطفیٰ سے تھا۔ 56 برس کی عمر حسین کی۔ جب کربلا میں پہنچے
56 سال تک حسین مصطفیٰ سے تھا۔ اور کربلا سے لے کر آج تک قیامت تک مصطفیٰ حسین
سے ہیں۔ اشارہ یہ تھا۔ مجھ سے مراد اسلام تھا۔ فرمایا حسین میرا وجود مجھ سے ہے۔ اور
میرے دین کی بقا تجھ سے ہے۔ ـــ حقا کہ بنائے لا الہ است حسین ؑ

اور گفتگو ختم کرنے سے پہلے قرآن مجید کی ایک آیت ذرا دھیان سے سننا۔ اور عمر بھر تعویز
بنا کے رکھ لینا۔ حسن مجتبیٰ بیان کرتے ہیں۔ اور حدیث صحاح ستہ کی کتاب جامع ترمذی
ایک آیت کی تفسیر ابواب تفسیر القرآن۔ اور امام فخر الدین رازی کی تفسیر کبیر
امام جلال الدین سیوطی کی تفسیر الدر المنثور۔ اور امام ابن جریر کی تفسیر طبری۔ سب اٹھا کے
دیکھ لو۔ امام حسن مجتبیٰ نے خبر دی۔ راوی صحابہ اور تابعین کہتے ہیں۔ کہ آقا علیہ السلام نے فرمایا
کہ میں نے ایک خواب دیکھا۔ کہ میرے ممبر پر بنو امیہ بیٹھے ہیں۔ آقا علیہ السلام فرماتے ہیں جب
میری آنکھ کھلی تو میں پریشان تھا۔ میری طبیعت پر بوجھ تھا۔ کہ میرا ممبر اور یہ بیٹھیں
گے۔ فرماتے ہیں اس بوجھ کو دور کرنے کے لیے۔ اللہ نے یہ سورۃ القدر نازل کی۔ اور فرمایا
انا انزلناہ فی لیلۃ القدر۔ کہ مصطفیٰ یاد رکھیے ایک رات قدر والی بھی ہے۔ ایک اس کا معنیٰ
معروف بھی ہے جو مترجمین مفسرین نے بیان کیا۔ سر آنکھوں پر۔ اس کا کوئی انکار
نہیں ہے۔ وہ حق ہے۔ میں نے آپ کو علی شیر خدا کی بات بتائی ظاہر معنیٰ بھی ہے اور باطن معنیٰ
بھی ہیں۔ فرمایا سورۃ القدر نازل ہوئی۔ اور اس میں اللہ پاک نے فرمایا لیلۃ القدر خیر من الف شھر
کہ قدر کی رات ایک رات ہے فرمایا مصطفیٰ وہ ہزار مہینوں سے افضل ہے۔ ان تمام
کتب تفاسیر اور احادیث میں صحابہ راوی تابعین کہتے ہیں کہ خدا کی قسم جس کے قبضہ
قدرت میں میری جان ہے۔ زمانہ بیت جانے کے بعد ہم نے بنو امیہ کا نوے سال کا
پورے دور حکومت دیکھا گیا تو وہ ہزار مہینے بنتے تھے۔
دنیا کائنات سے اشارہ دیا مصطفیٰ گھبرانا نہیں اگر اس ممبر کے تقدس کو پامال کرنے
والے ان شاء اللہ اگر وہ حکومت کریں گے۔ اور ہزار مہینے راج کمان رہ کر آپ کی روح پاک
کو تکلیف دیں گے۔ تو محبوب ان کی ہزار ماہ کی حکومت سے ایک رات بہتر ہے۔

حدیث تو یہاں ختم ہو گئی۔ حضور نے فرمایا بنو امیہ کی حکومت کے ہزار ماہ پر فخر تو بتا دیا۔ مگر اس ایک رات کا نہ بتایا۔ کہ وہ ایک رات بنو امیہ کے ہزار مہینوں سے افضل کیسے۔ اگر تو عام ہزار مہینے ہوتے۔ اب یہاں سے میری وجدانی تفسیر ہے

اور وہ ایک رات کربلا والوں کی شب عاشور اس سے افضل تھی۔ کیوں افضل تھی کہ بدبختو۔ اس سیدہ کائنات فاطمہ کی بیٹی سجدہ ریز ہے۔ سجدے میں ان کی آہ و بکا تھی۔ آسمان تڑپ رہا تھا۔ قدسیان فلک تڑپ رہے تھے۔ عرش و فرش تڑپ رہے تھے۔ سننے والے سنتے تھے کہ حضرت زینب کی آہ و بکا کی آواز سنتی تو ننھی سی سکینہ کی آواز آتی۔ مصطفیٰ کی شہزادیاں مناجات میں تھیں۔ التجا میں تھی صلوات میں تھی۔ اشارہ ہے حسین مصطفیٰ اس شب عاشور کو دیکھ رہے تھے کہ حسین بڑی آزمائش کا وقت ہے۔ میرے کندھوں کی سواری کی لاج رکھ لینا۔ علی شیر خدا کی آواز آ رہی تھی۔ بیٹا حسین میرے خون کی لاج رکھ لینا۔ کل بھاری کا وقت آنے والا ہے۔ سیدہ کائنات فاطمۃ الزہراء کی آواز آتی تھی۔ بیٹا حسین تجھے گود میں لے کر میں چکی چلاتی تھی۔ میرے دودھ کی لاج رکھ لینا۔ اور رب کائنات کی بارگاہ سے آواز آتی تھی حسین تجھے فرشتوں کے سامنے اپنی بندگی کا فخر بنا کے پیش کر رہا ہوں۔ میری بندگی کی لاج رکھ لینا۔ وہ رات وہ شب عاشور فرمایا۔ ایک رات تم تخت پر تھے۔ بربادی کے تخت پر تھے ہلاکت کے تخت پر تھے۔ لالچ کے تخت پر تھے۔ اور یہ حسین اور اصحاب حسین رحمت کے تخت پر تھا۔ فرمایا وہ ہزار مہینوں کی سلطنت ایک طرف اور شب عاشور کی آخری رات کی سلطنت ایک طرف۔ کیونکہ اس رات کے بعد انہیں ساری کائنات کے تخت کا مالک بنایا جا رہا تھا۔ شہید حق الف شہید حسین کا بیان ہو گئے۔ سب شہیدوں کے بعد جب جوان بیٹے کے سینے میں نیزہ چبھ گیا۔ اور آواز دی ابا جان امام حسین علی اکبر کے پاس پہنچے ہیں۔ پوچھتے ہیں بیٹا کیسے محسوس ہوتا ہے۔ عرض کی ابا جان ان بدبختوں سے اور لڑنا چاہتا ہوں نیزہ تکلیف دے رہا ہے سینے سے کھینچ دے۔ حسین نے نیزہ کھینچا خون کا فوارہ نکلا۔ امام ابن عساکر بیان کرتے محدث اور مورخ کہ جب حسین علی اکبر کو

جب پہنے گئے تھے 56 سال عمر تھی۔ سر اور داڑھی میں ایک بال بھی سفید نہ تھا۔ جب علی اکبر کا لاشہ اٹھا کے خیموں میں آئے ایک بال بھی سیاہ نہ تھا۔

جس نے حق کربلا میں ادا کر دیا۔
گھر کا گھر سب سپرد خدا کر دیا
اپنے نانا کا وعدہ وفا کر دیا۔
اس حسین ابن حیدر پہ لاکھوں سلام

جس کی زباں پر نانا کا فرمان تھا۔
جس کے ہاتھوں میں رب کا قرآن تھا۔
جو سر کٹا جان اسلام پر قربان کیا۔
اس حسین ابن حیدر پہ لاکھوں سلام

جس نے حق کربلا میں ادا کر دیا۔
گھر کا گھر سب سپرد خدا کر دیا
اپنے نانا کا وعدہ وفا کر دیا
اس حسین ابن حیدر پہ لاکھوں سلام

جس نے بچوں کو پیار سے رلا دیا گیا۔
جس کو پیچھے چھوڑا سہارا گیا

۱۲—۰۲—۲۰۱۹
منگل
۷—۶—۱۴۴۰
۱۲—۵۸—۲۰—PM

جامع مسجد منہاج القرآن ماڈل ٹاؤن لاہور

۲۸۶ سورۃ کہف انک لن تستطیع معی صبرا ۔ امام جلال الدین سیوطیؒ تہذیب
الحقیقۃ العلیۃ، تو امام جلال الدین سیوطی علم حدیث کی دنیا کے وہ امام ہیں حافظ ہیں حدیث
کے بہت بڑے محدث، بہت بڑے مفسر بہت بڑے فقیہ۔ بہت بڑے محقق۔ بہت بڑے
مؤرخ۔ یہ اپنے زمانے کے نانویں دسویں صدی کا جز زمانہ ہے۔ اس صدی کے مجدد ہیں۔
اور اکابر اولیاء و صوفیاء میں سے بھی ہوئے ہیں۔ جیسے ہمارے ہاں چار طریقے تصوف میں
معروف ہیں طریقہ قادریہ، چشتیہ، نقشبندیہ، سہروردیہ۔ اب وقت گزرنا کے ساتھ
سہروردی طریقہ بہت کم رہ گیا ہے۔ ناپید ہو گیا ہے۔ پوری عرب دنیا میں طریقہ چشتیہ
معروف نہیں ہے۔ جتنے بلاد عرب ہیں وہاں طریقہ قادریہ ہے۔ بڑی کثرت کے ساتھ اب طریقہ
نقشبندیہ بڑی کثرت کے ساتھ ہے۔ طریقہ چشتیہ کو اللہ تعالیٰ بلاد ہند میں مخلوق کو صراط
مستقیم پر چلانے کا ذریعہ بنایا۔ عرب دنیا میں طریقہ شاذلیہ ہے۔ اور طریقہ رفاعیہ بھی
ہے۔ یہ بزرگ بھی حضور سیدنا غوث الاعظم کے زمانہ کے آواخر میں یا تھوڑے بعد کے زمانہ میں ہوئے
تھے۔ امام ابوالحسن شاذلی۔ شیخ احمد سید رفاعی ہیں اب عرب دنیا میں طریقہ شاذلیہ
بڑی معروفیت رکھتا ہے۔ امام جلال الدین سیوطی آپ کے لئے حیرانگی کی بات ہو گی۔

امام صاحب چونکہ اہل تصوف میں سے تھے۔ اور طریقۃً یہ شاذلی تھے۔ آپ
نے تصوف کے باب میں کتاب لکھی۔ اس کتاب کا درجہ اور مقام بہت بلند ہو جاتا ہے۔
کیونکہ یہ کتاب حضرت امام جلال الدین السیوطی نے لکھی ہے۔ تصوف کو علم دین حقیقت
بھی کہا جاتا ہے۔ اس علم کی جو اصل حقیقت ہے وہ قرآن مجید تو ہے ہی۔ مگر اس کی بہت
سی تفصیل احادیث پر مبنی ہے۔ آثار صحابہ اور تابعین تبع تابعین پر کھلی ہے۔

امام جلال الدین سیوطی چالیس حدیث روایت کرتے ہیں۔ صوفیاء عرفاء اولیاء مقبولان
بارگاہ ایزدی۔ اور محبوبان حضرت الوہیت ہوتے ہیں۔ حضور علیہ السلام کی کچہری کی حضوری
میں بیٹھنے والے۔ اور براہ راست بارگاہ مصطفوی سے اکتساب فیض کرنے والے ہوتے ہیں۔

اور یہ وہ لوگ ہوتے ہیں جن کے حجابات اٹھا دیے جاتے ہیں۔ اور یہ علم ظاہر اور علم باطن کے جامع ہوتے
ہیں۔ تصوف یہ علم صوفیا یہ علم ~~حدیث~~ حقیقت یہ اولیاء یہ اہل اللہ یہ ~~[illegible]~~ زاہدین
عابدین یہ اللہ والوں پر بہت کتابیں اول وقت میں لکھی گئی۔ اتنی کثرت کے ساتھ لکھی گئیں کہ شاید
علم حدیث کے علاوہ اسلام کی تاریخ میں سب سے زیادہ کتب تصوف اور اولیائے کرام کے موضوع پر
لکھی گئی ہوں۔ علم حدیث کے بعد یہاں حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی رحمہ اللہ یہ وہ بزرگ
ہیں۔ وہ بیان کرتے ہیں اپنی کتاب عوارف المعارف میں یہ طریقت تصوف اور سلوک کے
باب میں سبقاً پڑھائی جانے والی کتابوں میں سے ہے۔ جسے محدثین علماء کرام محدثین اور علماء اور اہل علم
سبقاً سبقاً پڑھاتے رہے ہیں۔ اس کے خطبے میں ایک حدیث لائے ہیں۔ یہ بیان کرتے ہیں کہ اس کتاب کے
لکھنے کا اصل سبب کیا ہے۔ تصوف کی تعلیم کو عام کرنے کے لیے۔ وہ فرماتے ہیں کہ یہ اولیاء اللہ وہ
مخلوق ہیں۔ جو جسمانی اعتبار سے ارضی مخلوق ہیں ~~مگر ان کے لیے~~ ان کی شکلیں فرشی اور خاکی ہوتی ہیں۔
مگر ان کی روحیں ان کا باطن اور ان کی روح عرشی ہوتے ہیں۔ اور ان کے نفوس وہ حضور الٰہی اللہ کی بارگاہ
کی خدمت میں اور سیر میں رہتے ہیں۔ اللہ پاک کے قرب کی منازل ان کی سیر میں رہتے ہیں۔
اور نفوس اللہ کی خدمت کی منزل میں رہتے ہیں۔ اور روحیں اس کی محبت و قربت میں ہمیشہ پرواز
کرتی ہیں۔ اور لوگوں کو بندگی کا شغف اور رغبت دیتے ہیں۔ اور عبادت کی محبت ان ہی کے طفیل
سے نصیب ہوا ہے۔ ان کے ذریعے قرآن کا اور تفسیر کا علم پروان چڑھا۔ کسی کے ذریعے حدیث
کا علم پھیلا۔ کسی کے ذریعے فقہ کا شریعت کا علم پھیلا۔ کسی کے ذریعے حضور کی سیرت طیبہ کا علم پھیلا
کسی کے ذریعے اخلاق کا علم پھیلا۔ کسی کے ذریعے جدید علوم اور افکار دین کے پھیلے۔ طبقات ہوئے تو
زہاد یہ صوفیا۔ عرفاء اولیاء وہ لوگ ہوئے۔ کہ ان کے ذریعے حضور کی امت میں اللہ کی بندگی پھیلی۔
ذوق عبادت پھیلا۔ ان کے طریق زندگی نے بندوں کو طریقہ بندگی عطا کی۔ ان کے احوال حیات نے لوگوں
کی جبینوں کو سجدوں میں گرنا سکھایا۔ ان کے آنسوؤں نے ان کی آہ و بکا نے لوگوں کو آنسو گرانا سکھایا۔
ان کے دلوں کی تپش نے لوگوں کے دلوں کو تڑپنا سکھایا۔ ان کی شب بیداریوں نے لوگوں کو راتوں
کے وقت پہلوؤں کو بستر سے جدا کرنا سکھایا۔ ان کی زندگی کے شب و روز نے لوگوں کو زہد عطا کیا۔
ورع عطا کیا تقویٰ عطا کیا۔ اللہ کی محبت دی اللہ کی خشیت دی۔ الغرض وہ سارے فضائل عبادات و

معاملات اخلاقیات کے۔ اور تعلق باللہ کی وہ ساری قدریں۔ جن پر اللہ اور اللہ کے رسول نے
زور دیا تھا۔ یہ جو علم اور عمل ہے۔ یہ جو وراثتِ دین ہے۔ ان صوفیا اور اولیاء کے ذریعے پھیلا
تو آج بھی صوفی اور شیخ اور ولی اور اہل اللہ وہ ہے جس کی ساری زندگی کے احوال اس طریق
پر ہو۔ گدی نشینی کا نام تصوف نہیں ہے۔ کہ یہ میں مر گیا میرا بیٹا گدی نشین ہو گیا۔
یہ وراثت ہے۔ وہ مرے گا اس کا بیٹا گدی نشین ہو گیا۔ یہ وراثت ہے۔ فلاں بزرگ
وفات پا گئے ان کا بڑا بیٹا پکڑ کے گدی پہ بٹھا دیا۔ یہ وراثت ہے۔ یہ ایسے ہی ہے جب
بنو امیہ کا حکمران فوت ہوا تو اس کا بیٹا گدی نشین ہو گیا۔ وہ فوت ہوا تو بیٹا وارث ہو گیا۔
اسی طرح ظاہری سلطنتیں وراثتوں میں چلتی رہیں خواہ وہ اہل تھے یا نہ تھے۔

ہماری دنیا میں اولیاء اللہ کے بعد ان کا ورثہ ان کی گدی نہ تھی۔ ان کا ورثہ اُن کا تقوی
تھا۔ ولایت تھی۔ ان کی گریہ وزاری تھی۔ ان کی معرفت تھی۔ ان کا اتباع سنت تھا۔ سباق
علی السنۃ تھا۔ اللہ کے حضور راتوں کو قیام کرنا ان کی وراثت تھی۔ سجدوں میں رونا۔ آہ و زاری
کرنا ان کی وراثت تھی۔ ہر وقت اپنے قلب و باطن کو بارگاہ مصطفیٰ سے معلق رکھنا۔ یہ
وراثت تھی۔ ہر وقت ان کی روحوں کا خدا کے حضور گڑگڑانا مناجات و دعا کرتے رہنا یہ وراثت
تھی۔ خوف و خشیت میں رات بھر سسکی بھرنا یہ وراثت تھی۔

نفوس کو کدورت سے پاک رکھنا یہ وراثت تھی۔ حرص سے اپنے کو پاک
رکھنا یہ وراثت تھی۔ تکبر سے پاک رہنا یہ وراثت تھی۔ عاجزی و انکساری وراثت تھی۔ اسی طرح
حضور علیہ السلام نے فرمایا تھا کہ ہم انبیاء ہوتے ہیں مال و دولت ہماری وراثت نہیں ہوتی علم ہمارا
وراثت ہوتا ہے۔ ہماری وراثت علم و معرفت ہوتا ہے۔ جب ہم نے دین کو کاروبار بنا لیا
ہے۔ پھر وہ سارے تصورات اپنی اصل سے ہٹ گئے۔ ہر کسی نے ہر شئے سے مال بنانا
شروع کر دیا۔ اصل تصوف وہ کتاب و سنت کا سباق ہے۔ تقوی توکل اخلاص عبادت پہ
زہد پہ ورع پہ عاجزی پہ انکساری پہ۔ اخلاق حسنہ پہ سباق ہے۔ اللہ کی رضا پہ۔ ایثار پہ قربانی
پہ اس پہ سباق ہے۔ اصل تصوف یہ ہے۔ یہ جماعت تھی صوفیا کی۔

یہ بیان کرکے شیخ شہاب الدین سہروردی بیان کرتے ہیں پہلے جو تھے کہ ان کی نشست

وشیوخ کے جھنڈے اللہ نے روئے زمین پر گاڑ دیئے ہیں۔ لوگوں کے دلوں میں ان کی محبت ڈال دی گئی ہے۔ یہ ان کا مقام ہے۔ فرمایا اللہ کی روحیں ہر وقت عرش کے چاروں طرف طواف کرتی رہتی ہیں۔ تمہاری مجلسوں میں گھروں میں بازاروں میں بات چیت کرتے تمہارے ساتھ نظر آتے ہیں۔ مگر روحیں ان کی عرش الٰہی کا طواف کرتی ہیں۔ ان کے دل نیکیوں کے حسنات کے برکات کے خزانوں سے معمور ہوتے ہیں۔ ان کو خوشی دنیا کی خریداری کو پورا کرنے میں نہیں ہوتی۔ بلکہ ان کو خوشی خدا کی حاضری میں ہوتی ہے۔ انہیں لذت لذیذ شیریں لذیذ کھانوں سے نہیں ہوتی۔ ان کی شیرینی تلاوت کلام مجید سے ہوتی ہے۔ اور محبوب کے کلام کے سماع میں ہوتی ہے۔ ان کے چہروں سے اللہ کی معرفت کے آثار نظر آتے ہیں۔ ان کے چہروں پر اللہ کے نور کی جھلک نظر آتی ہے۔ جب آپ ان کو دیکھتے ہیں یہ وجہ ہے کہ ان کو دیکھنے سے اللہ یاد آتا ہے۔

اللہ کی معرفت ان کی شرمساری کا اضافہ کرتی ہے۔ اور ان کے اسرار باطنی کے اندر اضافہ کرتی ہے۔ ہر زمانے میں ایسے لوگ رہے دعوت الی اللہ دیتے ہیں۔ دین کی تشہیر دین کی اصلاح امت کی اصلاح ہر دور میں انہیں اہل حق سے ہوگی جن کا اپنا عمل اور حال اس طریق پر ہوگا۔

یہ جو لوگ ان کے حالات سے ناواقف ہیں۔ وہ جب غلط راستوں پر چلنے والوں اور غلط مدعیوں کو دیکھتے ہیں۔ نبوت کے بھی جھوٹے مدعی ہو گئے تھے۔ فرمایا اسی طرح تصوف اور صوفیا کے راستوں پر بھی جھوٹے مدعی ہوتے ہیں۔ لباس اس طرح کا پہن لینے۔ جبہ پہن لینا۔ عمامے پہن لینے۔ اس وضع قطع کو اپنا لینا۔ تسبیح ہاتھ میں رکھ لینا۔ آنکھوں کو موٹا موٹا سرخ جلال والا کر لینا۔ یہ ساری چیزیں اصل تصوف نہیں۔ یہ رسوم ہیں۔ اگر رسوم نیک نیتی سے ہوں تو مقبول ہیں۔ بدنیتی سے ہوں تو مردود ہیں۔ نیت سے ہوں کہ میں اس صف میں شامل ہو جاؤں۔ باطناً اور ظاہراً بھی اس کی صف میں شامل ہو جاؤں۔ تو مقبول ہیں اور اگر بدنیتی سے ہوں لوگ مجھے اس طرح صوفی کامل سمجھنے لگیں تو مردود ہیں۔ اس نیت سے ہوں کہ باری تعالیٰ

257

M T W T F S S

Memo No

Date / /

مجھے بھی اُن میں شمار کرے۔ اگر مولا کسی کے ہوں تو مقبول ہیں۔ اور اگر مخلوق کے لئے ہوں تو لوگ وضع قطع دیکھ کر کہتے ہیں کہ یہ ولی اور صوفی ہیں۔ تو پھر مردود ہیں۔

حضرت شیخ سہروردی فرماتے ہیں۔ پھر جب لوگ ان لوگوں کو دیکھتے ہیں جو جھوٹے مدعی ہیں تو اُن کے اپنے دلوں میں اہل بدگمانی پیدا ہو جاتی ہے۔ جو اللہ کی بارگاہ میں جو مقبول ہیں ان کی شان میں طعن و تشنیع کرے۔ (۱۰۱۔۲۴۲) اور نتیجۃً ان پر بدبختی مسلط ہو جائے گی۔ چونکہ اس راہ کے بغیر اصلاح باطن نہیں ہو سکتی۔ اصلاح دین نہیں ہو سکتی۔ اس راہ کے بغیر احیاء و تجدید دین نہیں ہو سکتی۔ اس راہ کے بغیر اصلاح احوال نہیں ہو سکتی۔ اس راہ کے بغیر پھر سے مٹتے ہوئے دین کی قدروں کو زندہ نہیں کیا جا سکتا۔ کوئی تحریک تصوف روحانیت سے خالی ہو گی وہ کبھی بھی دین کا احیاء اور دین کی تجدید نہیں کر سکتی۔ فتنوں کا شکار ہو جائے گی۔ اس لئے ضروری ہے کہ اس چیز کو بار بار سمجھایا جائے۔ اور آپ کو اس راہ پر لایا جائے۔ اس پر شیخ سہروردی فرماتے ہیں۔ کہ میں نے کثرت کے ساتھ اس پر لکھا ہے۔ تاکہ لوگ ان کو جان کر اس طرف راغب ہوں۔ اور اہل اللہ کی جماعت میں شامل ہوتے جائیں۔ اور یہاں پر انہوں نے حدیث نبوی لکھی ہے۔ کہ جماعت کے افراد میں کثرت ہو۔ اللہ والوں کی جماعت بڑھے۔ ان کی تعداد زیادہ ہو۔ فرماتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا۔ کہ جس شخص نے کسی جماعت کی تعداد کو بڑھایا۔ وہ انہی میں شامل کر دیا جائے گا۔ (مَنْ كَثَّرَ سَوَادَ قَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ۔) اپنے عمل سے اپنے علم اپنی کوشش سے کسی جماعت کی تعداد کو بڑھایا۔ وہ خود بھی انہی میں شامل کر دیا جائے گا۔ اس حدیث کو امام ابو یعلیٰ نے اپنی مسند میں۔ المسند الکبیر میں روایت کیا۔ عبداللہ بن مسعود سے۔ عبداللہ بن مبارک نے بھی روایت کیا۔ یہ حدیث اپنے خطبہ میں وہ لائے ہیں۔ کہ محنت کرنے کی ایک برکت یہ ہے۔ کہ جو محنت کرے اور کسی جماعت کو بڑھانے پر محنت کرے گا۔ وہ اُن کے اندر شامل کر دیا جائے گا۔ جو نا سمجھ فاجروں بے دینوں کی جماعت بڑھانے کی کوشش کرے گا۔ وہ بے دینوں میں شامل

M T W T F S S

Memo No
Date / /

شاہ جمال اللہ، خضر علیہ السلام

کر دیا جائے گا ۔ اور جو دین داروں کی جماعت کو بڑھانے کی کوشش کرے گا۔ اللہ اسے
اہل دین میں شامل کر دے گا ۔ اور جو بھی آئے گا اللہ اسے اپنا دوست بنائے گا۔
جو ولیوں کی جماعت بڑھانے کی کوشش کرے گا اللہ اسے اپنے دوستوں میں شمار کرے
گا۔ کیونکہ وہ خوش ہوگا ۔ کہ اس نے میرے دوستوں کی جماعت کو بڑھایا ہے ۔ لوگوں کو دعوت
دے کر اللہ والوں کی جماعت میں داخل کرتا ہے ۔

حضرت اُبیؓ بن کعب اس حدیث کے راوی ہیں ۔ یہ بہت بڑے عظیم قاری تھے ۔ بلکہ سید القراء
تھے ۔ صحابہ کرام نے اُن کو سید القراء قاریوں کے امام کہا ہے ۔ اور عظیم مفسر بھی ہیں ۔ اور جلیل
القدر راوی اور محدث بھی ہیں ۔ اور ان کا مزار دمشق میں ہے ۔ بہت صحابہ کرام اور تابعین
دمشق میں ہیں ۔ ابی بن کعب روایت کرتے ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت
خضر علیہ السلام سے کہا ۔ فرمایا هل اتبعك على ـــــ رشدا ۔ یعنی اے خضر اگر میں
تمہارے ساتھ رہوں تو مجھ کو جو خاص علم لدنی خاص ہدایت جو تمہیں عطا کیا گیا ہے ۔ اس میں سے کچھ
حصہ مجھے بھی دو ۔ حضرت خضر علیہ السلام کے بہت مقامات ہیں ۔ جہاں طویل طویل زمانہ عبادت
کرتے تھے ۔ اور اولیاء اللہ اُن کو دیکھتے تھے ۔ خضر اولیاء اللہ کے پاس آتے تھے ۔ روہی کے علاقے کے کنارے
دریا کے سندھ کے کنارے پر بھی ہے ۔ اولیاء کرام نے وہاں حضرت خضر کو وہاں عبادت کرتے
کثرت سے دیکھا ہے اور بہت سے اولیاء کرام ایسے ہیں جن کے پاس حضرت
خضر علیہ السلام ملاقات کے لیے آتے ہیں ۔ اُن میں سے ایک حضرت شاہ جمال اللہ
ملتانی بھی ہیں ۔ اُن کا مزار ملتان میں ہے ۔ خضر علیہ السلام ہر جمعرات کو اُن کے پاس
تشریف لاتے تھے ۔ اور جو درویش اور طالب علم ان کے پاس زیر تعلیم زیر تربیت ہوتے ۔
جس نے اپنی تعلیم و تربیت کا نصاب مکمل کر لیا ہوتا ۔ اور کامل بنا دیئے جانے کے قابل ہو جاتا
کہ اسے کامل بنا دیا جائے ۔ تو طریقہ شاہ جمال اللہ کا یہ تھا ۔ یہ جمعرات کو حضرت خضر
آتے تو وہ تو اس قابل درویش کو آپ کی خدمت میں پیش کرتے ۔ اور نگاہ کر کے
کامل کر دیتے ۔ تو علم لدنی فیض خضری کے ذریعے عطا ہوتا ۔ یہ جو مشہور ہے کہ
سب کچھ نگاہ سے ہوتا ہے نگاہ سے تب ہوتا ہے کہ وہ قابل ہو چکا ہو ۔

پیر کی خدمت

یہ ایک ڈھکوسلہ چلتا ہے۔ کہ کاروبار کرنے والے مریدوں کو پھنسانے کے لئے لیتے ہیں
تاکہ کسی اور محنت کی ضرورت نہ پڑے۔ یہ پیر کی نگاہ سے ہی سارا کچھ ہوتا ہے۔
تاکہ وہ اُدھر ہی پھنسے رہیں۔ اور ان کی جیبیں بھرتے رہیں۔ اور ان کی خدمت کرتے
رہیں ۔۔ یعنی سب کچھ نگاہ سے ہو جانے کو مشہور کرتے ہیں۔ اس کا استعمال
غلط کرتے ہیں تاکہ مرید بجائے ریاضت کرنے کے تقویٰ پرہیزگاری زہد و ورع اور شب بیداری
یا کلمہ اللہ اللہ ان تمام احوالِ روحانی کی طرف محنت کرتے ریاضت کرنے کی بجائے۔ وہ ادھر
ہی دھیان دیں۔ بس ادھر ہی خدمت میں لگا رہے۔ اور اسی امید میں رہے کہ کسی کام
کی محنت ریاضت سے کچھ نہیں ملتا۔ کہ جب نگاہ ہوتی ہے سب کچھ ہوتا ہے۔
تو یاد رکھو کہ نگاہ اسی نالائق پر نہیں ہوتی کامل بنانے کے لئے قابل پر ہوتی ہے۔
قابل ہوگا تو کامل ہوگا۔ قابل ہوگا تو نگاہ والے اسے کامل بنائے گا۔
عام لوگ کہتے ہیں کہ جی نگاہ سے ہی بیڑا پار ہو جاتا ہے۔ اُن کا نفس اور شیطان
اُن کو بہکاتا ہے۔ کہ زہد و تقویٰ کی محنتوں میں نہ پڑیں۔ نہ نماز کی پرواہ نہ روزے
کی پرواہ۔ نہ اللہ اللہ کی پرواہ ۔۔ نہ ذات کی محنت نہ رزق حلال کی فکر۔ اور
اسی بات پر خوش ہیں اپنی مرضی کرتے پھرتے ہیں ۔۔ اور ایک گمان میں رہیں۔ کہ بس ویسے ہی
بیڑا پار ہو جائے گا۔ ایسا تصور کاملین نے کبھی نہیں دیا ۔۔ تاجر بن دیتے ہیں۔
کاملین نہیں دیتے ۔۔ (الا ما سعی) آج سے ہی محنت کرنا شروع کر دیں۔
کچھ نہ کچھ پالیں گے ۔۔ تو موسیٰ علیہ السلام پوچھتے ہیں۔ کہ آپ سے کچھ لوں تو آپ
دیں گے ۔۔ موسیٰ ہی پوچھ سکتے ہیں۔ غیر موسیٰ نہیں پوچھ سکتا ۔۔ فرمایا انک لن
تستطیع معی صبرا۔ فرمایا کہ میرے کچھ کام ایسے ہیں کہ آپ دیکھ کر صبر نہ کر سکیں گے
اور اگر وہ صبر نہ کر سکے تو علم لدنی نہیں مل سکتا ۔۔ علم لدنی درکار ہے تو صبر چاہئے۔
اب محنت کے بغیر پھل چاہتے ہیں ۔۔ اب صبر تو ہے ہی نہیں ہے ۔۔ مالی بیج بوتا ہے تو
پودے جو بن پر آتا ہے شاخوں پر پھل لگنے کے اوقات تک ۔۔ لمبا سا انتظار کرتا ہے۔
بیج بو کر پھل کے انتظار میں رہتا ہے۔ صبر کے بعد پھل ملتا ہے۔ مگر ہر سال بے چین ہو

جائے۔ کہ پچھلے سال ایسی فصل نہ دی تھی۔ ابھی پھل نہیں لگا۔ جب ماں باپ بچہ پیدا کرلیں۔ اور ماں باپ کہیں کہ ہم نے تو تجھے جنم دیا تھا۔ اب آپ اپنے بچے کو جنم دیں ہمارے پوتے بھی ہوں۔ یہ بچہ بڑا ہوگا۔ جوان ہوگا۔ پھر شادی ہوگی۔ پھر بچے پیدا ہوں گے۔ تو پوتا پوتی لینا ہو تو ۲۰۔ ۲۵ سال صبر کرتے ہیں نا۔ پیدا ہونے کے بعد۔ اللہ کی معرفت کا دوستی کا۔ تو ۲۵ سال ہی صبر بھی نہیں کر سکتے۔ جتنا پوتے پوتی کے لئے کرتے ہیں۔ کو فرمایا۔ کہ اے موسیٰ علیہ السلام نے کہا۔ کہ جو تیرے پاس علم ہے۔ جو تجھے اللہ نے عطا کیا ہے۔ اور جو خاص اللہ نے مجھے نوازا ہے۔ ضروری نہیں کہ وہ سارے کا سارا تو بھی جان لے۔ اور اسی طرح اے موسیٰ آپ بھی ایک علم پر ہیں۔ جو اللہ نے آپ کو عطا کیا ہے۔ اور ضروری نہیں کہ وہ سارے کا سارا میں حاصل کرلوں۔ ممکن ہے کہ جو آپ کو ملا وہ کچھ مجھے مل جائے۔ یہ ضروری نہیں یہ نصیب کی بات ہے۔ جو علم ظاہر پر ہوتے ہیں۔ اور کچھ علم باطن پہ ہوتے ہیں۔ اور جو علم لدنی اللہ عطا کرتا ہے۔ یہ صوفیا اور اولیاء کی میراث ہوتی ہے۔ اور اس سے بندوں کو علم نافع نصیب ہوتا ہے۔

اگلی حدیث ہے اس کو حضرت سعید بن مسیب نے فرمایا۔ اور حضرت حسن بصری سے مروی ہے۔ اور یہ حضرت انس سے بھی مرفوعاً مروی ہے۔ یہ امام ابو نعیم نے حلیۃ الاولیاء میں بھی روایت کیا ہے۔ اور امام دیلمی نے روایت کیا المسند الفردوس میں۔ اور الترغیب والترہیب کے کتاب العلم میں۔ اور امام اصبہانی نے روایت کیا ہے۔ اور امام بیہقی نے بھی روایت کیا ہے۔ اور امام غزالی نے بھی روایت کیا ہے۔ اور اسی کو خطیب البغدادی نے بھی بیان کیا ہے (۱۴۰-۱۴۱) - تاریخ البغداد میں روایت کیا۔ حضرت حسن البصری نے حضرت جابر سے اور پھر آگے امام بیہقی نے بھی اس کو روایت کیا ہے۔ امام نووی نے فیض القدیر میں اور کنز العمال نے روایت کیا۔ اس حدیث کی اتنی سند طرق کی دی ہیں کہ اس کی مقبولیت میں کوئی شک نہیں ہے۔ کہ علم دو قسموں کا ہے۔ ایک علم وہ ہے جس کا درخت دل کی زمین سے اگتا ہے۔ دل سے اگنے والے علم میں کتابیں نہیں ہیں۔ اس میں اساتذہ نہیں ہیں۔ اس میں

پڑھنا پڑھانا نہیں ہے۔ اس میں طریقِ ظاہری کی محتاج نہیں ہے، بے شک اولیاء کی صحبت
سے آشنا ہے۔ ان کے فیض سے ان کی تعلیم و تربیت سے آتا ہے۔ مگر محض تعلیم و تربیت
ہی یہ کام نہیں کرتا۔ جب تک دل کی زمین پر محنت کا ہل نہ چلایا ہو۔ اور
عشق زہد و ورع کا پانی نہ دیا ہو۔ جب تک دل سے پودا نہ اگے، یہ ظاہری سارے
طریق اس علم کو کامیاب کرنے میں کام نہیں کرتے۔ اور فرمایا نفع دینے والا یہی علم ہے۔ ہمارا
رونا یہی ہے۔ ہم تفسیر میں پڑھ گئے، حدیثیں پڑھ گئے۔ درسِ نظامی پڑھ گئے، علوم شریعت
کی کتابیں پڑھ گئے۔ مسندِ تدریس پر بیٹھ گئے، واعظ کی تقریریں کیں۔ کتابیں لکھیں، عالم معروف
ہو گئے۔ سب کچھ ہو گئے۔ جو کچھ سنتے رہے ہیں، دماغ میں اثر جائے تو غنیمت ہے۔ دل میں
تو اثر نہیں سکتا۔ ہماری باتیں لوگوں کے دلوں کے دروازے پر دستک دیتی ہیں مگر دروازے
نہیں کھلتے۔ لوگوں کے دلوں میں ہلچل نہیں پیدا ہوتی۔ لوگوں کے دلوں میں اشراق پیدا
نہیں ہوتا۔ لوگوں کے دل اور باطن میں کیفیت منتقل نہیں ہوتا۔ کیونکہ یہ دل جو لوگوں کے دلوں
کو علم تب منتقل ہو جب علم نکل دل سے رہا ہو۔

دلوں کے دروازے اس علم کے لیے کھلیں گے۔ جو شروع ہی دل سے ہوا ہے۔ جو علم
ہی دل سے نہیں ہے۔ اسے دوسروں کا دل کیسے قبول کر سکتا ہے۔ تو دلوں کے علم
کو دل قبول کرتے ہیں۔ روحوں کے علم کو روح قبول کرتے ہیں۔ سینوں کے علم کو سینے قبول
کرتے ہیں۔ اور اسرار کے علم کو سِر قبول کرتے ہیں۔ اخلاق کے علم کو خلق قبول کرتے
ہیں۔ باطن کے علم کو باطن قبول کرتے ہیں۔ اور اگر آپ کا اور سارا علم ظاہر ہے تو ظاہر دماغ
کا کام ہے۔ ظاہر ہی قبول کرے گا۔ جو مرضی کرے جو مرضی نہ کرے۔ یاد رکھیں کہ جو علم دماغ سے
دماغ تک پہنچا۔ اس سے واہ واہ تو ہو جائے گی۔ مگر اس سے آہ آہ نہیں
پیدا ہو گی۔

لوگ جب تک علم سے آپ کے دلوں میں آہ نہ آئے بگاہ نہ آئے گریہ طاری
تڑپنا نہ آئے۔ اس وقت تک زندگی کے احوال بدل نہیں سکتے۔ پھر اس کی تاثیر نہیں ہوگی
پھر اس کی فیض منتقل نہیں ہوگی۔ طلباء فضلاء اس امر پر توجہ کریں۔ اگر وہ چاہتے ہیں کہ

کہ ان کے علم نافع بن جائیں ۔ میں وہ جوانیاں دیکھنا چاہتا ہوں ہزاروں کی تعداد میں کہ جس
وہ ایک دوسرے کے آمنے سامنے آئیں تو دیکھیں تو رونے لگ جائیں ۔ کیونکہ
دونوں کسی کی تلاش میں ہیں ۔ جب آپس میں ملیں تو دیکھیں کہ دونوں متلاشی
آپس میں مارے مارے پھرتے ہیں ۔ ایک دوسرے کو دیکھنے کو محبوب یاد آ جائے۔

عشق جنہاں دی ہڈیں رچیا ــــ اونا کم اوہناں دا
سلطان وی اونہاں تے چھوڑے وی اونہاں تے اونہاں کلیجا راہ ہوکا

پر دنیا بربادی کی طرف جا رہی ہے ۔ زندگیاں دنیا کے کھیل کی طرف جا رہی ہیں ۔ لہٰذا نوجوانوں
بدل جاؤ ۔ آقا علیہ السلام نے فرمایا کہ گویا نفع دینے والا ہی علم ہے ۔ اور دوسرا علم جو زبان سے جاری
ہوتا ہے جو ہم سناتے رہتے ہیں ۔ یہ علم زبانی ہے دلیل ہے ۔ اس پر جواب طلبی ہوگی ۔
مواخذہ ہوگا ۔ بخشش ہوگی جزاء ہوگی سزا ہوگی ۔ اور نفع دینے والا علم وہ ہے جو دل سے جاری
ہو ۔ جب دونوں کو جمع کریں گے تو خیر الکل ہو جائے گی ۔

اس روایت بیان فرمایا جس کو امام طبرانی نے بیان فرمایا ۔ کہ علم چھپا ہوا خزانہ ہوتا ہے ۔ اسے وہی
لوگ جانتے ہیں جو اللہ کو جاننے والے ہیں ۔ ہم جتنے بھی ہیں ہم اللہ کو جاننے کی تڑپ رکھتے ہیں ۔ جیسے
ہم ہر رشتے کو جاننا چاہتے ہیں ہر رشتے کو جانتے ہیں ۔ اگر نہیں جانتے تو اللہ کو نہیں
جانتے ۔

اور اس حدیث کو امام مسلم نے روایت کیا صحیح میں باب الایمان والاسلام والاحسان ۔
اور عمر بن خطاب سے روایت ہے ۔ اور امام بخاری نے بھی روایت کیا حضرت ابوہریرہ
سے بھی روایت کیا ہے ۔ تو بخاری اور مسلم کی متفق علیہ حدیث ہے ۔ دو سوال کرنے کے بعد
جو تیسرا اچھا سا مضمون کے متعلق ہے ، تو جبرائیل امین نے پوچھا یا رسول اللہ ۔ احسان کیا ہے ۔
احسان یہ ہے کہ تو اللہ کی عبادت اس حال میں کیا کر ۔ کہ تو اللہ کو دیکھ رہا ہے ۔
اس کا حسن بشری آنکھوں کے سامنے ہے ۔ تو اس کے جلوؤں میں گم ہے عبادت اس حال
میں کرے کہ تو اس کے جلوے میں گم ہے ۔ اسے دیکھ رہا ہے ۔ اور اگر تو اس کو دیکھ نہ سکے ۔
تو کم سے کم تو اس حالت میں کہ نگرانی اور نگہبانی میں ہو کہ وہ تجھے دیکھ رہا ہے ۔ بخاری مسلم

روایت کیا۔ اب احسان کے معنی میں دو درجے بیان کیے۔ پہلا یہ کہ تو اللہ کو دیکھ رہا ہے۔
اور دوسرا یہ کہ تو اس حال میں عبادت کرے کہ وہ تجھے دیکھ رہا ہے۔ تو احسان کا جو
پہلا اونچا درجہ ہے اس کا نام ہے مشاہدہ — اور دوسرے درجے کا نام ہے مراقبہ —
یہ اس حدیث سے ماخوذ ہوا ہے۔ پہلا درجہ اونچا ہے جو مشاہدہ ہے۔ اور نچلا درجہ
احسان کا مراقبہ ہے — ہم سے کہا اگر احسان بننا ہے تو یا تو مشاہدہ میں
آ سکے اور مشاہدہ کے قابل نہیں ہو تو کم سے کم مراقبہ میں تو آ سکے (ل۔ — ۵۶)
اور مراقبہ میں یہ ہے کہ تیرے اوپر یہ کیفیت طاری ہو کہ میرا مولا مجھے دیکھ رہا ہے۔ اور اگر یہ دھیان
ہر وقت آپ کے دل و دماغ میں جاری و ساری رہے، کہ میرا رب مجھے دیکھ رہا ہے۔ تو پھر ذہن
گناہ کو نہیں کرتا نا — جیسے بادشاہ دیکھ رہا ہو تو درباری کب خطا کرتا ہے۔
اور اس کا ایک معنی عارفانہ بھی ہے۔ یہ جو فرمایا کہ اپنے عبادت کر کر گویا تو اسے
دیکھ رہا ہے۔ فان لم تکن — یکن کان عربی زبان میں تامہ بھی ہوتا ہے اور ناقصہ بھی ہوتا ہے۔ اگر کان
ناقص ہو تو اس کو فعل کی ضرورت ہوتی ہے۔ اور اگر کان کامل ہو تو پھر یہ خود اپنے
فعل اور معنی میں کامل ہوتا ہے۔ اس کو اپنی تکمیل کیلئے الگ سے فعل کی ضرورت نہیں ہوتا۔
اگر ناقص ہو تو تم یہ سمجھ لیں کہ ناقص کا معنی کیا ہے۔ کیا — یہ ہم جب سے ناقص کا معنی ہوتا ہے،
فان لم تکن تراہ — اگر تو اس کو نہ دیکھ سکے۔ تو کامل بنا تراہ کے مفہوم کیسے ہوگا۔
اس کا معنی یہ ہے کہ اگر تو اسے نہ دیکھ سکے تو کم از کم مراقبہ میں رہے۔ اس حالت
میں رہے کہ وہ بھی تجھے دیکھ رہا ہے۔ اور اگر کان تامہ لے لیا جائے۔ یعنی اسے اپنی تکمیل
کے لیے اسے کسی دوسرے فعل کی حاجت نہ ہو تو اپنے آپ میں مکمل ہو اپنی ذات میں
مکمل ہو تو اب یہ بنے گا اگر تو خود نہ رہا۔ تیری نفی ہو جائے۔ تیرا ہونا مٹ جائے۔ تیری
ذات تیرے اور اس کے مشاہدہ کے درمیان حجاب ہے۔ رکاوٹ ہے۔ حائل ہے۔
اگر تو خود نہ رہے درمیان سے اپنے آپ کو نکال دے۔ تو پھر تراہ اسے دیکھ لے۔ پھر
تو اس کو دیکھ لے گا — کچھ نہ ہوتا تو خدا ہوتا — یہ تیرا ہونا ہے جس نے تجھے اس حجاب
میں رکھا ہے۔ پردے میں رکھا ہے۔ فان لم تکن تراہ — اور تو اپنی حقیقت کا پردہ ہٹا دے۔

تو اپنے ہونٹ کی دیوار گرا دیتا ۔ پھر وہ آشکار ہو گئے ۔ پھر تو اسے دیکھنے لگا وہی منزل
ہوتی ہے ۔ جب مراقبے کی راہ سے چلتے ہیں تو پھر مشاہدہ کی راہ پر آ جاتے ہیں ۔
اور مراقبے سے پہلے مجاہدہ کرتے ہیں ۔ اور مجاہدہ سے پہلے معائنہ کرتے ہیں اور
معائنہ سے پہلے ملاحظہ کرتے ہیں ۔ پہلے ملاحظہ کرتے ہیں ۔ جیسے صبح سے شام تک ہمارا ایک ایک
لمحہ کیسے گزر رہا ہے ۔ ہم کتنے اعمال اطاعت سے کرتے ہیں ۔ اور کتنے گناہ سے کرتے
ہیں ۔ کتنی فرمانبرداری کرتے ہیں ۔ اور کتنی نافرمانی کرتے ہیں ۔

حضرت شیخ اکبر محی الدین ابن عربیؒ ۔ فرماتے ہیں کہ ہم سے پہلے ہمارے شیوخ
ہمارے اکابر رات کو اس وقت تک سوتے نہ تھے (۱-۱۰-۳۰) ۔
جب تک صبح سے شام تک اپنے کیے ہوئے اعمال کا حساب نہ کر لیتے ۔ کتنا گناہ کیا ۔
کتنی اطاعت کی ۔ کتنی غفلت کی ۔ کتنی نیکیاں کیں ۔ کتنی بدی کی ۔ کتنی فرمانبرداری کی ۔
کتنی نافرمانی کی ۔ کتنے لمحات اللہ کی عبادت و فرمانبرداری میں گزارا ۔ سارے دن کا
حساب لکھتے دو خانے بنا کر ۔ درج کرتے ۔ پھر دیکھتے کہ آج کا دن خسارے میں رہا یا
نفع میں رہا ۔ رات کو حساب کرتے اور پھر اس کے بعد پھر توبہ کرتے ۔ پھر اگلے
دن کیلئے اللہ کی توفیق طلب کرتے ۔ جب صبح ہوتی تو کہتے کہ جو نقصان کل رہا آج
اس کو پورا کرنا ہے ۔ شیخ اکبر فرماتے ہیں کہ ہمارے اکابر ایسا کرتے تھے ۔ اور
فرمایا جب ہمارا زمانہ آیا ۔ اپنی بات کرتے ہیں کہ ہم نے اپنے شیوخ کے طریقے میں
ایک شے کا اور اضافہ کر لیا ۔ جو جو اعمال و احوال و اطاعت گناہ غفلت
جو کچھ وہ کرتے تھے ۔ اور محاسبہ کر کے اس پر توبہ کرتے ۔ وہ تو ہم سارے کام
کرتے ہی ہیں ۔ مگر جب اضافہ کر دیا ۔ وہ یہ ہے ۔ کہ خیالات بھی آتے ہیں ۔ وہ
بھی درج کرتا ہوں ۔ کہ کب ایسا خیال بھی آگیا جو خدا سے دور لے جانے والا ہے ۔
وہ خیال جو اللہ کی اطاعت سے دور لے جانے والا ہے ۔ جو دنیا کا حرص پیدا کرنے
والا ہے ۔ جو روحانیت، فکر آخرت اور اللہ کی محبت سے دور کرنے والا ہے
تو ایسا خیال بھی ایک سیکنڈ بھی آ کر چلا گیا ۔ ان خواطر کو بھی لکھ لیا ہے ۔

کراتے خطرات پیدا کرتے ہیں نفس سے۔ اس خیالات سے بچی توبہ کرتے ہیں۔ اور دعا کرتے ہیں کہ مولا کمل ان خیالات سے بچا لینا۔ تو اس کو محاسبہ کہتے ہیں۔ تو سب سے پہلے محاسبہ کرتا ہے، پہلے محاسبہ کرتا ہے، پھر ملاحظہ کرتا ہے۔ ایک ایک شے کا۔ اس کے بعد معائنہ کرتا ہے۔ اور غور سے اس کے اسباب پر غور کرتا ہے۔ کہ کب ہوا۔ کب ہوا۔ کیوں ہوا۔ کس سبب کیا بنا۔ کیسے بچا جاسکتا تھا۔ جب معائنہ کرتا ہے پھر مراقبہ کرتا ہے۔ پھر آپ سے اس کی جڑوں پر پہنچے گے۔ ازالہ کیسے کیا جائے۔ پھر اس کے اسباب کا خاتمہ کیسے کیا جائے۔

جب مراقبہ کامل ہو گا تو اس کے نتیجہ میں۔ آپ مجاہدہ کی طرف جائیں گے۔ اب ریاضت میں پڑ گئے شیخ سے استاد سے پوچھا ہے۔ کہ اس کے لیے مجاہدہ کیسے اب کیا کیا اعمال کیے جائیں۔ جب مجاہدہ کامل ہوتا ہے تو پھر مشاہدہ نصیب ہوتا ہے۔ اور جب بندہ مقام مشاہدہ پر پہنچتا ہے۔ تو پھر مواجہ نصیب ہوتا ہے کہ پھر مکاشفہ نصیب ہوتا ہے پھر مشاہدہ نصیب ہوتا ہے، اس کے بعد پھر مکالمہ نصیب ہوتا ہے۔ پھر باقی کچھ نہیں رہتا۔

QARI MUHAMMAD ABBAS
Naqshbandi Chishti [illegible]
09 APR 2014
[illegible] 335/E.B Burewala District [illegible]

۴ — ۳ — ۲۰۱۹

۲۶ — ۰۶ — ۱۴۴۰

۳ — ۱۲ — PM پیر

:: ۲۸۹ ہم اللہ تعالیٰ کے اذن اور توفیق سے حضرت مولانا محمد طفیل الازہری صاحب کے اجتماع میں جہلم میں ایصال ثواب کے لیئے۔ اور اپنے عقائد اور اعمال و احوال کی درستگی کے لیئے۔ اور ان کی بخشش اور بلندی درجات کے لیئے جمع ہیں۔ اللہ تبارک و تعالیٰ آپ کا جمع ہونا۔ ان کی بخشش اور بلندی درجات کے لیئے بھی۔ اور آپ کے لیئے اور ہم سب کے لیئے۔ باعث برکت اور باعث قبولیت بنائے۔ دو نکتے اس موقع کی مناسبت سے میں عرض کرنا چاہتا ہوں۔ (۱) نکتہ تو موت اور زندگی کے تعلق سے ہے۔ (۲) اور دوسرا نکتہ مرنے کے بعد کام آنے کی بجائے نجات اور خلاصی کے متعلق ہے۔ آخرت کی بخشش کے متعلق ہے۔

حیات اور ممات زندگی اور موت۔ اور اس کا ادراک ہم میں سے کم لوگوں کو ہو گا۔ کہ موت عارضی اور غیر مستقل چیز ہے۔ اور حیات دائمی ہے اس کو بقا ہے۔ اس سے بخشش تکرار جھگڑے ختم ہو جائیں گے۔ حیات کو دوام ہے۔ زندگی کو دوام اور ثبات حاصل ہے۔ زندگی جب سے پیدا ہوئی ہے۔ اس کے بعد زندگی کو بقا ہے۔ اور موت فنا ہے۔ زندگی کو فنا نہیں ہے۔ حیات کو فنا نہیں ہے موت کو فنا ہے۔ دونوں مخلوق ہیں مگر زندگی اور موت کو پیدا کر دیئے جانے کے بعد اب حیات کا درجہ باقی کا ہے۔ اور موت کا درجہ فانی کا ہے۔ فانی کبھی باقی کو ختم نہیں کر سکتا۔ لہذا موت نہ حیات کو کبھی ختم کرتا ہے۔ نہ اس میں زندگی کو ختم کرنے کی صلاحیت ہے۔ نہ زندگی ختم کرنے کے لیئے پیدا کی گئی ہے۔ موت کا کام ہی نہیں ہے زندگی کو ختم کرنا۔ زندگی کے طویل سفر میں۔ موت خود بھی ایک مرحلہ ہے۔ موت زندگی کا ایک حصہ ہے۔ زندگی کا ایک جز ہے۔ موت زندگی کا ایک مرحلہ ہے۔ حیات موت سے پہلے بھی ہے اور موت کے بعد بھی ہے۔ موت درمیان میں کہیں ایک مرحلے کے طور پر وارد ہوتی ہے۔ آتی ہے اور چلی جاتی ہے۔ زندگی اس سے پہلے بھی تھی اور زندگی اس کے بعد بھی باقی رہتی ہے۔ یہ بنیادی تصور تھا جو میں نے سمجھایا ہے۔

قرآن کریم کی ایک آیت نص بطور دلیل پیش کرنا چاہوں گا تاکہ بات ذہن نشین ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ نے موت و حیات کا موازنہ کر دیا ہے۔ اور ان کی تعادی حیثیت کو واضح فرمایا ہے۔ ارشاد فرمایا کہ کنتم امواتاً فاحیاکم ــــــ ترجمہ۔ [illegible]

حالت موت کی تھی - تم مردہ تھے - اب یہ جو امواتاً ظاہر کر رہا ہے میں تم مردہ تھے - یہ اشارہ
ہے ہماری جسمانی زندگی شروع ہونے سے پہلے کے دور کو - یہ جو حالت عدم تھی - یا
رحم مادر میں شروع زندگی ہونے سے پہلے کی زندگی جو تھی - الغرض جسمانی زندگی شروع ہونے
سے پہلے کا جو دور تھا - اس کو قرآن مجید نے امواتاً کہا - کہ تم مردہ تھے - یعنی تم حالت موت
میں تھے - اس کا ذکر کیا کہ یہ حالت موت تھی - حالت موت اس دور کو کہا جا رہا ہے، جب
انسان کی جسمانی زندگی ابھی شروع ہی نہ ہوئی تھی - تو پھر کیا ہوا فاحیاکم اللہ نے تمہیں زندہ
کیا - یعنی حالت حیات عطا کی - جب انسان کی زندگی معرض وجود میں آئی - انسان کا
پیدا ہونا تھا اس کی حالت موت ختم ہو گئی - گویا انسان کی پہلی زندگی نے اس کی پہلی موت
کو ختم کر دیا - کنتم امواتاً میں جو پہلی موت تھی - فاحیاکم میں پہلی زندگی ہے۔ امواتاً پہلی موت
ہے - فاحیاکم پہلی زندگی ہے۔ تو پہلے ذکر موت کا آیا ہے - تم موت کی حالت میں تھے۔
تو تمہیں حیات کی حالت دی - جب حالت حیات میں آ گئے تو حالت موت ختم ہو گئی
جو بعد میں آتا ہے وہ ناسخ ہوتا ہے - جو پہلے ہو وہ منسوخ ہوتا ہے۔ (۳۱ — ۹)
اگلی زندگی نے حالت موت کو منسوخ کر دیا - تو منسوخ کبھی ناسخ نہیں ہوتا - ناسخ کا
حکم نافذ ہوتا ہے لہٰذا اب موت کی بات نہیں ہے بلکہ حیات کی بات ہو گی - کیونکہ حالت
حیات نے پہلی حالت موت کو منسوخ کر دیا - اب ہم اس موجودہ حال میں ہیں -
یہ فاحیاکم کا مظہر ہے - اب اللہ پاک فرماتے ہیں - ثم یمیتکم - تو ثم تعقیب کے لئے ہے - بعد
کے لئے ہے - تم حالت موت میں تھے - پھر اس کے بعد تمہیں زندگی کی حالت میں لایا گیا - نتیجۃً
موت منسوخ ہو گئی - اب ہم اس حیات میں ہیں - اس حیات کے بعد پھر ایک دوسری
موت آئے گی - ثم یمیتکم - وہ پھر تمہیں موت دے گا - یہ موت ہر ایک کو ایک بار آتی
ہے - اور ہمارا مشاہدہ ہے سب کو یہ آتی - سب کو آئی جو گزر گئے - ہمیں آنے والی ہے کہ پھر ہمیں
حالت موت سے ہمکنار کرے گا - اس کے بعد دوسرا ثم آیا ہے - اور دوسرا تعقیب آئی
ہے - ثم یحییکم - پھر اس موت کے بعد زندہ کر دے گا - تو دوسری حیات آ گئی - پہلی موت کو پہلی
حیات نے منسوخ کر دیا - اور ثم یمیتکم ثانیاً دوسری بار موت آئی - پھر ثم یحییکم پھر زندہ کرے گا۔

دوسری موت کو دوسری حیات نے منسوخ کر دیا۔ تم بسکم کو ناسی ہے۔ بولو۔
روح جب قفس عنصری سے پرواز کرتی ہے جس سے ہم کنارہ ہوتے ہیں اور لوگ دفن
کر آتے ہیں۔ یہ دوسری کا عذاب ہے۔ اب اللہ پاک نے اس کے متصل بعد فوری طور پر دوبارہ
تم اٹھو، بحکم رب پھر دوبارہ تمہیں زندہ کر دیا گا۔ اس کا مطلب یہ ہوا۔ کہ ہر شخص موت کے
دروازے سے گزرتا ہے۔ گزرنے کے فوری بعد پھر زندہ ہو جاتا ہے۔
موت اتنی عارضی چیز ہے۔ جتنی دیر تم رہتا ہے۔ اتنی دیر موت کا لمحہ رہتا ہے۔ تم
کے وارد ہونے تک موت ہے۔ یعنی تم اس کا معنی ہے پھر۔ پھر کا لفظ آتا ہے تو زندگی ہے۔ تم
موت کی علامت ہے۔ پھر دوبارہ کیسا ہے۔ جھگڑا کیسا۔ اس کے بعد فرمایا بحکم پھر تمہیں زندہ کر دے گا۔
سبب پہلی موت تھی پہلی حیات آئی تو موت منسوخ ہو گئی۔ تو دوسری موت آ گئی۔ تو دوسری
حیات کے بعد قبر میں چھوڑ آئے۔ تم سمجھے کہ قبر میں چھوڑ آئے۔ ابھی تم پلٹے ہی نہ تھے۔
بحکم وارد ہو گیا۔ ابھی مڑے ہی تھے۔ گھر نہیں پہنچے تھے۔
اب ہر شخص جو قبر والا ہے۔ ہماری زندگی سے بہتر زندگی والا ہے۔ ہر مرنے والا زندہ ہے۔ گیا۔
تخصیص نہیں ہے کسی کافر و مومن کی۔ نیکوں کی بات کرتے ہیں ولیوں کی بات کرتے ہیں۔ انبیاء و اولیاء
کی بات کرتے ہیں۔ انبیاء اولیاء کا معاملہ بہت بلند ہے۔ ہر شخص قبر میں زندہ ہے۔ یہ نفس ہے
قرآن و حدیث کی۔ ہر مومن بھی زندہ ہے ہر منافق بھی زندہ ہے ہر کافر بھی زندہ ہے۔ تو مرحلہ کونسا
ہے جو اتنا جاہل ہے جس کو حیات کا علم نہیں ہے۔
تو ہر شخص جو موت کے دروازے سے گزر گیا۔ وہ زندگی کی حویلی میں داخل ہو گیا۔ موت
تو دروازہ تھا۔ موت نہ گھر ہے نہ حویلی ہے نہ کمرہ ہے۔ موت تو دروازہ ہے۔ جو موت کے دروازے
سے گزر گیا تو وہ موت کے دروازے پر تو نہیں کھڑا ہے۔ اس کے بعد حیات کی حویلی میں داخل
ہو گیا۔ اس کے بعد دور حیات ہے۔ لہذا قبر والے زندہ ہوتے ہیں۔ بڑی سادہ بات
ہے خواہ وہ کافر ہے یا مومن ہے۔ جو شخص اس پر بحث کرے اور انکار کرے۔ اس کی جہالت
کی انتہا ہے۔ نہ وہ قرآن سے واقف ہے نہ وہ حدیث سے واقف ہے
نہ وہ اسلام کے مبادیات سے واقف ہے۔ ہر مرنے والا مر کے زندہ

ہو جاتا ہے۔ اور ہر مُردہ زندہ کر دیا جاتا ہے (بنیادی بات)

اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ زندہ رہتا ہے یا نہیں — تو جب پہلے آ رہا تھا۔ کنتم امواتا فاحیاکم ثم یمیتکم ثم یحییکم اب اگر اس کے بعد ثم یمیتکم ہوتا لکھا ہوتا تو پھر اس کے بعد موت ہے۔ اور اگر ثم یحییکم پر سلسلہ موت و حیات جا کر ختم ہو گیا۔ تو پھر حیات ہی باقی رہتی ہے۔ موتیں بھی دو ہیں اور زندگیاں بھی دو ہیں۔ اگر زندگی پہلے شروع ہوتی موت بعد میں آتی۔ تو پھر دوام موت کو ہوتا۔ یہ ترتیب ہے نا۔ جیسا — اب موت پہلے ہے حیات بعد میں آتی — اب ناسخ ہو گئی حیات۔ اس کے بعد پھر حیات ہے موت آئی بعد پھر حیات آ گئی — دوسری کا موت کی ناسخ ہی دوسری کا حیات ہو گئی — تو موت دونوں جگہ منسوخ ٹھہری۔ اور حیات دونوں جگہ ناسخ ٹھہری — آخری ناسخ۔ ناسخ الموت کی حیات ہے۔ آخری ہے وہ دائمی حیات ہے۔ کیونکہ اس کے بعد پھر یمیتکم نہیں ہے۔

ثم یحییکم زندہ رہیں گے۔ باری تعالیٰ اس کے بعد پھر۔ ثم الیہ ترجعون۔ اس کے بعد پھر اللہ کی طرف اٹھا کر جاؤ گے۔ پھر قیامت میں پہنچائے جاؤ گے۔ پھر حساب و کتاب ہو گا۔ دوزخ و جنت میں داخل کر دیئے جاؤ گے۔ اس کے بعد آخر وقت تک کسی موت کا ذکر نہیں ہے۔ (۵۵-۱۷) — آگے اس کے تذکرے حیات کے ہیں۔ جب قیامت ختم ہو جائے گی۔ اور جنت و دوزخ کے فیصلے ہو جائیں گے۔ دوزخی دوزخ میں جنتی جنت میں چلے جائیں گے۔ پھر بالآخر کیا ہو گا۔ میں نے عرض کیا تھا۔ کہ موت منسوخ ہے۔ اور حیات ناسخ ہے۔ حیات باقی ہے اور موت فانی ہے۔ حدیث پاک ہے متفق علیہ ہے۔ کوئی اختلاف کی گنجائش نہیں ہے۔ جب جنتی جنت میں دوزخی دوزخ میں جا چکے۔ تو اللہ پاک فرمائے گا۔ کہ جنتیوں تم بھی ذرا جنت کی دیوار پر آ جاؤ تمہیں ایک منظر دکھانا ہے۔ اور دوزخیو۔ تم بھی ایک منظر ذرا دھیان سے دیکھ لو۔ ہر طرف سے ہجوم ہو جائیں گے دیکھنے کے لئے کہ کیا منظر ہونے والا ہے۔ اللہ پاک فرمائیں گے اس موت کو پکڑ کے لاؤ۔ موت ایک جانور کی مانند پکڑ کے لائی جائے گی۔ اور موت کو ذبح کر کے ہمیشہ کے لئے ختم کر دیا جائے گا۔ موت کی موت

ہو جائے گی ۔ اور حیات رہ جائے گی ۔ لہٰذا جن کا عقیدہ حیات کا ہے وہ باقی ہیں ۔
جن کا عقیدہ موت کا ہے وہ موت سے بھی فانی ہیں ۔ آپ سمجھ گئے میری بات
ایک نص قرآن سے ہے اور ایک نص حدیث سے ہے ۔ تو پھر موت ذبح کر دی جائے
گی ۔

اور اللہ پاک اس کی آگاہی دیتا ہے ، جب موت کو ذبح کر دیا جائے گا ۔ جنتیوں اور دوزخیوں
کو اللہ پاک فرمائیں گے ، موت مر گئی ہے جاؤ جنت میں ۔ یہ دائمی حیات ہے ۔ اب تم پر
کوئی موت نہیں ہو گی ۔ تو اب یہ ہی شعور ہمارا کہتا ہے لوگوں نے ۔۔۔۔ (۱۱۔۔۲۰)
جو موت کو وفات کہتے ہیں ۔ اس کے تین نام ہیں ۔ وفات ۔ وصال ۔ انتقال ۔
ان تینوں کو موت نہیں کہتے ۔ وفات ہے پورا کرنا ۔ وصال ہے یار کا یار سے ملا دینا ۔
انتقال ہے یہاں سے سفر کر کے اوپر چلے جانا ۔ موت کو تینوں عنوانات میں سمیٹ دیا
ہے کہ موت ایک حال ہے ۔ زندگی کے بہت سے احوال میں موت بھی ایک حال
ہے ۔ اور حال کبھی مستقل نہیں ہوتا ۔ مستقل مقام ہوتا ہے ۔ حیات ایک مقام ہے ، موت
ایک حال ہے ۔ موت آتی ہے گزر جاتی ہے ، بجائے اس کے کہ آپ لوگ ہم جھگڑا کریں ۔
میں قرآن کی ایک نص بیان کرتا ہوں ۔ میں نے تو موت کو ایک عارضی چیز بنا کے بتا دیا ہے ۔
قرآن میں موت کی حقیقت کیا ہے ۔ قرآن نے موت کا ذکر پہلے کیا ہے حیات کا بعد میں ۔
سورۃ ملک میں فرمایا الذی خلق الموت والحیوٰۃ ۔۔۔ اس نے موت کو پیدا کیا اور حیات
کو پیدا کیا ۔ جو چیز پہلے ہوتی ہے وہ منسوخ ہوتی ہے جو پیچھے ہے وہ ناسخ ہوتا ہے ۔ اس آیت
کے ذریعے ناسخ و منسوخ کے چار مرحلوں کو مکمل کر دیا ۔ باری تعالیٰ موت کی حقیقت بتا دیں ۔
فرمایا سنو ۔ موت کی حقیقت صرف ایک ذائقہ ہے ۔ جتنی دیر کھانے کے بعد تمہارے منہ میں ذائقہ
رہتا ہے اتنی دیر انسان کی زندگی میں موت رہتی ہے ۔ ذائقہ کہنے کا مطلب ہے ورنہ ذائقہ
کا لفظ کیا ہی کیوں ۔ کل نفس ذائقۃ الموت ۔۔۔ (۱۔۔۔۲۳) ۔ اللہ پاک کے کلام سے
پورا قرآن بھی ثابت نہیں ہوتا کہ معاذ اللہ کہ یہ مقصد ہو ۔ بے محل ہو ۔ کہ ویسے ہی لفظ ذائقہ
استعمال کر دیا ۔ فرمایا کل نفس ذائقۃ الموت ۔ ہر شخص نے موت کا ذائقہ چکھنا ہے ۔ اور ذائقہ

زبان سے کھاتا کھاتا۔ ذائقہ کتنی دیر رہتا ہے۔ چند سیکنڈ چند منٹ رہتا ہے ذائقہ۔ اور نگلی کر لیں تو فوراً چلا جاتا ہے۔ ذائقہ فقط ایک ذائقہ ہے۔ اس کو بقا نہیں ہے۔ جس طرح ذائقہ کو بقا نہیں ہے۔ اسی طرح موت کو بقا نہیں ہے۔ ہر جان موت کا ذائقہ چکھنے والی ہے۔ تو اس کو بقا نہیں ہے۔ ذائقہ آتا ہے۔ چلا جاتا ہے۔ موت آتی ہے چلی جاتی ہے۔ حیات اس سے پہلے بھی تھی۔ اور حیات اس کے بعد بھی ہے۔ تو حیات قبر سے پہلے بھی تھی۔ اور حیات قبر میں بھی ہے۔ اور حیات قبر کے بعد بھی ہے۔ یہ تو ایک بات ہو گئی۔ اب دوسری اور آخری بات۔ اس سے بھی اہم تر۔

اب جب ہم موت سے ہم کنار ہوتے ہیں۔ اور قبر میں جاتے ہیں۔ یہاں تک بات تھی کہ موت اور حیات کا تعلق کیا ہے۔ اور موت کتنی دیر رہتی ہے اور حیات کتنی دیر تک بقا اور دوام ہے۔ اب موت کے بعد جب ہم قبر میں پہنچیں گے۔ اگلی اور آخری بات ہماری بخشش کا مدار کس پر ہے۔ جیسے حدیث پاک ہم پڑھتے اور سنتے ہیں۔ انما الاعمال بالنیات۔ کہ اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے۔ تو آؤ پوچھیں کہ قبر میں بخشش کا مدار کس پر ہے۔ موت ہوگی قبر میں رکھے جائیں گے۔ آپ نے علم ہمیں دیا تھا۔ کہ قبر میں تین سوال ہوتے ہیں اور ان پر بخشش کا مدار ہے۔ من ربک پوچھا جاتا ہے۔ ما دینک پھر ادیان کہا جاتا ہے ما کنت تقول فی ھذا الرجل محمدﷺ ۔ اس ہستی محمدؐ کے بارے میں تیرا کیا عقیدہ تھا۔ ما علمک بھذا الرجل محمد۔ یہ دوسرا لفظ ہے۔ اب یہ تین سوال ہمیں بتائے۔ اب یہاں محدثانہ نکتہ ہے جو سمجھانا ہوگا۔ مفصلانہ بات کریں گے۔ اور دوسری اب محدثانہ بات حدیث کے بارے میں۔ نصف درجن سے زائد مرتبہ یہ حدیث امام بخاری نے تخریج کی ہے۔ امام مسلم نے بھی کی۔ ابو داؤد نے۔ ترمذی نے۔ نسائی نے۔ ابن ماجہ نے۔ ابن حبان نے۔ مسند امام احمد بن حنبل۔ میں ابھی صحیح بخاری کی بات کر رہا ہوں۔ جس کا درجہ ان سب کتب میں اول ہے۔

نصف درجن سے زائد مقامات پر ایک عجیب بات بتا رہا ہوں۔ غالباً زندگی میں آپ پہلی بار سنیں گے۔ علماء کے لئے ایک بہت بڑا سرمایۂ علم ہے کہ ملوس بات علمی بات اور سادہ طریقے سے بیان کر رہا ہوں تو سب کے کام آنے والی ہے۔ کہ پوری بخاری میں امام بخاری نے ایک

M T W T F S S　Memo No ______ Date / /

مقام پر بھی تین سوال بیان نہیں کیے ۔ امام بخاری نے پہلے لفظ سے لے کر آخری لفظ تک ۔ میں
بخاری مسلم کو چلتا چلتا دیکھنے والا آدمی نہیں ہوں ۔ امام بخاری تک جو روایت پہنچی ۔ اصلی طرق اور سند
کے ساتھ اُن کا اصول صرف یہ ہے کہ ہر جگہ ہر مقام پر ہر سند سے ہر راوی سے جو روایت تخریج کی وہ صرف ایک
روایت ہے کہ محمد مصطفیٰ کا سوال ہوگا ۔ امام بخاری نے بخاری نے ایک مقام پر بھی بخاری میں روایت نہیں
کی کہ پوچھا جائے کہ تمہارا رب کون ہے ۔ امام بخاری نے ایک مقام پر بھی روایت بیان نہیں کی کہ پوچھا جائے
گا کہ تمہارا دین کیا ہے ۔ یہ سوال امام مسلم نے ایک مقام پر روایت کیا ہے ، ابو داؤد نے روایت کیے
نسائی نے روایت کیے ۔ مسند احمد بن حنبل ابن حبان میں آئے ۔ دیگر کتب میں آئے ہیں ۔ صحیح بخاری
میں امام بخاری نے اس موضوع پر جتنی روایات لی ہیں ۔ وہ صرف ایک ہی سوال ہے کہ بتا ذاتِ مصطفیٰ
کا کیا عقیدہ رکھتا ہے ۔ یہ امام بخاری کا عقیدہ ہے ۔

اور بخاری شریف کی میرے پاس متصل ہمارے امام بخاری سے اسناد ہیں ۔ میں سند سے بات کر رہا
ہوں ۔ میری امام بخاری تک ۱۵۰ اسناد ہیں ۔ الگ الگ طرق سے بعض میں نے بخاری شریف پڑھا اس
کا سماع کیا ۔ جن سے بخاری شریف پڑھی ۔ ۱۵۰ اسناد ہیں جو امام بخاری تک الگ الگ جا پہنچی
ہیں ۔ امام بخاری کا عقیدہ یہ ہے کہ قبر میں ایک سوال کیا جائے گا ۔ ما کنت تقول فی ھذا الرجل محمد ۔ ۔
دس اور ہند یا سندھ سے سوچ محمد کے بارے میں اپنا عقیدہ پکا رکھیں ۔ پختہ کریں ۔ اب قبر میں صرف بخشش
کا دارومدار صرف معرفتِ مصطفیٰ پر ہے ۔ باقی سوال جو باقی کتب میں آئے ہیں وہ ملا کے حق ہیں ۔
وہ اس لیے دو سوال اور ہیں ایک سوال فردی کا ہے کہ اصل سوال یہ ہے باقی دو اس کے زائد ہیں ۔
امام مسلم نے زیادہ تر دیگر روایات کیے ہیں ۔ تین سوال کیے ۔ اور ایک بات خاص ہے جو امام احمد بن حنبل
نے بیان فرمائی ۔ حضرت ام المومنین صدیقہ سے روایت کیا ۔ یہ تین مقام پر روایت کیا ۔ آقا علیہ السلام
نے ایک جنازہ پڑھایا ۔ تدفین ہو گئی ۔ کثیر ہجوم تھا صحابہ کرام کا ۔ آقا علیہ السلام نے خطاب کیا ۔ فرمایا لوگو سن لو ۔
مرنے کے بعد ۔ انکم تفتنون او تسئلون فی القبور ۔ لوگو سن لو ۔ مرنے کے بعد تمہیں آزمایا جائے
گا ۔ مجھ سے اور تم سے پوچھا جائے گا میرے بارے میں ۔ آقا نے اس خطاب میں کسی دوسری شئے کا ذکر نہیں
فرمایا ۔ لوگو ۔ آزمائش ہو گی تمہارے ایمان کی ۔ کن چیزوں کے بارے میں ۔ بس فرمایا میری معرفت ہوگی ۔
اور تم سے پوچھا جائے گا فقط ۔ ایک ہی سوال کیا ۔ مجھ سے ۔ یہ بھی امام احمد بن حنبل نے تخریج

KHURRAM PAPER PRODUCTS

دوسری حدیث ۔ فرمایا ان هذه الامة ۔ یہ امت میری ذات کے اوپر آزمائی جائے گی۔ جب
آقا نے یہ فرمایا یہ کلمہ ۔ اس میں کس جگہ عمل کیا ۔ یا عمل دینی باتیں بیان فرمایا ۔ دوسری حدیث
کی کتابوں میں وارد ہوئے ہیں۔ لیکن جب آقا نے امت کو متوجہ کیا کہ فتنے ہوں گے دجال کے مگر قبر میں تمہارا
سب سے بڑی آزمائش تمہارے ایمان کی جو تم پر ہوگی وہ ایک ہوگی ۔ بس اس پر فیصلہ ہو جائے گا ۔ ادھر کا
یا ادھر کا ۔ آقا کس چیز پر آزمائش ہوگی فرمایا میری ذات پر ہوگی ۔ تو میرے بارے میں جواب
یاد کر لو ۔ مجھے پہچان لو ۔ میری معرفت حاصل کر لو ۔ دیگر کتب میں سوال تین آئے ۔ اب سوال
پیدا ہوا کہ ان سوالات میں تطبیق کیسے ہوگی ۔ عشرہ بخاری کا پہلے بیان کر دیا ۔

باقی سوال دو جب ایڈ ہوئے تو تطبیق کیسے ہوگی ۔ تو ذیل میں سوال ہوں گے اصل ایک
ہوگا ۔ دو سوال ابتدائیہ ہوں گے ۔ اور اصل سوال جو پوچھا جائے گا ۔ جس پر فیصلہ ہوگا وہ میری ذات کا
سوال ہوگا ۔ اور تمام احادیث میں بخاری مسلم ترمذی ابو داؤد دارقطنی ابن ماجہ ابن حبان امام احمد ۔
جمیع کتب میں ایک بات پر اجماع ہے ۔ کہ فیصلہ بخشش کا رب کے سوال پر ہوگا ۔ نہ دین کے
سوال پر ہوگا ۔ نجات کا اعلان ہوگا تو معرفت مصطفیٰ پر ہوگا ۔ اب تینوں کو جب ملائے بات
کی ۔ تو پہلا سوال پوچھا ۔ تمہارا رب کون ہے وہ کیوں پوچھا جائے گا ۔ اب اس میں نکتہ ۔

اس حدیث کی شرح کر رہا ہوں ۔ کیوں پوچھا جائے گا ۔ صرف یہ فرق کرنے کے لئے ۔ چونکہ حدیث
میں آتا ہے ہر مومن ہر منافق ہر کافر سے فرشتے آئیں گے اٹھا کے بٹھائیں گے ہر مومن کافر
منافق مشرک سے سوال ہوگا ۔ تو جب مومن اور کافر سے بلا امتیاز سوال ہوگا ۔ یہ تمام احادیث
میں درج ہے ۔ اب اس بات کو حدیث کی روشنی میں سمجھنا آسان ہو گیا ۔ کہ پہلا سوال
ہوگا ۔ فرق کرنے کے لئے ۔ کہ موحد ہے یا مشرک ہے ۔ تیرا رب کون ہے ۔ اگر مشرک ہے
تو کہے گا سورج ۔ ۔۔۔ وغیرہ ۔ موحد ہے یا مشرک ہے ایک کو مانتا ہے یا تین کو ۔
صرف یہ امتیاز کرنے کے لئے ۔ پہلا سوال ہوگا ۔ یہ امت محمدی کا سوال نہیں ہے (۳-۴-۰۷)
۔ یہ عالم انسانی کا سوال ہے ۔ مرنے کے بعد معلوم ہو جائے ۔ سوال تو ہر ایک سے ہوتا ہے ۔ پہلا امتیاز
فرشتے کریں گے کہ یہ ہے کون ۔ موحد ہے یا مشرک ہے ۔ تو اللہ ربی کہنے والا اس زمرے میں آ گیا ۔
کہ موحد ہے ۔ اب ایک اللہ کا نام لینے والے کئی مذاہب گزرے ۔ یہودی بھی ایک کو مانتے ہیں ۔ اور بہت سے

عیسائیوں کے مذاہب بھی ایک مانتے ہیں ۔ یہودی اسے ہی ایک مانتے ہیں ۔ اور پہلے بھی ایک ماننے والے گزرے ۔ یہ امتیاز ہو گیا ۔ کہ کافر و مشرک نہیں ۔ موحد ہے ۔ اب اگلا سوال ہو گا ۔ کہ مذہب اور ملت پر امتیاز کرنے کے لئے کہ کس مذہب سے ہے ۔ ما دینک اب بتا دین کیا ہے ۔ وہ کہے گا دینی الاسلام ۔ یہ اور بھی امتیاز ہو گیا کہ یہ مسلمان ہے ۔ باقی الگ ہو گئے ۔ تو پہلے دو سوال ابتدائی تھے ۔ یہ امتیاز کرنے کے لئے ہیں کہ موحد و مشرک ہے ۔ اگر موحد ہے تو مسلمان ہے یا کسی اور مذہب کا ہے ۔ جب مسلمان کا تعین ہو گیا تو دینی الاسلام میرا دین اسلام ہے ۔ جب مسلمان کا تعین ہو گیا ۔ مسلمان سے آگے صرف ایک ہی سوال ہو گا ۔ اور کوئی سوال نہیں ہو گا ۔ پہلے دو سوال اس کے مذہب ملت موحد و مشرک کا تعین کرنے کے لئے ہیں ۔ باقی جنہوں نے تین سوال کہے ان کے نزدیک بھی ایک ہی سوال ہے ۔ اس لئے امام بخاری نے پہلے دو سوالوں کا ذکر ہی نہیں کیا ۔ کہ امت مسلمہ کو دو پہلے سوال متعین ہیں ہی نہیں ۔ امت مسلمہ کا سوال ہی ایک ہے ۔ جب دعویٰ کر دیا کہ مسلمان ہو ۔ جی مسلمان ہوں ۔ اگر مسلمان ہے تو بتاؤ مصطفیٰ ﷺ کی شان کیا ہے ۔ مسلمان کا سوال صرف ایک ہے باقی اور دیگر لوازمات ہیں ۔ متعلقات ہیں ۔ مسلمانی صرف ایک چیز کا نام ہے ۔ اور بخشش کا مدار صرف ایک چیز پر ہے ۔ اگر مسلمان ہے تو بتا مسلمان کی شان کیا ہے ۔ اسے موضوع دیا جائے گا ۔ کہ حضور کی شان پر بیان کرو ۔

ما کنت تقول فی ھذا الرجل محمد ۔ یہ تشریح ہے تو یہ ۔ کہ کیا کہا کرتا تھا ۔ مصطفیٰ کی شان میں ۔ اور امام احمد بن حنبل نے جو تشریح کی ہے اپنے الفاظ ہیں ۔ ما علمت بھذا الرجل محمد بتا ان کے بارے میں تیرا عقیدہ کیا ہے ۔ تو میں نے ترجمہ کیا کہ پوچھا جائے گا ۔ کہ بتا حضور کی شان کیا ہے اپنے جیسا سمجھتا ہے یا کسی جیسا نہیں سمجھتا ۔ کیا کسی اور کے بارے میں پوچھا جائے گا ۔ تو پھر کہہ سمجھ گئے اپنے جیسے ۔ وہ تو اللہ پاک نے اپنے بارے میں بھی نہیں پوچھا ۔ بڑی اتنی بڑی داڑھی والا بگڑنے والا پھر اسے یہ مسئلہ بھی تو ہو سکتا ہے ۔ بہو دلہا کی اتنی بڑی داڑھی لوگوں کو دیکھیں تو آپ پریشان ہو جاتے ہیں ۔ کہ کوئی ظاہر کا احوال ان کے نہیں ہیں ۔ سکھ تو آپ کے پڑوس میں رہتے ہیں ۔ ننکانہ ۔ میں مغرب کا وقت ہوا ۔ پیارے پر سفر کا وقت ۔ تو سکھ ٹولے آ گئے ۔ انہوں نے داڑھی بڑی دیکھا کوئی امام نہیں ملا ۔ تو سکھ کو پکڑا اور مصلے پر کھڑا کر دیا ۔ انہوں نے کہا سر شر طر کبیر ۔ یعنی بڑا مولوی

ہے۔ نماز پڑھاؤ۔ اس کو کھڑا کر دیا۔ معلوم کیا ہے۔ اب وہ کھڑا ہو گیا اس مذہب کو کیا آ گئے۔ تھوڑی
دیر کے بعد تھکا ہارا کر پھر معمولی۔ وہ پھر پیچھے منہ کر کے جیب میں سکہ آلا سے والا انٹ طلوع
انٹ کہیں۔ پھر آگلے جیب میں سکہ آیا۔ ان کو کس پاکستانی نے بتایا کہ سکہ کیا ہوتا ہے۔
پہلا سوال کرنے کے لئے اس لئے کہ امتیاز ہو جائے کہ مشرک ہے یا سکھ ہے۔ یہودی ہے مسلمان
ہے۔ کیا ہے۔ دوسرا سوال پیدا ہو گیا ہے کہ اس کا مذہب و ملت۔ دو سوال تو
ابتدائی تھے۔ جب ثابت ہو گیا کہ مسلمان ہے تو مسلمان کے لئے صرف ایک ہی سوال ہے۔
کہ تیرا مصطفیٰ کی شان کیا ہے۔ اس کے سوا لوگو حشر میں کچھ اور نہیں پوچھا جائے گا۔ باقی سوال
قیامت کے دن ہوں گے۔ تو حشر میں صرف ایک ہی سوال ہوگا۔ کہ مصطفیٰ کی شان کیا ہے۔
جب سوال ہو جائے تو دروازہ کھول دیا جائے گا۔ کہ جنت کا اور دوزخ کا۔ پہلے دوزخ کا
کھولا جائے گا۔ اور کھول کے دکھایا جائے گا۔ یہ تیرا ٹھکانہ تھا۔ اگر تم مصطفیٰ کی معرفت نہ
رکھتے۔ حضور کی شان اگر درست بیان نہ کر سکتے۔ اور میرے محبوب کو پہچان نہ سکتے۔
تو تیرا ٹھکانہ یہ تیار تھا۔ تو اللہ نے تیرے اس مقام کو صرف معرفت مصطفیٰ کے صدقے۔ دوزخ
کو بچا کر جنت بنا دیا۔ پھر دوسرا مقام جنت کا دکھایا جائے گا۔ دونوں کو خوب دیکھے گا پہلا
مولا تیرا کرم ہے۔ کہ میرے محبوب کی پہچان نہ ہوتی تو میں دوزخ میں جلتا۔ یہ حدیث نے بیان کیا
یہ ثابت کرنے کے لئے کہ جنت فقط معرفت مصطفیٰ کا صدقہ ہے۔ اور کسی عمل کا صدقہ
نہیں ہے۔ یہ خیرات ہے حضور کی معرفت کی۔ اللہ پاک آقا علیہ السلام کی بارگاہ سے
ہماری نسبت کو پختہ کرے یہی ایمان ہے۔ یہی مدار بخشش و مغفرت ہے۔ تو جو لوگ اور
جو علماء جیسے والد محمد طفیل اظہر۔ ساری زندگی حضور کی شان حضور کی تعظیم و تکریم ہی کا
پرچار کرتے رہے۔ ان کی تبلیغ حضور ہی کی شان ہے۔ تو جس نے ساری زندگی حضور کی شان
بیان کی ہو۔ جب قبر میں اس سے سوال ہی وہی ہونا ہے جو ساری زندگی خطاب کرتا رہا ہے۔
وہ فرشتوں کو کہے گا کہ میں تو چالیس سال حضور کی شان ہی تو بیان کرتا رہا ہوں۔ اور تو بیان
ہی کچھ نہیں کیا۔ تو اب لوگو اللہ پاک نصیب کرے گا کہ آقا کو تکتے ہی پہچان لیں گے۔
اور بعض روایات متناقض ہوتی ہیں۔ جو اولیاء کرام کے کشف ہیں خواب ہیں۔ بعض اولیاء کرام نے

M | T | W | T | F | S | S

Memo No

Date / /

اپنے طریقہ اور سند سے بھی بیان کیا ہے۔ السا اولیاء کرام نے بیان کیا، کہ ہر کوئی کسی سوال کا جواب
دے گا۔ بعض ایسے بھی خوش نصیب بھی ہیں۔ کہ جن کی زندگی آقا علیہ السلام کی محبت میں، میلاد و نعت
میں سے ان کی بیان کرنے میں اور تعظیم میں۔ مگر ہم میں عشق رسول کے ذکر کی فضائیں ہیں۔ اتنی گزرتی تھی۔ کہ بعض
اولیاء اللہ نے خواب میں دیکھا۔ بعض اہل اللہ کا حال۔ کہ جب فرشتوں نے ان سے سوال کیا۔ کہ
کہ منکر نکیر فرشتوں نے — اس ہستی کے بارے میں کیا عقیدہ تھا تیرا۔ تو آقا علیہ السلام نے بڑھ کر
منکر نکیر فرشتوں کو روک دیا۔ فرمایا۔ کہ میرے بارے میں اس سے نہ پوچھو۔ اس کے بارے میں مجھ سے پوچھو۔

٦ — ٣ — ٣٠١٩

٢٨ ÷ ٦ — ١٤٤٠ — ٢٠٠

٠٣ — ٥٩

-٥-

277

M | T | W | T | F | S | S

ذکرِ حسینؑ کربلا سے پہلے

۴۰۰

Memo No

Date ۲۱/۰۳/۲۰۰۲

معمورہ کریناز بیگ لاہور

ان الابرار یشربون ——— والا شکورا ۔ سورۃ دہر : اللہ کا شکر ہے کہ ہم
اس کی توفیق سے ذکرِ حسینؑ میں حاضر ہیں ۔ اور جس کو توفیق ہوتی ہے وہ ذکرِ حسینؑ میں
آتا ہے ۔ اور جس کو توفیق نہیں ہوتی وہ ذکرِ حسینؑ میں نہیں آتا — اور نہ آنے والا یہ نہ سمجھے کہ
وہ آیا نہیں ۔ نہیں بلکہ ذکرِ حسینؑ میں اس کو اُسے بلایا نہیں ہے ۔

اس لیئے ذکرِ حسینؑ مصطفےٰ کا ہے ۔ اور حسینؑ خدا کا ہے ۔ اس لیئے ذکرِ حسینؑ ذکرِ مصطفےٰ
ہے ۔ اور ذکرِ مصطفےٰ خدا کی قسم ذکرِ خدا ہے ۔ اس لیئے وہ اپنی مجلس میں اپنوں کو بلاتا ہے
غیروں کو نہیں بلاتا —— یہ سورۃ الدھر ہے ۔ اس کی آیت نمبر ۵ ہے ۔ ان الابرار یشربون
اس میں بات ہی پانچ کی ہے ۔ فرمایا بے شک ابرار نیکوکار ۔ پئیں گے وہ مشروب
محبوب السلام پیش کیئے گئے ۔ جن میں کافور کی آمیزش ہو گی ۔ اور اُن کی کیفیت مشک و نورانیت
و فرحت ۔ وہ کافور کیا ہے ۔ جس کے جام پلائے جائیں گے ۔ اس لیئے کہ کوئی پیاسا اس کی
بارگاہ میں گیا ہو گا ۔ وہ ایک خاص چشمہ ہے ۔ جس سے اللہ کے خاص بندے پئیں گے ۔ عام نہیں
ہر ایک کو قریب نہیں آنے دیا جائے گا —— اور اُن خاص بندوں کی قدرت تصرف کا عالم
یہ ہو گا ۔ صرف خود ہی نہیں پئیں گے ۔ جن کو چاہیں گے پلائیں گے بھی —— اور پلانے کے لیے کیا کریں
گے قرآن کہتا ہے ۔ وہ چشمہ تو اس نے ایک جگہ بنایا ہو گا ۔ مگر ان کے تصرف کا کرامت کا
عالم یہ ہو گا ۔ کہ جس سمت چاہیں گے انگلی سے اشارہ کر کے چشموں کو چلائے چلے جائیں گے
جدھر اشارہ کریں جس طرف نگاہ کریں گے ۔ ادھر ہی چلی جائے گی ——

ہم نے اللہ پاک نے فرمایا ۔ کہ میں نے ابرار کی بات تو کہہ دی ۔ اب یہ تو بتا دوں کہ وہ
ابرار کون ہیں —— اب وہ راز کی بات کرتا ہے تاکہ راز دان جان جائیں ۔ جو دل
والا نہیں وہ دل کا راز کیا جانے گا ۔ فرمایا ابرار وہ ہیں جو اپنی منتوں کو پورا
کرتے ہیں —— گر کمانے کو کچھ نہیں گر وہ اُسے پورا کرتے ہیں ۔ اور جس دن مصیبت
ہر طرف پھیل جائے گی —— وہ قیامت کے دن سے ڈرتے ہیں ۔ یہ خشیت اور
خوفِ الٰہی ہے ۔ اور یہ نذر پوری کرتے ہیں ۔ ویطعمون الطعام علی حبہ —— حبہ کی بات

کا وقت آتا ہے تو وہ کھانا کبھی مسکین کو دے دیتے ہیں۔ کبھی یتیم کو۔ کبھی اسیر کو دے
دیتے ہیں ——— (۲۱-۸) اور وہ مسکین، اسیر، یتیم کھانا کھاتے جب وہ جب شکریہ
ادا کرنا چاہتے ہیں۔ اسے کہتے ہیں۔ انما نطعمکم لوجہ اللہ ——— ہم نے تمہیں صرف اللہ کی رضا
کے لیے کھلایا ہے۔ صرف اس کے مکھڑے کے لیے کھلایا ہے۔ نہ ہم تم سے کوئی جزا چاہتے
نہ شکر گزاری چاہتے ——— لوگو! ——— جزا نہیں لیتے۔ صرف ان کے بابا نے فرمایا ہے۔
اور اللہ نے بھی فرمایا ہے قل لا اسئلکم علیہ اجرا ۔ شوریٰ ۲۳ ——— فرمادیں
یہ جو میں نے تمہارے لیے اتنی محنت کی۔ نماز جس میں سجدہ ... تمہارے لیے آنسو بہائے۔ وطن
گھر بار اور ... کے سائے میں چھوڑ دیے۔ بدر کے میدان میں مصائب اٹھائے۔ احد کے میدان میں رخسار
زخمی کروائے۔ اور شکم پر پتھر باندھ کر خندق میں کھودی۔ اور تکلیف اور مصائب کے پہاڑ جھیلے۔
اور تمہیں دوزخ ——— سے بچاتا رہا۔ اور تمہیں جنت کی طرف بلاتا رہا۔ تمہیں گمراہی کے اندھیروں
سے نکال کر حق و ہدایت کے نور کی طرف لے جاتا رہا۔ اور تمہیں انسانیت سکھائی۔ آدمیت سکھائی
یہ سب کچھ کیا۔ مگر سنو تم ——— اس کا اجر نہیں چاہتا۔ وہ سمجھ سکتے ہیں ابرار کہ ہم سے
اجر نہیں چاہتے۔ بولیے ایک ہی ہے ——— جو بات معصوم نے کہا ہے ابرار بھی وہی کہتے ہیں۔
تم سے اجر نہیں لیتے الا المودۃ فی القربیٰ ——— میں اجر نہیں لیتا۔ میں تو تمہارے اجر کی فکر کرتا ہوں کہ
میں نے تم سے جو اجر لینا ہے وہ مجھے کیا اجر دو گے۔ میرا اجر تو میرے مولا کے پاس ہے میرا اجر مولا
دے گا۔ سب مجھے تم سے اپنے اجر کی فکر نہیں ہے۔ مجھے تو تمہارے اجر کی فکر ہے کہ آ جاتا ہے اجر کی فکر ہے تاکہ تم کو
بھی اجر کب ملے۔ فرمایا الا المودۃ فی القربیٰ۔ میری قرابت سے محبت کرو۔ اجر مل جائے گا۔
میری اہل بیت سے۔ میری اہل قرابت سے میری ذریت سے۔ محبت کرو۔ اجر تم کو دگنا دگنا
مل جائے گا۔ یہی بات ابرار کرتے ہیں کہ نرید منکم جزاء ولا شکورا۔
اس پر حضرت عبداللہ ابن عباس نے روایت کیا۔ اور مجاہد نے بھی ... حضرت عبداللہ
بن عباس سے روایت کیا۔ ابن اسیر جزری نے تحقیق سے لکھا۔ امام واحدی نے اسباب
النزول میں لکھا۔ امام سیوطی نے الدر المنثور میں لکھا۔ اور کشاف میں علامہ زمخشری نے لکھا۔ اور عبداللہ
بن عباس کے طریق سے فرمایا یہ کہ سورۃ الدھر کی بطور خاص یہ آیات پانچ افراد کے حق میں نازل

ہو رہی ہیں۔ وہ پانچ کون ہیں۔ ان کا سبب نزول بیان کرتے ہیں کہ حسنین کریمین بیمار ہو گئے۔
بیمار ہو گیا۔ تفسیر کبیر جلد ۳۰ صفحہ ۲۴۳ اور حسنین کریمین علالت کے باعث
کمزور ہو گئے۔ چہرے مرجھا سے گئے۔ سیدہ کائنات سلام اللہ علیہا کو دیکھا کہ سردار کائنات شاہ ابرار کی بارگاہ
میں پہنچیں۔ عرض کیا بابا۔ چہرے علالت و بیماری کی وجہ سے مرجھا رہے ہیں۔ آپ دعا فرما دیجئے
کرم کر دیجئے۔ سیدہ کائنات سے اس دن شکوہ کوئی تھا۔ کہ مرجھائے چہروں کا علاج ہو گیا۔ مگر جب پہلی
شہزادے کے مرجھائے چہروں سے کربلا میں سامنے لاشے بن کے پڑے تھے۔ تب سیدہ اٹھا کے ان کو کس
کے پاس لے جاتی۔ عرض کیا آقا۔ مرجھا گئے ہیں دیکھا نہیں جاتا۔ حضور علیہ السلام نے کہا بابا بیٹیا
فاطمہ۔ روزے رکھ لو۔ تین روزے رکھ لو۔ نذر مان لو روزوں کی۔ ٹھیک ہو جائیں گے۔ (۱۴۔۱۵۔۱)
گھر آئے۔ سیدہ کائنات نے بھی روزہ رکھا۔ سید کائنات مولا کائنات نے بھی روزہ رکھا۔ اور شہزادوں
نے بھی روزہ رکھا۔ پانچویں مولا کی کائنات کی خادمہ فضہ نے بھی روزہ رکھا۔ سارے گھر روزے سے
تھا۔ ابرار وہ ہیں جو اپنی نذر پوری کرتے ہیں۔ گھر میں تھا نہ کچھ نہ تھا۔ مولا علی المرتضیٰ ایک شمعون کے پاس
گئے جو اون لے آیا۔ اور کچھ جو خرید لیے۔ بعض روایات میں ہے ایک ٹکڑے سے وقت کے لیے جا کے
مزدوری کی۔ اور جو اجرت ملی اس سے جو خرید لیے۔ اور بی بی فاطمہ نے پیس کر روٹی بنا لی۔
کچھ کہا کہ روزہ رکھیں گے اور باقی کے سے تو افطار کریں گے۔ جب روزہ افطار کرنے کا وقت آیا۔ سوکھی
روٹی پکا کے بیٹھے ہیں پاس سے تھوڑا پانی ہے۔ جب عین وقت افطار آیا۔ لقمے ہاتھوں میں ہیں کہ افطار کر لیں
کہ منہ میں ڈالیں۔ دروازے پر آواز آئی یا اہل البیت میں مسکین ہوں۔ اور بھوکا ہوں کچھ دے دیں۔
روزے داروں نے ابرار نے وہ سب کچھ اٹھا کے مسکین کو دے دیا۔ اور روزہ پانی سے افطار کر لیا۔ دوسرے
دن روزہ رکھا۔ پھر کیفیت جب افطار کا وقت آیا۔ دروازے پر آواز میں یتیم ہوں بھوکا ہوں سب
کچھ اٹھا کے اس کو دے دیا اور خود پھر پانی سے افطار کر لیا۔ تیسرے دن روزہ رکھا۔ پھر افطار کے وقت
آواز آئی اہلبیت میں اسیر ہوں قیدی ہوں۔ سب کچھ روٹیاں اٹھا کے اسے دے دیں اور پانی سے
افطار کر لیا۔ اور ان سے کہا انما نطعمکم لوجہ اللہ۔ ہم تمہیں اللہ کی رضا کے لیے کھلا رہے ہیں اور
تم سے کوئی جزا اور شکر نہیں چاہیے۔ حسنین کریمین شفایاب ہو گئے۔ رب کائنات
نے ان کی نذر پوری کی تعریف کی اور تین دن روزے کے افطار کا منظر دکھا کر۔ انما نطعمکم ۔۔۔ شکورا

کا اعلان کرکے فرمایا فرمایا جبرائیل سورۃ دہر قرآن کی لے کر اتر جا — اور جا کے بتا دے۔ اے محبوب کے بعد
پیاروں سے اور افطار کرنے والو — تم کو رب کائنات نے ابرار کے لقب سے یاد کیا ہے۔ آپ نے لوگوں
لوگوں سے یہ کہا کہ نہ جزا چاہتے نہ شکریہ — مگر رب کائنات جواب دیتا ہے۔ فرمایا اے
علی اے فاطمہ اے حسن و حسین اے فضہ — تم نے لوگوں سے اجر و ثواب مانگنے سے انکار کر دیا۔
اب رب کائنات جواب دیتا ہے۔ فوقٰھم اللّٰہ — اللہ اجر دے رہا ہے۔ اور آپ کو
قیامت کے ہر پریشانی سے بچا دیا۔ حفاظت دے دی۔ حفاظت آخرت کی ضمانت دے دی۔
اور ان چہروں پر دائمی رونق دے دی — اور دائمی سکون دے دیا۔ جنت دے دی۔ اور لوگوں سے فرمایا
کہ اے لوگو — تم ان کو جزا دے ہی کیا سکتے ہو۔ کیا جزا دو گے۔ اے جزا پانے والے تو ان کے قدموں کے
صدقے سے جزا پاتے ہیں۔ اے جزا، تو ان کے قدموں میں ہے۔ سزا تو ان کی عطا کا نام ہے۔
جزا تو ان کی رضا کا نام ہے۔ تو یہ جس کی شعوری سعی دیں وہ جزا پائیں — وہ جس کے سر پر جو رکھ
رکھ دیں وہ جزا پائے — تم کیا جزا دو گے۔ وہ تو جزا خود بانٹنے والے ہیں۔ جزا رب دے گا۔
اور رب نے کہا۔ اب جس عمل کا ذکر کیا تھا — (۹ — ۲۰) تین دن سوکھی روٹی دال بھی یکساں
بھی نہ تھا۔ یہ عمل تھا۔ تو اس پر — تین دن کی روٹیاں دینے کی جزا کیا آ رہی ہے۔ فرمایا وجزٰھم
بما صبروا جنۃ وحریرا۔ اے علی و فاطمہ اے حسنین جو صبر آپ نے تین دن کیا۔ اور روٹیاں دے کر پانی
سے افطار کیا۔ اس عمل کے نتیجے میں۔ رب تمہارے صبر پر جزا دے چکا۔ اور وہ جزا کیا ہے۔
جنۃ وحریرا۔ تین دن کی روٹیاں دینے پر تمہیں جنت مل گئی — سو جنت کی قیمت تین دن —
لوگ عمر بھر عمل کرتے ہیں۔ اور جنت کے طالب رہتے ہیں۔ اور یقین نہیں ہوتا کہ عمر بھر کے عمل کر کے بھی
جنت ملے گی یا نہ ملے گی — ایک وہ ہیں جن کا عمل پر جنت کی ضمانت نہیں دیتا۔ اور ایک وہ
ہیں کہ جن کی تین دن کی روٹیاں — جنت نصیب ہوتا ہے۔ جنت وحریرا
اور ریشم پوشاک ہو گی۔ مخملیں عالی قالین — اور جنتوں پر تکیہ لگا کے بیٹھے ہوں گے۔
کیونکہ بادشاہ جو ہوتے کہ جنت کا مالک وارث ہوں گے۔ بیٹھے ہوں گے۔ نہ تپش تنگ
ستائے گی نہ سردی تکلیف دے گی — تو مسلمانو! سوچنے کی بات ہے۔ کہ علی و فاطمہ و حسن و حسین۔ ان
کی تین دن کی روکھی سوکھی کی قربانی اس کی جزا میں جنت مل رہی ہے۔ اور دس دن کربلا کی قربانی روٹیاں

دیں تو جنت ملی۔ جب دس دن گزر گیا ہوا گا تو کیا ملا ہوگا۔ تین دن کی مومنوں پر تو جنت ملا تو
علی اصغر و علی اکبر دینے پر کیا ملا ہوگا۔ اور زیارت جنت کے دروازوں کو سجا دیں گے۔ ٹہنیاں جھک کر ان
کے قریب آ جائیں گی۔ کعبے اللہ کے قریب آ جائیں وہ بھی جھک کر۔ جس سے چاہیں گے توڑ کر
کھا لیں گے۔ اور آگے تو بڑے مطلب بات ہے۔ ودانیۃ علیھم ظلالھا یہاں ایک لطیف نکتہ
ہے۔

کسی مفسر نے یہ ضمانت کی بات نہیں۔ ہر اہلبیت میں نہ کسی اور میں۔ پاکستان
ایران اور العراق سے سارا دنیا۔ یہ کسی تفسیر میں نہیں ملے گا۔ یہ نقطہ قرآن میں ہے۔ اور
یہ آیۃ ذکر حسین کا تحفہ دیتے جا رہا ہوا۔ کسی کتاب میں نہ ملے گا۔ یہ بات سند کی ہے۔
فرمایا ویطاف علیھم ۔۔۔ اور خدام چاندی کے برتن لے کر ان کے ارد گرد پھر رہے ہوں گے۔ یہاں خدام
مرد بیان کیے ہیں۔ اور چاندی کے برتن لے کے خدمت کر رہے ہوں گے۔ ویطوف علیھم ولدان
مخلدون ۔۔۔ اور نوعمر خوبصورت جوان۔ وہ ان کے ارد گرد گھوم رہے ہوں گے۔ پھر آگے فرمایا وأکواب
آیا ۔۔۔ اور خوبصورت بیبیاں حوریں ارد گرد طواف کر رہی ہوں گی۔ اب یہ بہشتی طبقے الگ
الگ ہوا۔ یہ نکتہ ہے جو کسی کتاب میں نہ ملے گا۔ خدام الگ۔ نوعمر ~~خوبصورت~~ خوبصورت نوجوان
الگ۔ اور ہم عمر جنت کی بیبیاں الگ۔ خدام اور غلمان۔ اور جنت کی خوبصورت حوریں۔ ہر الگ الگ کس
پر طواف کر رہی ہوں گی۔ رب کا تماشا جنت کی ہر شے کا قسم۔ اور فرمایا کہ خدام طواف کر رہے
ہوں گے۔ یہ اشارہ علی المرتضیٰ کی طرف ہے۔ کہ اس علی پر ارد گرد جنت کے نوکر خدام طواف
کر رہے ہوں گے۔ اور دوسرا حسنین میں تو ہیں۔ وہ جنت کے جوانوں کے سردار ہیں۔ ان کے
طواف کے لیے جنت کے خوبصورت جوان آئیں گے۔ اور فاطمہ سیدہ کا تماشا دیکھیں تو ہوں گی
کہ جنت کی خوبصورت بیبیاں جنت کی طواف کرنے کے لیے جائیں گی۔ علی کے ارد گرد الگ
ہو رہا ہوگا ۔۔۔ فاطمہ کے گرد الگ طواف ہو رہا ہوگا۔ حسن حسین کے گرد الگ طواف ہو رہا ہوگا۔
الگ یہاں آکر رکوع ختم ہوا۔ فرمایا ان ھذا ۔ کان لکم جزاء ۔ کہ اے اہلبیت ۔ یہ جو تم نے تین روزے رکھیں روٹیاں
دیں۔ تین دن کی قربانی دی ۔۔۔ کہ جنت کے سارے درجوں کا بیان کیا۔ یہ سارا پوری سورۃ قرآن کی
اس کی جزا ہے ۔۔۔ یہ جنت کے سارے منظر اور طواف اس کی جزا ہے اب سوال پیدا ہوتا ہے

M T W T F S S

Memo No
Date / /

(۵۵ — ۲۷) جنت اور جنت میں جو کچھ ہوگا۔ وہ تو اہلبیت کو تین دن کی قربانی کا معاوضہ مل چکا ہے۔ اور جو قربانی اس کے بعد آ رہی ہے۔ کربلا کے دن اس کے بدلے کیا ہوگا۔

تو قرآن کہتا ہے یہ جزا تو اس کے معاوضہ مل گئی۔ اور اس اگلی قربانی کے عوض ہوگا یا سعیکم مشکورا۔ اور جو اگلی سعی کرو گے وہ سعی مشکور ہو جائے گی۔ ایک ہے کہ بندہ شاکر ہو۔ شکر کرے اور اللہ شکور اور ایک ہے کہ بندہ مشکور ہو۔ تو اللہ شاکر ہوگا۔ جب بندہ ذاکر ہوتا ہے تو رب مذکور ہوتا ہے۔ اور جب ذاکر اللہ ہوتا ہے تو صرف بندہ مذکور ہوتا ہے فرمایا اہلبیت کو جنت اس عمل کے بدلے مل چکی۔ اور جو اگلی قربانی آ رہی ہے۔ اس کے عوض ان کی ہر سعی۔ سعی مشکور ہو گی۔ اور کربلا سے پہلے حسین شاکر تھا۔ اور کربلا کے بعد حسین ~~مشکور~~ مشکور ہو گا۔ علی اصغر دیا علی اکبر دیا۔ یہی کوشش تھی جس کو اس کو مشکور و مشکور بنا دیا۔ قرآن کی نص سے اور حدیث مصطفیٰ کی نص سے یہ بات ڈنکے کی چوٹ پر کہہ رہا ہوں۔ اور بلا خوف تردید کہہ رہا ہوں کہ اب میرا حسین اس مقام پر ہے۔ کہ حسین کے سب محبت کرنے والو۔ نہ سمجھنا کہ ہم یہاں حسین کی مجلس منعقد کر رہے ہیں۔ خدا کی عزت کی قسم۔ ذکر حسین کی مجلس پوری زمین پر نہیں۔ یہاں ہم سامع ہیں ہم ذاکر ہیں اور ایک مجلس حسین کی عرش پر ہو رہی ہے۔ وہاں فرشتے سامع ہیں خدا ذاکر ہے۔

۲۲ — ۳۰ — ذکر حسین کو بند کرنے کا سوچنے والو یہ سوچو۔ کیسے بند کرو گے۔ اگر ذکر حسین صرف بندہ کرتا۔ تو تم بند کر دیتے۔ اب ذکر حسین کی مجلس خدا پڑھا رہا ہے۔ ہاں صرف ایک شکل ہے کہ تم مجلس حسین بند کر سکتے ہو۔ ایک ہی شکل ہے کہ تم خدا سے بڑے بن جاؤ۔ خدا کی طاقت سے بڑھ جاؤ۔ تم بند کر لو۔ اس لیے فرمایا ان ذکرنی فی نفسہ ذکرتہ فی نفسی — ذکرتہ فی نفسی — بخاری مسلم ترمذی تمام کتابیں۔ متفق علیہ حدیث۔ اگر میرا بندہ دل میں میرا ذکر کرتا ہے تو میں بھی اپنی شان کے لائق مخفی ذکر کرتا ہوں اللہ اور میرا بندہ مجلس میں ذکر کرے۔ تو میں عرش پر اس سے بہتر مجلس میں ذکر کرتا ہوں۔ حسین کربلا میں اس کا ذکر دل میں نفس میں کرتا تھا۔ وہ بھی نفس میں یاد کرتا تھا۔ کربلا میں حسین نے ذکر خدا کیا۔ اس سے پہلے نہ کوئی کر سکا۔ نہ کر سکے گا۔ حسین نے جان دے کر اس کا ذکر کیا۔

کی مجلس میں کیا۔ خدا نے اس کا صلہ دیا کہ قیامت تک عرش کی مجلس میں منعقد کر دیا۔
اب ادھر زمین پر حسینؑ حسینؑ ہو رہی ہے۔ ادھر عرش پر حسینؑ حسینؑ ہو رہی ہے۔ ذکر
حسینؑ عرش پر بھی ہو رہا ہے اور فرش پر بھی ہو رہا ہے — اور ذکر حسینؑ کبھی لسان خدا پر رہا ہے۔
اور کبھی لسان مخلوق پر رہا ہے — اور اپنی آنکھوں کو بھی غسل کرا لیں ذکر حسینؑ میں۔
آقا علیہ السلام تک گود میں بائیں جانب صاحبزادے ابراہیم بیٹھے ہیں۔ دائیں جانب حضرت حسینؑ
بیٹھے ہیں۔ خطیب بغدادی تاریخ بغداد میں لکھتے ہیں۔ جبرائیلؑ امین آ گئے۔ لہذا عرض کیا یا رسول اللہ
ص — خدا اللہ تعالیٰ آپ کو سلام کہلواتا ہے۔ اور ارشاد فرماتا ہے۔ آپ کا بیٹا ابراہیم اور شہزادہ
حسینؑ دونوں اکٹھے جوان ہو کر نہیں رہ سکتے۔ آپ کے پاس ایک دے دیا اور ایک سے لے —
حدیث پاک کے الفاظ ہیں تاریخ بغداد کے۔ آقا نے ایک نظر حسینؑ کی طرف دیکھا۔ اور
رو پڑے۔ اور آنسو گر پڑے۔ ایک نظر ابراہیم کی طرف دیکھا۔ آنسو گر پڑے۔ بار بار تکتے رہے اور روتے
رہے۔ بالآخر جبرائیل امین سے مخاطب ہو کے فرمایا جبرائیل اگر میں ابراہیم دیتا ہوں۔ تو
سوائے میرے رونے والا آج کوئی نہیں۔ میں تنہا روؤں گا۔ اور اگر میں حسینؑ دیتا ہوں۔ تو میں تو روؤں
گا ہی۔ مگر ساتھ فاطمہ بھی روئے گی۔ میں اپنا رونا تو گوارہ کر سکتا ہوں۔ مگر فاطمہ کا رونا مجھ سے
گوارہ نہیں ہوتا۔ اے رسول اللہ آپ کو اس وقت فاطمہ کا رونا گوارہ نہ تھا تو کربلا میں فاطمہ کا
رونا گوارہ کیسے کر لیا۔ آپ نے فرمایا حسینؑ کا فدیہ حضرت ابراہیم کو کرتا
ہوں۔ حدیث میں ہے کہ اس واقعے کے تین دن بعد حضرت ابراہیم وصال فرما گئے۔ فاطمہ حسین
کی مسلسل مشکور رہی۔ بی بی فاطمہ کہتی ہے کہ آقا نے فرمایا قیامت کا دن ہوگا۔ حدیث کی کتب
بھری پڑی ہیں۔ قیامت کے دن اہل محشر کھڑے ہوں گے۔ عرش سے ایک ندا آئے
گی۔ اے اہل محشر اول سے لے کر قیامت تک تمام اہل محشر کو خطاب ہوگا۔ اے محشر والو۔
اپنے سر نیچے جھکا لو۔ اور اپنی آنکھیں نیچی کر لو۔ کیونکہ فاطمہ بنت مصطفیٰ میدان محشر میں آ رہی
ہیں۔ میدان محشر میں سب نظریں جھک جائیں گی۔ اور حدیث میں ہے۔ کہ ستر ہزار موتیوں کی طرح
چمکتی ہوئی حوروں کے جھرمٹ میں فاطمہ بنت مصطفیٰ جائے گی۔ باقی کوئی دیکھ نہ سکے۔
اے خدا، اے فاطمہ جو قیامت کے دن ستر ہزار حوروں کے جھرمٹ میں گزارا جا رہا ہے۔ آہ

M T W T F S S

Memo No
Date / /

فاطمہ زہرا حیدر کی بیٹی سیدہ زینب ـــ اور اہلبیت کی شہزادیاں بعد میں۔ کس حال میں کربلا سے
دمشق جا رہی ہیں۔ وہ ستر ہزار حوریں آج کہاں ہیں ـــ
اے حسین تو نے کربلا کو اس طرح سجایا ہے کہ جب جوان علی اکبر لخت جگر کی آواز آئی۔ یا بابا ـــ
اور میدان کربلا میں دوڑ کر جا کے سینہ اقدس سے نیزہ نکالا ـــ خون کا فوارہ نکلا۔ روح علی اکبر پرواز
کر گئی۔ اور جب تو علی اکبر کا لاشہ لے کر خیمے میں پلٹا۔ ابن کثیر بیان کرتا ہے جب حسین کربلا میں
آیا تھا۔ اور علی اکبر کو لینے گیا تھا۔ ستر برس عمر تھی۔ سر اور داڑھی کا ایک بال بھی سفید نہ تھا۔ مگر جب
علی اکبر کا لاشہ اٹھا کے آیا ہے۔ سیدہ زینب نے دیکھا۔ حسین کا ایک بال بھی سیاہ نہ تھا ـــ
جب کوئی نہ رہا کربلا کے میدان میں حسین تنہا تھا۔ اور سکینہ حسین بے حد مشکور ہو چکی تھی
اس وقت حسین نے سیدہ زینب کو سلام کیا۔ بہن کو فرمایا باجی میں اب جا رہا ہوں۔ سیدہ زینب
سکتے میں گر گئیں مولا۔ میرے بھائی حسین کی سکینہ کو صبر مشکور کرنا۔ اور حسین چل پڑے۔ گھوڑے پر سوار
ہو گئے۔ گھوڑے کو فرماتے ہیں کہ چل۔ گھوڑا نہیں چلتا ـــ دوبارہ حکم فرماتے ہیں کہ چل۔ گھوڑا منہ نیچے کرتا
ہے نہیں چلتا ـــ پھر تیسری بار گھوڑے کو حکم فرماتے ہیں لگام کھینچ کر کہتے ہیں چل ـــ گھوڑا ایسے
منہ نیچے کر لیا۔ حسین سمجھ گئے نیچے اترے تو دیکھا سیدہ زینب کی سکینہ چھوٹی شہزادی۔ امام حسین
کے گھوڑے کی ٹانگوں ـــ سے لپٹ کے کھڑی ہے۔ اور رو رو کے چیخ کر رہی ہے گھوڑے میرے بابا کو نہ لے
جا۔ جو بھی جاتا ہے پلٹ کر نہیں آتا۔ میں بابا کے سینے پر رات کو سوتی تھی۔ میرا بابا چلا گیا
میں کس کے سینے پر سویا کروں گی ـــ (۳۔۔۔۔۴) جیسے سینے پر کوئی سلا دے گا۔ سیدہ امام حسین
نے سیدہ سکینہ کو سیدہ زینب کے سپرد کیا چل پڑے۔ شہادت کا وقت روح قفس
عنصری سے پرواز کر گئی۔ سکینہ حسین۔ بے حد مشکور ہو گئی۔ آواز آئی یا ایتھا النفس المطمئنہ ـــ
اے حسین لوٹ کے آ اپنے رب کی طرف۔ تو نے سارے مراحلے عبور کر دیئے۔ انسانیت
تم پر فخر کر رہی ہے۔ آدمیت تجھ پر فخر کر رہی ہے۔ ولایت تجھ پر فخر کر رہی ہے۔ امامت تجھ پر فخر
کر رہی ہے۔ فاطمہ تجھ پر فخر کر رہی ہے۔ علی تجھ پر فخر کر رہا ہے۔ مصطفیٰ فخر کر رہا ہے۔ آج خود خدا
تجھ پر فخر کر رہا ہے۔ قافلہ سیدہ زینب کا شہادت میں۔ سوئے دمشق رواں ہے۔ گرد و غبار میں
اٹے ہوئے گیسو۔ دنیا اور آخرت کی شہزادیاں۔ دو جہاں کی مالک۔ مختار بادشاہ زادیاں

کیے ہوئے تھے سر۔ نیزوں کی نوک پر قافلہ جا رہا تھا۔ رات آ گئی۔ بدبخت ملعون ابن زیاد
نے کہا یہ رات یہیں پڑاؤ کر دیں گرجا میں ایک بوڑھا ضعیف سا نیک پرہیزگار عبادت گزار
راہب باہر نکلا۔ پوچھا یہ قافلہ کیسا ہے۔ انہوں نے کہا۔ مصطفیٰ کے نواسے اور گلشن مصطفیٰ کا
شہزادے کا سر کاٹ کر لے جا رہے ہیں۔ دربار یزید میں۔ یہ قافلہ ہے۔ وہ تڑپ اٹھا۔ اس نے کہا۔
کوئی جگہ بتاؤ۔ رات ہم قیام کرنا چاہتے ہیں۔ اس نے کہا میرا گرجا حاضر ہے۔ یہاں قیام کر لو۔ اس نے
کہا حسین کا سر مجھے دے دو میں دس ہزار دینار دوں گا۔ اے اہل دنیا۔ اے دنیا کے کتو۔ تم نے سب کچھ دنیا کے لیے کیا۔
مجھ سے دس ہزار دینار لے لو اور صرف آج کی رات حسین کا سر میرے پاس رہنے دو۔ ار
عیسائی راہب ہے۔ دس ہزار دینار لے کر حسین کا سر اس کو دے دیا۔ وہ بدبخت ساری رات
سوئے رہے۔ مصطفیٰ کی شہزادیاں جاگ کر روتی رہیں۔ اور راہب حسین کے سر کو گلاب کے
پانی سے دھوتا رہا۔ اور خوشبو لگاتا رہا۔ عنبر و مشک لگاتا رہا۔ اور حسین کے ماتھے اور لبوں کو بار بار چومتا
رہا۔ راہب ساری رات حسین کے سر کو چومنے میں گزار دی۔ صبح ہوئی یزیدی سر لینے آ گئے۔
راہب پر مصطفیٰ نے توجہ کی۔ فرمایا راہب تو نے ساری عمر عیسائیت پر گزاری۔ آج رات
میرے بیٹے حسین کے سر کی تعظیم کی ہے۔ جا میں تجھے اسلام کی خوشخبری دیتا ہوں۔ کلمہ پڑھ کے
مسلمان ہوا۔ قافلہ دمشق پہنچ چکا ہے۔ اس ملعون یزید کے دربار میں قافلہ پہنچا۔
سر مبارک رکھ دیئے گئے ہیں۔ وہ ملعون بدبخت چھڑی حسین کے لبوں پر مار رہا ہے۔
اور کہتا ہے یہ ہے حسین ابن علی۔ اے یزید بدبخت تجھے کیا پتہ حسین کی خبر ہے۔ نہ علی کی خبر نہ فاطمہ
کی خبر۔ نہ نبی کی خبر۔ یہ حسین اس فاطمہ کا لخت جگر ہے۔ حسین کو مصطفیٰ جب بلاتے
تھے۔ لوگ مصطفیٰ کو بلاتے ہوئے کہتے تھے فداک امی وابی یا رسول اللہ۔ یا رسول اللہ میرے
ماں باپ آپ پر فدا ہوں۔ صحابہ بات کرتے تھے۔ اور یہ فاطمہ وہ فاطمہ ہے
کہ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ۔ فاروق اعظم کو ماننے والو۔ عمر فاروق رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں۔ کہ
بارہا میں مصطفیٰ کو یہ کہہ کر بلاتا کہ حضور میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں۔ حضرت عمر فاروق رضی
والذی نفسی بیدہ۔ اس رب کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے۔ فرماتے ہیں
لوگو میں نے کانوں سے سنا۔ مصطفیٰ حضرت فاطمہ کو بلا رہے تھے۔ فداک امی وابی یا فاطمہ۔

فاطمہ میرے ماں باپ تجھ پہ فدا ہوں۔ آ فاطمہ ہم سب کے ماں باپ تجھ پہ فدا ہوں۔ فاطمہ سب سارا جہاں تجھ پر فدا ہو۔ آ فاطمہ دنیا و آخرت سب کچھ تجھ پر فدا ہو۔ اس فاطمہ کا شہزادہ ہے۔ اس علی کا بیٹا ہے۔ جو علی ولی ہے۔ یوم خم غدیر کے اعلان کے بعد قیامت تک کے لیے ولی ہے۔ جو علی مصطفیٰ کا وصی ہے۔ جو علی فقیہ ہے۔ جو علی نفس ہے۔ جو علی شق ہے۔ اور خدا کی قسم جو علی ولی ہے۔ جو علی علی ہے اس علی و فاطمہ کا لخت جگر۔ اور اس مصطفیٰ کا لاڈلا۔ جو اسے اپنے سینے پر چڑھا کے اپنا سینہ روندواتے تھے۔ جو سجدہ میں پشت پر بٹھاتے تھے۔ جو کندھوں پر سوار کرواتے تھے۔ وہاں ایک صحابی اٹھے اس نے کہا۔ بدبخت یزید۔ خدا تجھ پر لعنت کرے۔ میں نے جن لبوں پر چھڑی مار رہا ہے ہو۔ میں نے اپنی آنکھوں سے مصطفیٰ کو ان لبوں پر بوسے دیتے دیکھا ہے۔ بدبخت یزید نے اسے مروا کے بٹھا دیا۔ یزید نے کہا جیسے حرم علی اور حرم حسین اور خانوادہ رسول کی بیبیاں اسے یہاں پیش کی جائیں۔ کہا کہ میں سیدہ زینب سے بات کرنا چاہتا ہوں۔ ان بدبخت لشکریوں نے کہا۔ یہ بیبیاں حرم مصطفیٰ کی ہیں۔ یہ جگر گوشہ کی ہیں۔ یہ مصطفیٰ کی شہزادیاں ہیں۔ تو مسلمانو ان کے کپڑوں کا بس ہائے کس حال پر تھا۔ گرد و غبار کربلا کا تھا۔ میں حال کیا بتاؤں ان کی حالت دیکھ کر بدبخت یزید کہتا ہے۔ یہ کون کنیزیں لے آئے ہو۔ ان کو ہٹا دو۔ جیسے علی و فاطمہ کی بیٹیاں دکھاؤ۔ میں سیدہ زینب سے بات کرنا چاہتا ہوں۔ اس وقت ایک ضعیف بوڑھی جو خون کی ڈوبی ہوئی۔ ہاتھوں میں رسولی ڈوپٹہ اٹھائے۔ کمر جھک چکی ہے۔ وہ کھڑی ہو کے کہنے لگی بدبخت یزید۔ یہ سیدہ فاطمہ تھی۔ یہ بنت فاطمہ ہے۔ یہ بنت مصطفیٰ ہے کہ اگر تو اس سے کلام نہیں کر سکتا۔ اس بدبخت نے پوچھا۔ اے عورت تو کون ہے۔ اس نے کہا مجھے فضہ کہتے ہیں میں فاطمہ کی نوکرانی تھی۔ میں نے اس حسین اور زینب کو گود میں کھلایا ہے میری جوانی اور بڑھاپا ان کے قدموں میں گزرا ہے۔ ایک فوجی اٹھا۔ لٹھ لے کر۔ اس نے ہوا میں لٹھ لہرائی۔ اور کہا فضہ میں تمہارے سر کے ٹکڑے ٹکڑے کرنے لگا ہوں۔ جب فضہ نے یہ سنا۔ اس نے سر اٹھایا۔ دیکھا یزید کے پیچھے پانچ صد حبشی ننگی تلواریں لے کر یزید کے پہرہ پر کھڑے ہیں۔ فضہ بھی حبشہ سے تھی۔ اس نے حبشی پہرے داروں نے دیکھا تو للکار اٹھی۔ اور کہا اور کہا حبشی پہرے دارو۔ تمہاری غیرت کو کیا ہوا۔ تمہاری قوم کی ایک بیٹی فضہ اس کا سر

287

M | T | W | T | F | S | S

Memo No
Date / /

یہ لمحے مار کر دو ٹکڑے ہو رہے ہیں۔ تم اپنی قوم کی بیٹی کا تماشہ دیکھنا چاہتے ہو۔ غیرت کہاں گئی۔ یہ للکار کرنے کی دیر تھی کہ پانچ سو کے قریب حبشی غیرت میں آگئے۔ اور بڑھ کر ہاتھ تلواریں ہوا میں لہرائیں۔ اور کہا خبردار جو فضہ کی طرف بڑھا ان کے سر قلم کر دیئے جائیں گے۔ فضہ تو بچ گئی۔ یہ منظر دیکھ کر سیدہ زینب نے اپنا چہرہ مدینے کی طرف کر لیا۔ اور آواز بلند پکار کے کہا۔ آ نانا جان۔ میرے پیارے بابا۔ آج فضہ حبشیوں کی بیٹی کو بچانے کے لئے پانچ صد حبشی تلواریں لے کر میدان میں آگئے۔ تیری بیٹی کو بچانے کے لئے بابا۔ آج تلواریں کہاں چلی گئی ہیں۔

میرا حسین باغِ نبوت کا پھول تھا۔
صدقے کی اس دین جان ہے خونِ رسول تھا۔

۱۳ — ۰۳ — ۲۰۱۹ بدھ
۵ — ۰۷ — ۱۴۴۰
۴ — ۴۳ — ۱۸ — PM

شانِ سیدہ کائنات رضی اللہ عنہا بزبانِ سرورِ کائنات ﷺ

آیت: واذ قالت الملائکۃ یا مریم ان اللہ اصطفاک ــــ العالمین ــــ
آل عمران (۴۲) اللہ رب العزت کا شکر ہے جس نے ہمیں رمضان المبارک سے نوازا
اور ہم سب کو اس کی برکتوں اور نعمتوں سے مالا مال فرمایا۔ آج ۵ ۶ رمضان المبارک
کا پہلا جمعہ ہے۔ اور چوتھا روزہ ہے۔ یعنی سیدہ کائنات اور سیدۃ النساء العالمین۔
سیدہ نساء اہل الجنۃ حضرت بتول سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کا یوم وفات تھا۔
اور آج ہم سیدہ کائنات کی شان بیان کریں گے۔ قرآن کریم کی سورۃ آل عمران جس میں
سیدہ کائنات مریم کا ذکر ہے۔ ملائکہ نے کہا اے مریم۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ
ماجدہ۔ کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے آپ کو منتخب فرمایا ہے۔ اور پاکیزگی کے بعد طہارت کا شرف
سے نوازا ہے۔ اور آپ کو دنیا کی عورتوں پر منتخب کر لیا ہے۔
امام قرطبی اور دیگر مفسرین نے اس شان پر بیان کیا ہے۔ اور قرآن مجید کی اس آیت
کریمہ کی تفسیر احادیث صحیحہ سے فرامین نبوی سے ہمیں نصیب ہوئی ہے۔ طریق صحیحہ
نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ جس کو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے روایت کیا۔
کہ آقا علیہ السلام نے فرمایا۔ کہ کائنات کی عورتوں میں سب سے افضل چار خواتین ہیں۔
قرطبی الجامع احکام القرآن جلد ۴ صفحہ ۸۳ ان میں سے ایک جن کا ذکر قرآن مجید نے
کیا ہے حضرت مریم، عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ ماجدہ۔ ایک حضرت آسیہ
جو فرعون کی بیوی تھی۔ مسلمان ہو گئی تھی۔ یعنی حضرت موسیٰ علیہ السلام کی پرورش کرنے والی۔
ان کی گود میں پیغمبر کی پرورش ہوئی۔ اور حضرت مریم کی گود میں بھی حضرت عیسیٰ کی پرورش
ہوئی۔ تیسری خاتون حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا آقا علیہ السلام کی پہلی زوجہ محترمہ تھیں۔ جن کو محسن
الاسلام کہا جاتا ہے۔ جو آقا علیہ السلام کا اپنے گھر کے اندر ابتدائے وحی کے زمانے
پہلے سے تھیں۔ اور چوتھی حضرت سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا آپ کی ولادت حضور ﷺ کی بعثت
اعلان نبوت سے پانچ برس قبل ہوئی۔ یہ قول مختار اور معروف روایت کے مطابق ہے۔ کچھ
اور اقوال بھی ہیں۔ مگر معروف روایت اس کا مطلب یہ ہے کہ جب وحی کے نزول کا آغاز ہوا۔
آقا علیہ السلام پر۔ تو آقا علیہ السلام کی گود میں پانچ سال کی شہزادی حضرت فاطمۃ الزہرا تھی۔

پھر گویا بچپن میں آپ کو ۔ اس وحی کا شاہد اور گواہ ہونا نصیب ہوا ۔ یہ عالم ہی ہوا کہ آپ کے
بچپن کے زمانے میں ہی عجیب کیفیات تھیں ۔ اور عجیب واقعات تھے ۔ اور وہ جملہ مشکلات اور
مصائب ۔ جو آقا علیہ السلام کی ذات اقدس پر ۔ دورِ نبوت کے اوائل میں وارد ہوئے اور حالات
پیش آئے ۔ آپ کا لمحہ لمحہ بچپن آپ کا گواہ تھا ۔ (۱۲ — ۷) آقا علیہ السلام صحن کعبہ میں
کھڑے ہیں ۔ جب کفار و مشرکین نے آپ پر حملہ کیا ۔ اور حضور کا گلہ مبارک دبانے کی کوشش
کی ۔ اس وقت صرف حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اتفاق سے پاس کھڑے ہیں ۔ آپ دوڑ کے
آپ کا دفاع کر رہے ہیں ۔ حملہ آور بدبختوں کے ساتھ لڑائی کر رہے ہیں ۔ آپ کا دفاع کر رہے ہیں ۔
اس وقت آقا علیہ السلام دوران نماز سجدہ ریز ہو رہے ہیں ۔ یہ وہ واقعہ ہے کہ مشرکین نے آپ پر ۔
اونٹنی کی اوجھڑی آپ کی پشت مبارک پر ڈال دی ۔ آپ کو تکلیف دی اس کے بعد بھاگ گئے ۔
سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اس کو ہٹا رہے ہیں ۔ یہ وہ لمحہ ہے ۔ کہ سیدہ عالم رضی اللہ عنہا کی بالکل بچپن کی عمر ہے گی ۔ وہ
دوڑ کر آقا علیہ السلام کے ساتھ لپٹ جاتی ہیں ۔ اور روتی ہیں ۔ اور اپنے ہاتھوں سے حضور علیہ السلام
کے کپڑے اور جسم پاک صاف کرتی چلی جاتی ہیں ۔ اور اُن بدبختوں کو بددعا دیتی ہیں جنہوں نے
میرے بابا کو اتنی اذیت دی ہے ۔ آپ کی عمر مبارک اس وقت دس سال ہے کہ جب شعب ابی طالب
کا واقعہ پیش آیا ۔ اب آپ تصور کر لیں دس سال کی عمر ہے ۔ تین سال تک آقا علیہ السلام کو
اپنے جمیع خاندان اور اصحاب سمیت ہیں ۔ اور آپ کے قرابت داروں اور صحابہ کے ہمراہ قید کر دیا
گیا ۔ شعب ابی طالب میں ۔ تو تین سال کی قید کی صعوبتیں جھیلنے والوں میں دس سالہ حضرت
فاطمۃ الزہراء بھی ہیں ۔ آپ کو خاص یہ بھی امتیاز حاصل ہے ۔ کہ جس رات آقا علیہ السلام
کو معراج پر لے جایا گیا تھا جس گھر میں آقا علیہ السلام آرام فرما تھے ۔ اس میں تنہا سیدہ عالم فاطمۃ الزہراء
اپنے بابا کے ساتھ تھیں ۔ حضور علیہ السلام کے ساتھ ۔ اور جب سیدنا جبرائیل امین آئے ہیں ۔ تو اُن
کو سجدہ کرنے والی حضرت سیدہ فاطمۃ الزہراء ہیں ۔ کیونکہ کوئی بھی جبرائیل امین کو کوئی بھی چیز دیوار
حضور علیہ السلام کی بارگاہ میں حاضری میں حائل نہ ہوتی تھی ۔ اور آقا علیہ السلام کی بارگاہ میں اندر آ جاتے
تھے ۔ مگر چونکہ حضرت سیدہ اندر موجود ہیں ۔ تو دروازے کے باہر کھڑے ہو گئے ۔ آپ باہر تشریف
لاتی ہیں ۔ آپ کی عمر مبارک اس وقت نو برس ہے ۔ آپ کی عمر مبارک اس وقت نو برس

290

M	T	W	T	F	S	S

Memo No
Date / /

۲۷ رجب کی بات ہے۔ شب معراج نو برس ہے۔ آپ باہر تشریف لا کر پوچھتی ہیں۔
جمال اور جلال کے پیکر کو انسانی شکل میں جبرائیل امین کو وہ باہر آپ نے کس سے ملنا ہے۔
میں حضور ؐ سے ملنا چاہتا ہوں۔ آپ اندر تشریف لے جاتی ہیں۔ اس کا حلیہ بیان کرتی ہیں۔ اور
آقا علیہ السلام کو بتاتی ہیں۔ کہ آقا اس طرح کا ایک شخص ہے آپ کی بارگاہ میں حاضر ہونا چاہتا ہے۔
تو آقا علیہ السلام نے جبرائیل امین کو اجازت دی تو پھر اندر حاضر ہوئے۔
پھر جو حادثہ ہجرت پیش آیا ہے۔ اس رات میں حضرت فاطمہ ؓ اور دیگر صاحبزادیاں
آقا علیہ السلام کی اور جملہ اہلبیت اور ازواج میں سے جو بھی مدینے نکلتی ہیں۔ حضور علیہ السلام تشریف
لے گئے ہیں۔ اور یہ حسن حسین اور ہلال کی کیفیت میں پیچھے رہ گئے ہیں (۱۰-۱۲) سے نکالیں جا
گیا اہلبیت کو۔ بعد میں لے کر گئے ہیں۔ مدینہ پاک تاریخ کہتی ہے سال غزوہ بدر سے واپس آئے
ہیں۔ پانچ چھ ماہ گزر گیا۔ تو آقا علیہ السلام مجلس میں تشریف فرما ہیں۔ اور حضرت سیدنا
انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں۔ کہ آپ پر وحی نازل ہوئی۔ جب آپ باہر آئے ہیں۔ تو پوچھا کہ تو کیا
تمہیں معلوم ہے کہ ابھی میرے پاس کون آیا تھا۔ اُن نے کہا کہ اللہ اور اللہ کا رسول بہتر جانتے یا رسول اللہ۔ فرمایا
جبرائیل آیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے بھیجا تھا۔ کہ اللہ نے امر بھیجا تھا۔ کہ فاطمہ اور علی کا نکاح کر دیں۔ تو سیدہ
عالم ؓ کا نکاح (۲۷-۱۳) مولا علی ؓ سے جو امر الٰہی سے ہوا۔ فیصلے تو سارے عرش
پر ہوتے ہیں۔ مگر اس عرش کے فیصلے کو اللہ تعالیٰ نے سیدنا جبرائیل امین کے ذریعے آقا علیہ السلام
کو حکم دیا۔ اور امر الٰہی سے کہا آپ نے نکاح کا ارادہ فرمایا۔ آپ نے فرمایا صحابہ کو کہہ جاؤ۔
ابو بکر کو بلاؤ۔ عمر کو عثمان کو۔ طلحہ کو زبیر کو اور دیگر صحابہ کرام جو موجود تھے اُن کو بلاؤ۔ مجلس جمع
ہوگئی۔ حضرت انس فرماتے ہیں میں سب کو بلا کے لے آیا۔ مجلس منعقد ہوگئی۔ تو آقا ؐ
نے سب کو آگاہ فرمایا کہ علی اور فاطمہ کے نکاح کا امر باری تعالیٰ نے بھیجا ہے۔ تو اس طرح امر الٰہی
سے نکاح ہوا۔ اور خطبہ نکاح سیدنا تاجدار کائنات ؐ نے خود ارشاد فرمایا۔ اور چار سو مثقال
چاندی کا مہر رکھا (۱۴-۳۳) اور نکاح کر کے آقا علیہ السلام نے پھر ایک طشت میں کھجوریں دی
ہیں اہل مجلس کو کھجوریں کھلا کے فرمایا۔ کہ علی اور فاطمہ کے نکاح میں کی خوشی میں کھجوریں کھائیں۔
اگلے دن مولا علی شیر خدا ؓ سے پوچھا ہے۔ کہ اے علی ولیمے میں کچھ پکانے کے لئے ہے پر حضرت

کہا یا رسول اللہ ہاں ایک چھترا ہے۔ تو فرمایا اس کو ذبح کر کے اس کو بنالو۔ اور کھانا نہیں کھولنا۔ چونکہ کھانے والے تو بہت سے آئیں گے۔ تو پھر خود تشریف لے گئے ہیں۔ جب آقا نے اس کا برتن میں وضو فرمایا۔ چہرہ مبارک دھویا وضو فرما کے وہ پانی ڈال دیا۔ اور فرمایا اللھم بارک فیھما و بارک علیھما۔ و بارک فی نسلھما۔ اے اللہ ان دونوں میں برکت فرما علی اور فاطمہ میں برکت فرما۔ علی اور فاطمہ پر برکت فرما دے۔ علی اور فاطمہ کے لئے برکت فرما دے۔ اور علی اور فاطمہ کی پوری نسل میں برکت فرما دے۔ اس دعا کے ساتھ محفل ولیمہ منعقد ہوئی۔

مصابیح السنۃ میں ہے ترمذی نے روایت کیا۔ ابن عمیر تمیمی روایت کرتے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ میں اپنی پھوپھی کے ساتھ ملکر ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ کے پاس گئے۔ اور میں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا۔ میری پھوپھی نے پوچھا۔ کہ آقا علیہ السلام کو لوگوں میں سب سے زیادہ پیارے اور محبوب لوگ کون تھے۔ حضرت عائشہ برجستہ جواب دیتی ہیں۔ اس پوری کائنات انسانی میں سب سے زیادہ پیار میرے محبوب کو حضرت فاطمہ سے تھا۔ پھر سوال کرتی ہیں کہ مردوں میں سے کس کے ساتھ پیار تھا۔ فرمایا مردوں میں سب سے زیادہ ان کے شوہر حضرت علی سے تھا۔ اس کو امام حاکم نے بھی روایت کیا مستدرک میں۔ اور حدیث صحیح قرار دیا۔

حضرت فاطمہ کی ہمراز ان سے ہی مروی ہے۔ فرماتی ہیں کہ آقائے دو جہاں ﷺ نے فرمایا جب سرکار نے میرے کان میں دو باتیں کہیں۔ ازواج کا اجتماع تھا سب بیٹھی تھی۔ سیدہ کائنات کو آقا نے اپنی قریب میں پہلو میں بٹھالیا۔ ایسی گفتگو ہوئی کہ جس سے آقا کے وصال کا راستہ رہ ملا۔ سنا تو مغموم ہو گئیں۔ چہرہ مبارک پر اداسی بے چینی اور پریشانی اور غم اندوہ کے آثار چھلنے لگے۔ آپ کو مغموم دیکھ کر بلکہ آپ کی آنکھوں سے آنسو گر پڑے رو پڑیں۔ ازواج مطہرات بیٹھی ہیں ان سے بات نہیں کی۔ یہ راز کی بات سیدہ کائنات کے کان میں کہی۔ وہ اشارہ پاگئیں کہ آپ کے وصال کا وقت قریب ہے۔ رو پڑیں تو دوبارہ فرمایا فاطمہ ذرا کان میرے قریب کر۔ دوبارہ کوئی بات آپ کے کان میں کہی۔ آپ ہنس پڑیں۔ بعد میں ازواج مطہرات نے پوچھا حضرت عائشہ صدیقہ اور دیگر مطہرات نے کہ آپ رو رہی کیوں تھی۔ فرمایا حضور کی ایک بات سے وصال کا اشارہ ملا تھا۔ کہ آقا ہم سے جدا ہونے والے ہیں۔ پھر دوبارہ ہنسی کیوں تھیں۔ فرمایا ہنسی اس لئے تھی کہ آپ نے مجھے خوشخبری

سنا دی گئی کہ فاطمہ میں جدا تو ہو رہا ہوں۔ مگر اہل بیت میں سب سے پہلے میری ملاقات کرنے والی تو ہوگی۔
میرے پیچھے تو آ رہی ہے۔ تو جب میں نے اپنے وصال کی خبر سنی تو حضور سے ملاقات ہونے والی ہے تو
خوش ہو گئی۔ پھر اس موقع پر فرمایا۔ کہ کیا خوش نہیں ہو کہ راضی نہیں ہو کہ تو ساری کائنات کی عورتوں
کی سیدہ اور سردار بنا دی گئی ہے۔

پھر امام احمد نے روایت کیا۔ امام ترمذی نے امام حاکم نے مستدرک میں۔ ابن زبیر سے روایت
کیا کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا۔ فاطمہ میرے جگر کا میرے گوشت کا دل کا جسم کا ٹکڑا ہے۔ جو
چیز فاطمہ کو اذیت دیتی ہے وہ مجھے اذیت دیتی ہے جو اسے خوش کرتا ہے۔ مجھے خوش
کرتا ہے۔ اور ایک روایت میں امام طبرانی نے فرمایا۔ کہ فاطمہ میرے درخت نبوت کی ٹہنی ہے۔ اور یقیناً
وہ ٹہنی ہیں۔ اس پر دو پھول لگے ہیں جس کو حسن اور حسین کہتے ہیں۔ شجر مصطفیٰ کا ذائقہ اگر کسی نے
چکھنا ہو تو وہ حسن اور حسین میں چکھے۔ فرمایا جو فاطمہ کو ناراض کرتا ہے اذیت دیتا ہے تکلیف دیتا ہے۔
وہ مجھے اذیت دیتا ہے۔ اور آقا علیہ السلام نے یہ بھی فرمایا۔ یہ روایت اسامہ بن زید سے ہے۔
فرمایا میرے سارے خانوادہ میں مجھے سب سے زیادہ محبوب فاطمہ ہے۔ اور پھر اس محبت کا عالم۔ اس
محبت نے آپ کو کیا سرفرازی عطا کی۔ آپ کو کیا بلندی عطا کی۔ آپ کو کیا درجہ رفیع عطا
کیا۔ اور آپ کو سارے کائنات کے سارے درجوں میں کیا منفرد اور ممتاز مقام عطا فرمایا۔ کہ اول کائنات
سے لے کر آخر کائنات تک۔ آپ کو ایک شان وہ عطا کی کہ کائنات کے سارے فرد اس
شان میں برابر نہیں ہیں۔ اور وہ کیا ہے۔

امام حاکم نے روایت کیا ہے مستدرک میں۔ حضرت علی شیر خدا سے روایت ہے
اور امام حاکم نے حدیث صحیح مستدرک میں آقا علیہ السلام نے فرمایا۔ کہ قیامت کا دن ہوگا۔
اہل محشر کا حساب و کتاب ہو رہا ہوگا۔ رب ذوالجلال قدسی عدل پر جلوہ افروز ہوگا۔
تاجدار کائنات کرسی شفاعت اور مقام محمود پر جلوہ افروز ہوں گے۔ اور ساری دنیا نفسی
نفسی کے عالم میں۔ اپنے حساب و کتاب میں مصروف ہوگا۔ حدیث میں آتا ہے کہ
اچانک عرش کی گہرائیوں سے ایک آواز آئے گی۔ جس آواز کو جملہ اہل محشر سنیں
گے۔ اور اس کو بہت ساری کتب احادیث میں روایت کیا گیا۔ اہل عرش سنیں گے۔

(۲۲ — ۲۳)

آواز آئے گی کہ اے اہل محشر ایک منادی دینے والا فرشتہ آواز دے رہا ہوگا۔ حاکم المستدرک جلد ۳ صفحہ ۱۶۶ رقم ۴۷۲۸۔ آواز آئے گی اے گروہ محشر اپنی آنکھیں جھکا لو۔ اپنے سر گردنیں جھکا لو۔ آنکھیں بند کرلو۔ اور سنو ابھی فاطمہ بنت محمد ﷺ کا گزر ہونے والا ہے۔ میدان محشر میں فاطمہ بنت محمد کا گزر ہونے والا ہے۔ اور اس وقت تک آنکھیں جھکائے رکھو۔ جب تک فاطمہ محشر سے گزر کر جنت میں نہ چلی جائے۔ اور حدیث پاک میں آتا ہے کہ اس وقت حضرت فاطمۃ الزہراء دو سبز چادریں اوڑھ کر محشر سے گزر جائیں گی۔ ایک روایت میں ہے کہ دو سرخ رنگ کی چادریں ہوں گی۔ جن میں لپٹی ہوئی سیدہ کائنات۔ (طبرانی المعجم الکبیر جلد ۲۲ صفحہ ۴۰۰ رقم ۹۹۹) اور سیدہ کائنات کو تو میں نے کہا۔ چونکہ سیدہ عالمین مصطفیٰ نے کہا۔ سیدہ نساء اہل جنۃ مصطفیٰ نے کہا۔ مگر یہ حدیث مجھے کہنے پر مجبور کر رہی ہے۔ کہ جن کی آمد پر اہل محشر کو نگاہیں جھکانے کا حکم ہے۔ خدا کی عزت کی قسم وہ سیدہ کونین کائنات بھی ہیں۔ وہ سیدہ اہل محشر بھی ہیں۔ ہر کوئی گزر گیا۔ مگر یہ حکم کسی کے لئے نہیں ہے۔ اور ایک حدیث پاک میں ہے کہ ستر ہزار جنت کی حوریں۔ آپ کے ارد گرد جبرئیل بنائے ہوئے ہوں گے۔ اور جبرئیل کے ساتھ سیدہ فاطمہ گزر جائیں گی۔ تاکہ پتا بھی نہ چل سکے کہ کون گزر گیا ہے۔

اسی حدیث کو سیدنا علی شیر خدا نے بھی روایت کیا۔ یہ سیدنا صدیق اکبر سے بھی مروی ہے۔ حدیث ابو ایوب سے بھی روایت ہے۔ یہ سیدنا ابو بکر صدیق سے اور بھی مروی ہے۔ روایت ابی ہریرہ سے اور یہ حدیث حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ سے بھی مروی ہے۔ ان حدیثوں کو روایات سے بیان کرنے کا فائدہ ایک یہ بھی ہے۔ کہ جو اہل بیت اطہار اور ازواج مطہرات اور خلفائے راشدین میں لوگوں نے جو جنگ کروا رکھا ہے۔ یہ جنگ بدبختی کی جنگ ہے۔ لعنت ہے اس جنگ پر۔ اگر ان کے دلوں میں کوئی دوری ہوتی۔ اور قدر و منزلت کے رشتے نہ ہوتے۔ ایک دوسرے سے یوں پیوست نہ ہوتے تو آقا علیہ السلام سے تنہائی میں سنی ہوئی فضیلت کی باتیں کوئی عام دوسرے کو آکر سناتا ہے۔ کہ حضور نے سیدہ فاطمۃ الزہراء کے لئے یوں فرمایا۔ اکثر حضرت عائشہ صدیقہ حدیث بیان کرتی ہیں۔ حضرت ابو بکر صدیق نے بیان کیا۔ کوئی ایسا کرتا۔ یہ بلا میں اسلام میں تفرقے آگئے۔ بنو امیہ کا دور۔ اور بنو عباس کا دور جب تفرقے آگئے۔

تفرقہ بندیاں آگئیں - دھڑے بن گئے - موضوع احادیث کی فتنہ گری شروع ہوگئی - اس وقت امت کو لڑانے کے لئے ایسا سامان پیدا کر دیا گیا -

اب صحیح بخاری میں ایک اور روایت ہے - کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا کتاب المناقب جلد سوم صفحہ ۱۳۸۱ رقم (۳۵۱۰) فاطمہ میرے جسم اور جگر کا ٹکڑا ہے - جو اسے ناراض کرے گا مجھے ناراض کرے گا - اور طبرانی نے اعلیٰ اسناد حسن کے ساتھ - آگے آقا علیہ السلام کی حدیث بیان کی فرمایا - (طبرانی المعجم الکبیر جلد اول ۱۰۸ رقم ۱۸۲) اے فاطمہ اگر تو راضی ہو جائے کسی پر تو اس سے اللہ راضی ہو جاتا ہے - اور اگر تو کسی سے ناراض ہو جائے - تو اللہ ناراض ہو جاتا ہے - تو تیری رضا سے اللہ کی رضا ملتی ہے - اور تیری ناراضگی سے اللہ ناراض ہو جاتا ہے -

امام احمد بن حنبل نے امام حاکم نے مستدرک میں روایت صحیح کے ساتھ روایت کیا ہے - (احمد بن حنبل المسند جلد ۴ صفحہ ۳۲۳) کہ فاطمہ میرے جسم گوشت اور جگر کا ٹکڑا ہے (حاکم المستدرک جلد سوم صفحہ ۱۷۲ رقم ۴۷۴۷) قیامت کے دن سارے نسب اور رشتے خونی اور نسبی رشتے سارے رشتے قیامت کے دن منقطع ہو جائیں گے کٹ جائیں گے - مگر میرے رشتے برقرار رہیں گے - تو میرے رشتوں کا فیض اور شفاعت قیامت کے دن بھی جاری رہے گی - اسی طرح امام حاکم نے المستدرک میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا - کہ آقا علیہ السلام نے حضرت فاطمہ سے کہا - فرمایا بیٹی فاطمہ (صحیح بخاری کتاب الاستئذان جلد ۵ صفحہ ۲۳۱۷ رقم ۵۹۲۸) حضرت فاطمہ سے مخاطب ہو کے فرمایا - کہ بیٹی فاطمہ کیا تو اس بات سے خوش نہیں ہے - کہ تو ساری کائنات کی عورتوں کی سردار ہے - اور جملہ مومنوں کی عورتوں کی سردار ہو - اور تو میری امت کی ساری عورتوں کی سردار ہو -

پھر امام حاکم نے المستدرک میں روایت کیا - حضرت انس سے طبرانی نے اور ابو مسند ابو یعلیٰ نے روایت کیا - اور دونوں کے جو روات ہیں رجال - وہ رجال صحیح ہیں - حضرت عائشہ سے مروی ہے - کہ آپ فرماتی ہیں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا - فرماتی ہیں کہ میں نے کائنات میں - فاطمہ سے افضل کسی کو نہیں دیکھا - سوائے ان کے باپ کے - یہ فتویٰ دے دیا حضرت ام المؤمنین نے فرمایا میری نگاہوں میں - اس دنیا میں فاطمہ سے افضل کسی کو نہ دیکھا - بس ایک ہی ہستی افضل

باب: حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی

اور آقا علیہ السلام نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ کہ صحابہ کرام تک پہنچایا۔ طبرانی میں حدیث ہے۔ رجال ثقہ ہیں۔ کہ اللہ نے مجھے حکم دیا ہے۔ کہ میں فاطمہ کا نکاح علی سے کر دوں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ایک اور روایت کی امام حاکم نے مستدرک میں بخاری و مسلم کی شرط پر شرط الشیخین کے ساتھ بیان کیا ہے۔ حضرت عائشہ فرماتی ہیں۔ خدا کی قسم میں نے حضرت فاطمۃ الزہراء سے بڑھ کر حضور کی کوئی شبیہ نہیں دیکھی۔ گفتگو میں بات چیت میں چلنے پھرنے میں نشست و برخاست میں۔ کہ جس نے حضرت فاطمۃ الزہراء کا سراپا دیکھا ہو (۱۶-۳۲) ۔۔ سراپا مصطفیٰ کو تک لے۔ ان کی گفتگو کا ٹھہراؤ۔ ان کی گفتگو کا انداز ان کی گفتگو کا لہجہ لہجہ مصطفیٰ تھا۔ ان کی گفتار گفتارِ مصطفیٰ تھی۔ ان کی رفتار رفتارِ مصطفیٰ تھی۔ ان کی نشست نشستِ مصطفیٰ تھی۔ برخاست برخاستِ مصطفیٰ تھی۔ فرماتی ہیں۔ خدا کی قسم فاطمہ کے علاوہ کسی اور میں میں نے نہ دیکھی۔ کہیں یہ تو فیض سیدہ کا تھا کہ شہزادوں کو ملا۔ سر سے لے کر سینہ مبارک تک حسن مجتبیٰ (جامع ترمذی ابواب المناقب جلد ۵ صفحہ ۶۰۰ رقم ۳۷۷۹) شبیہ مصطفیٰ تھے۔ اور سینہ مبارک سے لے کر قدمین تک امام حسین شبیہ مصطفیٰ تھے۔ اور آقا کے وصال کے بعد اگر کسی کا جی کرتا سر انور سے قدمین شریفین تک پورا سراپا مصطفیٰ کا دیدار کیا جائے تو صحابہ کرام حضرت مولا علی شیرِ خدا کا دروازہ کھٹکھٹاتے۔ حسن اور حسین کو اکٹھا کھڑا کر کے دیکھ لیتے۔ سر سے پاؤں تک دیدارِ مصطفیٰ ہو جاتا تھا۔

اور حضرت عائشہ فرماتی ہیں میں نے دیکھا۔ کہ جب حضرت سیدہ کائنات آتیں۔ تو آقا علیہ السلام ان کے استقبال کے لئے کھڑے ہو جاتے (السنن کبریٰ جلد ۵ صفحہ ۳۳۶) انہیں مرحبا فرماتے تھے۔ ان کا ہاتھ پکڑ لیتے تھے۔ ان کو چومتے تھے۔ اور اپنی جگہ پر ان کو بٹھا دیتے تھے۔ چادر بچھا کے بٹھا دیتے تھے۔

اور امام حاکم نے دوسری روایت میں۔ یہ تو آقا علیہ السلام کا طریقہ ہوا۔ اور قربانی

M T W T F S S | Memo No | Date / /

جاتیں سیدہ کائنات سے پیار۔ اس منظر کو ذرا چشم تصور میں لائیں۔ جب تاجدار کائنات اور سیدہ کائنات آپس میں آمنے سامنے ہوتے ہوں گے۔ اور محبتیں چھلک رہی ہوں گی۔ (حاکم المستدرک جلد ۳ صفحہ ۱۷۲ رقم ۴۷۵۳) جب آقا علیہ السلام اُن کے پاس تشریف لے جاتے تو وہ کھڑی ہو جاتیں۔ استقبال کرتیں۔ آپ ہاتھوں کو چومتیں چہرہ انور اُن کو چومتے وہ اُن کو چومتیں۔

اور سیدنا عمر سے امام حاکم نے المستدرک میں روایت کیا۔ اور امام بخاری و مسلم کی شرط صحت پر روایت کیا۔ سیدنا فاروق اعظم فرماتے ہیں کہ وہ حضرت فاطمۃ الزہرا کے پاس گئے اور قسم کھا کر فرمایا۔ (حاکم المستدرک جلد ۳ صفحہ ۱۶۸ رقم ۴۷۳۶) آقا علیہ السلام کی محبت جو کہ سب سے سامنے تھی۔ کہ آقا علیہ السلام کے بعد اس کائنات انسانی میں مجھے اور ہم کو محبوب کوئی نہیں ہے۔ اور ایک حدیث ایمان افروز جس دن میں نے وہ حدیث پڑھی۔ میں وہ اپنی کیفیت بیان نہیں کر سکتا۔ آقا علیہ السلام نے اور راوی ہیں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ۔ میں نے کانوں سے سنا۔ سرکار نے فرمایا۔ لوگو ایک بات ذہن نشین کر لو۔ صحابہ کرام جب حضور سے عرض کرتے تو کہتے تھے فداک ابی و امی یا رسول اللہ میرے ماں باپ آپ پہ قربان ہو جائیں یا رسول اللہ۔ یہ بات کرتے تھے۔ یہ صحابہ کرام کا معمول تھا۔ اور آگے سیدنا فاروق اعظم فرماتے ہیں۔ کہ وہ لمحہ ایک دیدنی لمحہ تھا۔ جب آقا علیہ السلام حضرت فاطمۃ الزہرا سے مخاطب تھے۔ ان کانوں نے بات سنی۔ میرے آقا تاجدار کائنات نے حضرت فاطمہ سے فرمایا تھا۔ فداک ابی و امی یا فاطمہ۔ اے فاطمہ تجھ پر میرے ماں باپ قربان ہوں۔ فاطمہ تجھ پر ساری کائنات کے ماں باپ قربان ہوں گے یہ وہ کیفیت ہے اور اس حقیقت کا عالم۔ یہ آقا علیہ السلام کی محبت حضرت فاطمہ سے انتہا ہے۔

ایک بڑا ایمان افروز واقعہ ہے۔ جب شادی ہو گئی حضرت سیدہ فاطمہ کی۔ تو شادی کے بعد پہلے سیدہ آقا علیہ السلام کے ساتھ رہتی تھیں۔ اور پھر حضرت ابو ایوب انصاری کے گھر وہ آپ رہتے تھے۔ کیونکہ ہجرت کے بعد پہلے سال تو شادی ہو گئی۔ اپنے حجرات ابھی الگ نہیں بنائے

تھے۔ ابو ایوب انصاری کے حجروں میں رہتے تھے۔ شادی ہو گئی تو پیارے آقا نے فرمایا اے علی
اب اپنا گھر بنا لو۔ حضرت علی نے اپنا گھر بنا لیا۔ اور حضور علیہ السلام کے گھر سے
تھوڑا سا دور تھا۔ اس وقت مدینہ کا جو رقبہ تھا۔۔ تھوڑا سا تھا ———
تھوڑا سا دور تھا ——— جب اس گھر میں منتقل ہو گئے۔ حضرت آقا علیہ السلام
ہر روز حضرت فاطمہ کو دیکھتے تھے۔ جب گھر تھوڑا سا دور لے لیا۔ تو آقا علیہ السلام
سے برداشت نہ ہوا۔ اتنی فرقت برداشت نہ ہو گی۔ اتنی دوری کب برداشت ہو سکی،
تو درمیان میں آتا ہے۔ تو دوری کا قلب انور پہ شاق گزرتا۔ تو آپ کو غم ہوا۔
دکھ سا ہونے لگا۔ تو آپ نے فرمایا اے فاطمہ ایسا نہیں ہو سکتا کہ گھر میرے قریب لے لو۔
تو بابا جان سعیدہ کائنات ہیں۔ میں آتے جاتے نماز کے لئے آپ کو دیکھتا رہا کروں گا۔
سعیدہ نے گھر بات کی۔ کوئی گھر قریب تھا نہیں تھا۔ ایک صحابی تھے۔ حضرت حارثہ
بن نعمان انصاری رضی اللہ عنہ خزرجی تھے۔ بنو نجار میں سے۔۔ آقا علیہ السلام کے گھر کے بالکل قریب
تھے۔ سعیدہ کائنات نے آقا علیہ السلام کو عرض کیا کہ حضرت حارثہ بن نعمان کو آپ فرمائیں
کہ آپ ہمارے گھر سے گھر تبدیل کر لیں ——— جب آقا علیہ السلام نے عرض کیا تو آقا ﷺ
نے فرمایا۔ اے فاطمہ میں فاطمہ ——— حارثہ سے بات کیسے کروں مجھے تو شرم آتی ہے۔
کیا انسانی زندگی کی لطیف باتیں ہیں ——— اور باپ اور بیٹی کے رشتے کے لطیف نکات ہیں۔
وہ باتیں ہو رہی تھی کسی نے سن لیں۔ اور حارثہ بن نعمان تک پہنچ گئیں۔ کہ آقا کا دل مغموم
ہے۔ اور اتنی دوری بھی فاطمہ کے گھر کی برداشت نہیں کر سکتے۔ وہ چاہتے ہیں کہ قریب
آ جائے۔ اور قریب گھر نہیں ہے۔ تو حارثہ بن نعمان دوڑتے ہوئے آقا کے قدموں میں آ کے
گر پڑے۔ اور معلوم ہے کیا کہا۔ کاش ہم سب کو یہ ایمان نصیب ہو جائے۔ کاش
ہمارے ایمان کو یہ کیفیت نصیب ہو جائے۔ اس دور میں اس ایمان کو دوبارہ زندہ کرنے
کی ضرورت ہے۔ قدموں میں گر پڑے اور عرض کرنے لگے۔ آقا آپ نے کیا فرمایا۔ آقا
میں بھی اور میرا مال بھی اللہ اور اللہ کے رسول کا ہے آقا ——— میرا سب کچھ آپ کا ہے۔ میری جان
بھی آپ کی ہے۔ میرا مال بھی آپ کا ہے۔ آقا نے فرمایا تو نے سچ کہا ہے۔ بارک اللہ علیک و فیک

اللہ تجھ پہ برکت فرمائے - اتنی بات میں حضرت حارثہ دوڑ گئے - اور مولا علی شیر خدا سے
عرض کیا - اور اپنا گھر تبدیل کر دیا - اور آقا علیہ السلام کے گھر کے ساتھ جو متصل گھر تھا -
اس میں آ گئیں اور حدیث میں ہے - اتفاق یہ تھا - اور اس گھر کی کھڑکی پہلے تھی - شاید یہ
تھی یا بنا دی گئی - اس گھر میں ایک کھڑکی تھی - اس کھڑکی سے میرے آقا علیہ السلام - جھانک
سیدہ کائنات کو دیکھتے تھے - حسن کو دیکھتے تھے حسین کو دیکھتے تھے - اپنی آنکھوں کو ٹھنڈا
کرتے رہتے - اور پھر جب نماز فجر کے لیے نکلتے اور نکل کے اس دروازے کے آگے سے گزرتے - اور
حدیث میں آتا ہے - اور فرماتے - الصلوٰۃ یا اہل بیت محمد - اے اہل بیت محمد نماز کا
وقت ہو گیا ہے - اور ساتھ آیت پڑھتے - انما یرید اللہ لیذھب (احزاب ۲۱ — ۳۳)
اللہ نے تمہیں پلیدی سے پاک کر دیا ہے - پاکیزگی اور طہارت میں ڈھال دیا ہے -
یہ آیت پڑھ کر آواز دے کر گزرتے تھے - یہ بھی احادیث میں آتا ہے کہ جب بھی میرے آقا تشریف
لے جاتے حضرت فاطمۃ الزہرا کے گھر بچوں کو لے کر - جب سفر سے واپس تشریف لاتے تو سب
سے پہلے حضرت فاطمہ کے گھر (سنن ابی داؤد جلد ۴ ص ۸) حضرت حسنین کے گھر
تشریف لاتے - یہ آقا علیہ السلام کی جو محبتیں تھیں - اس محبت کا صلہ - سیدہ کائنات
نے کیا دیا تھا - صرف اس محبت پہ ناز نہیں کیا - اس محبت میں وہ الفاظ پیدا کر دیا
کہ جس محبتوں سے نوازا ہے تو میرا بھی کچھ حق بنتا ہے کہ میں ان کی محبتوں کے تقاضوں پر پورا
اتروں - تو پھر سارا دن حضرت فاطمۃ الزہرا - بابا کی مسجد کے پانی کا مشکیزہ - اپنے کندھوں
پر اٹھا کر اپنے گھر کے لیے لے آتیں - اور اتنی مشقت کرتیں کہ پشت مبارک پہ نشان پڑ
گئے تھے - اور دن بھر بچوں کے لیے چکی پیستی آٹا بناتی - خادم نہیں تھی - سارا دن محنت
مشقت کرتیں - اور جب رات آ جاتی طویل رات تو حسین حسن کو شہزادیوں کو کھلا
پلا کے سلا کے فارغ زندگی کے معاملات سے وضو کرتے مصلے پر آ جاتیں - قربان جاؤں اے فاطمہ آپ
نے بھی مصطفیٰ کی بیٹی اور لاڈلی ہونے کا حق ادا کر دیا ہے مصطفیٰ کی محبتوں کا صلہ ادا کرنا کا حق
ادا کر دیا - مصطفیٰ کی شفقتوں کا بدلہ دینے کا حق ادا کر دیا - دن بھر کی محنتوں کے بعد مصلے پر
کھڑی ہو جاتیں - اور طلوع فجر سے پہلے پہلے ایک ہزار رکعت نفل ادا کرتیں - اور آخری سجدہ

اتنا طویل کرتیں — کہ اس مسجد میں اذانِ فجر ہو جاتی — ساری ساری رات عبادت کرتیں۔ جب اذانِ فجر ہو جاتی تو سلام پھیرتے ہی کہتیں ہائے افسوس — آہ کبریا کے عرض کرتیں مولا تو نے اتنی چھوٹی راتیں بنائی ہیں کہ جی بھر کے تیرا سجدہ بھی نہ کر سکیں۔ رات اُن کے سجدوں کے لیے ناکافی رہتی — وسیع اور طویل دامنِ شب فاطمہ کے سجدوں کے لیے ناکافی تھا۔ یہ اُن سجدوں کا صلہ تھا۔ اور یہ ریاضتیں کس کی ہیں؟ فاطمۃ الزھرا کی۔ یہی گیسوؤں نے اس بطن سے حسن و حسین پیدا ہوا — اور یہی گیسوؤں نے اس گود میں حسین پلے۔ اور یہی حسین اپنے خون اور خانوادے کا خون نذرانہ دے کر نانا کے دین کو زندہ کرے۔ اور یہی گیسوؤں نے ایک حدیث میں یہ بھی آتا ہے کہ جب آقا علیہ السلام حضرت فاطمۃ الزھرا سے ملتے تو پیار کا عالم دیکھیے جب ملتے تو سیدہ عالم کے علاوہ اور شہزادیاں بھی تھیں۔ پیار کرتے تھے۔ مگر حضرت فاطمۃ الزھرا کی زبان چوستے تھے۔

مصطفیٰ نے جو شفا کیا تھا اپنی زبان کی تری عطا کرتے تھے۔ اسی طرح وہ تری حسین کو دیتے تھے۔ کہ جب حسین ہاں گود میں کھیلنے والے۔ تو اُن کے منہ میں اپنی زبان ڈالتے تھے۔ اور تری تھی زبانِ مصطفیٰ کی امام حسین کو جاں کی۔ دنیا کو اس کی سمجھ نہ آئی۔ کہ مصطفیٰ اپنی زبان کی تری فاطمہ کو کیوں عطا کرتے ہیں۔ اپنی زبان کی تری حسین کو کیوں دیتے ہیں۔ یہ راز اس دن کھلا جس دن فرات کے پیاسے حسین کی زبان وقتِ شہادت ہلتی تھی۔ جانتے تھے کہ تری شہادت کے وقت یہ بخت فرات کا پانی بھی بند کر دیں گے اور وقتِ شہادت تجھے پانی میسر نہیں آئے۔ زبان تری اس کربلا کے دن پیاسی ہو جائے گی — اور پانی سے محروم ہو گی۔ دنیا نے یزید کا لشکر حسین کو پانی نہ دے گا۔ میں پانی کے چشمے تجھے آج ہی پلا کے تجھے سیراب کر دیتا ہوں تاکہ حسین تو دنیا کے پانی کا محتاج نہ رہا۔ یہی مصطفیٰ کو اللہ نے ساری دنیا سے بے نیاز کر دیا۔ اور مصطفیٰ نے حسین کو کربلا کے دن تک کے لیے بھی بے نیاز کر دیا۔

اور کبھی حسین کو مصطفیٰ کندھوں پر اٹھا لیتے ہیں۔ کندھوں پر اٹھا کے مدینہ کی گلیوں میں چلتے ہیں۔ اور اپنے کندھوں پر سوار کرتے ہیں۔ حضرت ابوبکر صدیق نے صحابہ نے کہا کیسی ہی حسین

M | T | W | T | F | S | S

Memo No

Date / /

حسین کیا ہے

مبارک ہو۔ کیسی اعلیٰ سواری ہے۔ مصطفیٰ نے فرمایا سواری کو مت دیکھو۔ بلکہ یہ دیکھو کہ سوار کیسا ہے۔ کندھوں پہ سوار کیا۔ اور فاطمہ کو منا رہے تھے۔ کیونکہ نگاہ نبوت دیکھ رہی تھی۔ کہ آج حسین میرے کندھوں کی سواری لے۔ کربلا کے دن جھجے نیزے کی نوک پہ سوار ہو کر میرے رب کے قرآن کی تلاوت کر رہا ہے۔ اور ستارہ دو جہاں کو معلوم ہو کہ مصطفیٰ کے کندھوں پہ سواری کرنے والے حسین کا نیزے پہ تلاوت قرآن کر رہا ہے۔ اور دونوں جہان کی کامیابیاں حسین کے قدموں کو بوسہ دے رہی ہیں۔ اور دامن حسین تھامنے کی غرض سے منوا پیش کر رہی ہیں۔ کیونکہ اے حسین نواسہ رسول ہمیں اپنا دامن نصیب کر دے تاکہ دنیا کو معلوم ہو جائے۔ کہ کون وہ ہیں جو اسباب کے پیچھے ہزاروں لاکھوں مرتبہ کوشش کرتے ہیں۔ اور کامیابیاں وہ ہیں جو حسین کے دامن کو تھامنے کے لیے کروڑوں مرتبہ کوشش کرے کامیابی کہیں کیا تو معلوم ہوا کہ حسین کیا ہے۔

حسین کا سر نیزے پہ سوار کر کے کوفہ سے دمشق کے بازاروں تک چلایا جائے گا۔ کیونکہ اے حسین اس فاطمہ کے بطن سے پیدا نہ ہوتا۔ اس فاطمہ کا خون حسین کی رگوں میں سرائیت کرتا ہوا۔ جس فاطمہ کے دودھ نے حسین کے جسم کو پالا ہو۔ جس فاطمہ کی گود نے حسین کی پرورش کی ہو۔ جس فاطمہ کی ریاضت نے حسین کو پروان چڑھایا ہو۔ اور روشن کیا ہو۔ جس فاطمہ کی ولایت نے حسین کو امام بنایا ہو۔ وہ تحفۂ پیغمبر بہت کو اللہ کے نہ رکھوا تو کیا کرتا۔ وہ مرد انسانیت کو زندہ نہ کر دے تو کیا کرتا۔ اور اسلام کی کشتی ہوئی رگوں کو دوبارہ جوڑ کے نہ رکھ دے تو کیا کرتا۔ اور رہتی دنیا تک پوری دنیا کو اسلام کا سبق نہ سکھا دے تو کیا کرتا۔ یہ فیض مصطفیٰ کا تھا۔ یہ فیض فاطمہ کا تھا۔ یہ کربلا کا نتیجہ تھا۔

اور یہی بات تھی جب آخری رات آئی تھی امام حسین کی شہادت کی۔ اور بعض شہزادیوں نے حضرت سیدہ فاطمہ کو دیکھا تھا۔ ان کی روح پاک کربلا میں تھی اور پکار رہی تھی۔ کہ حسین پیاسا ہے شدت ہے۔ کرب ہے کربلا ہے مصائب میں آلام ہیں۔ مگر حسین میں اس لیے تکتی کھڑی ہوں۔ کہ میرے دودھ کی لاج رکھ لینا۔ میری گود کی لاج رکھ لینا۔ اور حسین نے وہ لاج

M T W T F S S — Memo No ____ Date / /

رکھی۔ میں آخری بات یہ کہنا چاہتا ہوں کہ ہماری مائیں بہنیں اگر سیدہ فاطمہ کی راہ پر چل پڑیں تو ان کی گود میں حسین کے غلام پیدا ہوں گے۔ اگر وہ فاطمہؓ کے نقشِ قدم پر چل پڑیں۔ راتوں کو عبادت گزار بن جائیں۔ وہ مصلے پہ آ جائیں۔ زہد و ورع والی ہو جائیں۔ وہ تقویٰ و طہارت والی ہو جائیں۔ وہ لغو کو چھوڑ کر دنیا پرستی کو چھوڑ کر حرص و ہوس کو چھوڑ کر غیبت کو چھوڑ کر منافقت کو چھوڑ کر اگر فاطمۃ الزہراؓ کا باطن سراپا اس کا فیض لے لیں تو ان کی گود سے حسن حسین کے فیض سے غلام پیدا ہوں گے۔ اور دوبارہ کربلا برپا ہو اور اسلام پھر سے زندہ ہو۔ اللہ تبارک و تعالیٰ ہمارے حال پر کرم فرمائے۔ ہماری ماؤں بیٹیوں بہنوں کو سیرتِ فاطمہ عطا کرے۔ ہمارے نوجوانوں کو سیرتِ حسن و حسین عطا کرے۔ اور ہم سب کو فیضِ مصطفیٰ ﷺ سے روشن و منور کرے۔

حسین نے اپنے نانا کا وعدہ وفا کر دیا۔
حسین نے حق کربلا میں ادا کر دیا۔
حسین نے گھر کا گھر سپردِ خدا کر دیا۔
السلام حسین ابن حیدر علیہ السلام

حسین کی ماں فاطمہ حسین کا نانا نبی
السلام حسین ابن حیدر علیہ السلام

— ۰ —

QARI MUHAMMAD ABBAS
Naqashbandi Chishti Qadri Soharverdi
12 APR 2019
Chak 265/E.B Burewala District Vehari

[signature]

جمعۃ المبارک
15 — 3 — 2019
۷ — ۷ — ۱۴۴۰
۱۲ — ۰۸ — ۳۴ — PM

صحبتِ بد کے اثرات

ہم اس وقت ایک ایسے دور میں داخل ہو گئے ہیں۔ آپ یوں سمجھیں کہ قیامت سے قبل کی جو علامات ہیں۔ ان میں سے علامات صغریٰ کی چھوٹی نشانیاں ہیں اور جن کے لئے زمانے کا کوئی تعین نہیں۔ کہ کتنی طویل مدت تک اپنے اپنے وقت میں ظاہر ہوتی رہیں گی۔ مگر یہ علامات صغریٰ کے ظہور کا زمانہ شروع ہو چکا ہوا ہے۔ اور اس کے بعد کبریٰ کس زمانے کا تعین کرنا۔ وہ درست وجائز نہیں ہے۔ واللہ رب العزت کو ہی اس کا علم ہے کہ کتنی مدت گزر جائے گی کتنا زمانہ گزر جائے گا۔ لیکن اس بات میں کوئی شک نہیں کہ حضور علیہ السلام نے جن علامات کا بیان فرمایا ہے۔ ان میں سے کئی علامات دو + دو چار کی طرح ہماری آنکھوں کے سامنے ہے۔ ایسے حالات میں انسان کے ایمان پر اور انسان کے عقیدہ پر اور انسان کے دین پر اور مسلمانوں کے اعمال پر۔ اور ان کے افکار پر۔ ظاہری اور باطنی طرح دو طریق سے عملی اور فکری دو طرح سے بے شمار حملے شروع ہو جاتے ہیں۔ جن حملوں سے انسان کا مسلمان کا۔ ایمان انفرادی طور پر بھی۔ امت مسلمہ کا اجتماعی طور پر بھی جو ایمان ہے۔ وہ کمزور ہونے لگ جاتا ہے۔ متزلزل ہو رہا ہے۔ مسلسل اٹیک ہوتے ہیں۔ شیطان ابلیس کا حملہ ہے ایمان پر۔ نفس کی طرف سے بھی حملہ ہے۔ شیطان کی طرف سے بھی حملہ ہے۔ دنیا کی طرف سے بھی حملہ ہے۔

مگر یہ تین حملے ایسے ہیں۔ کہ ہمیشہ سے جب سے انسان کی تاریخ کا آغاز ہوا ہے ان تین قسم کے حملے تو ہمیشہ سے جاری ہیں۔ انسان جب معرض وجود میں آیا تو۔ نفس کے ساتھ ہی وجود میں آیا ہے۔ نفس اس کا حصہ ہے۔ شیطان نے اول روز سے مہلت لے رکھی ہے تو نفس داخل حملہ کرتا ہے۔ شیطان خارج سے حملہ کرتا ہے۔ اور بہت سارے روپ دھار کر اور بہت سے طریقوں سے حملہ کرتا ہے۔ بے شمار طریقے ہیں۔ شیطان کے حملے کے۔ اور نفس کے حملے کی بھی بے شمار شکلیں ہیں۔ دنیا بھی اسی وقت سے قائم ہے اور اسی دنیا میں ہی انسان کو بسا رکھا گیا ہے۔ تو دنیا کے انسانی ایمان پر۔ انسانی ایمان کے تقویٰ پر۔ انسان کے دین پر۔ اللہ کے ساتھ انسان کے تعلق پر۔ دنیا کے اپنے حملے ہیں۔ اور ان تینوں قسموں کے حملوں کو جو اگر ہم دیکھیں تو جا بجا کہیں اجالا

کیسی تفصیلاً بیان کیا گیا ہے۔ وہ ہیں اپنے لیکچرز میں اپنی تصانیف میں۔ اپنے خطبات
میں اپنی کتاب میں بیان کرتا رہتا ہوا۔ اس کو آپ پڑھتے ہیں۔ دیگر کتب میں اکابر آئمہ
بزرگان دین کو بیان کرتے چلے آئے ہیں۔ یہ شیخ حملے تو ہمیشہ سے جاری ہیں۔ اب
ان حملوں میں شدت آگئی ہے۔ دنیا مسئلہ کا دیہاتی ماحول بن گیا ہے۔ بری صحبت
اتنی تیز اور وسیع بھی ہو گئی ہے کہ اس بری صحبت کی وجہ سے پوری دنیا کی خرابی ایک
جگہ سے دوسری جگہ پہ نہیں پہنچتی تھی۔ پہلے زمانوں میں۔ اور ایک جگہ کی نیکی کی خبر دوسری
جگہ نہیں ہوتی تھی۔ تو لوگوں کا تعلق اپنے اپنے شہروں اور اپنے اپنے علاقائی ماحول تک رہتا
تھا۔ زمانہ تھا ہندوستان کے لوگوں کو خبر اہل عرب کو نہیں ہوتی تھی۔ اور عرب کے احوال کی
خبر ہندوستان میں نہیں ہوتی تھی۔ وسطی ایشیا کے احوال کی خبر دوسرے علاقوں کو نہیں ہوتی
تھی۔ اور ان کی خبر وسطی ایشیا کو نہیں ہوتی تھی۔ عرب کی خبر عجم کو نہیں عجم کی خبر
عرب کو نہیں۔ مشرق کی خبر مغرب کو نہیں۔ اور مغرب کی خبر مشرق کو نہیں۔
تو دنیا کے اندر جو بھی خبر ہوتی تھی۔ ان کے اثرات ماحولیاتی اثرات علاقائی ہوتے تھے۔
بلکہ سمرقند کے لوگوں کو بعض اوقات تو بخارا کی بھی خبر نہیں ہوتی تھی۔ چند میل کا فاصلہ
ہے۔ اور کبھی ہوتا تھا شہر قند بخارا سے لے کر خراسان تک ایک صوبہ ہے مگر وہاں تک حدود
ہوتی تھی۔ تو لوگوں کو خیر کی طرف بلانے والے لوگ بھی علاقائی بنیادوں پر اپنے اپنے حلقات
خانقاہیں مراکز۔ دین کے لئے ہدایت کے لئے۔ لوگوں کی ارشاد کا سامان فراہم کرنے کے
لئے اپنے اپنے قائم کرتے لوگ خیر اور شر کے اثرات سے متاثر ہوتے رہتے تھے۔
کوئی اپنے احوال کو سنوارتا کوئی اپنے احوال کو بگاڑتا تھا۔ (۴۹-۰۶)

۔ مگر اب وہ وقت آ گیا ہے کہ ۲۱ صدی۔ موجودہ صدی کا۔ پچھلی صدی سے بہت آگے
چلی گئی ہے پچھلی صدی پوری اور اب پوری نئی صدی کا شروع ہے۔ تو پچھلی صدی سے یہ پوری دنیا
ایک گلوبل ولیج بن گیا ہے۔ قصبے کی طرح۔ گلوبل ولیج ہونے کا مطلب ہے۔ ہر ایک گاؤں کے
لوگ۔ باقی دنیا کے اثرات سے تو نہیں لیتے تھے۔ مگر اب اپنے قصبے گاؤں شہر کے تمام اثرات سے
متاثر ہوتے تھے۔ اب پوری دنیا کا گلوبل ویلیج بن جانے کا مطلب ہے کہ اب جو کچھ بھی ہے کا۔

M T W T F S S

Memo No

Date / /

وہ ہو رہا ہے۔ لاہور میں بیٹھا ہوا آدمی پر اس کا اثر براہ راست پڑ رہا ہے۔ جو مغرب میں
ہو رہا ہے وہ مشرق میں بیٹھا ہوا آدمی بھی لے رہا ہے۔ اور میرا اشارہ ٹیکنالوجی کی طرف ہے۔
میڈیا کی طرف ہے۔ الیکٹرانک میڈیا کی طرف ہے۔ اور سب سے بڑھ کر پھر اس سے آگے انٹر
نیٹ کی طرف ہے۔ کمپیوٹر کی طرف ہے۔ ایک چھوٹی سی سکرین آپ کے سامنے ہے
اور اس سکرین پر آپ ساری دنیا کو دیکھ رہے ہیں۔ کہ کیا ہو رہا ہے۔

خیر بھی اسی پر آ رہا ہے اور شر بھی اسی پر آ رہا ہے۔ اور کوئی روک ٹوک کر سکتا ہے؟
اور اب اس سے بڑھ کر آتی اس سکرین کا جو میں نے اشارہ کیا ہے۔ اور اب وہ ساری
دنیا کی معلومات اور احوال و اثرات اس اسکرین سے سمٹ کر وہ چھوٹی سی اتنی
سی موبائل فونز کی سکرین پر بھی آ گئی ہے۔ یہ جو موبائل فون ہے چھوٹا سا
یہ بھی کمپیوٹر کا کام کر رہا ہے۔ ویسے موبائل فون بھی آ رہے ہیں۔ اس میں سارا کمپیوٹر بھی
آ گیا ہے۔ اس میں انٹرنیٹ بھی ہے تجارت بھی ہو رہی ہے۔ سارا کچھ اس اتنی سکرین پہ
ہو رہا ہے اور آنے والے وقتوں میں۔ یہ جو ٹی وی چینلز ہیں۔ اس کی تکلیف بھی نہیں رہے گی
کسی لوگوں کو۔ کہ ٹی وی کے کنکشن لیں اور چینلز لیں۔ وہ سارا کمپیوٹر کے اوپر کنکشن لگا
کے۔۔ وہ اسکرین لگا کے لوگ کام کر رہے ہیں گے۔ اس سے آگے بڑھ جائیں گے۔ اب ٹیکنالوجی کے
فوائد انسانیت کو مل رہے ہیں۔ اس سے زیادہ رفتار سے اس کے منفی اثرات اور نقصان دہ پہلو
بھی اس سے زیادہ رفتار سے ہم انسان کو مل رہے ہیں۔ بچوں کو باپ پہلے کہتے تھے کہ ان کو بُری صحبت
سے بچاؤ۔ جو بچے بُری صحبت سے بچائے جاتے تھے۔ تو کہتے تھے۔ کہ چلو نکل گئے بُری صحبت سے۔ اب صحبت
بُری اور اچھی ہاتھ کے اندر ہے۔۔ اب اچھی اور بُری صحبت گھر کے ٹیبل پر ہے۔ اور بچوں کے کمروں کے اندر
ہے۔ تو تنہا ایک بچہ اور کئی کئی ایک صحبت میں ہیں۔

تو میں آج یہ نکتہ آج کی مجلس میں عرض کر رہا ہوں۔ صحبت آپ کے کمروں میں آ گئی ہے
آپ کے ہاتھوں میں آ گئی ہے۔ تو ہم اس دور میں داخل ہو گئے ہیں۔ پہلے صحبت میں بچوں کو بات کر کے
تھے بچاتے تھے۔ بچے بچ کر کہ وہ کسی صحبت میں نہ بیٹھیں۔ تاکہ وہ کسی بُرے دوست کے ساتھ
بُری جگہ میں نہ جائے۔ اب وہ پھر صرف انگلی ہلاتے ہیں۔ اب صرف وہ صورت آ گئی ہے

کو بٹن دبانے کی بھی ضرورت نہیں ہے۔ بس انگلی ہلا دیں تو ساری کی صحبت اسکرین پر آ جاتی
چلی جاتی ہے۔ جو چاہیں سن لیں۔ جو چاہیں دیکھ لیں۔ جو چاہیں بات کر لیں۔
ٹیکنالوجی نے اس جگہ پہنچا دیا ہے۔ ٹیکنالوجی نے ہر شخص کو علم میں جہاں تک رسائی
بڑھ گئی ہے۔ وہاں تک بے راہ روی بھی بڑھ گئی ہے۔ اب جب برے اثرات اتنے عام ہو جائیں تو تنہائی
اور خلوت۔ پہلے زمانہ تھا کہ شر سے بچنے کے لیے ایمان کی حفاظت بعض لوگوں کو خلوت
میں جانا پڑے گا۔ وہ خلوت نشین ہو جائیں گے۔ برائی سے بچیں گے۔ اب تو خلوت خود
جلوت بن گئی ہے اور تنہائی خود صحبت ہو گئی ہے۔ بچ کے جائے تو کہاں جائے۔ ایسے
حالات میں بھی کسی دین و ایمان کی حفاظت کی ٹیکنیک کیا ہو۔ اس کا راز کس شے
میں ہے۔ آسان طریقہ اپنے برے جو حملے ہو رہے ہیں ان کا پتہ ہو۔ ہر وقت ایمان خطرے
میں ہے۔ اور ایمان پر حملے ہو رہے ہیں۔ میں بڑا غور کر کے اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ ہر شخص ایک صحبت
میں ہے۔ یہ بات یاد رکھنا۔ اگر سکول میں ہے تو سکول بھی صحبت ہے۔ کالج میں یونیورسٹی
تعلیمی ادارے میں ہے وہ بھی صحبت میں ہے جو کاروبار کر رہا ہے، اس کا صحبت میں بزنس میں۔
تو وہ بھی ایک صحبت میں ہے۔ اس کا صبح سے شام تک ایک لین دین آئے
ہر طبقے کے ساتھ جیسے خاص طبقے کے ساتھ لین دین ہے، تو ہر روز جب بارہ چودہ گھنٹے
ان کے ساتھ گزر رہے ہیں۔ تو خاص قسم کی بولی سنے گا کہ مال نفع کیسے حاصل ہو گا۔
کمانا کیسے ہے۔ اگر ایک آدمی کمانے کے لیے بزنس نہیں کر رہا۔ جو بزنس میں ہے وہ
صبح سے شام تک اسی کی صحبت ہے، پھر اگلی صبح سے شام تک۔ پھر اگلا دن
حتیٰ کہ سال کے ۳۶۵ دن۔ بلکہ ساری زندگی کے دن۔ جب تک وہ بزنس میں ہے سارا
دن اسی سوچ میں ہے، کہ اس بزنس سے میں کیا کما سکتا ہوں کہ میرا کتنا نفع ہے۔ اور
یہ سوچنا اس کا ناجائز نہیں ہے۔ یہ کسب معاش ہے۔ لیکن میں ایک لطیف بات ہر طبقے کے
لیے سمجھا رہا ہوں۔ جس کا یہ کسب ہے۔ اس کا یہ سوچ ہو گا۔ مر نفع آئے ورنہ معاش کی
چلی جائے گی۔ تو جب سوچتے یہ جب سارا دن اس کا اسی عمل میں گزرا۔ کہ مادی منافع۔
پیسے کا منافع معاش کا نفع کیسے کماؤں تو یہ اس کی سوچ میں یہ بات بیٹھ گئی۔ یہ سوچ

اس کو رات بستر پر بھی دامن گیر ہو جائے گا۔ کہ اس سوچ میں نقصان آ گیا ہے۔ اس کو کوئی کس
طرح کرتا ہے۔ اس کی ساری سوچ میں معاش غالب آ گیا ہے۔ تو یہ اس کی فکر یہ عملی حالی رات
دن کی صحبت بن گئی۔ اور اس کی صحبت کا نتیجہ کیا مل رہا ہے کہ وہ مالی منفعت کا ہی سوچ
رہا ہے۔ وہ صرف اس کا جو کاروبار ہے صبح سے رات دن اس کا کسی کو دماغ نہیں سوچنے دے گا۔
اس میں آخرت تو کہیں بھی نہیں آتی۔ اس میں اللہ کا تعلق تو کہیں بھی نہیں آتا۔ اور یہ حلال
ہیں۔ میں یہ بتا رہا ہوں۔ مگر اس کا جو روزگار کا کمانا ہے۔ اس کا تقاضا یہ ہے کہ وہ اس کے
اوپر اور زیادہ سوچے۔ اور زیادہ زور لگائے۔ تو بہتر یہ ہے کہ اس میں طریقے وضع کرے۔
اس کی صحبت بھی آپ کے سامنے آ گئی۔ اور چونکہ سوسائٹی اپنے اپنے بہت سے سوالات
میں ہے۔ اس کو بہتر بنانے میں کئی ایسے طریقے اپنانے پڑتے ہیں جس کو ایمان اسلام دین اخلاق اجازت
نہیں دیتا۔ مجبور وہاں بن جاتی ہیں ایسی سوسائٹی میں۔ کہ خاص ذمہ داری ایمان اخلاص
دل کو کاٹ کر سے تو وہ زندہ نہیں رہ سکتا۔ (16—16) تو آپ نے دیکھا کہ دربار کی
صحبت کے اثرات کیا ہو گئے۔ سکول میں گئے اب سکول ایک صحبت ہے۔ سکول یونیورسٹی
بچے بچوں کی صحبت سا ہے۔ اگر آپ اپنے بچوں کو گھر میں برائی نہ دیکھنے دیں۔ تو سارا دن وہ انہوں
نے بچے بچوں کے ساتھ جا کے گزارنا ہے۔ جو اپنے گھروں میں رات دن برائیاں دیکھ کر آئے ہیں۔ تو
انہوں نے یہ چیز آ کے بچوں سے شیئر کرنی ہے ڈسکس کرنا ہے۔ پھر پورے سکول کا ایک
ماحول ہے۔ ٹیچرز کے اپنے اثرات ہیں۔ اساتذہ ہیں خواتین ہیں مرد ہیں۔ ان کا ایک ماحول ہے۔
ان کے اثرات بچوں پر ہوتے ہیں۔ لڑکے لڑکیوں کا آپس میں مل بیٹھنا اٹھنا ہے۔ ان کے اثرات
ہیں۔ تو فنکشنز ہوتے ہیں۔ پھر ساری کلچرز کا ماحول تو وہ بھی ایک صحبت ہے ہر وقت کی صحبت
ہے۔ اور گھر میں اگر کمپیوٹر آپ ریسیٹ کرتے ہیں تو وہ کمپیوٹر پر ان کو ساری صحبتیں ان کو مل
جاتی ہیں۔ اسی طرح دفاتر ہیں۔ جو زندگی دفتر کی ہے۔ جو لوگ ملازمت پیشہ رہے یا کر رہے ہیں۔
اسی طرح میں نے دو نمونے دے دیے۔ تو ہر دفتر میں ایک ماحول ہے۔ ایک صحبت ہے۔ سرکاری
ملازمت میں ہر شخص صحبت میں ہے اس کا کام خود ایک صحبت ہے۔ اس کی فائلیں اس
کی ایک صحبت ہیں۔ (43—17) اس کے ارد گرد بیٹھے ہوئے اس کے افسران اور اس کے جو

شہر کا عکس لگا رہے ہیں دفتر کے۔ وہ دفتر خود ایک صحبت ہے۔ اس کا افسر بھی ایک صحبت ہے۔
اس کے ماتحت بھی صحبت ہیں۔ اس کا ماحول بھی ایک صحبت ہے۔ ہر شخص ایک صحبت میں ہے۔
مذہبی طبقات میں بھی ہر شخص ایک صحبت میں ہے۔ اُن کا مخصوص ایک ماحول ہے۔ ان کی اپنی طرز
زندگی ہے۔ اُن کی کفالت نہیں ہو پاتی وہ پوری نہیں ہو پاتی — تنخواہیں نہیں اتنی زیادہ جو بچوں
کو پڑھانے کے قابل بھی نہیں۔ ضرورت اُن ضروریات کو پورا کرنے کے لئے۔ باقی دیگر ذرائع ہیں جن کو پورا
کرنے کے لئے سوچتے ہیں۔ حالات خود بندے کی شخصیت کو بدلتے رہتے ہیں۔ وہ نہ چاہتے ہوئے بھی
بدلتے رہتے ہیں۔ زندہ کو دیکھتا ہے انسان۔ تو اس کے ارد گرد ماحول میں بچے میں پڑھ رہے ہیں۔
ان کی ضروریات پوری نہیں ہو رہی ہیں تو اس کے بھی بچے ہیں۔ وہ بھی ایک انسان ہے۔ ایک صاحب نے
مجھے انٹرویو میں کہا۔ کہ علماء کرام کا جو زوال ہے۔ وہ دینی طبقے کا جو زوال ہے۔ اب اس پر کیا کہتے
ہیں۔ تو اُن کے کردار سے مطمئن ہیں۔ مذہبی طبقہ اس میں مشائخ و پیران کرام۔ علماء خطباء سارے
آجاتے ہیں۔ تو میں نے اُن کو جواب دیا۔ کہ میں نے پانچ سوال کرتا ہوں۔ وہ پانچ سوال اس کا
جواب ہیں۔ اب میں آپ سے پوچھتا ہوں۔ (۱) ملک میں جو لیڈر ہیں کیا آپ ان کے کردار
سے مطمئن ہیں۔ اس نے جواب دیا نہیں (۲) میں نے کہا ملک کا جو نمائندگان ہیں سیاسی
منسٹر اُن کے کردار سے آپ مطمئن ہیں۔ اس نے کہا نہیں (۳) میں نے کہا اس ملک میں جو عدالت
ہیں اُن کے کردار سے مطمئن ہیں۔ اس نے کہا نہیں۔ (۴) میں نے کہا اس ملک میں جو تاجر
طبقہ ہے۔ ان کا جو رول ہے اس سے مطمئن ہیں۔ اس نے کہا نہیں۔ (۵) میں نے کہا آپ صحافی ہیں۔
ایمانداری سے کہیے کہ جو صحافت میں صحافیوں کا جو رول ہونا چاہئے جو ہے۔ کیا ان کے رول سے
مطمئن ہیں۔ اس نے کہا نہیں۔ میں نے کہا اگر سب ہی طبقات سے مطمئن نہیں ہو تو آپ کسی کے رول
سے مطمئن نہیں ہیں؟ تو جب ہر ایک طبقے کے رول سے مطمئن نہیں ہیں۔ تو ان میں مذہبی
طبقے کو بھی شامل کر لو۔ تو ان کا الگ سے کون سا قصور ہو گیا۔

اس نے کہا کہ ان کا کام تو راہنمائی فراہم کرنا ہے۔ اس لئے پوچھا ہے۔ میں نے کہا بجا کہ
ان کا کام راہنمائی فراہم کرنا ہے۔ وہ اپنے فریضے کی ادائیگی سے کما حقہ قاصر ہو گئے ہیں۔ الا ماشاء
اللہ۔ تو لیڈر کا کام کیا ہے۔ تو قوم کو راہنمائی دینا۔ وہ راہنمائی فراہم نہیں ہو رہی۔ اساتذہ کا۔

M T W T F S S

Memo No

Date / /

میڈیا کا الیکٹرانک کا۔ ان کا کیا کام ہے۔ ان کا کام بھی تو انسانوں کی ذہن سازی کرنا ہی ہے۔ تو پھر اس کی بات سمجھ میں آ گئی۔ میں نے کہا یہ ایک کلی زوال ہے۔ پوری امت پر پورے کے پورے معاشرے پر۔ جب کلی زوال آتا ہے تو کوئی ایک طبقہ بھی اس کے اثرات سے مستثنیٰ نہیں ہوتا۔ آخر طبقات پر ایک وقت آتا ہے۔ یہ ایک تاریخی پروسس ہے زوال کا۔ وہ اپنے اثرات ہر طبقے پر ڈالتا ہے۔ تو آپ اس زوال کے دور میں کسی ایک طبقے سے بھی کوئی منفرد توقع نہیں رکھ سکتے۔ ساروں کو کلی زوال کے تناظر میں دیکھتے ہیں۔ اور کلی زوال کے تناظر میں دیکھ کر پھر جو رعایت کسی دوسرے کو دیتے ہیں۔ تو وہی رعایت اس کو بھی دیتے ہیں۔ اور اجتماعی طور پر اس زوال پر غور کرتے اور اس سے نکلنے کا ایک اجتماعی طریقہ سوچتے ہیں۔ پھر اس کو جواب زندگی میں کبھی نہیں ملا تھا۔ وہ مطمئن ہو گیا۔

ہر شخص ایک صحبت میں ہے۔ اس کا ماحول اس کی صحبت ہے۔ اس کا کاروبار اس کی صحبت ہے۔ اس کا پیشہ اس کی صحبت ہے۔ اس کی زندگی کی ضروریات بھی اس کی صحبت ہیں۔ میل ملاپ بھی صحبت ہے۔ یہ وقت آ گیا ہے۔ تو صحبت

= (۲۶—۲۶)

- جتنی بھی اشکال ہیں صحبت بد کی — تو ان سب کا ازالہ صحبت نیک کے ذریعے ہوگا۔ صحبت کا توڑ صحبت کے ذریعے ہی ہوگا۔ میں نے بہت سوچا ہے اس کے علاوہ میں نے قرآن و حدیث میں۔ آقا علیہ السلام کی سیرت طیبہ میں۔ اور اولیائے کرام کی تعلیمات میں۔ ہسٹری کے اثرات میں۔ معاشرتی معاملات میں۔ ہر ہر عمل کی ہر ہر جہت میں غور کر کے نچوڑ نکالا ہے کہ صحبت کا ازالہ صحبت ہی ہوگا۔ اس کا اور کوئی توڑ نہیں ہے۔ اور یہ وہ قاعدہ ہے کہ ہم تو سوچ سوچ کے تمام انسانی عقل و شعور کی انتہا میں۔ اور مطالعہ اور مشاہدہ۔ تجربہ بروئے کار لا کر ایک نتیجے پر پہنچا ہے

تو اللہ تعالیٰ نے وہ بات پہلے سبق میں ہی بتا دی ہے۔ اھدنا الصراط المستقیم کہہ کر ہمیں سیدھی راہ دکھا کے تو اس کا راز بتا دیا۔ صراط الذین انعمت علیہم۔ اگر سیدھی راہ پر رہنا ہے تو انعام یافتہ بندوں کی صحبت رکھو۔ غیر المغضوب علیہم ولا الضالین — اور جن پر اللہ کا غضب ہوا اور گمراہ ہوئے

ان کی صحبت سے رہو۔ اس میں ایک لطیف اشارہ ہے کہ نیک صحبت میں آ جاؤ اور بری
صحبت سے بچو۔ اب اس میں جو لطیف چھپا ہوا اشارہ ہے وہ یہ بھی ہے کہ اگر نیک
صحبت میں رہیں اور بری صحبت سے بچیں تو یہ بھی ایک معروف ہے۔ اور دوسرا معلوم یہ ہوا ہے
کہ بری صحبت سے بچنے کا ذکر پہلے نہیں کیا۔ یہ نہیں فرمایا کہ مغضوب یافتہ اور گمراہ
ہو جانے والوں کی صحبت سے بچو۔ اور انعام یافتہ بندوں کی صحبت میں رہو۔ بلکہ یہ یوں نہیں
کہا گیا۔ اس لئے کہ وہ خالق ہے وہ جانتا ہے۔ کہ ایک زمانہ وہ بھی آ جائے گا۔ کہ جس صحبت
سے بچانا ہے کہ وہ صحبت چھوڑی جائے گی بندے کو۔ تو بندہ دیکھے بھی نہیں جائے گا۔
اس لئے اس کو بعد میں کیا کہ اس کو علم ہے کہ ایک زمانہ وہ آ جائے گا کہ چاہیں گے بھی تو کھانا
بھی ہے پڑھنا بھی ہے۔ دنیا میں چلنا بھی ہے۔ روابط بھی رکھنے ہیں۔ ~~اتصال~~ کی انتشار کی صحبت
بھی ہے۔ ایک سے شادی کی آ جائے تو اس سے دل کا جو لگاؤ ہو جاتا ہے۔ ہم اخلاق برباد کرنے
کے لئے کافی ہوتا ہے۔ یعنی ہر رشتہ دار بیوی کو بھگانا بھی ہے کہ اور آپ بچ بھی نہیں سکتے
اللہ تعالیٰ کے علم میں تھا کہ ایک وقت وہ بھی آئے گا۔ کہ وہ جو صحبت بد کے اثرات ہیں۔ کہ انسان
چاہے گا تو بھی بچ نہیں سکے گا۔ اس کے لئے ناگزیر اور سخت ہو جائے گا۔ اب کاروبار تو کرنا
ہے۔ کاروبار کے اپنے تقاضے ہیں وہ تقاضے خود صحبت میں تو انسان کیا کرے۔ تو اللہ
تبارک و تعالیٰ نے دوسرا راز جو اس کے اندر مخفی دیا۔ کہ جس کو ہو اس کو تلقی آ جائے گا۔
تو فرمایا وہ صحبت ناگزیر ہو جائے گی۔ صحبت بد تو بندہ اس کے اثرات سے بچ
بھی نہ سکے۔ تو اس کا علاج بھی اس میں ہے کہ اس سے توڑ کے لئے پہلے صحبت
نیک کو اختیار کرے۔ صحبت صالح کو اختیار کرے اگر صحبت صالح کو اختیار رکھا
تو یا مجبوری کا باقی اس کا اس کی زندگی کسی بھی قسم کی۔ ایسی صحبت میں رکھنی
ہے کہ جس کے اثرات ہر اس پر پڑیں۔ تو اگر جتنی طاقتور صحبت ہوگی۔ وہ اس کو
خود بخود ڈیفنڈ کرتی رہے گی۔ اور اس کے اثرات کو بھگاتی رہے گی۔

اگر آپ ایک پلڑے میں جانا چاہتے ہیں۔ دوسرے سے بچنا چاہتے ہیں تو پہلے جو ایک
پلڑے میں جانا چاہتے ہیں۔ تو اس ایک پلڑے کو دوسرے سے زیادہ طاقتور ہونا چاہئے

بڑی موٹی سی بات ہے بالکل سیدھی سی بات ہے۔ ایک علمی بات ہے کہ دو آدمی لڑ رہے ہیں تو ہم
دونوں کی طاقت برابر ہے۔ تو کیا معلوم کون گرا لے۔ تو آپ جانتے ہیں کہ فلاں ہار جائے گا۔
تو شرط یہ جیتے گا نا کہ اس کے پاس ہنر زیادہ ہو طاقت زیادہ ہو۔ تو جس کا ہنر طاقت
زیادہ ہو گا وہی جیتے گا۔ تو سیدھی بات ہے۔ اور اگر آپ چاہتے ہیں کہ بری صحبت
سے زندگی بچ جائے۔ ایمان بچ جائے۔ تو نیک صحبت جس سے ایمان کی حفاظت
ہو سکتی ہے۔ وہ اس کے ہتھکنڈوں سے بچ جائے۔ اس کے پاس سے مثلاً سو ہتھیار
اور آپ ایک ایسی صحبت اختیار کر لیں کہ جس کے دفاع کی سو صورت ہے
ہے ۹۹ مگر ہتھیار ایک ہی ہے۔ تو وہ ایک ہتھیار کے ذریعے۔ وہ صحبت بد کے ایک ہتھیار کا
حملہ تو روک سکے گا۔ بقایا ۹۹ کا کیا بنے گا۔ اس کے پاس گھر میں کافی سارے گھر ہیں۔
ادھر آپ کی صحبت کے پاس ایک گھر ہے۔ دو گھر ہیں۔ تین گھر ہیں جو بچا سکتے ہیں۔
پھر اگر ان سے تو حملہ آور ہوا تو بچ گئے تو اگر اس نے دوسرا حملہ کر دیا استعمال کر لیا تو
پھر کیا کریں گے۔ لہذا جتنی جامع ہمہ گیر اثرات والی صحبت بد ہے۔ جس میں ہم گھر گئے
ہیں دنیا میں۔ اسی طرح جامع ہمہ گیر۔ اثرات رکھنے والی نیک صحبت بھی ہونی چاہیے
تاکہ اگر اس کا اثر۔ آگے بڑھ رہا ہو صحبت بد کا۔ اگر اس صحبت بد کا اثر آپ کے
دل پر ہو جائے۔ جذبات پہ ہو۔ تو اس کا بھی بچاؤ کا سامان اگر ادھر کچھ ہونا چاہیے
مد و معاون۔ اگر اس کے اثرات آپ کے عمل پر ہو جائیں تو۔ دوسرا طریق
بھی بچاؤ کا سامان ہونا چاہیے۔ اور دفاع کا سامان ہونا چاہیے۔ اسی طرح
اگر روحانی اثرات ہو رہے ہیں تو روحانی سامان ہونا چاہیے۔ تو یہ سارا سامان
سامان صحبت صالح کے پاس ہونا چاہیے۔ صحبت بد جس جس طریق سے
بھی حملہ آور ہو اس قسم کا ہتھیار صحبت نیک کے پاس ہونا چاہیے کہ جس کو آپ ادھر
سے کھینچیں جو زمانہ گذرا ہے۔ ٹینک کے ساتھ لڑائی کا لگا۔ تو ٹینک کے بس کا جواب
ہی ٹینک تھا۔ تو آپ صرف ٹینک سے کیا پکڑ رہے ہوں گے تو اس سے دفاع کی ٹینک
کی زمینی لڑائی۔ کا ہو رہا ہے تو دشمن بڑے اچھے فورس کا طاقت ور ہو گا۔ تو حملہ وہ

فضائی کر رہا ہو۔ تو آپ کے پاس دفاع کا سامان صرف بندوقوں کا اور ٹینکوں کا رہ جائے۔
تو فضائی حملے کا جواب تو نہیں ہو گا۔ ... زیادہ اگر فضائی حملہ ہو تو تمہارے پاس فضائی
حملے کا سامان ہو۔ اگر بحری حملہ ہو تو بحری سامان ہونا چاہیے۔ بری حملہ ہو تو بری
طریقوں سے۔ مطلب یہ کہ جس طرح ابلیس ہے دشمن یعنی شیر اور شیطان۔ آلۂ ابلیس یہ
برے اعمال کرتے ہیں۔ اسی طرح آپ کی صحبت خیر میں اسی طرح ابلیس ہو میرے قسم کے سامان
کے ساتھ۔ تو میرا دفاع بھی ہو گا۔ اور اس کے اثرات بھی زائل ہو جائیں گے۔ تو میں یہ پیغام
دینا چاہتا ہوں۔ کہ آپ آج کے دور اور آنے والے دور میں میری دانست میں کوئی کنگ اپنے
اور کوئی فرد اگر اکیلا رہے گا۔ تو وہ اپنے یا اپنی اگلی نسلوں کے ایمان کی دین کی
اس تیز رفتاری سے خرابی کے بڑھتے ہوئے ماحول میں۔ اگلی نسلوں کے ایمان کی بھی حفاظت
کوئی نہیں کر سکے گا۔ اگر کوئی کہے گا کہ میں اکیلا رہوں گا۔ تو بھی ساتھ کوئی نہیں ہو گا۔
اور اگلی نسلوں کے ایمان کی حفاظت ہو۔ تو حملہ بڑا اجتماعی ہے۔ تو اجتماعی حملے میں ایک فرد
اکیلا رہ کر دفاع کیسے کر سکتا ہے۔ ایک بندہ تو ایک بندے سے ہی لڑ سکتا ہے
حملہ سو بندے کر دیں۔ اور وہ تنہا اس کے پاس اپنی فوج نہ ہو۔ دوسرا ازادی یا سو ازاد
کی۔ تو وہ تو لڑ بھی نہیں سکتا۔ حملہ ہو رہا ہے سو ازاد سو جیشوں سے۔ تو اکیلا
رہ کر سو بندوں سے اکیلا بندہ کیسے مقابلہ کر سکتا ہے۔ وہ ایک بندہ کیا لڑے گا۔
لہٰذا اگر اجتماعی حملہ ہے تو اجتماعی نسبت اور اجتماعی نظم آپ کے ایمان کو اگلی
نسلوں میں بچائے گا۔ فرد اکیلا رہ کر نہیں بچا سکے گا۔ لہٰذا لازمی ہے کہ وہ کسی ایسی
تعلق کو کسی ایسے دھاگے کے ساتھ جوڑ جائے۔ کسی ایسے پلیٹ فارم کے ساتھ جڑ جائے۔
اپنے آپ کو مربوط کرے۔ وہ ربط پیدا کر لینا صرف مربوط ہونا نہیں ہے۔
مضبوط ہونا ہے۔ آپ جب اس دور میں کسی کے ساتھ مربوط ہو جائیں گے۔ تو سمجھیں
شیطان مربوط ہو گئے ہیں نہیں مضبوط ہو گئے ہیں۔ اس سارے ربط کسی جگہ۔ پھر کہیں کہ جو
ربط آپ کو سہارا دے سکیں اور اگلی نسلوں کے اعمال کی حفاظت کر سکیں
میں بھی رہنمائی ہو گا۔ کہ سب کو بچانے والا ادارہ منہاج القرآن ہے۔ اگر کوئی پیچھے سو بار کہتا ہے

مرتے دم تک لوگوں کو میں سودا اس طرح لوگوں کو کبھی نہیں بیچتا - یہ لوگوں اور صوفیوں کا سوال
کہ یہ فیصلہ لوگ خود کریں - یہ سب بیشک جگہ سے مربوط اور مضبوط ایمان کے لیے پیش ... کے وہاں
منسلک ہو گئے ہوں - ہیں تو نہیں ضرور - میرا سا کام ... عملی سے نہیں ہزار رہا - بہتر کام
کچھ نہیں ہوں - آپ خود اپنی نگاہ کے ساتھ دیکھیں - تو پس میں نے فارمولا آپ کو دے دیا
ہے - ایک آپ کو ذرا سمجھا دیا ہے کہ آپ دیکھیں نا ہیں - تو پس سمجھیں - قریب ہو
دیکھیں کتنے سامان کی اگلی نسلوں کو اس سامان کی ضرورت ہو گی - کیا سب سامان
میسر ہے - کیا سب کا سامان موجود ہیں حفاظت کے لیے - میں نے آپ کو
اندرونی اور بیرونی حملوں کے بارے میں بتا دیا ہے (۱۵-۳۷) ف

١ دیکھیں کہ وہاں ان سب حملوں سے بچنے کیلئے سامان ہے تو آپ وہاں مزید کسی تنظیم میں منسلک مزید
ہو جائیں - جب منسلک ہو گئے تو پھر وہاں سے سامان لے آئیں - محض ایک رسمی تعلق نہیں بچاتا نقصان
کے نقصان کو - ایک بنسی کو بچاتا ہے اگلی نسلیں بدظن ہو جاتی ہیں - وہ سامان مطالعہ ہے کتب ہے خطاب
ہیں - نصیحتیں ہیں ہمہ وقت لے آئیں - اور گھر کو پڑھائیں گھر والوں کو سنائیں - گھر میں ماحول بنائیں - جب دس سال
ایک ہر محلے کا ایک ماحول بنائیں - محض منسلک ہونا اگلی نسلوں کو نہیں بچائے گا - آپ کے دیکھتے ہی دیکھتے
کتنی ہی نسلیں اگلی راہ سے ہٹ گئیں - وہ اپنا منسلک ہونا تو آپ کو صحبت کیلئے تیار کرے -
جسمانی طور پر ملیں نہ ملیں - ملاقات ہو یا نہ ہو - 25 سال بعد ہی ہو جائے ملاقات - مگر ملاقات نہ
ہونے کے باوجود بھی آپ ہر وقت صحبت میں رہے - جو یہ صحبت کے ذرائع ہیں آپ تک صحبت بد کے
اثرات کو ختم کرتا ہے - وہ سامان لے آئیں وہ اسلحہ آپ کو ملتا رہے ہمیشہ پہنچتا رہے -
تسکین ہوتی رہے - حفاظت ہوتی رہے - تو اس جگہ کا چناؤ کریں جہاں سے یہ سامان دستیاب ہو
اور آپ اور آپ کے خاندان نے سوچ دیا - جو صرف اتنی فکر رکھتا ہے کہ بیٹا اور ساری اگلی
نسلوں کا ایمان بچ جائے - ہم تو نوکری کر رہے ہیں اللہ اور اللہ کے رسول کی - انہوں نے پیرول کر لیا تو کوئی
اچھی ہو جائے گی - اور اگر ساری عمر کی نوکری کر لی - اور آخر یہ فیصلہ ہوا کہ قبول نہیں ہوئی رد کر دیئے تو پھر کیا
ہمارا اچھا ہوا ہمارا

ف جب بغداد پر حملہ ہوا تھا تاتاریوں کا، ہلاکو خان اور چنگیز خان - اور اسلام کا پھر کس نسل کا

M T W T F S S

Memo No
Date / /

دور اسے آیا۔ مسمار ہو گئی ساری ثقافت۔ اور کفر کی یلغار غالب آ گئی۔ اس زمانے
میں تاتاریوں کی اولاد میں پھر آ گئے دیکھیں اس سے آگے یکے بعد دیگرے۔ حکمران رہے تو قبضہ ان کے پاس رہا۔ ایک بزرگ
تھا کوئی درویش وہ جنگل جہاں سے سفر رہا وہ آتا ہے۔ کہ سرکار طرف سیدنا غوث الاعظم کے فیوضات سے
مالا مال تھا۔ پھر حضرت اللہ درویش اپنا اللہ اللہ کرتا ہوا۔ وہ جنگل سے گزر رہا تھا۔ (۱۲۱ — ۴۱)
تو تاتاریوں کا ایک بادشاہ یا وزیر۔ اس کا نام تھا تغلق۔ تو وہ شکار کر رہا تھا۔ اب چونکہ
انہوں نے حملہ کیا تھا اسلام پر تو انہیں کچھ چڑ تھی مسلمانوں کے نام سے بھی۔ صوفیا سے اللہ والوں
سے بھی۔ امامت سے نماز سے بھی چڑ تھی۔ اس نے دیکھا کہ ایک درویش آ رہا ہے صوفی آ رہا تھا۔
اس نے سمجھا یہ کوئی صوفی آ رہا ہے یہ مسلمانوں کا رہبر ہے۔ اس کے دل میں آیا کہ میں اس زدوکوب
کروں اس کو کوڑے ماروں۔ سزا دوں اپنے اندر کا جو بغض تھا۔ اس کی تسکین ہو۔ اس
کو ذلیل کروں۔ وہ اس کے پاس چلا گیا۔ اس کو روک لیا۔ اور پوچھا اس سے۔ اس کے پاس
شکاری کتے بھی تھے۔ اس سے پوچھا کہ بتاؤ تمہاری داڑھی اچھی ہے یا میرے کتے کی دم۔
اس کو خیال تھا کہ یہ اس کے نبی کی سنت ہے وہ جوش میں آ کے مجھے گالی دے گا۔ یہ
غصے و غضب میں آئے گا۔ اور میں اس کے رد عمل میں کوڑے نکال کے اس کو مار دوں گا۔
وہ درویش تھا اللہ والا تھا۔ اس نے جواب میں کہا۔ سوال سن لیا۔ اس نے کہا ہاں۔ جس
جن کی خاطر یہ رکھی ہے۔ اگلے تو جہاں مرنے کے بعد اس کو قبول کر لیا۔ تو پھر یہ داڑھی اچھی ہے۔ اور
اگر قبول نہ کیا۔ تو پھر تمہارے کتے کی دم اچھی ہے۔ تو اس نے یہ جملہ سنا۔ تو اس کے
دل کی کایا پلٹ گئی۔ تو اس نے اپنے لوگوں کو بھیج دیا۔ اس کو اپنے گھر لے گیا گھر کے اندر
قبول اسلام کر لیا۔ کچھ دن اپنے پاس رکھا۔ تربیت لی۔ زانوئے تلمذ کیے۔ اور کہا آپ
چلے جائیں۔ کچھ عرصہ جیسے موقع دیں۔ میں ماحول کے لیے کچھ کرتا ہوں۔ کچھ عرصہ اپنے حلقے کے رازداروں
میں کام کیا۔ اور آہستہ آہستہ وہ قبول اسلام کرتے گئے۔ جب دیکھا کہ قبیلے اور منصب لوگ
ہمارے ساتھ ہو گئے ہیں۔ تو اس نے قبول اسلام کا اعلان کیا۔ اور وہاں سے اس نے اپنا نام
عثمان رکھا۔ اور جس کو عثمانی ترک کہتے ہیں۔ دیکھا کس طرح اس کے بعد پھر دوبارہ ان چنگیزیوں
کی اولاد سے پھر اسلام کی شمع دوبارہ پھر روشن ہو گئی۔ اور جس کو علامہ اقبال نے

M T W T F S S

Memo No
Date / /

کیا تماشہ ہے میرے پاسبان مل گئے کعبے کو صنم خانے سے ۔ وہ لوگ پاسبان ملے تھے صنم خانے سے۔ تو اس لئے ہماری صورت تو ہاتھوں ہاتھ ہمارا کوئی معمولی استعمال ہے کام کا ہے ۔ یہ میرا درد دل ہے آقا علیہ السلام کی امت لیجئے۔ اور امت کی نسلوں کے لئے میرا درد دل ہے۔ یہ سب تک پہنچائیں۔ یہ آپ کی ذمہ داری ہے۔ میرے نیاز مندوں سے سلام کے ساتھ پہنچا دیں۔

اگر اس کو یہ فکر ہے کہ ایمان ان کا ان کی آگے نسلوں کا۔ آگے بچ جائے۔ میں پیشگی سوچ کر آگے آنے والے حالات میں تنہا کوئی فرد یا گھر اپنی نسلوں کا ایمان نہ بچا سکے گا۔ ایمان اجتماعی بڑی محبت کے حلقے میں۔ ایمان اجتماعیت سے ہی بچے گا۔ اور وہ اس کے کسی تنظیم سے منسلک ہوئے بغیر۔ جہاں سے اس کو علم ملے۔ تربیت ملے۔ اس کو سامان ملے۔ آقا علیہ السلام کے فیض کی خیرات ملے۔ ایمان کی حفاظت کا اہتمام ملے۔ تو کوئی سی جگہ اس کا فیصلہ وہ خود کرلے۔ جس جگہ کو بہتر سمجھے وہاں منسلک ہو۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو آقا علیہ السلام کے نعلین پاک کا صدقہ استقامت نصیب فرمائے۔

QARI [illegible] ABBAS
Naqashbandi Chishti [illegible] Suharwardi
22 APR 2019
[illegible]

Abbas

الفقیر

۱۶ — ۱۲ — ۱۴۴۰
۲۳ — ۳ — ۲۰۱۹
۶ — ۰۷ — ۴۴ PM

315

M | T | W | T | F | S | S

۳ - ۴۰

Memo No

Date ۲۴ / ۰۴ / ۲۰۰۸

(صلی اللہ علیہ وسلم)

مَن أنا میں کون ہوں

(سیالکوٹ) ، ربنا وابعث فیہم رسولا منہم اللہ رب العزت
کا شکر ہے کہ ہم آج جشن نبی اسلام کے میلاد کے سلسلے میں شریک ہیں۔ اللہ
تعالیٰ اس عمل کو حضور علیہ السلام کی خوشنودی کا ذریعہ بنا دے۔ اور قیامت کے دن حضور علیہ السلام کی لواء
الحمد اور لواء شفاعت کے نیچے ہمیں جگہ عطا فرمائے۔ آج کی اس نشست میں عنوان ہے کہ جس
میں۔ جو سماعت فرمائیں گے۔ وہ ہے۔ حضور علیہ السلام نے ایک روز منبر پر جلوہ افروز
ہو کر صحابہ کرام سے فرمایا۔ من انا۔ بتاؤ میں کون ہوں۔ تو آج کی اس کانفرنس کا مجموعی
میں میری گزارشات کا موضوع یہ ہے من انا۔ زبان مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم۔ کہ میں کون
ہوں۔ آقا علیہ السلام کا ہی سوال ہے کہ میں کون ہوں۔ اور آقا علیہ السلام سے ہی جواب ہے
کہ آپ فرمائیں کہ آپ کون ہیں۔ اور آج کا سارا موضوع حدیث نبوی پر مبنی ہے
۔ قرآن مجید سے استشہاد ہوگا ان شاء اللہ۔ قرآن مجید سے استدلال ہوگا۔ قرآن مجید
سے بعض ضرورتیں ہیں گی۔ اولاً بھی اور آخراً بھی۔ مگر مضمون کا بیشتر حصہ۔ احادیث نبویہ
پر مشتمل ہوگا۔ آقا علیہ السلام کا ہی سوال ہوگا من انا۔ میں کون ہوں۔ اور آقا علیہ السلام
کا ہی جواب ہوگا کہ میں یہ ہوں۔ چونکہ آپ نے عنوان رکھا ہے من انا۔ بزبان
مصطفےٰ۔ قرآن مجید کی ایک آیت کا حصہ تلاوت کیا ہے سورۃ بقرہ میں سے۔
اور اس آیت کریمہ کا تعلق بھی اس سے ہے کیا ہے۔ کہ سماعت گفتگو میں۔ آگے
حدیث پاک کے اندر اس آیت کا ایک مقام میں ذکر آتا ہے۔

حضرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام اور سیدنا اسماعیل علیہ السلام۔ جب کعبۃ اللہ تعمیر
کر چکے۔ میں صرف آیت کریمہ کا پس منظر بتا رہا ہوں۔ اس آیت کریمہ کا ترجمہ کیا ہے مطلب
کیا ہے۔ اس کا سیاق و سباق کیا ہے۔ اس کی تفسیر کیا ہے۔ جب سیدنا ابراہیم علیہ السلام
سیدنا اسماعیل کی معاونت سے کعبۃ اللہ کی تعمیر کر چکے تو تعمیر کر لینے کے بعد۔ انہوں نے اللہ
رب العزت سے۔ اپنی دعا مانگی۔ قرآن مجید میں آیا ہے واذ یرفع ابراہیم القواعد
ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم۔ مولا کی بارگاہ میں ہم نے یہ دعا کی ہے میرا گھر بنایا ہے تیرے
حکم پر اسے قبول فرما لے۔ ربنا واجعلنا مسلمین لک۔ اور اس دعا کے باعث ہمیں اپنی بارگاہ

ہمیشہ سر جھکائے رکھنے والا بنا کے رکھ ۔ تیری بندگی میں ہمیں سر جھکائے رکھیں ۔ ذریتنا (وانتم) امۃ مسلمۃ لک ۔
اور ہماری اولاد میں ۔ مسلمہ پیدا کرنا ۔ ہماری اولاد میں امت مسلمہ پیدا کرنا ۔ امت مسلمہ
پیدا کرنا ۔ امت مسلمہ ہماری اولاد میں آ گئے ۔ فرمایا اے ابراہیم یہ ہو جائے گا ۔ اس گھر کی مزدوری
کوئی مانگنا چاہتے ہو ۔ تو مانگ لو ۔ تو آپ نے ہاتھ اٹھائے ۔ اور اللہ سے مزدوری مانگی ۔ فرمایا
وابعث فیہم رسولا منہم [illegible] الحکم ۔ باری تعالیٰ وہ جو تو ہماری امت میں امت جماعت
مسلمہ بنائے گا ۔ مزدوری کا جو سے مانگتے ہیں اس گھر کی ۔ فیہم [illegible] ۔ باری تعالیٰ ۔ اس
گھر کے اگر بنانے کی مزدوری دینا ہے تو یہ دے کر حبیب مصطفیٰ کا دادا بنا دے ۔ بس یہ مزدوری ہے
ہماری نسل سے جو امت مسلمہ آ گئے ۔ اسی میری ذریت میں نبی آخر الزمان محمد مصطفیٰ
کو پیدا کر دے ۔ میری اولاد میں مصطفیٰ کو پیدا کر دے ۔ میں تیرے آخری نبی اور محبوب نبی محمد مصطفیٰ
صلی اللہ علیہ وسلم کا دادا بن جاؤں ۔ بس یہ مزدوری ہے تاکہ قیامت کے دن ہر کسی کو کسی
بلایا جائے گا ۔ جب میری باری آئے تو میں جد مصطفیٰ کے طور پر بلایا جاؤں ۔ اور جب بھی تیرے
محبوب نبی جب بھی زبان سے میرا نام لیں تو کہا کریں میرے دادا ابراہیم کی بات یہ ہے ۔ بس مجھے محمد مصطفیٰ
کا دادا بنا دے ۔ یہ مزدوری مانگی ہوا ۔ (۳ ۔ ۱۵) ۔ جب یہ دعا کی ۔ تو وہ اسی پتھر پر کھڑے
تھے ۔ جس پتھر پر کھڑے ہو کر آپ نے کعبہ کو تعمیر کیا تھا ۔ اور جوں جوں کعبے کی دیواریں بلند ہوتیں ۔ اور
وہ پتھر اونچا ہوتا چلا جاتا تھا ۔ تعمیر کعبہ کر لینے کے بعد اسی پتھر پر کھڑے ہو کر آپ نے اپنی ذریت میں
ولادت مصطفیٰ کی دعا مانگی ۔ آقا علیہ السلام کی ولادت کی دعا مانگی ۔ عربی میں ولادت کو ہی میلاد
کہتے ہیں ۔ اس معاملے کو سمجھیں ہیں قرآن و دین ۔ میلاد کوئی اور خاص لفظ ہے ۔ ولادت کوئی
اور لفظ ہے ۔ یہ سب عربی زبان کے الفاظ ہیں سب کا ایک ہی معنی ہے ۔ میلاد بھی کہتے ہیں مولد
بھی کہتے ہیں ۔ ولادت بھی کہتے ہیں ۔ میلاد بھی کہتے ہیں ۔ یہ سارے ولد سے ہیں ۔ اسی سے ولد
بنتا ۔ اسی سے مولود ۔ اسی سے والد ۔ اسی سے مولد ۔ اسی سے میلاد ۔ یہ سارے
الفاظ ایک ہی مادہ سے ہیں ۔ اور ولادت اور میلاد ایک ہی لفظ ہے ۔ بعض ذہنوں میں
خیال آتا ہے کہ میلاد النبی کا لفظ شاید ہم نے ماہ ربیع الاول کے لیے پاکستان اور ہندوستان میں وضع کر لیا
ہو گا ۔ اور شاید یہ لفظ پہلے عرب میں یا حدیث نبوی میں یا صحابہ کرام کی زبان میں ۔ شاید مستعمل نہ ہو

کا لفظ نہیں تھا۔ بتانا یہ چاہتا ہوں کہ میلاد کا لفظ پاکستان اور ہندوستان کی زبان کا وضع
کردہ نہیں ہے۔ یہ صحابہ کرام کی زبان سے حدیثِ نبوی کا لفظ ہے۔ صحاح ستہ کی کتاب کو
جامع ترمذی۔ اس ترمذی شریف کی کتاب کتاب المناقب میں دوسرا باب ہے۔ جو امام
ترمذی میں قائم کیا ہے جامع ترمذی میں۔ باب فی ما جاء فی میلاد النبی ﷺ۔ قائم کیا ہے عنوان
قائم کیا ہے۔ اور اس میں جو حدیث بیان کی ہے، وہ یہ کہ جو میلاد کا لفظ ہے۔ یہ صحابہ کرام کی زبان
کا لفظ ہے۔ یہ صحابہ کرام استعمال کرتے تھے۔ حضور کی ولادت کے لیے۔ تو امام ترمذی نے جو حدیث
بیان کی۔ اس کو روایت کرنے والے حضرت سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ ہیں۔ اس حدیث کا جو مضمون ہے، وہ
منقول ہے سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے۔ فرماتے ہیں۔ کہ میں نے ایک بار صحابی سے پوچھا۔ کہ عمر میں آپ
بڑے ہیں یا رسول اللہ بڑے ہیں۔ یہ سوال کیا۔ اس پر اس صحابی نے جو جواب دیا سیدنا عثمان غنی کو۔
اب اس صحابی کا ادب و عقیدے کا عالم دیکھیں۔ اور پھر اس کو سیدنا عثمان غنی نے آگے بیان
کیا۔ جو امام ترمذی کی روایت میں آیا۔ یہ سیدنا عثمان غنی کا عقیدہ و ادب دیکھیں تو وہ بات ان کو کتنی بھا
گئی۔ فرماتے ہیں میں نے پوچھا بڑا کون ہے۔ اس نے جواب دیا۔ اکبر منی رسول اللہ۔ بڑے تو مجھ سے رسول
پاک ﷺ ہی ہیں۔ وانا اقدم منہ میلادا۔ مگر میں پیدا ان سے پہلے ہو گیا تھا۔ صحابہ کرام کی اس ادب
کو دیکھیں۔ کہ تاجدار کائنات کی بارگاہ میں ان کے ادب کا پہلو۔ ان کے حسنِ عقیدہ کا پہلو۔ حسنِ محبت
کا پہلو۔ ان کے حسنِ ادب کا پہلو ایک باریک سی بات ہے۔ عمر کے سالوں کے بڑا پن کو بھی
آقا دو جہان کے مقابلے میں اپنی طرف بھی منسوب کرنا بھی بے ادبی سمجھا ہے۔ اور کہا ہے اکبر منی رسول اللہ
بڑے تو حضور ﷺ ہی ہیں۔ تو میرا معاملہ صرف یہ ہے۔ کہ میری پیدائش پہلے ہو گئی تھی۔ بڑے تو
وہی ہیں۔ آپ سمجھیں بات کو۔ یہ صحابی کی بات ہے۔ اب میں آپ کو بتاتا ہوں۔ کہ ان کو اس کے
عقیدے کیا تھے۔ صحابی کی بتانے والے نے گوارہ نہیں کیا، کہ بھی عمر میں میں بڑا ہوں۔ کہا کہ بڑے تو حضور
ہیں۔ میں تو پیدا پہلے ہو گیا تھا یہ تو ایک صحابی میں : عثمان غنی کا عقیدہ و مشرب دیکھیے۔
بات اتنی پسند آ گئی کہ دنیا کو بتاتے پھرتے ہیں۔ کہ میں نے اس سے پوچھا تو اس نے کیسے جواب دیا
کو بات جامع کی حضرت عثمان غنی پر۔ اور عثمان غنی نے حسنِ ادب آگے کیوں نہ بیان کریں۔ کیونکہ ان کے
اپنے حسنِ ادب کا عالم یہ ہے۔ یہ وہی عثمان ہیں۔ کہ جو 6 ہجری میں جب پندرہ سو

صحابہ کرام صلح حدیبیہ میں بیٹھے ہوئے — اور آقا علیہ السلام نے اپنا سفیر بنا کے مکہ میں بھیجا تھا — اور قریش مکہ کفار مکہ سے مذاکرات ختم ہو گئے — اور یہ حرم مکہ میں کھڑے تھے۔ کفار مکہ نے کہا — کہ عثمان تم یہاں چونکہ یہاں آ گئے ہو۔ کعبے کے صحن میں آ گئے ہو۔ اور چھ سال کے بعد آئے ہو۔ تم طواف کر لو — حضرت عثمان نے کہا — یار کے بغیر ہم کیا جانیں کعبے کو۔ یہ وہی کعبہ ہے نا کہ ہم نے چہرہ مصطفیٰ ﷺ کی وجہ سے ہم سب نے اس کی طرف منہ پھیر لیا تھا۔

آپ اس پس منظر کو لیجیے کہ واقعہ یوں ہے کہ ہجرت مدینہ سے پہلے قبلہ تھا بیت المقدس تو آقا علیہ السلام نماز پڑھتے ہوئے جب صحن میں حرم میں کھڑے ہوتے تھے۔ چہرہ انور تو کرتے تھے۔ بیت المقدس کی طرف چہرہ کرتے تھے کیونکہ قبلہ وہ تھا۔ اس لیے آج ہم اس کو قبلہ اول کہتے ہیں۔ اس طرح ہوتے کہ سامنے اس کعبے کو کر لیتے۔ اور ہمارا رخ بیت المقدس کا بن جاتا — یعنی بیت المقدس کو رخ کرتے — اس طرح کھڑے ہوتے کہ کعبے کو بھی آمنا سامنا ہو جاتا — اور بیت المقدس بھی سامنے ہوتا اور کعبہ بھی سامنے ہوتا۔ جب مکہ میں تھے۔ تب تک تو یہ ممکن تھا — جب ہجرت فرما کے مدینہ تشریف لے گئے — تو وہاں دونوں ایک سمت سامنے رکھنا ممکن نہ رہا — کیونکہ مدینہ شہر درمیان میں تھا۔ کعبے کا رخ اس طرف تھا۔ بیت المقدس اس طرف تھا — ایک شمال کی طرف تھا اور ایک جنوب کی طرف تھا — ایک کی طرف منہ ہوتا تو دوسرے کی طرف پشت ہوتی — دونوں ایک سمت سامنے نہیں رہ سکتے تھے — تو جب وہاں گئے تو اٹھارہ مہینے تک آقا نے مکہ معظمہ کو کعبہ اس کی طرف پشت کر لی — اور بیت المقدس کی طرف منہ رہا — یہ صحابہ نہ انہوں نے کبھی بیت المقدس دیکھا تھا — نہ فلسطین گئے تھے۔ نہ اس کا کوئی باپ دادا فلسطین گیا تھا — نہ القدس کو دیکھا تھا — یہ سینکڑوں سالوں سے صدیوں سے نسلاً بعد نسلٍ اسی کعبے کو کعبہ جانتے تھے — یہ کسی اور کو جانتے نہ تھے — جب یار نے رخ پھیر لیا — ان سب نے پشت کر لی اس کعبے کی طرف اور القدس کی طرف منہ پھیر لیا — عثمان غنی کہنے لگے کہ وہ کعبہ ہے نا — کہ جب یار نے چہرہ پھیر لیا۔ اٹھارہ ماہ ہم نے پلٹ کے نہیں دیکھا تھا اسے اور پلٹ کے ڈیڑھ سال کے بعد تب دیکھا۔ تب اسے کعبہ بنایا — جب پھر یار کا رخ ادھر

M T W T F S S · Memo No · Date / /

پھر گیا: ملتوی لبیک شبلیہ ___ تو جب حضور کا چہرہ انور دوبارہ پھر گیا تو ہم نے پھر اسے
گلے لگا لیا۔ فرمایا ہمارا تو دوستی بھی اس کعبے سے حضور کے تصدق سے ہے۔ لہٰذا اگر حضور
کو تم نے اجازت نہیں دی تو عثمان صحن کعبہ میں آ کر بھی۔ یار کے بغیر طواف کعبہ نہیں کرے گا۔
فرمایا خدا کی قسم میں کعبے کا طواف نہیں کروں گا ___ جب حضور آ کے نہیں کریں گے تو۔
اور صحن کعبہ سے واپس مڑ گئے۔ کعبے کا طواف کیے بغیر۔ یہ حضرت عثمان غنی ہیں تو ان
کے حسنِ ادب کا یہ عالم ہے کہ انہوں نے کعبہ چھوڑ دیا۔ کعبہ میں کھڑے ہو کر ___
وہ صحابی ہیں۔ جنہیں یہ بات پسند آ گئی۔ صحابی کا عقیدہ دیکھیں کہ ان کو ادب کی
اتنی بات پسند آ گئی۔ انہوں نے کہا۔ وانا اقدم علیہ فی المیلاد کہ میں پیدا پہلے ہو گیا
تھا۔ تو مجھے میلاد کا ذکر کیا۔ انہوں نے اس کتاب میں مناقب کی کتاب میں باب قائم
کر دیا۔ باب فی میلاد النبی ___ حضور کے میلاد کا باب۔ تو آپ نے دیکھا کہ لفظ
میلاد۔ یہ پاکستان کا ایجاد کردہ نہیں ہے۔ یہ سیدنا عثمان غنی کا بنایا ہوا لفظ ہے۔
(۲۸۔۳ھ) صحابہ کرام کا اختیار کردہ لفظ ہے۔ صحاح ستہ کی کتب حدیث کا لفظ ہے۔ اور
صرف ان کا نہیں سیدنا عباس رضی اللہ عنہ حضور علیہ السلام کے چچا ___ امام احمد اور امام طبرانی
روایت کرتے ہیں۔ ان سے کسی نے پوچھا حضرت عباس بن عبد المطلب سے کہ عمر
میں کون بڑا ہے۔ آپ یا حضور ___ حضرت عباس نے جواب دیا۔ بڑے تو حضور ہی
ہیں ___ اب چچا کہہ رہے ہیں۔ انا ولدت قبلہ۔ بس میں پیدا پہلے ہو گیا تھا۔
نسبت چچا بھتیجا کی۔ مگر کہتے ہیں کہ بڑے حضور ہی ہیں۔ میں تو بس پیدا پہلے ہو گیا
تھا ___ تو میں عرض یہ کر رہا تھا۔ کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس پتھر پہ کھڑے ہو کے
حضور کے میلاد کی دعا مانگی ___ حضور کی ولادت میری ذریت میں کرنا ___ یہ دعا مانگی۔
یہ وہ پتھر ہے جسے مقام ابراہیم کہتے ہیں۔ اس پتھر پہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دونوں
قدموں کے نشان ثبت ہو گئے۔ اور آج چار ہزار سال سے اس پتھر پہ آپ کے قدموں کے
نشان ثبت ہیں۔ اور پتھر کعبے کے صحن میں ثبت ہے۔ پتھر کا معجزہ یہ ہے کہ جب پتھر پر
قدم رکھے۔ پتھر پگھل جاتے ہیں۔ اور قدموں کے نشان لگ جاتے ہیں۔ یہ بتانے کہ حضرت ابراہیم

ساری عمر میں صرف ایک ہی پتھر پر قدم رکھا تھا - وہ تو اُن کی ساری زندگی پتھریلی زمین پر گزری تھی -
ہزاروں پتھروں پر آپ کے قدم پڑے - اور ہزاروں پتھر پگھلے - اور ہزاروں کے اندر موم کی طرح نشان پڑے -
مگر کوئی نشان چار ہزار سال کے بعد آج تک کسی پتھر پر محفوظ نہ رہ سکا - ایک نشان محفوظ
رہا - جو کعبے کے صحن میں ہے - وہ کیا ہے کون سا پتھر ہے - حضرت ابراہیم ؑ اُن کے قدم
اسی انداز کے ساتھ ہر پتھر پر قدموں کا نشان ثبت ہوا - سب نشان مٹ گئے - اس
پتھر کا نشان کبھی نہ مٹا - اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ نشان صرف حضرت ابراہیم ؑ کے
اس قدم کے تھے - ان قدموں کا تعلق دعائے میلادِ مصطفےٰ ﷺ کے ساتھ تھا - یہ وہ پتھر تھا جس
پر کھڑے ہو کر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضور ﷺ کی ولادت کی دعا مانگی تھی - رب کائنات
نے حضور ﷺ کی دعائے میلاد کے صدقے اس پتھر پر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قدم کے نشان کو
محفوظ کر لیا - اور اس پتھر کو کعبے کے سینے میں گاڑ دیا - فرمایا اب قیامت تک پیارا طواف
قبول نہیں ہو گا - جب تک اس مقام ابراہیم کے سامنے جس پر ابراہیم کے قدموں کے نشان لگے
ہوئے ہیں اس کے سامنے کھڑے ہو کر سجدہ نہ کرو - (۲۲ --- ۳۲) -

یہ جو ہر طواف کے بعد مقام ابراہیم پر نوافل پڑھے جاتے ہیں یہ قیامت تک صحن
کعبہ میں مصطفےٰ ﷺ کا میلاد منوار رہا ہے - اور آپ کہہ دیں ایک بات ہے - استنباط ہے -
دل میں سمجھ بھی آئی ہے - میں مگر اس پر ایک بات قائم کرتا ہوں - پہلے میرے ذہن
میں نہیں تھا کہ میں اپنی گفتگو کی ابتداء اس کتاب سے کروں گا - یہ ذہن میں نہیں تھا -
اتفاقاً میں نے شروع کر دیا ہے - میں نے یوں ہی اٹھا کے دیکھا - یہ کتاب ہے شرف المصطفےٰ امام
ہے حضور ﷺ کے مناقب اور فضائل میں حدیث کی کتاب ہے - امام ابو سعد نیشاپوری کی کتاب
ہے - ان کی 406 ہجری میں وفات ہوئی - اور محدثین 300 ہجری کا جو زمانہ ہے -
وہ آپ نے پایا ہے - اور بڑے بڑے آئمہ محدثین امام ابو نعیم - امام حاکم جیسے قابل جلیل القدر
محدثین ان کے تلامذہ اور ان کے اساتذہ ہیں - اور قاضی عیاض امام قسطلانی - امام عسقلانی
اور امام مناوی جیسے امام سیوطی جیسے جتنے محدث بعد میں آئے ہیں - حضور ﷺ کے فضائل اور مناقب
کے باب میں ان کو کل محدثین اور آئمہ نے اس کتاب کو بطور سند کوٹ کرتے ہیں -

M T W T F S S　　Memo No ______　Date / /

یہ کتاب پہلے چھپی نہیں تھی۔ اس کے قلمی مخطوطے تھے آئمہ حدیث کے پاس۔ یہ کتاب اب چھپ گئی ہے۔ آج سے ساڑھے گیارہ صد سال پہلے کے امام حدیث ہیں وہ بیان کرتے ہیں۔ لہذا اس کے علاوہ پہلے بہت سے علماء سیرت نے لکھا ہے۔ اتفاق یہ کتاب پڑھی تھی۔ اس میں وہ روایت کرتے ہیں۔ امام نیشاپوری روایت کرتے ہیں۔ کہ قریش کہتے تھے۔ جب آپ چلتے اعلان نبوت سے پہلے کی بات ہے۔ چونکہ مقام ابراہیم کو قریش کے پاس تھا۔ وہ کعبے کے صحن میں مدتوں سے موجود تھا۔ جس پر ابراہیم کے قدموں کے نشان لگے ہوئے تھے۔ آقا علیہ السلام جب جوان ہوئے۔ اور اعلان نبوت سے پہلے چلتے ان کے قدم مبارک کے نشان لگتے پہ قریش قسم کھا کے کہتا۔ کہ خدا کی قسم محمد کے قدم ﷺ اس طرح ہیں جس طرح پتھر پر نشان لگے ہوئے ہیں۔ وہ کسی کو سمجھ نہیں آتی تھی۔ کہ مقام ابراہیم پہ قدم ابراہیم کا ہے یا مصطفیٰ کا ہے (شرف المصطفیٰ ص ۷۵ ۔ ۲۴۶) اور کہتے ہیں کہ جو حضور کے قدموں کے نشان دیکھتے تھے۔ تو قریش کہتے ہیں خدا کی قسم ہمیں قدمین ابراہیم کا عکس نظر آتا تھا۔ یہ مسئلہ بہت لمبا تھا۔ ایک تو انہوں نے کہا تھا کہ مجھے محمد کا بابا بنا دے۔ ابراہیم علیہ السلام کے قدموں کے نشانات حضور کے میلاد کی خاطر محفوظ رکھے گئے تھے۔ رب کا منشاء تھا قدموں میں یہ مسئلہ بہت پیدا کر دیا۔ اور منکروں اور مومنوں سب کو اولیاء کو یہ قدم کا عکس وہی ہے جو پتھر پر ہے تاکہ جب پتھر پہ نشان دیکھو تو دھیان مصطفیٰ کی طرف چلا جائے۔ جب مصطفیٰ کے قدم دیکھو تو دھیان ابراہیم کی طرف چلا جائے اور دنیا کو پتہ ہو کہ اگر سارے پتھروں سے ابراہیم کے قدم کے نشان مٹ جانے ہیں اس لئے محفوظ ہیں کہ یہ مسئلہ بہت قدمین مصطفیٰ کی طرف ہے۔

یہ جو آیت کریمہ ہے اس میں حضرت ابراہیم کی منظوری کا ذکر ہے جو آپ نے اللہ تعالیٰ سے مانگی۔ حضور علیہ السلام کی شکل میں کہ مولا۔ مزدوری دینی ہے تو مجھے اپنا مصطفیٰ دے دے۔ میری نسل میں مصطفیٰ دے دے۔ اللہ نے عطا کر دیا۔

اب آقا علیہ السلام سے صحابہ پوچھتے ہیں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ ہمیں

بتا دیجئے کو سمجھی کہ آپ کون ہیں۔ ارتباط انتشار یہ رشتہ سے مربوط ہے۔ آقا علیہ السلام سے پوچھا گیا کہ آپ کون ہیں۔ آقا نے فرمایا۔ میں دعوتِ ابراہیم ہوں۔ میں اپنے باپ ابراہیم کی دعا ہوں۔ وہی لوگ منتظر تھے اور خواہش کرتے تھے۔ کہ مصطفیٰ کا وقت آئے تو میرا نام لے کر کہتے کہ میرے باپ ابراہیم نے کہا ہے کہ حضور کے لبوں پر جب میرا نام آئے۔ تو کہیں ابن ابراہیم بلکہ میرا باپ ابراہیم ہے۔ مولا یہ شرف دو دی دے۔ تو آقا نے فرمایا دعوت — رب مضمون کو شروع کر رہا ہوں۔

حضرت عباس سے ہے جو حضور علیہ السلام کے چچا ہیں روایت کرتے ہیں لہٰذا اس حدیث کو امام ترمذی نے روایت کیا ہے کہ آقا علیہ السلام ایک روز زینے کے درمیان منبر پر قیام فرما تھے۔ فقام علی المنبر۔ ہم سب بیٹھے تھے۔ صحابہ کرام کا جلسہ بن گیا۔ یہ جامع ترمذی کی حدیث ہے۔ کتاب المناقب میں۔ پھر اس حدیث کو امام حاکم امام احمد امام بیہقی امام طبرانی امام ہیثمی امام بزار۔ پھر کثیر تعداد ائمہ حدیث اس کو روایت کرتے چلے گئے۔ مگر یہ حدیث صحیح ہے کتاب المناقب میں۔ آقا علیہ السلام نے صحابہ کرام سے خطاب کیا۔ فقال من انا۔ میرے صحابیو! بتاؤ میں کون ہوں۔ اب توجہ طلب بات ہے یہ سوال بڑا عجیب ہے۔ کیا صحابہ کرام کو معلوم نہیں تھا کہ حضور کون ہیں۔ صحابہ کرام کے ذہن میں جو چیز تھی۔ جواب دیا عرض کیا۔ قالوا انت رسول اللہ علیک السلام عرض کیا یا رسول اللہ آپ اللہ کے رسول ہیں۔ فوری جواب دیا۔ مگر سب نے کہا علیک السلام ادب سکھا دیا جب رسول اللہ کہو تو ساتھ سلام پڑھو۔ آقا علیہ السلام نے انہیں ان کو سمجھ نہیں کیا تھا۔ کہ جس کے جواب میں وہ سلام کا کہہ رہے تھے کہ آپ پر سلام ہو یا رسول اللہ۔ اب آقا علیہ السلام ان کے جواب سے مطمئن نہیں ہوئے۔ اب بولئے کیا یہ جواب غلط ہے۔ مگر اس دن ان کا کہنا انت رسول اللہ۔ کہ آپ اللہ کے رسول ہیں۔ تو رسالت کیا ہے پھر آقا علیہ السلام کا منصب ہے۔ عہدہ ہے جس پہ حضور کو مقرر کیا گیا۔ جس پہ حضور علیہ السلام کی تعیناتی کی گئی۔ جس پہ آقا علیہ السلام کی تقرری کی گئی۔ جس مقام و منصب و عہدہ سے آپ کو سرفراز کیا گیا۔ اس کا نام رسالت ہے۔ جیسے قرآن مجید کہتا ہے۔ ھو الذی بعث فی الامیین رسولا۔

پاکستا ہے لیکن ارسلنا فیکم رسولا - ہم نے تمہاری طرف بھیجا آقا علیہ السلام کو رسول
تو صحابہ کرام کو اس چیز کے پلیس منظر جو سلام تھا وہ عرض کر دیا یا رسول اللہ آپ اللہ کے
رسول ہیں۔ آقا علیہ السلام یہ جواب نہیں سننا چاہتے۔ کیونکہ یہ تو کوئی نیا جواب نہیں
یہ تو بات ظاہر ہے کہ میں اللہ کا رسول ہوں گا۔ اگر یہی جواب لینا ہوتا۔ تو پھر تم سے
پوچھنے کی ضرورت نہیں تھی۔ کون نہیں جانتا کہ میں رسول اللہ ہوں گا۔ بجز منکر تو منکر ہو سکے۔
اور خطاب منکرین سے کفار سے مشرکین سے تو ہو نہیں رہا۔
خطاب تو صحابہ کرام سے ہو رہا ہے۔ مسجد نبوی میں ہو رہا ہے جو جمعیت ہے صحابہ
کرام کی۔ عاشقوں کا مجمع ہوگا۔ مومنوں کا۔ اور جن کا کلمہ ہے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ
ان سے خطاب ہو رہا ہے تو جب ان سے پوچھ رہے ہیں من انا۔ تو بات جو ہر کسی
کو معلوم ہے۔ مطلب یہ ہے تو آقا کو معلوم ہے وہ نہیں سننا چاہتے۔ انہوں نے جب عرض
کیا انت رسول اللہ علیک السلام کہ آپ اللہ کے رسول ہیں۔ آپ نے جواب میں ہاں نہیں
نہیں فرمایا۔ ہاں میں ہوں۔ نہیں فرمایا۔ مطلب یہ تھا کہ میں تو ہوں گا۔ لیکن تم سے میں
نے اپنا منصب نہیں پوچھا۔ میں نے پوچھا من انا۔ میں کون ہوں گا۔ اپنی ذات کا پوچھا
ہے۔ منصب نہیں پوچھا۔ تو صحابہ کرام نے جو عرض کرنا تھا وہ عرض کر دیا (۲-۰۲-۳۶)
- اب آگے آقا علیہ السلام نے فرمایا۔ یہ بیان آقا علیہ السلام کی ذاتی شخصیت کا بیان
ہے۔ حضور علیہ السلام کے منصب کو بیان کرنا۔ آپ کی نبوت کو بیان کرنا۔ احکام رسالت
کو بیان کرنا۔ تعلیمات رسالت کو بیان کرنا۔ یہ دین کا حصہ ہے۔ یہ الگ مضمون ہے کہ
صحابہ کرام کے اندر اپنی شخصی فضیلت کو بیان کرنا۔ ذاتی فضیلت کا تو فرمایا آقا محمد
میں محمد ہوں گا۔ ابن عبداللہ میں عبداللہ کا بیٹا ہوں۔ حضور اس دن بھی یہ کھڑے ہو کر اپنا میلاد
بیان فرما رہے ہیں۔ اگر رسالت کا بیان کرنا ہوتا تو جواب صحابہ کرام نے یہ دیا تھا۔ مضمون
ختم ہو جاتا۔ حدیث پاک آگے چلتی نہیں۔ آپ نے فرمایا میں کون ہوں۔ صحابہ نے عرض
کیا کہ آپ اللہ کے رسول ہیں۔ تو بات بیان ختم ہو جاتا۔ یہ نہیں۔ توجہ ایک اور طرف دلائی
کہ لوگو۔ میرا منصب رسالت بجا ہے مگر منصب رسالت کے علاوہ میری ذات کو بھی سمجھنے کی

M | T | W | T | F | S | S

Memo No

Date / /

کی کوشش کرو ۔ (۴۷-۲۳) ۔۔۔ حضرت ذاتی مراتب کو میری شخصی بلندی کو میرے علو مرتبت
کو بھی سمجھنے کی کوشش کرو ۔ فرمایا انا محمد ابن عبداللہ ۔۔۔ میں محمد ہوں عبداللہ کے گھر پیدا
ہوا ۔ جو عبدالمطلب کے گھر پیدا ہوئے ۔ گویا اپنی ذات اپنا نسب اپنی ولادت
اپنا خاندان بیان فرما رہے ہیں ۔ گویا صحابہ کرام کو اپنی ذاتی فضیلت سے آگاہ اپنے صحابہ
کو سمجھا رہے ہیں ۔ اور پھر فرمایا ان اللہ یہ اس دن کا مضمون خطاب ہے ۔ فرمایا اللہ تعالیٰ نے
مخلوق پیدا کی ۔ اور اس مخلوق کا جو بہترین طبقہ تھا سب سے اعلیٰ سب سے بزرگ طبقہ مجھے
اللہ نے اس میں پیدا فرمایا (۴۶-۲) پہلے جو کہا انا محمد ابن عبداللہ بن عبدالمطلب
یہ بیان فرمائی اپنی ولادت نسب اور خاندان ۔ کہ اللہ نے مخلوق پیدا کی اور مجھے ساری مخلوق
میں سب سے اعلیٰ درجے میں تخلیق کیا ۔۔۔ پہلے جملوں میں ولادت بیان کی اب آقا اپنی تخلیق
بیان فرما رہے ہیں ۔ یہ نہ سمجھنا کہ میں یہیں سے شروع ہوا ۔ یہ نہ سمجھنا کہ میری تخلیق عبدالمطلب
کے پوتے سے ہوئی ہے ۔ یہ میرا باپ دادا نسب خاندان یہ ولادت ہے ۔ لیکن
میں تو عبداللہ بن مطلب سے بھی پہلے کا چلا آ رہا ہوں ۔ کب سے جب اللہ نے خلق کو
پیدا کیا ۔ تو مجھے اعلیٰ خلق میں بنایا ۔ پھر اللہ تعالیٰ نے انسانی تخلیق کو قبیلوں میں بانٹا
اور مجھے سب سے اعلیٰ قبیلے میں رکھا ۔ یعنی جب قبیلے بن رہے تھے حضور فرما رہے ہیں میں اس وقت
بھی تھا ۔۔۔ تو تقسیم میں اعلیٰ طبقہ میرا تھا ۔ جب قبیلے بن رہے تھے ۔ × میں اس وقت
بھی تھا ۔ تقسیم میں سب سے اعلیٰ قبیلہ میرا تھا ۔ پھر اللہ تعالیٰ نے تمام دنیا کے قبیلوں
کے خانوادے بنائے ۔ خاندان بنائے گھر بنائے ۔ اور مجھے سب سے اعلیٰ خانوادے میں رکھا
۔ تو جب گھرانے خاندان خانوادے بن رہے تھے ۔ تو میں اس وقت بھی تھا ۔
ممکن ہے عبداللہ اور عبدالمطلب تو نہ ہوں پر میں اس وقت بھی تھا ۔۔۔ اور مجھے اعلیٰ
گھرانے میں رکھا ۔ پھر فرمایا فانا ۔۔۔ مش ۔ پوچھا میں کون ہوں ۔ فرمایا ۔ میں وہ ہوں جو
ساری کائنات میں اپنی ذات میں سب سے بلند ہوں ۔ اور اپنے خاندان اور قبیلے
میں بھی بلند ہوں ۔ آقا علیہ السلام نے اپنی ذاتی اور خاندانی نسب کی فضیلت کو
بیان کیا ہے ۔ اب اس میں دیکھا کہ تعلیمات دین شریعت سنت احکام

رسالت پر مضمون نہیں ہے ۔ اپنی ذات خاندان نسب ولادت تخلیق اور
ابتدائے تخلیق تک اپنے سب سے اعلیٰ ہونے کا مضمون ہے ۔ حضور آقا علیہ السلام نے فرمایا
یہی چیز ۔ صحیح بخاری شریف ۔ باب فی صفۃ النبی ﷺ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ راوی ہیں
ہر دور میں بنی آدم کے بہترین طبقے میں نسلاً بعد نسلٍ مجھے اٹھایا گیا ۔ بنی آدم کے بہترین
طبقے میں ہر طبقہ اور ہر نسل اور ہر دور میں مجھے بہترین طبقے اور بہترین گروہ میں رکھا گیا ۔
اب سوال پیدا ہوتا ہے ۔ بڑی سادہ سی بات ہے ۔
یہاں ڈاکٹر طاہر القادری کے خطاب میں ماں باپ کے ملاپ سے ——— (۴۰ - ۵۲)
بچہ نو ماہ کے بعد تولد ہوتا ہے ۔ اب سوچیں جیسے انسان پیدا ہوتا ہے اور حضور کے
فرمان کو بھی سامنے رکھیں ۔ دونوں میں ذرا مقابلہ موازنہ کریں کہ بات کیا ہے اگر اتنی بات
ہے کہ حضرت عبداللہ اور آمنہ کے ملاپ سے حضور کی ولادت ہونے والی ہے ۔ تو روح براہ
راست عالم ارواح سے جیسے ہر بچے کے اندر پڑتی ہے ۔ پھر کے پیدائش ہونے والی ہے
تو پھر بنی آدم کے ہر دور سے ہر طبقے ہر نسل میں بچے کے نطفے کو اٹھایا گیا ۔ اس کا معنیٰ کیا
ہے ۔ کبھی کسی نے غور کیا ہے اس بات پر ۔ آپ اور ہم جھگڑتے رہتے ہیں کہ حضور بس
صرف یہ ہیں ۔ اور یہ ہیں ۔ دوستو اگر یہی کچھ ہیں تو یوں ہی کچھ پیدا ہوتا ہے ۔ ماں باپ کے
ملاپ سے بچہ آتا ہے ۔ اور چند ہفتوں کے بعد عالم ارواح سے روح آ جاتی ہے ۔ اور نو ماہ بعد
بچہ پیدا ہو جاتا ہے ۔ اس کا لاکھوں سال پہلے آدم علیہ السلام کی نسلوں سے ہر طبقے اور ہر گروہ
میں ۔ قرناً بعد قرنٍ اعلیٰ طبقے سے اٹھائے جانے کا کیا جواز ہے ۔ قال فرمایا میں لایا
میں مبعوث کیا گیا ۔ میں اٹھایا گیا ۔ ہر طبقے کے اعلیٰ ترین افراد میں ۔ صالح ترین پاکیزہ
ترین طبقات اور افراد میں لایا گیا ۔ اور پھر میں اعلیٰ سے اعلیٰ گروہ میں منتقل ہوتا چلا
آیا ۔ حتیٰ کہ میں ماں باپ کے اس گروہ تک آ پہنچا ۔ جس میں میری ولادت ہونی تھی ۔
اب یہ حدیث میں نے صحیح بخاری کی پیش کر دی ہے ۔ میں چلتا چلتا صالح پشتوں
سے یہاں تک آیا ۔ تو آقا علیہ السلام نے فرمایا میں وہ نہیں ہوں ۔ جو کہ اب پیدا ہوا ہوں ۔
میں وہ ہوں جو آدم علیہ السلام کے وقت سے خیر القرون میں چلتا ہوا آیا ہوں ۔ پاک

پشتوں اور پاک رحموں میں سفر کرتا کرتا آیا ہوں۔ یہ جو ولادت کا وقت ہے۔
یہ تو میری بشریت کے ظہور کا بیان تھا۔ میرا یہ جسم اطہر اور بشریت کے ظہور کا شرعی
طریقہ تھا۔ مگر میں وہ ہوں جو آدم علیہ السلام سے لے کر آج تک پاک پشتوں اور پاک صلبوں
رحموں اور قرنوں میں منتقل ہوتا ہوا چلا آیا۔ یہ وہ حدیث تھی صحیح بخاری کی تھی۔
اب اسی کو امام مسلم نے ایک اور سند سے بیان فرمایا۔ اور امام ترمذی نے بھی روایت
کیا۔ حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ سے آقا نے فرمایا۔ بے شک اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام
کی اولاد میں سے اسماعیل کو چنا۔ اور اسماعیل کی اولاد میں سے بنی کنانہ کو چنا۔ اور
بنی کنانہ کی اولاد میں سے قریش کو چنا۔ قریش کی اولاد میں سے ہاشم کو چنا۔ اور
مجھے بنی ہاشم میں چنا۔ اب حضور فرما رہے ہیں۔ کہ جس گھرانے میں میں آیا ہوں
اللہ پاک نے اس گھرانے کو بھی عالم نسبتوں کے ساتھ نکالا ہے۔ گویا میرا گھرانہ بھی اللہ نے
کسی جیسا نہیں بنایا۔ تو میں کسی جیسا کیسے بن گیا۔؟ میرا خاندان کسی جیسا
نہیں ہے۔ میرا گھرانہ کسی جیسا نہیں۔ میرا قبیلہ کسی جیسا نہیں ہے۔؟ جن پشتوں
اور رحموں میں آیا ہوں وہ کسی جیسے نہیں۔ تخلیق سے ولادت تک کا سارا
سفر بے مثال ہے کوئی بھی ان جیسا نہیں ہے

حدیث پاک اس کو ابن عمر سے اسی طرح آئمہ حدیث بخاری و مسلم ترمذی ان کے
زمانے کے امام حدیث ہیں۔ اپنی مسند میں روایت کرتے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ حضور علیہ السلام
نے فرمایا۔ حضرت عبداللہ بن عباس بھی راوی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حضور علیہ السلام
تخلیق آدم سے بھی ہزار ہا سال پہلے ایک روح اور نور کی شکل میں تھے۔ وہ نور اللہ
کے حضور تسبیح کرتا تھا۔ اور جب ملائکہ پیدا ہوئے۔ تو وہ اس نور کی تسبیح سن کر
اللہ کی تسبیح کرتے تھے۔ اس کے پیچھے پیچھے اللہ کی تسبیح کرتے تھے۔ اور فرمایا جب اللہ تعالیٰ
نے حضرت آدم کو پیدا کیا۔ پھر اللہ نے مجھے نور کی شکل میں حضرت آدم کی صلب میں
زمین پر منتقل کیا۔ اب اس پچھلے مضمون کی پوری تفصیل آقا کی زبان سے آگئی
حضرت آدم کی صلب میں منتقل کیا ہے اور پھر اللہ تعالیٰ کی منزل۔ فرمایا آدم علیہ

السلام کے لعبد اللہ تعالیٰ نے مجھے پاک صلبوں میں اور پاک رحموں میں میرے نور کو منتقل کرتا چلا آیا۔ ہر دور میں میرا نور پاکیزگی کا سفر طے کر کے حضرت عبداللہ اور آمنہ کے گھر آ گیا۔ یہ جواب دیا میں آنا — کہ میں کون ہوں۔

پھر نہ سمجھنا کہ میں کوئی وہ ہوں۔ کہ کو عام آیا ہے۔ نہیں میری ذات وہ ذات ہے کہ جب کچھ بھی نہ تھا۔ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں میں تنہا نور تھا۔ اور خدا کی تسبیح کرتا تھا۔ جب ملائکہ پیدا ہوئے۔ تو میری تسبیح کے پیچھے سن کر وہ تسبیح کرتے تھے۔ اور جب عالم بشریت کی تشکیل ہوئی۔ تو اللہ رب العزت نے میرے نور کو صلب آدم میں اتارا۔ اور پھر زمانہ بعد قرن۔ پھر میں اچھے طبقوں سے گزرتا گیا۔ حضرت عبداللہ اور آمنہ کے گھر تک آ گیا۔

یہ جو میں نے دی حدیث آپ نے سن لی۔ حضور علیہ السلام نے اپنی نسبت فرمائی عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ اس حدیث کے راوی ہیں۔ آپ نے اپنے تعارف میں کہا میں چھ (۶) باتیں کہیں — اور یہ حدیث امام احمد بن حنبل نے مسند میں روایت کی۔ امام البغوی نے شرح السنۃ میں روایت کی۔ امام طبرانی نے المعجم الکبیر میں روایت کی۔ امام بزار نے مسند میں روایت کی۔ امام ابن حبان نے اپنی صحیح میں روایت کی۔ امام حاکم نے المستدرک میں روایت کی۔ امام ہیثمی نے مجمع الزوائد میں روایت کی۔ اور امام احمد بن حنبل کے بارے میں امام ہیثمی نے فرمایا کہ اس حدیث کے رجال سند صحیح ہے۔ آقا علیہ السلام ثقات ہیں۔ لوگوں سے فرمایا کہ بتاؤ میں کون ہوں۔ عرباض بن ساریہ روایت کرتے ہیں۔ میں نے سنا آقا علیہ السلام کو فرماتے ہوئے۔ فرمایا انی عبداللہ وخاتم النبیین۔ میں اس وقت بھی اللہ کی بندگی میں تھا۔ اور میرا خاتم النبیین ہونا طے ہو گیا تھا۔ میں اللہ کا برگزیدہ بندہ تھا۔ میں اس کی عبادت اور بندگی میں رہتا تھا۔ اور جب رب کائنات نے نبوت دی تھی۔ بلکہ ختم نبوت کا تاج میری نبوت کو پہنا دیا تھا۔ تب جب آدم علیہ السلام کا خاکی پتلا بھی ابھی مکمل نہیں ہوا تھا۔ ابھی مٹی اور گارے کی پہلی شکل تھی۔ اور آقا آپ فرما رہے ہیں کہ میں کون ہوں۔

M | T | W | T | F | S | S

Memo No ________

Date / /

آقا علیہ السلام کا فخر اللہ کی عبدیت میں ہے ۔ انی عبداللہ جب کچھ بھی نہ تھا ۔ کوئی نہ
تھا ۔ تنہا میں ہی تو تھا ۔ رب کی عبادت کرنے والا ـــ نہ آپ کو کوئی جانتا تھا نہ
اسے کوئی پہچانتا تھا ۔ نہ کوئی جاننے پہچاننے والا تھا ۔ نہ کوئی خلق تھی نہ کوئی مخلوق
تھی ۔ نہ کوئی تسبیح کرنے والا تھا ۔ فقط میں اس وقت میں تھا ۔ عبداللہ ـــ میں اس
وقت بھی اللہ کا بندہ تھا ـ خدا کی بندگی میں تھا ۔ میں خدا کی بندگی میں رہتا تھا ۔ اور خدا نے
مجھے ختم نبوت کا تاج پہنا رکھا تھا ـــ اور عالم بشریت کی ابھی ابتداء بھی نہ ہوئی تھی ۔
ہے ؟ فرمایا پہلی بات تو میں نے کہا ۔ کہ جب آدم بھی نہ تھے ۔ اس وقت میں اللہ کا بندہ بھی تھا ۔
اور نبیوں کا خاتم بھی تھا ۔ میں آدم سے بھی پہلے خاتم النبیین تھا ـــ فرمایا میں وہ ہوں ۔
جو اس وقت بھی خدا کی بندگی کرتا تھا ۔ اور خاتم النبیین تھا ۔ اور فرمایا دعوت ابی ابراہیم
اور خاتم الانبیاء دعوت رب کائنات ـــ سے پہلے بھی شروع کر دیا تھا ـــ (ا ۔ ۰ ۔ ۴ ۔ ۱)
ابھی آدم علیہ السلام کی تخلیق بھی نہ ہوئی تھی میں تب بھی نبی الانبیاء تھا ۔ یہ تھا میرا پہلا
ہونا ۔ اور موجود ہونا ۔ فرمایا میں کیا کب ہوا ۔ دعوت ابی ابراہیم ۔ فرمایا میں اپنے باپ
ابراہیم کی دعا ہوں ۔ جو ظاہر ہوا ۔ انہوں نے کہا مولا اپنے نبی آخر الزمان نبی کو میری اولاد میں پیدا فرمایا ۔
تو اُن کی دعا سے میں آگیا ۔ اور پانچویں چیز فرمائی بشارت عیسیٰ ابن مریم ۔ اور
میں عیسیٰ بن مریم کی بشارت ہوں ۔ جو انہوں نے بشارت دی تھی ۔ مبشرا برسول یاتی ۔
میں تمہیں بشارت دے رہا ہوں اس نبی کی جس کا نام آسمانوں میں احمد ہے ۔ جو آخر میں
دنیا میں ظاہر ہونے والا ہے ۔ اور یہ حضرت کے صحابہ حضرت ابوذر روایت کرتے ہیں اور
حضرت شداد بن اوس روایت کرتے ہیں ۔ وہ اور حضرت انس بن مالک روایت کرتے ہیں
اور خالد بن معدان روایت کرتے ہیں ۔ کہ جب صحابہ کرام کے گروہ نے پوچھا ۔ جب آقا علیہ السلام
کی بارگاہ میں حاضر ہوئے ۔ اور درخواست پیش کی ۔ کہ آقا آپ بتا دیں کہ آپ کا ہونا ہمیں
پہلی حدیث تھی ۔ خود کھول کر پوچھا من انا ۔ میں کون ہوں ۔ اب خالد بن معدان روایت
کرتے ہیں ۔ حضرت ابی ذر سے امام دارمی نے بھی روایت کیا ۔ اور بیہقی نے مجمع الزوائد
میں روایت کیا ۔ اور امام بزار نے روایت کیا ۔ اور ابن حبان نے اس کو روایت کیا ۔ اور شداد

بن اوس سے حضرت امام ابو نعیم نے دلائل النبوۃ میں روایت کیا۔ حضرت انس بن مالک سے امام ابو نعیم نے دلائل النبوۃ میں روایت کیا۔ اور اس مضمون کی تائید بخاری سے دی جا چکی ہے۔ یہ تمام کتب حدیث میں ہے۔ کہ صحابہ اکٹھے ہو کر آ گئے بارگاہ رسالت میں۔ کہنے لگے ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ اب دوستو! ایک سوال ہے۔ بتائیے بڑا سادہ سا ہے۔ تو کیا کوئی بات کوئی نا [illegible]۔ اس کی وضاحت پوچھتے تھے۔ جانتے تھے کہ نبی ہیں جانتے تھے کہ رسول ہیں۔ ان پر قرآن نازل ہوا ہے۔ نبی آخر الزمان ہیں۔ یہ دین اسلام ہے۔ سارا کچھ تو ان کی آنکھوں کے سامنے تھا۔ ایمان لائے تھے کلمہ پڑھا تھا۔ صحابی بنے تھے۔ کچھ بھی تو کوئی چیز نہ تھی۔ تب کچھ بھی مخفی نہ تھا۔ تو پوچھ لیتے ہمیں کیا تھا۔ کہ اکٹھے ہو کے لوگ پوچھتے تھے یا رسول اللہ ہم آج ہمیں کچھ بتا دیں کہ آپ ہیں کون؟ کہ اگر خدا کی قسم جواب ملے یا نہ ملے۔ صحابہ کرام کا سوال میں۔ (۱۰-۹-۵۸) یہ جو تشبیہ پوشیدہ ہے وہ عجب راز کی بات ہے۔ یہ تشبیہ بتا رہی ہے کہ ان کا دھیان کدھر جاتا تھا۔ انہیں معلوم تھا کہ نبوت بھی جانتے ہیں۔ رسالت بھی جانتے ہیں۔ دین اسلام بھی جانتے ہیں۔ ختم نبوۃ بھی جانتے ہیں شریعت بھی جانتے ہیں۔ شریعت محمدی بھی جانتے ہیں۔ سب کچھ جانتے ہیں۔ سب کچھ جان کے پھر کچھ بھی نہیں جانتے — اور پھر پوچھتے کہ اخبرنا عن نفسک۔ کچھ تو تھوڑا سا بتا دیں کہ آپ کون ہیں۔

تو پتا چلا کہ جو کچھ ہم سمجھے بیٹھے ہیں اک بات ہے یہ تو نہیں۔ یہ تو سب کچھ صحابہ کے سامنے تھا۔ میں نے درجنوں کتب کے حوالے اور ان کی توثیق اور ان کی تفصیل آپ کے سامنے رکھ کر بات کر رہا ہوں۔ محدثانہ طریق پر سارا کچھ دیکھنے جاننے کے باوجود پوچھنا کہ یا رسول اللہ اصل بات بتا دیں کہ آپ ہیں کون۔ کچھ اپنے بارے میں بتا دیں آقا۔ عن نفسک — اس سے آپ اندازہ کر لیں۔ کہ صحابہ کرام وراء الحس بات سے بھی کچھ دیکھتے تھے۔ کہ پردے کے پیچھے بھی کچھ ہے۔ جب عرض کیا۔ اخبرنا عن نفسک آقا کچھ بتائیں۔ تو صحابہ کے سوال پر آقا نے کیا فرمایا۔ فرمایا ٹھیک ہے میں بتاتا ہوں۔ فرمایا انا دعوت ابی ابراہیم میں میں دعا ہوں جو ابراہیم نے اس پتھر پر کھڑے ہو کے جہاں قدموں کے نشان لگے ہیں۔

میں وہ ہیں۔ ربنا وابعث فیہم رسولا ۔ اور عیسیٰ آقا نے فرمایا وبشری بی عیسیٰ ۔
اور میں وہ بشارت ہوں جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے دی تھی۔ اور تیسرا دو یہ
کہ تیسری چیز کیا ہے کہ فرمایا میں وہ نور ہوں کہ جب میری والدہ محترمہ حاملہ ہوئی
کہ میں پیٹ میں آیا۔ تو اُن کے اندر سے نور نکلا۔ اور ملک شام کے جو محلات تھے
شہر بصریٰ کے مکہ سے چمکنے والے میرے نور کی شعاع سے روشن ہو گئے۔ مکہ
شہر مکرمہ میں۔ میں جب بطن مبارک سے منتقل ہوا۔ کہ طرف میرے منتقل ہونے سے نور
نکلا تھا۔ اور اس نور نے اس دنیا کو اتنا روشن کر دیا کہ اس سرزمین شام کا ایک شہر
تھا بصریٰ تھا۔ کئی سو میل کے فاصلے پر۔ اب نیا شہر بن گیا۔ اس ملک شام کے شہر بصریٰ
کے محلات تک زمین میرے نور سے روشن ہو گئی۔ فرمایا میں وہ نور ہوں جو
میری ماں نے دیکھا تھا۔ تو آقا علیہ السلام نے اپنے بارے میں فرمایا کہ میں کون ہوں۔
اس حدیث میں تین چیزیں بیان کیں (۱) دعا کہ ابراہیم۔ (۲) بشارت عیسیٰ۔
(۳) اور وہ نور جو حضرت آمنہ میں آیا ۔ جو میری والدہ آمنہ نے مشاہدہ کیا۔ اور جو
آخری ظہور فرمایا میرے نور کا تھا۔

اس حدیث کو امام ربوبکی روایت کرتے ہیں۔ اور امام ابواللیث سمرقندی روایت
کرتے ہیں۔ اور جو حدیث آگے روایت کر رہا ہوں وہ عمر بن خطاب فاروق اعظم
اور اس کو امام حاکم نے مستدرک میں روایت کیا۔ اور امام بیہقی نے دلائل النبوۃ میں
روایت کیا۔ اور امام حاکم نے کہا ھذا صحیح حدیث الاسناد۔ یہ حدیث اپنے اسناد
میں صحیح ہے۔ اب یہ حدیث سیدنا عمر فاروق روایت کرتے ہیں۔ جب سیدنا آدم علیہ السلام زمین
پر اترے تو آپ نے ایک روز عرض کیا باری تعالیٰ اللھم بحق محمد المصطفیٰ خطیئتی و تقبل توبتی
یا اللہ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے صدقے میری توبہ قبول فرما لے۔ اب سیدنا امام فاروق اعظم
روایت کرتے ہیں۔ امام حاکم نے روایت کیا ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام سے اللہ تعالیٰ نے
پوچھا اے آدم ۔ من این عرفت محمدا ؟ اے آدم تجھے محمد کا پتہ کہاں سے چلا۔ تو حضرت
آدم علیہ السلام جواب دیتے ہیں کہ یا اللہ میں تیرے تو نے مجھے پیدا کیا۔ جنت میں ٹھہرایا۔ جنت میں ت

جس طرف دیکھتا تھا ہر طرف محمد کا نام لکھا نظر آتا تھا۔ تیرے نام کے ساتھ اسم محمد لکھا نظر آتا تھا۔ میں نے اس سے پہچانا۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا وہ میرا عبد اور رسول ہے۔ اے آدم محمد میرا برگزیدہ بندہ ہے کہ میرا رسول ہے۔ اور فرمایا یہ بھی لکھا ہوتا تھا۔ کہ جنت کے پتوں پر ستونوں پر ہر جگہ محمد عبدہ ورسولہ - آدم علیہ السلام عرض کرتے ہیں باری تعالیٰ۔ جنت میں جدھر دیکھتا تھا۔ ہر طرف لکھا تھا محمد عبدہ ورسولہ۔ محمد میرا بندہ اور رسول ہے جب سمجھ آگئی کہ محمد مصطفیٰ تیرا محبوب ہے سب سے پیارا جہاں سے تجھے عزیز ہے۔ اللہ پاک نے فرمایا۔ اے آدم تو نے درست کہا۔ اور اللہ نے توبہ قبول فرمائی — اور دوسری روایت انہیں حدیث میں امام حاکم نے روایت کیا —

— آدم علیہ السلام عرض کرتے ہیں کہ باری تعالیٰ جب تو نے مجھے پیدا کیا۔ میں نے تیرے عرش کی طرف دیکھا۔ عرش پر ہر جگہ تیرے نام کے ساتھ نام محمد لکھا ہوا تھا۔ میں سمجھ گیا کہ یہ کوئی تیرا محبوب ترین ہستی ہے۔ اللہ پاک نے بات سن کے فرمایا۔ اے آدم مجھے اپنی عزت کی قسم اپنے جلال کی قسم یہ میرا حبیب ہے۔ یہ میرا آخری نبی زمان ہے۔ مگر اسے پیدا نہ کرنا ہوتا تو تجھے بھی پیدا نہ کرتا۔ لوگو یہاں ایک بڑے کیف کی بات سمجھو۔ جب آدم علیہ السلام نے اپنے رب کی زبان پاک مبارک سے بول سنے تعریفیں سنیں مصطفیٰ کی۔ ساجن سے سنی تو مصطفیٰ کی عظمت سنی۔ محبوبیت کے تذکرے سنے۔ تو وہ بھی مصطفیٰ کے عاشق ہو گئے۔

ادھر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے عرض کیا تھا۔ ربنا وابعث — میرے مولا اگر میری مزدوری قبول ہے تو محمد میرا بیٹا بنا دے۔ مجھے محمد کا باپ بنا دے۔ جب آدم علیہ السلام سے — قسمتا محمد میں سنی۔ تو عرض کی مولا۔ امام بیہقی نے دلائل النبوۃ میں روایت کیا۔ اور یہ حدیث مرفوعاً روایت کی۔ جب اللہ سے سنا۔ عرض کی مولا۔ میری توبہ تو قبول کر لی۔ ایک درخواست ہے۔ وہ بھی قبول کر دے یہ تو معلوم ہوا کہ وہ میری اولاد سے ہوگا۔ اب یہ تو مانگنے کی ضرورت نہیں۔ کہ تو نے عطا کر دیا کہ تیری ذریت میں سے ہوگا۔ میری ایک اور درخواست قبول کر دے

فرمایا جب اجازت دے کہ میں اپنی کنیت ابو محمد رکھ دوں۔ کہ میرا نام
ابو محمد آدم بن جائے۔ آدم تو تو نے نام رکھا۔ مگر کنیت محمد کے نام
پر ہو جائے۔ چنانچہ امام بیہقی دلائل النبوۃ میں موضوع بیان کرتے ہیں۔ کہ آدم
علیہ السلام اپنی کنیت اپنے بیٹوں کو ابو محمد بتاتے تھے۔ سب کو کہتے ہیں
کہ میں ابو محمد ہوں۔ کہ محمد کا باپ۔

بیان کر رہا تھا کہ میں کون ہوں۔ عبداللہ بن عباس روایت کرتے ہیں۔ یہ
تو تھی عرش کی بات اور یہ تھی جنت کی بات۔ اور یہ تھی حضرت آدم کی کنیت
کی بات۔ عبداللہ بن عباس روایت کرتے ہیں۔ اس آیت کریمہ کی تفسیر میں
وکان تحتہ کنز لہما۔ جو سورۃ کہف میں آگئی ہے۔ جب حضرت خضر علیہ السلام
اور موسیٰ علیہ السلام ایک بستی میں گئے تو ایک دیوار گرنے والی تھی۔ اور اس گرتی
ہوئی دیوار کو بنا دیا۔ کہ جس کے نیچے خزانہ تھا۔ اس آیت کی تفسیر میں حضرت عبداللہ
بن عباس روایت کرتے ہیں۔ اور جو بات بیان کرنے لگا ہوں۔ اس کو روایت
کیا تخریج کی امام خطیب بغدادی نے تاریخ بغداد میں۔ اور اس کی تخریج کی امام
بیہقی نے شعب الایمان میں۔ اور اس کی تخریج کی امام بزار نے حضرت ابوذر
غفاری سے مرفوعاً روایت کیا۔ اور اس کو امام ابن کثیر نے بھی روایت کیا۔ اس
مجمع الزوائد میں امام ہیثمی نے بھی روایت کیا۔

وہ جو خزانہ تھا دیوار کے نیچے عبداللہ بن عباس فرماتے ہیں۔ وہ خزانہ کیا تھا۔ وہ
سونے کی تختی تھی۔ ان یتیم بچوں ان کے باپ دادا۔ صالحین تھے۔ معلوم نہیں کب
سے چلی آتی۔ اب ان بچوں کو سونے کی جو تختی تھی۔ اس پر لکھا تھا۔ تعجب ہے اس شخص پر
جسے یقین ہے کہ دوزخ ہے پھر وہ ہنستا کھیلتا ہے۔ اور تعجب ہے اس پر جس نے دنیا کے زوال کو
دیکھا۔ اور اس دنیا کے حالات کے بدلنے کو دیکھا۔ اور پلٹنے کو دیکھا۔ کہ کسی کو دوام نہیں
تو پھر بھی اس دنیا کی طرف لپکتا ہے۔ اور اس دنیا کی طرف جھکتا ہے۔ اور دنیا کے پیچھے
مارا مارا پھرتا ہے۔ تعجب ہے اس پر۔ اور لکھا تھا۔ میں اللہ ہوں۔ میرے سوا کوئی معبود

(جنت کے دروازے)

اور محمد میرے بندے اور رسول ہیں۔ یہ اس تختی پر لکھا تھا۔ حضرت موسیٰ کے زمانے میں تھی۔ اور اُن بچوں کو اپنے باپ دادا سے وراثت میں ملی تھی۔ یہ خزانہ تھا۔ اور یہ خزانہ نااہلوں کو بتانا نہ تھا۔ اس خزانے کو اللہ والے چھپا کے رکھتے تھے۔ کہ جو اہل ہوں اُن کو پتہ چلے۔ اور جو نااہل ہوں اُن کو پتہ نہ چل جائے۔ (۲۸-۲۵-۱)

اور عبداللہ بن عباس روایت کرتے ہیں۔ فرمایا کہ جنت کے دروازے پر لکھا ہے انی انا اللہ لا الہ الا انا محمد رسول اللہ۔ پیغمبر تو ایک لاکھ چوبیس ہزار آئے ہیں۔ اور جنت کے دروازے پر صرف مصطفیٰ کا نام لکھا ہے۔ جو یہ نام لے گا مجھے اپنی عزت کی قسم اس پر عذاب نہ ہوگا۔

اسی طرح آگے یہ حدیث ہے کہ ارشاد فرمایا آقا علیہ السلام نے کہ تمہیں پتا کہ میں کون ہوں۔ یہ ہم نے کبھی سوچا نہیں مصطفیٰ کو کبھی کوشش نہ کی۔ کہ سمجھیں۔ ہم اپنے اپنے خرد و عقل کے پیمانے پر تولتے ہیں۔ صحابہ کرام آقا علیہ السلام کی بارگاہ میں بیٹھے ہیں۔ اور انبیاء علیہم السلام کی شان بیان کر رہے ہیں۔ ابراہیم۔ موسیٰ۔ عیسیٰ۔ آدم علیہ السلام کی شان بیان ہو رہی ہے۔ یہ حدیث بھی جامع ترمذی کی ہے۔ آقا علیہ السلام اچانک تشریف لائے۔ اور صحابہ کرام کو فرمایا میں نے سنا۔ اور تمہارا تعجب انبیاء کی شان پر تعجب ہو رہا ہے۔ آقا نے فرمایا کہ حضرت ابراہیم کو اللہ نے اپنا خلیل بنایا ہے اور وہ اسی طرح ہی ہیں۔ اور موسیٰ علیہ السلام اللہ سے مناجات سے سرگوشیاں کرنے والے تھے۔ اور وہ ایسے ہی ہیں۔ اور عیسیٰ اللہ کی روح اور وہ ایسے ہی ہیں۔ اور آدم اللہ کے صفی ہیں اور وہ اسی طرح ہی ہیں۔ یہ سب کچھ بیان فرمانے کے اب فرمانے لگے۔ جانتے ہو کہ میں کون ہوں۔ آؤ ذرا اس حدیث پر غور کرو۔ آپ نے سب انبیاء کی شان میں ان کی عظمتیں بیان کیں ان کی تصدیق فرمائی اور توثیق فرمائی اور اس کے بعد فرمایا۔ یہ سب کچھ حق ہے اور وہ ایسے ہی تھے۔ اور فرمایا معلوم ہے کہ میں کون ہوں۔ اس کے بعد ارشاد فرمایا۔ الا خبردار وانا اب تک سوچا کہ جانتے ہی نہیں کہ میں کون ہوں۔ الا وانا حبیب اللہ ولا فخر سے کہو تو خلیل تھا۔ کوئی نجی تھا۔ کوئی

سب سے پہلے اٹھایا جاؤں گا۔

صفی تھا۔ کیونکہ ذبیح تھا۔ مگر تنہا میں اللہ کا حبیب ہوں۔ اور فخر نہیں کرتا ہوں۔ اور فرمایا۔ قیامت کے دن حمد ہر کوئی کرے گا اللہ کی۔ مگر اللہ کی حمد کا جھنڈا صرف میرے ہاتھ میں ہوگا۔ اور قیامت کے دن سب سے پہلے شفاعت کرنے والا بھی میں ہوں گا۔ اور سب سے پہلے جس کی شفاعت قبول ہوگی وہ بھی میں ہوں گا۔ اور فخر نہیں کرتا۔ اور سب سے جنت کا تالا کھولنے والا بھی میں ہوں گا۔ اور فخر نہیں کرتا۔ اور اگلے پچھلے لوگوں کا سردار میں ہوں مگر فخر نہیں کرتا۔ آقا علیہ السلام میں اپنا تعارف کروا رہے ہیں۔

اگلی حدیث حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ اور اس حدیث کو بھی امام ترمذی نے روایت کیا ہے۔ اور امام بغوی نے اور امام دارمی نے اور امام ترمذی نے اس حدیث کو حسن کہا۔ آقا علیہ السلام نے فرمایا۔ میں کون ہوں۔ جب لوگوں کو قبروں سے اٹھایا جائے گا۔ تو سب سے پہلے میں اٹھوں گا۔ سب سے پہلے میں اٹھایا جاؤں گا محشر میں۔ کیوں قاعدہ تو یہ ہے۔ مہمان خصوصی سب سے آخر میں لایا جاتا ہے۔ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ سارا مجمع ابھی آیا ہی نہ ہو۔ پورا پنڈال خالی پڑا ہو۔ مہمان خصوصی جس کو آپ سننا دیکھنا چاہتے ہیں۔ اس کو سب سے پہلے لاکر بٹھا دیں۔ کبھی ایسا کرتے ہیں ایسا نہیں کرتے تو کیا رب قبول کرے گا۔ سب تو ابھی قبروں میں لیٹے ہیں۔ کسی کی قبر نہیں کھلی۔ حضرت ابو سعید خدری کی روایت کرتے ہیں۔ وہ بھی ترمذی اور ابن ماجہ میں ہے کہ سب سے پہلے میری قبر کھلے گی۔ اور میدان حشر میں سب سے پہلے میں آؤں گا۔ تو سوال پیدا ہوتا ہے کہ کوئی شخص ابھی تک نہیں آیا۔ کسی کی قبر نہیں کھلی تو سب سے پہلے حضور کو کیوں میدان محشر میں لایا جائے گا۔ نہ جنتیوں میں کوئی اٹھا ہے نہ دوزخیوں میں سے کوئی اٹھا ہے۔ سارا میدان حشر ابھی سنسان پڑا ہے۔ نہ کوئی بندہ نہ کوئی حساب کتاب۔ نہ کوئی حساب دینے والا نہ کوئی اور۔ سب سے پہلے آقا کی قبر کھلے گی اور آقا کو لایا جا رہا ہے میدان محشر میں۔ ایسا کوئی پروٹوکول ہوتا ہے جب سارا محفل لگ جاتی ہے۔ تو آخر پر صدر محفل یا مہمان خصوصی کو لاتے ہیں۔ تو سب سے پہلے آقا کو کیوں لایا جائے گا۔ اس پر بڑا میں نے غور کیا ہے کہ اس کا جواب جب کتابوں میں نہیں ملا۔ علماء جیسے میں کسی محدث نے کسی شارح نے نہ اس نکتے کو اٹھایا نہ اس پر بحث کی۔ بڑا تلاش کیا

کہیں نہ ملا۔ پھر میں نے کہا کہ کہیں سے جواب نہیں ملتا۔ پھر میں نے اپنے قلب سے
پوچھا۔ کہ تو ہی بتا دے۔ تو یہ جو اندر کی کتاب تھی۔ تو اس نے جواب دیا اس کا۔ وہ جواب
آپ کو بتانا چاہتا ہوں۔ اور اس کے سوا اس کا کوئی جواب نہیں ہے۔

وجہ یہ ہے کہ حشر کا میدان نفسا نفسی کا میدان ہے۔ ہر کوئی جو آئے گا فکر کا کانپتا آئے گا۔
سوا نیزے پر سورج ہو گا۔ میزان لگا ہے۔ اللہ کی عدالت لگی ہے۔ ہر کسی کا نامہ اعمال
کھلا ہے۔ ہر ایک کو پتہ ہے کہ حساب و کتاب ہو رہا ہے فیصلے ہو رہے ہیں۔ جو قبر سے اٹھے گا۔
میدان حشر میں وہ گھبرایا ہوا آئے گا۔ خوف و ہراس کے عالم میں نکلے گا۔ اور آپ کیفیت دیکھیے۔
کہ ملک بخت جب کسی کو خوف و ہراس کا عالم طاری ہو۔ پریشانی کا عالم طاری ہو اور کسی کو
عالم طاری ہو۔ ایک حیرانگی کا عالم طاری ہو۔ اور اسے ڈر ہو کہ معلوم نہیں کہ حساب و کتاب میں
کیا نتیجہ نکلے۔ معلوم نہیں خدا کا عدل آج کیا فیصلہ سنا دے۔ معلوم نہیں کہ کہیں ہمارا دستار پیچ کر کے
دھکیل دیا جائے۔ معلوم نہیں کہ پھر الحشر کیا ہو جائے۔ ہر شخص کانپتا ہوا آئے گا۔ نہ دائیں
بائیں دیکھ سکتا ہے کہ کوئی میرا مونس و ہمدرد ہو۔ ہے کوئی کہ جو کوئی بچا لے۔ اللہ کی عدالت کا جوش
کا وقت ہے۔ ہر کوئی سہارا۔ اللہ نے فرمایا اے مصطفیٰ آج سے پہلے امت کو بلوا لے گا۔ اگر
آپ بعد میں آئے۔ یہ جو پہلے آئے ہوں گے۔ کہ سب سے پہلے آپ آئیں گا بعد میں امت آئے گی۔
جو اٹھ کر نکلے سب سے پہلے نگاہ مصطفیٰ پر پڑے۔ بس اس کا کانپنا وہیں ختم ہو جائے۔ وہ کہے جب
جہاں مصطفیٰ ہوں گے وہاں سب خیر ہے۔ یہ حضور کو سب سے پہلے اٹھایا جاتا۔ کہ حضور کی امت کے
لیے ہے۔ دو حکمتیں ہیں ———

آقا کی امت کے لیے ہے۔ دوسرا سبب ایک یہ کہ امت کو سہارا ہو جائے۔ اور دوسرا سبب
یہ کہ آقا کو میدان محشر میں جب بعثت کرا دی۔ اور بعد میں ہر کسی کو اٹھا۔ جو اٹھے میدان محشر
میں سب سے پہلا نظارہ چہرہ انور کا ہو۔ اور اس کو پتہ چلے کہ میدان محشر میں کیوں بلایا گیا ہے
اصل دیدار مصطفیٰ کے لیے ہے ——— اور مصطفیٰ کی شان کی رونمائی ہو رہی ہے۔
اور پتہ چلے کہ قیامت مصطفیٰ کی شان دکھانے کے لیے ہے۔ اور جو نہ مانتا تھا اس
منانے کے لیے ہے کہ (۳۱—۳۶—۱) فرمایا ایمان کا وقت آئے گا کہ سب سے پہلے میں کوئی

گا اس دن ہر کوئی چپ ہوگا۔ اور خطیب قیامت صرف مصطفیٰ ہوں گے۔ فرمایا میں خطیب قیامت
ہوں گا۔ جب ہر کوئی مایوس ہوگا۔ تو مبشر میں ہوں گا۔ اور اللہ کی حمد کا جھنڈا میرے ہاتھ
میں ہوگا۔ اور بنی آدم میں سب سے بزرگ ہستی میری ذات ہوگی۔ فرمایا میں وہ ہوں۔

اور حضرت انس سے روایت ہے۔ اس کو امام ابو نعیم نے دلائل میں روایت کیا۔ جب پورے
نبیوں کی امتوں کا وفد بنے گا۔ تو پورے اہل محشر کا قائد ہوں گا۔ قائد یوم قیامت صرف مصطفیٰ ہوں گے۔
اور جب ہر کوئی چپ ہوگا۔ تو اس وقت قیامت میں کسی کو بولنے کا اذن نہ ہوگا۔ قیامت کے دن کا
خطاب صرف میرا ہوگا۔ یوم محشر میں خطیب صرف حضور ہوں گے۔ صدارت اللہ کی ہوگی۔
فرمایا انا خطیبھم قیامت کے دن خطاب میرا ہوگا۔ اب خطیب کی جو مرضی چاہے بولے جو چاہے نہ بولے
جو چاہے موضوع لے۔ جب اللہ نے قیامت کا خطیب بنا دیا ہے۔ باقی سب کچھ چپ کرا دیا ہے۔ ساری
قیامت میں نبیوں ولیوں سب کو سامع بنا دیا۔ فرمایا چپ کرو سنو کہ مصطفیٰ خطیب قیامت ہو گئے ہیں۔
میرے محبوب کی باتیں سنو۔ یہ قیامت کا منظر ہے۔ فرمایا مبشر انا۔ سنو میں کون ہوں۔ فرمایا میرے آقا
نے کہ جب ہر کوئی مایوس ہوگا۔ تو اس وقت شفاعت میری ہوگی۔ حضرت آدمؑ سے لیکر عیسیٰؑ تک
ہر دروازے سے پلٹ کے واپس آجائیں گے۔ اس وقت میرے پاس آئیں گے۔ میں کہوں گا انا لہا۔ انا لہا۔
آج کے دن کی شفاعت کا منصب میرا حق ہے۔ میں شفاعت کروں گا۔ اور پھر آقا نے فرمایا۔ کرم کا جھنڈا
میرے ہاتھ میں ہوگا۔ کرم سخاوت کا جھنڈا۔ اب سوچنے والی بات ہے کہ قیامت کا دن اور سخاوت کیسی۔
تو سخاوت کا مطلب کیا ہے۔ حضور فرما رہے کہ کرم یوم القیامۃ میں ہوگا۔ قیامت میری ہوگی۔ سخاوت
میری ہوگی اور عطا کا جھنڈا اور نوازش کا جھنڈا میرے ہاتھ میں ہوگا۔ اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ حضور کیا نواز
رہے ہوں گے قیامت کے دن۔ کون سی سخاوت جاری ہوگی۔

آقا نے تو فرمایا ہے۔ کہ اللہ کی حمد کا جھنڈا بھی میرے ہاتھ میں ہوگا۔ اور جود و سخا کا جھنڈا بھی۔ میرے ہاتھ
میں ہوگا۔ کہ قیامت کے دن اللہ کا اذن بھی میرے ہاتھ میں ہوگا۔ کہ جس کو جتنا چاہو نوازو۔ اور اللہ تعالیٰ مجھ سے
پوچھے گا کہ میرے حبیب بتائیے آپ کی امت کے ساتھ کیا معاملہ کروں۔ رب پوچھے گا۔ اے محبوب کیا اس پر راضی ہو۔
تو قیامت کے فیصلے مصطفیٰ کی منشا سے ہو رہے ہوں گے۔ اور میں جدھر جاؤں گا۔ ایک ہزار خدام ادھر گرد
دائرہ حرم بنائے ہوئے ہوں گے۔ اور دس ہزار خادموں کے جھرمٹ میں قیامت کے دن چلوں گا۔ اور پھر آقا علیہ السلام

نے فرمایا۔ اور یہ حدیث بھی امام ترمذی کا ہے روایت کی ہے کہ فرمایا میں وہ ہوں کہ قیامت کے
دن اللہ رب العزت مجھے جنت کے جبات میں سے ایک اعلیٰ جبہ اللہ پاک مجھے پہنائے
گا۔ اللہ پاک سے مجھے جنت کی خلعت پہنائے گا۔ حضور کو مہمان خصوصی بنایا جائے گا۔
= صاحب کرم بنایا جائے گا۔ صاحب اکرام بنایا جائے گا۔ فرمایا جب قیامت کے دن
میرے ہاتھ میں ہوگی۔ اور سب رب کی چابیاں قیامت کے دن میرے ہاتھ میں ہوں گی۔ فرمایا
کنجیاں میرے ہاتھ میں ہوں گی۔ تو فرمایا جس کے ہاتھ میں چابیاں ہوں وہ مالک ہوتا ہے یا نہیں؟
میرے آقا نے فرمایا کہ میں قیامت کے دن کا مالک ہوں۔ اور اللہ تعالیٰ جنت کے اعلیٰ لباس
میں مجھے اعلیٰ لباس پہنائیں گے۔ اور اللہ تعالیٰ عرش پر جلوہ نما ہوگا۔ اللہ پاک کی دائیں جانب
عرش پہ میں قیام فرما ہوں گا۔ عرش پر کرسی ہوگی۔ صحاح ستہ کی حدیث ہے جامع ترمذی کی
یہ سوچنا کہ تشریح نادان کی باتیں ہیں۔ کہ ہم اپنے آپ کو تاجدار کائنات کے برابر سمجھتے ہیں
حضور کے ساتھ برابری کا سوچتے ہیں۔ کہاں ہم اور کہاں تاجدار کائنات۔ جہاں
کسی پیغمبر کی عظمت بھی دم نہ مار سکے۔ آقا فرماتے ہیں عرش پر اللہ کی کرسی ہوگی۔ اور
اس کرسی کے دائیں جانب عرش الٰہی پر مصطفیٰ کا قیام ہوگا۔ یہ بات توجہ طلب ہے۔
کہ لوگ محشر میں ہوں گے انبیاء کے لئے منبر بچھائے جائیں گے کرسیاں بچھائی جائیں
گی۔ خیمے لگائے جائیں گے۔ نور کے ہوں گے۔ اعلیٰ مقامات ہوں گے۔ قیامت کے دن
اولیاء کو ان کے مقام و مرتبت کے مطابق نشست دیا گا۔ مگر مصطفیٰ کو مخلوق کی نشستوں میں نشست
نہیں ہوگی۔ فرمائے گا میرا مصطفیٰ۔ سارے نبیوں کی نشستیں۔ آ۔ 2۔ دیکھیں اپنی اعلیٰ نشستوں
پر ہیں۔ آ۔ 2۔ آ میرے ساتھ بیٹھ جا۔ حضور کا قیام اللہ کی نشست کے دائیں جانب ہوگا۔
قیامت کے دن عرش پر اللہ کی کرسی ہوگی۔ اور ساتھ ہی لطف ہوگا۔ اور ایک حدیث میں
ہے۔ کہ حضور کی کرسی بچھائی جائے گی۔ مگر آقا علیہ السلام فرماتے ہیں کہ میں اس وقت تک نہیں
بیٹھوں گا۔ کھڑا رہوں گا۔ صحابہ کرام نے پوچھا۔ یا رسول اللہ جب آپ کی کرسی بچھائی جائیگی۔ پوچھا
گیا یا رسول وہ مقام محمود کیا ہے۔ تو آپ نے فرمایا مقام محمود وہ کرسی ہے۔ جو قیامت کے دن عرش کی دائیں
جانب میرے لئے بچھائی جائے گی۔ وہ کیا ہے کرسی جو قیامت کے دن عرش پر اللہ کی دائیں جانب رکھی ہے۔

بچھائی جائے گی۔ تو سن لو۔ پوری قیامت میں عرش پر صرف دو کرسیاں ہوں گی۔ ایک خدا کی
اور ایک مصطفےٰ کی۔ آپ کیا بتائے پھرتے ہیں۔ یہ طبقے سے ہم لوگوں نے کہاں سے گھڑ لیے
ہیں۔ نہ قرآن پڑھا نہ حدیث پڑھی۔ مگر فرمان یہ ہو گا۔ میرا رب کرسی پہ تشریف فرما ہو گا۔
اور آقا فرماتے ہیں کہ میں بیٹھوں گا نہیں۔ قائم ۔ صحابہ کرام نے پوچھا۔ یارسول اللہ جب کرسی بچھائی
جائے گی۔ تو آپ بیٹھیں گے کیوں نہیں۔ کھڑے کیوں رہیں گے۔ قربان جائیں آقا کا جواب۔
دیا۔ اس لیے نہیں بیٹھوں گا۔ جیسے تشریف رکھنا ہو گا۔ کھڑے ہو ایک ایک امتی کو دیکھتا رہوں گا۔ یہاں تک
کہ جنت میں داخل ہو جائیں۔ یہ آقا کا حسن ادب ہے۔ پوچھنے والوں نے پوچھا کہ بیٹھو گے کیوں
نہیں۔ آقا فرمایا۔ میں اس لیے نہیں بیٹھوں گا۔ تاکہ امتیوں کو دیکھتا رہوں۔ کہ کسی کوئی پیچھے
نہ رہ جائے مطلب۔ مگر اس کے اندر چھپی ہوئی بات ایک اور بھی ہے۔ میرا رب کی
محبت ہے۔ کہ اس نے محبوب کی کرسی بچھائی ہے۔ یہ مصطفےٰ کا ادب ہے۔ کہ خدا کے ساتھ
کرسی پر بیٹھنے کی اجازت تو ہے۔ ادب کیا ہے کہ رب کے ادب میں بیٹھیں گے نہیں۔ ادب
یہ کیا کہ بیٹھوں گا نہیں۔ مگر بتانا نہیں چاہا۔ بڑی خاص بات ہے ادب کیا ہے۔ اس لیے
نہیں بیٹھوں گا۔ کہ اللہ کا ادب مانع ہے۔ یاد رکھ لیں۔ ایک ہوتا ہے ادب۔ اور ایک ہے ادب
کا ادب۔ ادب یہ ہے کہ نہ بیٹھیں۔ اللہ کے پہلو میں۔ اور اس ادب کا ادب یہ ہے
کہ اس ادب کی وجہ سے نہ بیٹھیں زبان سے بھی نہ کہیں کہ ادب سے نہیں بیٹھا۔ کوئی اور
بات کہہ دیں۔ ادب کا ادب یہ ہے۔ اس ادب کی وجہ سے نہیں بیٹھے۔ یہ زبان
پر بات نہیں لائی ہے۔

یہ احتیاط تمنا احترام چھوں کہ تیری بات کروں۔ اور تیرا نام نہ لوں۔

ادب یہ ہے کہ مولا تیرے ادب کی وجہ سے نہ بیٹھوں۔ اور ادب کا ادب یہ ہے کہ نام بھی
نہ لوں کہ اس وجہ سے نہیں بیٹھا۔ اس لیے نہ بیٹھوں گا۔ کہ کوئی امتی نہ رہ جائے۔ اب بات
کو سمجھیں۔ یا پھر ایک حدیث بتاتا ہوں۔ بخاری شریف۔ آقا علیہ السلام۔ حجۃ الوداع کر کے
عرفات سے چلے تا۔ حجۃ الوداع کا خطبہ دے کر۔ اگلے دن منیٰ میں آئے۔ تو قربانی کا دن تھا۔
منیٰ میں آ کر عید کا خطبہ پھر دیا۔ اور بخاری شریف میں منیٰ میں پھر عید کے خطبہ کا ذکر ہے۔ اور یہ

اور ایک تاریخی کی طرف سے امام بخاری نے اس کو روایت کیا ہے۔ حدیث پاک
ہے کہ جب منیٰ میں۔ آقا علیہ السلام خطاب فرمانے لگے تا۔ ادب کا ادب تھا یا پھر
صحابہ سے سیکھو۔

آقا علیہ السلام خطاب فرما رہے ہیں۔ تو دوران خطاب آقا علیہ السلام نے سوال کیا
صحابہ کرام کا اجتماع ہے کہ ان سے پوچھا۔ آج کون سا دن ہے۔ تو یا نبیاء اللہ ابھی
سب نے کی ہیں۔ دس ذوالحج ہے۔ عید کا خطبہ دے رہے ہیں حضور۔ منیٰ میں کھڑے
ہیں اور عید کا خطبہ ہو رہا ہے کہ میری بات آپ سمجھ رہے ہیں۔ اور دوران عید کے خطبے
کے پوچھا۔ آج کون سا دن ہے۔ کیا جواب ہے کہ آقا آج عید کا دن ہے کہ یوم عید ہے۔
یوم منیٰ ہے۔ آقا پوچھتے ہیں کہ آج کون سا دن ہے۔

تمام صحابہ کرام نے کہا۔ اللہ ورسولہ اعلم۔ حضور معلوم نہیں کہ کون سا دن
ہے۔ حضور ہی بہتر جانتے ہیں۔ ہمیں کیا معلوم ہے کہ اب اتنا ہی سے پہلے پر معلوم
نہیں تھا۔ عرفات میں پوچھا تھا بتا رہے تھے۔ اب اگلے دن دوبارہ پوچھا۔ صحابہ کرام سوچ
میں پڑ گئے۔ پوچھا کون سا دن ہے۔ حضور آپ کو معلوم ہے اللہ کو معلوم ہے۔
ہمیں نہیں معلوم۔ کیا یہ عید کا دن نہیں ہے۔ عرض کی جی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔
پھر پوچھا آقا نے ای شہر حذا۔ یہ کون سا مہینہ ہے۔ حج کر رہے ہیں۔ منیٰ میں کھڑے
ہیں۔ نہیں معلوم۔ ذوالحج ہے۔ اتنا تو آپ کو بھی پتا ہے اسے بالکل ٹھیک میں ہوں۔

تو صحابہ عرض کرتے ہیں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ اللہ ورسول ہی بہتر جانتے ہیں۔ ادب
سیکھئے۔ ہم نے کیا ادب سیکھنا ہے۔ ارے ہم نے تو دین کو تماشا بنا رکھا ہے۔
تو آقا نے پھر فرمایا کیا یہ ذوالحج کا مہینہ نہیں ہے۔ جی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔
پھر آقا نے شہر مکہ کی طرف اشارہ کر کے۔ ای بلد حذا۔ یہ کون سا شہر ہے۔
بولے نہیں معلوم۔ یہ شہر مکہ ہے کہ پتا ہو۔ لیکن صحابہ عرض کرتے ہیں۔ اللہ رسول ہی بہتر
جانتے ہیں۔ آقا نے فرمایا یہ مکہ نہیں ہے۔ جی حضور۔ صحابہ کرام سے پوچھا۔ کہ ہر بات کا سارا کو
تو معلوم تھا۔ تو پھر جواب کیوں نہ دیتے تھے۔ اسی روایت میں صحابہ وجہ بیان کرتے ہیں۔

فرماتے ہیں کہ سب کچھ تو معلوم تھا - مگر ایک بات معلوم نہ تھی - وہ یہ کہ یار کا منشاء معلوم نہ تھا - یہ بھی پتہ تھا کہ یوم آخر ہے - یہ بھی پتہ تھا ذوالحج ہے۔ مکہ شریف ہے - سب کچھ معلوم تھا - مگر ایک وجہ معلوم نہ تھی۔ کہ آقا جو پوچھ رہا ہے۔ وہ ہیں حضور کا منشاء کیا ہے -

اور خدا کی قسم بخاری کی حدیث اٹھا کے دیکھیں - آگے صحابہ کرام کے لفظ ہیں - منشاء معلوم نہ تھا - لہٰذا ہمیں یہ خیال گزرا - کہ شاید آقا ہر شے کو بدلنا چاہتے ہیں - ہم کہہ دیتے کہ آقا آج دس ذوالحج ہے - ممکن ہے کہ حضور فرما دیتے نہیں آج بلیس ہے - تو خدا کی قسم بلیس ہو جاتی - (۲۲ - ۴ - ۱۵ء) اور اگر مہینہ ذوالحج ہے اور حضور فرما دیتے نہیں محرم ہے تو خدا کی عزت کی قسم اسی دن سے محرم ہو جاتا - اور کہہ دیتے کہ یہ مکہ ہے - کیا پتہ تھا حضور فرما دیتے نہیں مدینہ ہے - تو مدینہ ہو جاتا - یہ قومیں نے مثال دی صحابہ کہتے ہیں -

اس سے اندازہ ہوا - کہ شاید حضور ہر چیز کا رخ کو مٹنے کو سکے تو سب کو بدلنا چاہتے ہیں - اس لیے ہم چپ رہے کہ حضور آپ کو معلوم ہے - جو فرمادیں گے وہی حق ہے

تو عرض یہ ہے کہ معلوم بھی ہو تب بھی فرمایا یہ آداب ہیں - اور یہ نہیں منشاء کیا ہے - تو آقا علیہ السلام فرماتے ہیں کہ قیامت کے دن ساری مخلوقات میں سے سوائے میرے اس مقام پر کوئی کھڑا نہ ہو گا - کسی کو اجازت نہ ہو گی اس مقام پر کھڑا ہونے کی - اللہ کی عرش پر اس کی کرسی کے دائیں جانب پھر آقا علیہ السلام بیان فرماتے ہیں پھر اپنے اسی مقام کو - فرمایا کیا تم جانتے ہو کہ ابراہیم علیہ السلام اور عیسیٰ علیہ السلام بھی قیامت کے دن تم میں ہوں گا۔

پھر آقا نے فرمایا قیامت کے دن حضرت ابراہیم اور حضرت عیسیٰ بھی دونوں میری امت میں شامل کر دیے جائیں گے - کیونکہ حضرت ابراہیم عرض کریں گے کہ میرے حبیب آپ میری دعا ہیں - اور میری نسل اور ذریت میں آئے ہیں - خدا کے لیے آج مجھے اپنی امت میں شامل کر لو - حضرت ابراہیم عرض کریں گے کہ اے میرے محبوب میں نے دعا کی کہ آپ کو اپنی ذریت میں شامل کرا دیا تھا - اس معاملے کو میری کی دولت اور آل میں شامل کر - آج اس دعا کے صدقے مجھے آپ اپنی امت میں شامل کر لیں - حضرت ابراہیم حضور کی امت بننے کی درخواست کر رہے ہیں - اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام تو کہیں گے - آپ کے اور میرے درمیان کوئی اور نبی نہیں آیا - اور میں ہی کا

وہ ناقوس کہ جس نے محشر کا بجایا تھا۔ آپ ﷺ کے آنے سے پہلے خوشخبری کا۔ بشارت کا مجھے امت
میں شامل کر لے۔ فرمایا وہ بھی میری امت میں شامل ہو جائیں گے۔

حضرت انس روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا۔ کہ اپنا تعارف کروا رہے ہیں کہ میں کون تھا۔
فرمایا میں یہ ہوں گا کہ قیامت کے دن جنت کے دروازے پر جا کر جنت کا دروازہ کھٹکھٹاؤں
گا۔ اندر سے دروازے کا دربان پوچھے گا کہ آپ کون ہیں۔ تو آپ فرمائیں گے کہ میں محمد ہوں۔
دروازہ کھول کر بسم اللہ کرے گا یا رسول اللہ ﷺ جب تک میرے مصطفیٰ نہ آ گئے۔ دروازہ کھولا نہ جائے
معلوم ہوا کہ جنت کا افتتاح آپ ﷺ نے کرنا ہے۔ اللہ نے آپ ﷺ کو جنت کے افتتاح
کے لئے مقرر فرمایا ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنا خلیل بنایا۔ ان کے لئے ارشاد
فرمایا قرآن مجید میں۔ وکذلک نری ابراہیم ملکوت السموات والارض۔ ابراہیم دکھاتے
ہیں حضرت ابراہیم علیہ السلام کو زمین و آسمان کی ملکوت۔ بادشاہتوں کا نظارہ
ہم کراتے ہیں۔ یہ ان کا تذکرہ تھا۔ جب حضور کی باری آئی۔ فرمایا لقد رای من آیات ربہ الکبریٰ
ابراہیم کو ہم نے کرایا۔ اور مصطفیٰ کو اس مقام پر ہم نے فائز کر دیا۔ کہ انہوں نے فرش سے
عرش تک خدا کی ساری نشانیوں کا نظارہ خود اپنی آنکھوں سے کیا۔ عشق نے خود
جلوۂ خدا کو اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ مازاغ البصر وما طغیٰ۔ ان کے لئے اللہ تعالیٰ نے
خلیل کو خود دکھانا ہم کراتے ہیں۔ اور فرمایا۔ میرا مصطفیٰ خود اپنی آنکھوں سے اللہ کی نشانیوں کو
دیکھتا اور نظارہ کرتا ہے۔ فرمایا ابراہیم خلیل تھے مگر اللہ نے مجھے اپنا حبیب بنایا ہے۔
آدم صفی تھے مگر میں خدا کا حبیب ہوں۔ موسیٰ کلیم تھے مگر میں۔ تو حبیب کس طرح
بنایا۔ ابراہیم علیہ السلام عرض کرتے ہیں باری تعالیٰ کی بارگاہ میں۔ سورۃ الشعراء میں۔ یہ باری تعالیٰ
کی بارگاہ میں امید کرتا ہوں۔ کہ میری خطا بخش لغزش معاف کر دیگا۔ پیغمبر ہے مقام عبدیت
پر التجا کرتا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ مجھے معاف کر دے گا۔ خلیل کی درخواست ہے۔ کہ مجھے معاف کر دیگا۔ اور حبیب
کے لئے ارشاد ہوتا ہے۔ ولسوف یعطیک ربک فترضیٰ۔ فرمایا جب حبیب کہے گا تو گناہ گار
کو۔ میں اس کو معاف کرتا جاؤں گا۔ یہ شفاعت کا دن ہے میری رضا کے لئے ہے۔

عسىٰ ان يبعثك ربك مقاماً محموداً ۔ قیامت کے دن آپ کو مقام محمود پر کھڑا
کر دیا جائیگا ۔ مقام محمود پر بٹھایا جائے گا ۔ اور بخشش بھی محبوب کے ہاتھوں میں ہوگی ۔ جس کی
تو سفارش کرتا جائے گا ۔ اسی کی بخشش ہوتی چلی جائے گی ۔ خلیل ہو کے عرض
کرتا ہے اللہ کی بارگاہ میں سورۃ شعراء ۔ باری تعالیٰ مجھے قیامت کے دن شرمسار نہ کرنا ۔
وہ التجا کرتے ہیں اللہ کی بارگاہ میں ۔ کہ مجھے شرمسار نہ کرنا ۔ ادھر حبیب کیلئے فرمایا ۔
سورۃ تحریم میں فرمایا ۔ کہ قیامت میں رب آپ کو اور آپ کے غلاموں کو کبھی شرمسار
نہ کرے گا ۔ وہ شرمسار نہ کیے جانے کی دعا کرتے ہیں ۔ اور ادھر مصطفیٰ اور آپ کے غلاموں کا
شرمسار نہ کرنے کا اعلان کرتا ہے ۔ خلیل اللہ کی بارگاہ میں عرض کرتے ہیں حسبی اللہ کہ میرا اللہ
مجھے کافی ہے اپنی زبان سے عرض کرتے ہیں ۔ کہ میرا اللہ مجھے کافی ہے ۔ وہ عرض کرتے ہیں کہ تو مجھے کافی
ہے ۔ اور حبیب کیلئے ارشاد ہوتا ہے ۔ یا ایھا النبی حسبک اللہ ۔ آپ کیلئے میں کافی ہوں گا ۔
خلیل علیہ السلام عرض کرتے ہیں واجعل لی لسان صدق فی الآخرین (شعراء) باری تعالیٰ پچھلی امتوں
تک میرا ذکر جاری رکھنا ۔ ابراہیم علیہ السلام دعا کرتے ہیں مولا ۔ پچھلی امتوں میں میرا ذکر جاری رکھنا ۔
خلیل عرض کرتا ہے کہ میرا ذکر جاری رکھنا اور حبیب کی باری آتی ہے وہ حبیب کہتا ہے ورفعنا
لک ذکرک ۔ آپ کا ذکر ہم نے خود بلند کر دیا ہے ۔ وہ ذکر جاری رکھنے کی التجا کرتے
ہیں ۔ اور حبیب کیلئے ذکر بلند کرنے کا خود اعلان کرتا ہے کہ آپ کا ذکر ہم نے جاری کر دیا
اور خلیل عرض کرتے ہیں باری تعالیٰ مجھے اور میری آل کو بتوں سے اور آلودگیوں سے دور رکھنا
بچائے رکھنا ہے کہ بتکدوں سے ۔ خلیل التجا کرتا ہے ارشاد ہوتا ہے ۔ ہمارے نبی کو ابراہیم سے اوپر ۔
موسیٰ سے اوپر عیسیٰ سے اوپر ۔ ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء میں سب سے اونچا درجہ پانچ
نبیوں کا ۔ آقا نے فرمایا ۔ امام حاکم نے روایت کیا ۔ امام بزار نے روایت کیا ۔ فرمایا سید الانبیاء
خمسۃ ۔ کل نبیوں کے سردار پانچ ہیں ۔ نوح ۔ ابراہیم ۔ موسیٰ ۔ عیسیٰ و محمد ۔ کل
نبیوں کے سردار بادشاہ پانچ ۔ فرمایا وانا سید الخمسۃ ۔ اور فرمایا ان پانچوں کا سردار
میں ہوں ۔ فرق دیکھئے خلیل التجا کرتے ہیں کہ باری تعالیٰ مجھے اور میری آل کو آلودگی سے بچائے رکھنا ۔
اور حبیب کے لئے وہ اعلان کرتا ہے انما یرید اللہ لیذھب ۔ آپ کے حبیب آپ کی

حبیب اللہ خلیل۔

آل کو پاک رکھوں گا۔ طہارت عطا کروں گا۔ اور طہارت کے لیے ہمیشہ آلودگی سے پاک رکھوں گا۔ وہ ملاحظہ کر رہے ہیں کہ مولا حبیب اللہ میری آل کو پاک کر دیا۔ اور اعلان کرتا ہے میری قیامت تک میری آل کو پاک کر دوں گا۔

انبیاء کے جھرمٹ میں حبیب کا مقام اتنا بلند ہے۔ وہ تو سوال کرے حضور بھی آتا میں کون ہوں۔ آؤ آج کے رب سے پوچھتے ہیں۔ باری تعالیٰ تو بتا کہ تیرا حبیب کون ہے۔ وہ کہتا ہے برداشت کر لو گے سن لو۔ وہ فرماتا ہے ان اللہ بالناس لرءوف الرحیم۔ میں رؤف الرحیم ہوں۔ اور فرماتا ہے میرا حبیب بالمومنین رؤف الرحیم۔ اس کو بھی رؤف رحیم بنایا ہے۔ آقا علیہ السلام نے ہر بات فرمائی اور فرمایا ولا فخر۔ فخر نہیں کرتا۔ وغیرہ خدا بھی رؤف رحیم۔ اور نبی بھی رؤف الرحیم ہے۔ لیکن شریک نہیں ہے۔ (ولا شریک) اور پھر اللہ نے فرمایا۔ وھو الحق المبین۔ وہ حق ہوں اور مبین ہوں۔ اور سورۃ زخرف میں اپنے مصطفیٰ کے لیے فرمایا۔ حتیٰ جاءکم الحق ورسول مبین۔ تمہارے پاس حق آگیا۔ اور رسول مبین آگیا۔ فرمایا میں حق بھی ہوں۔ اور مبین بھی ہوں۔ میرا مصطفیٰ حق بھی ہے مبین بھی ہے۔ ولا شریک

اللہ پاک نے فرمایا تمہیں بتاؤں کہ کون ہے میرا حبیب۔ اللہ نور السموات والارض میں زمین و آسمان کا نور ہوں۔ اور میرا مصطفیٰ قد جاءکم من اللہ نور۔ میرا مصطفیٰ بھی نور ہے ولا شریک۔ اور شریک بھی نہیں ہے۔ رب نے فرمایا۔ ان اللہ علی کل شئ شہید۔ اور میرا مصطفیٰ۔ ویکون الرسول علیکم شہیدا۔ میں بھی شہید ہوں مصطفیٰ بھی شہید ہے (ولا شریک) فرمایا میں کریم ہوں۔ اور میرا مصطفیٰ انہ لقول رسول کریم۔ وہ بھی کریم ہے اور میں بھی کریم ہوں۔ اور شریک بھی نہیں ہے۔ اور فرمایا میں عظیم ہوں اور میرا مصطفیٰ بھی انک لعلیٰ خلق عظیم۔ میں بھی عظیم اور شریک بھی نہیں ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا میں خبیر ہوں۔ اور میرا مصطفیٰ بھی خبیر ہے۔ فسئل بہ خبیرا۔ میرا پوچھنا ہو تو جاؤ اس خبیر سے پوچھا کرو۔ اس کا پوچھنا ہو تو اس خبیر سے پوچھا کرو۔ وہ تمہیں میرا پتہ دے گا۔ اور میں تمہیں اس کی خبر دوں گا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا میں شکور ہوں۔ اور فرمایا میں نبی بھی شکور ہے۔ اور آقا نے خود فرمایا انہ کان عبدا شکورا۔ میں بھی شکور وہ بھی شکور ولا شریک

M | T | W | T | F | S | S

Memo No ______
Date / /

ولا شریک

پھر فرمایا اللہ تعالیٰ نے وعلمک کہ میں معلم ہوں۔ علمک مالم تکن تعلم — عظیما۔ میں نے علم دیا۔
اور میرا مصطفیٰ بھی علم دینے والا ہے۔ یعلمکم بتایا ہے۔ میں اس کو علم دینے والا ہوں اور وہ تمہیں علم
دینے والا ہے۔ میں بھی علم دیتا ہوں اور وہ بھی علم دیتا ہے (ولا شریک) پھر ارشاد فرمایا رب
کائنات نے۔ اور جاننا چاہتے ہو۔ میں ولی ہوں۔ اور میرا مصطفیٰ بھی ولی ہے۔ اور جو اس کے
قدموں میں آ جائے وہ بھی ولی ہے۔ انما ولیکم اللہ ورسولہ۔ فرمایا اللہ بھی ولی اس کا رسول
بھی ولی ہے اور والمومنون۔ اور جو کامل مومن۔ وہ بھی ولی اور شرک پھر بھی نہیں ہے۔ یہ شرک
نہیں۔ اشتراک ہے۔ تمہارا ولی اللہ بھی ہے اور اس کا رسول بھی ہے۔ اور پھر اللہ رب العزت نے
فرمایا النبی اولی بالمومنین۔ اور میں نے ولی رکھا ہے اپنا نام۔ اور ولی سے مبالغہ ہوتا ہے اولی
میں ولی ہوں اور میرا مصطفیٰ اولیٰ ہے۔ ولیوں کا ولی ہے۔ شرک پھر بھی نہیں ہے۔ اور جو مصطفیٰ
کا غلام ہو جائے فرمایا اللہ تعالیٰ نے کہ میں مولا ہوں۔ نعم المولی ونعم النصیر۔ اور فرمایا میرا مصطفیٰ بھی
مولا۔ اور مصطفیٰ کا علی بھی مولا ہے۔ من کنت مولاہ فعلی مولاہ۔ فرمایا۔ میں عفو ہوں۔
درگزر کرنے والا۔ اور میرا مصطفیٰ بھی عفو ہے۔ خذ العفو وامر بالمعروف۔ معاف کرنے میں بھی معاف
کرتا ہوں۔ اور میرا مصطفیٰ بھی معاف کرتا ہے۔ شرک پھر بھی نہیں ہے۔ واستغفر لہم۔ معاف کرو
وہ بھی غفور ہے تو میں بھی غفور رحیم ہوں۔ اور پھر فرمایا میں ہادی ہوں۔ واللہ یھدی من یشاء۔ اللہ جس
کو چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے۔ اور فرمایا ویھدی من یشاء الی صراط مستقیم۔ یہ اللہ کی شان ہے
جس کو چاہتا ہوں صراط مستقیم کی ہدایت دیتا ہوں۔ اور سورۃ شوریٰ میں فرمایا میرا مصطفیٰ بھی
ہادی ہے۔ وانک لتھدی الی صراط مستقیم۔ اے میرے محبوب تو بھی لوگوں کو صراط مستقیم
کی طرف ہدایت دیتا ہے۔ (۵۳ — ۱۵ — ۲) شرک پھر بھی نہیں ہے۔ فرمایا میں بھی
مومن ہوں۔ میرا مصطفیٰ بھی مومن ہے۔ المومن العزیز۔ یؤمن باللہ۔ مصطفیٰ بھی امان
دیتا ہے۔ اور میں بھی امان دیتا ہوں۔ فرمایا میں عزیز ہوں۔ عزت والا ہوں۔ اور میرا مصطفیٰ بھی عزت
والا ہے۔ وللہ العزۃ ولرسولہ۔ اور سب کی عزت خدا کی ہے یا مصطفیٰ کی ہے کہ قرآن ہے۔
اللہ فرماتا ہے میں رحمت ہوں۔ میرا مصطفیٰ رحمت ہے۔ میں رحیم ہوں۔ میرا مصطفیٰ رحیم
ہے۔ میں مبشر ہوں۔ میرا مصطفیٰ مبشر ہے۔ میں نذیر ہوں میرا مصطفیٰ نذیر ہے۔

الغرض اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تم اگر جاننا چاہتے ہو کہ میرا مصطفیٰ کیا ہے۔ تو جان لو کہ مصطفیٰ کی ذات
میری صفات کا عکس ہے۔ میری صفات کا عکس ہے۔ میری صفات کا پرتو ہے۔
میری الوہیت کا مظہر ہے۔ یہی ہے شانِ عبدیت۔ تو آقا علیہ السلام کے ساتھ جو نسبت
ہے اس کو لوگو۔ کہ حضور سے نسبت پختہ کر لیں گے۔ وہ حضور سے نسبت نہیں
ہو گی وہ نسبت اللہ سے ہو جائے گی۔ آقا سے جب بیعت کر رہے تھے سب
صحابہ نے۔ اللہ نے فرمایا ید اللہ فوق ایدیھم۔ انہوں نے آپ سے نہیں بیعت کی بلکہ مجھ
کی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضور کی رضا کو اپنی رضا۔ حضور کی عطا کو اپنی عطا۔ حضور کی منشا کو اپنی
منشا۔ حضور کی اطاعت کو اپنی اطاعت۔ حضور کی محبت کو اپنی محبت۔ حضور کی معصیت
کو اپنی معصیت۔ حضور کی قربت کو اپنی قربت۔ حضور کی حرمت کو اپنی حرمت
حضور کے حکم کو اپنا حکم۔ حضور کی نہی کو اپنی نہی۔ حضور کے امر کو اپنا امر۔ حضور کے بیانات
۔ تبلیغ۔ تنظیم۔ صرف ایک کام نہیں کیا۔ حضور کو جو اپنے آپ سا نہیں بنایا۔ حضور
کو مصطفیٰ کو خدا نہیں کہا۔ اور خدا کو مصطفیٰ نہیں کہا۔ خود کو خالق مصطفیٰ کو مخلوق رکھا۔
ساری مخلوق کو سارے حکم چھوڑ کر حضور کو حکم اتباع کر دیئے۔ سارے حکم یکجا کر دیے
اس لئے جو حضور کی اس کانفرنس میں جو شانِ عبدیت ہے اس کا پیغام یہ ہے۔
کہ آقا علیہ السلام کی ذات سے اور اس کے ساتھ اپنے قلبی اور روحانی تعلق کو جوڑ لیں۔ آقا علیہ السلام
کے ساتھ تعلق جو گہرا ہے وہ یاد رکھ لیں۔ محمدیت کے ساتھ تعلق۔ اسی میں احدیت کا تعلق ملتا
ہے۔ محمدیت سے احدیت کا سفر ملتا ہے۔ محمدیت سے احدیت کا دروازہ کھلتا ہے۔
نسبت محمدی سے خدا کی عبدیت نصیب ہوتی ہے۔ فنا فی الرسالت سے فنا
فی التوحید کا درجہ نصیب ہوتا ہے۔ جن کو بارگاہ محمدی کی حضوری نصیب ہوتی ہے وہاں خدا
کے حضور حضوری پاتا ہے۔ اسی لئے وہ امیر خسرو نے کیا کہا تھا۔

نمی دانم چہ منزل بود — خدا خود میر مجلس بود

آقا علیہ السلام کی بارگاہ کی حضوری۔ یہ اللہ کی بارگاہ کی حضوری ہے۔ اللہ کی طرف سے کیا حسین
حسین شمع ہے انسانی تاریخ میں اور حضور کی امت میں۔ انوار توحید۔ اور نور توحید

M T W T F S S

Memo No

Date / /

کا دروازہ نہ کھلا ہے۔ نہ کھل سکتا ہے نہ کھلے گا۔ جس پر معرفت محبت کا دروازہ نہ کھلا ہو۔ جس کے ہاتھ میں غلامی مصطفیٰ کا دامن نہ ہو۔ اس کے ہاتھ میں کبھی اللہ کی بندگی اور عبدیت کا دامن نہیں ہو سکتا۔ یہ کہنا کہ میں خدا سے محبت کرتا ہوں مصطفیٰ کے بغیر جھوٹ ہے۔ آپ بخاری اور مسلم کو دیکھ لیجیے حضور علیہ السلام نے فرمایا۔ جو اس شخص نے ایمان کی لذت نہیں چکھی۔ ایمان کی حلاوت اور ذائقہ نہیں چکھا جس نے خدا اور رسول سے بڑھ کر کسی سے محبت کی۔ اب جو لفظ ہیں وہ توجہ طلب ہیں۔ اس کو کوئی شئے دنیا میں زیادہ محبوب نہ ہو کسی سے اللہ اور رسول سے بڑھ کر۔ وہ بات بڑی توجہ طلب ہے۔ رب کائنات نے حضور کی محبت کو عین خدا کی محبت قرار دیا ہے۔ اور قرآن کہتا ہے برابر اس لیے کہ مصطفیٰ کی محبت ہی خدا کی محبت ہے۔ جس طرح حضور کی اطاعت کے بغیر اللہ کی اطاعت کا کوئی تصور نہیں ہے۔ اسی طرح حضور کی غلامی اور محبت کے بغیر اللہ کی محبت کا کوئی تصور نہیں ہے لوگوں کی محبت مال اور دنیا کی طرف کھنچی چلی جا رہی ہے کئی لوگوں کے عقیدے خراب ہو گئے ہیں۔ وہ ادب مصطفیٰ اور محبت مصطفیٰ سے محروم ہو رہے ہیں۔ وہ دنیا، مال و زر کی وجہ خدا سے اور دین مصطفیٰ سے دور ہوتے جا رہے ہیں۔ یہ وقت ہے کہ ہم اپنے قلوب کو خدا اور رسول کی محبت سے آباد کریں۔ اللہ تعالیٰ ہم کو حضور کی محبت و نسبت عطا فرمائے اور اسی نسبت میں موت آئے اور اسی نسبت سے ہم قیامت میں حضور علیہ السلام کے ساتھ ہوں ———

۲۸ — ۰۳ — ۲۰۱۹

۲۱ — ۰۷ — ۱۴۴۰

۸ — ۴۵ — ۲ PM

فکرِ آخرت اور علاماتِ قیامت

اعتکاف ۲۰۰۶ء ۲۰۰۶ — ۱ — ۱۵ ۴۸۶

بسم اللہ الرحمن الرحیم ۔ اقتربت الساعۃ ۔ القمر ۱ ۔ حضرات معتکفین و معتکفات صالحین و صالحات ۔ طالبین و طالبات ۔ خاشعین و خاشعات راکعین و راکعات ۔ ساجدین و ساجدات ۔ قائمین و قائمات ۔ مسلمین و مسلمات اور حاضرین و حاضرات ۔ میرا موضوع ہے کہ لوگو قیامت قریب آ پہنچی ۔

ذرا سوچیں ہر قدم پر جملہ کس کا ہے ؟ یہ میں بتا رہا ہوں ۔ رب نے فرمایا ہے جس نے قیامت برپا کرنا ہے اور اس کی بات سچی ہوتی ہے کبھی غلط نہیں ہوتی ۔ اس کا اعلان حق ہوتا ہے اور اس کی بات کی خبر کس نے دی ہے ؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اور پیغام دیا ہے کہ اقتربت الساعۃ ۔ سورۃ القمر کی پہلی آیت ہے ۔ وانشق القمر ۔ آقا علیہ السلام کی زبان اقدس سے اعلان کروا دیا کہ قیامت قریب آ چکی ۔ اور اس کی علامت کیا ہے کہ میرے مصطفیٰ کے ہاتھوں سے چاند دو ٹکڑے ہو گیا ۔۔ جیسے معجزہ شق القمر پیش آیا ۔ یہ اس کا اظہار ہے ۔ (۳ ۔ ۴)

۔ وہ قیامت کے قریب کی پہلی علامت ہے جو آقا علیہ السلام کی حیات طیبہ میں آپ کے دست اقدس کے سامنے ہیں ۔ عظیم معجزہ کی شکل میں ظاہر ہو گئی ۔ پہلی علامت ۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا اقتربت الساعۃ لوگو قیامت قریب آ گئی ہے ۔ اب دور نہیں ہے ۔ اور پھر سورۃ رحمن میں ۔ آیت نمبر ۲۶ ۔ ۲۷ میں ارشاد فرمایا ۔ کل من علیہا فان ۔۔۔ والاکرام ۔ جو کچھ اس زمین پر ہے اور اس کائنات میں ہے ۔ فنا ہونے والا ہے ۔ اس نے فنا ہو جانا ہے ۔ اور دوسرا پیغام ہے ۔ ہم نے باقی نہیں رہنا ۔ ہم آئے ہیں ہم میں سے ہر ایک نے چلے جانا ہے ۔ ہم فانی ہیں ۔ باقی صرف رب ذوالجلال نے رہ جانا ہے ۔ ہم زندگی صرف اس طرح گزار رہے ہیں ۔ جیسے کوئی باقی زندگی گزارتا ہے ۔ ہم فانی کی زندگی نہیں گزار رہے ۔ اس احساس کے ساتھ لگتا ہے کہ ہم نے گزر جانا نہیں ہے ۔ کہ ہم نے باقی رہنا ہے ۔ جبکہ اللہ پاک نے اعلان فرمایا ہے ۔ باقی صرف میں رہوں گا سب باقی ہر کوئی فنا ہو جائے گا ۔ قیامت تو قریب آ گئی ہے کہ کب آئے گی کیسے آئے گی ۔ اس کا جواب دے دیا ہے باری تعالیٰ نے سورۃ محمد میں ۔ آیت نمبر ۱۸ میں ۔ ارشاد فرمایا ۔ فھل ینظرون ۔۔

نے ارشاد فرمایا کیا تم انتظار کر رہے ہو۔ کیا دیکھتے ہو۔ کیا سوچتے ہو۔ کس سوچ میں پڑے ہو۔ کس غفلت میں پڑے ہو۔ قیامت کب آئے گی کب آئے گی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ وہ یک لخت آجائے گی۔ تمہیں ہوش بھی نہیں ہوگا۔ تمہیں خبر بھی نہ ہوگی۔ اور تمہیں بتا کر نہیں آئے گی۔ یکدم آئے گی۔ اور اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا۔ ہم صرف اتنا بتا دیتے ہیں۔ اتنا جان لو کہ اس کی آمد کی نشانیاں آ چکی ہیں۔ قریب ہے کہ اس کی آمد کی نشانیاں ظاہر ہو جائیں۔ تو بہت زیادہ دیر نہیں ہوگی۔ قرآن قیامت میں زیادہ دیر نہیں ہے اور آقا علیہ السلام صحابہ کرام سے یہ فرما کر تشریف لے گئے۔ کہ میں آگے جاتا ہوں۔ جا کے اپنی امت کیلئے تیاری کر لو۔ آگے چلتا ہوں۔ تاکہ تمہارے لئے تیاری کروں۔ چونکہ بڑے مشکل مرحلے آنے والے ہیں۔ اور ہمیں اُن کا ادراک نہیں ہے

بات کو قرآن مجید سے شروع کرتے ہیں۔ پھر میں آج اس کی علامات کی طرف آؤں گا۔ احادیث کی روشنی میں۔ سورۃ طٰہٰ میں ارشاد فرمایا گیا۔ آیت نمبر ۱۵ میں۔ ان الساعۃ آتیۃ۔ اور کتنی بڑی حقیقت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو کتنی بار دہرایا ہے۔ تاکہ ہمارے ذہنوں میں یہ بات اتر جائے۔ اور ہم سب سے بڑھ کر اسی بات کو بھول بیٹھے۔ فرمایا بے شک قیامت کی گھڑی آنے والی ہے۔ اور میں اسے پوشیدہ رکھنا چاہتا ہوں۔ تاکہ ہر جان کو۔ پتہ لگ جائے تاکہ اس عمل کا بدلہ دیا جائے جس عمل میں کوشش لگی ہے۔ اگر ظاہر کر دیا جائے کہ فلاں وقت میں قیامت آئے گی۔ تو لوگ اسے دیکھ کر اپنے اعمال کا تعین کر لیں گے۔ اللہ رب العزت نے ایک بات بتا دی کہ قیامت کی گھڑی آنے والی ہے۔ لوگو غفلت میں نہ رہنا۔ اور ہم غفلت میں ہیں۔ وقت قیامت کے آنے کا کیا ہے۔ کب آئے گی۔ فرمایا اس بات کو چھپانا چاہتا ہوں۔ مخفی رکھنا چاہتا ہوں۔ تاکہ لوگ فقط اتنی بات جان لیں کہ قیامت کی گھڑی آنے والی ہے۔ پھر اپنے عمل کو درست کر لیں۔ اپنی راہ سنوار لیں۔ پھر ارشاد فرمایا سورۃ الانبیاء میں آیت نمبر ۱۔ اقترب للناس حسابھم۔ ارشاد فرمایا لوگوں کے لئے ان کے حساب کا وقت قریب آپہنچا ہے۔ ہمیں یقین کس طرح آتا ہے۔ اگر اللہ کے کہے پر یقین ہے۔ تو قرآن سے بڑھ کر تو کوئی قول نہیں کہ جس پر یقین کیا جائے۔ اور یہ بات ہمارے اندر اتنی نہیں اتر جاتی۔ کہ آقا علیہ السلام فرماتے ہیں لوگو۔ جو میں دیکھتا ہوں وہ اگر تم دیکھتے۔ اور جو کچھ میں سنتا ہوں۔ وہ تم سن لیتے تو تم ہر وقت غم میں روتے نظر آتے۔ اور میں فرمایا

کہ تم شہروں کو چھوڑ کر جنگلوں کی طرف نکل جاتے تھے۔ اور تمہارا یہ حال ہوتا۔ تم پر دیوانگی طاری ہو جاتی تھی۔ چونکہ ہم کچھ بھی نہیں ہیں سنتے نہیں ہیں۔ اس لئے غافل بھی ہیں بے خبری کے باعث اور بے پرواہ بھی ہیں۔ تو اللہ رب العزت نے فرمایا اقترب للناس ـــ لوگوں کے لئے ان کے حساب کا وقت قریب آ پہنچا۔ اب دور نہیں رہ گیا ہے اور ایک بات میں بتا دوں۔ کہ قیامت کا وقت پوری کائنات کے لئے کون سا ہے یہ اللہ ہی کو معلوم ہے۔ مگر جس کی موت آ گئی اس کی قیامت آ گئی۔ اور اسی شام سے ہی شروع ہو گئی۔ یہ بات ذہن میں رکھیں۔

چونکہ موت کے بعد پھر زندگی کو بدلنے کا موقع نصیب نہ ہو گا۔ زندگی ہی نہ رہے گی۔ تو بدلنا کیسے؟ موت کے لمحے کے بعد لوگوں خود کو سنوارنے کی کوئی مہلت نہ ہو گی۔ موت کے لمحے کے بعد اپنے اعمال درست کرنے کا کوئی وقت نہ ملے گا۔ مجھے معلوم نہیں ہے ہم آج یہاں بیٹھے ہیں۔ یہ سبق دے رہا ہوں۔ اگلے سال میں آپ کو سبق دینے کے لئے اس دنیا میں ہوں گا یا نہیں۔ آپ میں سے کوئی سننے کے لئے ہو گا یا نہ ہو گا۔ کسی کو کچھ خبر نہیں ہے۔ اس لئے جو وقت ملا ہے اس کو غنیمت جان لو۔ اور زندگی کو بدل لو۔ اور اعمال کو سنوار لیں۔ فیصلے کو موخر نہ کریں۔ ہمارے لوگوں میں یہ نسبت ہے۔ جن کو اللہ نے صحیح عقیدہ کی نعمت دے رکھی ہے۔ جن عقیدہ و عقیدت بھی اچھی دے رکھی ہے۔ اور وہ عمل کی طرف سے بہت غافل ہیں (الا ماشاء اللہ)

دوستو ہم ذرا سوچیں۔ دن اس طرح گزار کر ہم فرض کرو محشر میں ہیں۔ کہ حشر برپا ہو گیا ہے۔ ہر کوئی نقارہ حشر بجنے کے بعد اٹھ کھڑا ہو گا۔ ہر کوئی حشر کی طرف دوڑ رہا ہو گا۔ پھر اس کے بعد وقت نہ ہو گا۔ اس کے پاس اتنا نیک اعمال کا سامان ہی نہیں کہ آقا علیہ السلام کو چہرہ دکھا سکے۔ اتنا کچھ نہیں کہ میزان پر کامیابی کی امید بھی کر سکے۔ اس کے پاس اتنا سامان بھی نہیں کہ پل صراط پر عافیت کے ساتھ گزرنے کا اہتمام بھی کر سکے۔ اس کے پاس اتنا سامان نہیں کہ اللہ کے حضور جب حساب و کتاب لیے اور پوچھ گچھ لیے کچھ ہو سکے۔

اس شخص کا حال کیا ہو گا۔ میں عرض کرتا ہوں کہ یہ جو مثال دے رہا ہوں۔ یہ اس شخص کی مثال ہے اور وہ میں ہوں۔ میری تیاری قیامت کے دن اللہ کے حضور پیش ہونے کی ہے نہ آقا علیہ السلام کی بارگاہ میں حضور کو چہرہ دکھانے کے قابل ہوا۔ اور وقت قریب ہے۔

ان دس دنوں کو اس صحبت کو غنیمت جانیں۔ ہر شخص اپنے آپ کو جانچے۔ اس جگہ (
اور اس تصور کو آنکھوں سے دھیان میں رکھیں۔ کیونکہ بے پرواہی ختم ہو جائے گی۔
کبھی یہ خیال آتا ہے کہ میں ہی بے کار تھا۔ کہ سنگت۔ آپ کو بدل نہ سکی۔ کاش
آپ کو کوئی اچھا آدمی ملا ہوتا۔ کم از کم آپ بدل تو جاتے۔ اس میں آپ کا قصور نہیں
ہے۔ اگر کچھ لوگ انہیں بدلے تو ان کا قصور نہیں تھا۔ میرا نقص ہے کہ میں سمجھا نہ سکا۔
آؤ ہم مل کر ایک دوسرے کی لاج رکھ لیں۔ آپ مجھ پر پردہ ڈالیں۔ میں آپ پر پردہ ڈال
دوں۔ ہم اس قدر قابل ہو جائیں کہ مرنے کے بعد دو وقت آتے ہیں۔ ایک قبر میں
پہلی شام۔ اور ایک قیامت کی صبح۔ لوگ دنیا سے چلے جائیں گے۔ جن کے لیے
ہم زندگیاں گزار رہے ہیں۔ (۱۵—۲۱) ہم خاندانوں کے لیے بیوی بچوں کے لیے۔ میں آپ
کو بچانا چاہتا ہوں۔ جس دن روح قفس عنصری سے نکل جائے گی۔ یہ سارے ایک شام بھی
آپ کو گھر میں نہیں رکھیں گے جن کے لیے ہم زندگی گزارتے ہیں۔ جن کے لیے ساری زندگی
برباد کر رہے ہیں۔ جن کے لیے وراثتیں بنا رہے ہیں۔ جن کے لیے مال کما رہے ہیں۔ پورا وقت
زندگی کا لگا کے جا رہے ہیں۔ جن کے لیے آخرت بھول گئی ہے۔ جن کے لیے دنیا میں ایک ہو گئے
ہیں۔ وہ خاندان ہی ہے۔ بیوی بچے ہیں۔ وراثت ہی ہے۔ عزیز ہیں یا امیر ہیں۔ مارا مارا
جو پھرتا اس لیے پھرتا ہے۔ اس نے تو مال سب کو نہیں لے جانا۔ جن دن زمانہ ہو گئے۔
سب کو کچھ نہ جائے گا۔ اس آخرت کی کمائی کے سوا باقی کچھ نہ جائے گا دنیا کا۔
اور جن کے لیے سب کچھ کر رہے ہیں۔ وہ ایک شام بھی گھر میں نہیں رہنے دیں
گے۔ کہیں گے لاش گل رہی ہے۔ رنگ بدل رہا ہے۔ بو آ جائے گی۔ جلدی لے چلو۔
گھر سے نکال دیں گے۔ اب کہاں گئے وہ آپ کی پیاری اولادیں۔ خاندان بیوی
رشتہ دار وغیرہ۔ محبت کا دم بھرنے والے۔ کہاں گئے۔ مٹی کے سپرد کر کے آ
جائیں گے۔ قبر کے اندر کوئی نہیں جائے گا۔ یہ حال ہے دنیا کی سنگتوں کا۔ دفن کر کے مٹی ڈال
کے جنازہ پڑھ کر کے روشنی کر کے واپس آ جائیں گے۔ جن کے لیے زندگی گزاری ان کا ساتھ ٹوٹ گیا۔
مرنا ملے اس شام سے تو شروع قیامت آ گئی ہے۔ تیرا حساب کا وقت آ پہنچا۔

باتوں کا آنا رہے گا۔ اپنے وقت پر۔ اس لمحے جب حساب کتاب کی ابتداء ہو گی۔
ایک طرف فرشتے آتے دکھائی دیں گے۔ اور کوئی سے سنائی نہیں آئے گا۔ سوائے آقا علیہ السلام کے
انہوں نے اس امت کو اس وقت بھی نہیں چھوڑا۔

اس کی شکل جیسی بھی ہو گی دیدار کرا دیں گے۔ زیارت عطا کر دی جائے گی۔ مگر
ان کو صرف ایک ہالہ سا نظر آئے گا ---- ذرا سوچیں کیا ان کو بھی چہرہ دکھانے
کے قابل ہیں --- تو گویا -- جن کی تیاری اچھی نہیں ہو گی ان کو آقا علیہ السلام کا چہرہ سامنے
ہو گا - اور وہ کہہ دے گا کہ مجھے معلوم نہیں کہ کون ہے ---- اللہ معاف کرے کہ کہیں اس وقت
زبان سے یہ کلمہ نہ نکل جائے کہ معلوم نہیں میں نہیں جانتا کہ یہ کون ہے۔

اس تیاری کا وقت ہے کہ میں صرف ایک جملہ کہتا ہوں اس کے سوا اور کچھ
نہیں کہنا چاہتا ---- کم سے کم ستر ہزار افراد بدلے ہوئے دیکھنا چاہتا ہوں۔
دس ہزار آپ میں سے بدل جائیں۔

جب ان سے تو بات کرے کوئی یا بیٹھے یا ان کو سنے۔ یا کوئی معاملہ کرے تو دیکھنے
تو لگے کہ نبی پاک کا غلام آ رہا ہے کہ یہ صاحبِ ایمان ہے --- جیسے چند لوگوں کو چھوڑ کر ہو گی
ہمیں دیکھیں تو کہنا چاہیے کہ اللہ والے آ رہے ہیں۔ مجموعی طور پر کوئی ہم سے
بات کرے ہماری بات سے بھلا لگے۔ ہمارے ساتھ وقت گزارے۔ ہمارے ساتھ کچھ عرصہ رہے۔
ہمیں سنے ہم سے بات کرے۔ ہمارا چہرہ دیکھے۔ ہمارے آداب و عادات
دیکھے۔ ہمارے اعمال دیکھے۔ گفتگو کا طور طریقہ دیکھے۔ تو کیا کسی کے ذہن میں یہ بات
آتی ہے کہ یہ اللہ والا ہے۔ جناب کسی میں کیا آتا ہے ایسا خیال ----

تو گویا۔ میں اپنے سے معافی مانگتا ہوں کہ میں ناکام ہو گیا۔ میں آپ کو بدلنے
کا باعث نہیں بن سکا۔ اس لیے شاید میں خود بھی نہ بدل سکا۔ آپ کو بدلنا
اس لیے چاہتا ہوں اس ایک لالچ ہے۔ مجھے اپنے اعمال پر کوئی گھمنڈ نہیں ہے۔ وقت بھی
تھوڑا ہے۔ میں ڈرتا ہوں کہ شاید قیامت کے دن جب حساب کتاب کا وقت ہو
حکم ہو جائے کہ اس کو لے جاؤ گھسیٹ کر دوزخ میں۔ شاید آپ میں سے وہ

M T W T F S S   Memo No ______
                                                                Date / /

بڑے ہو گئے ہوں گے۔ صالح ہو جائیں گے۔ ارشاد ہوا اس گروہ کی جب مجھے گھسیٹ کر دوزخ کی
طرف لے جایا جا رہا ہوگا۔ ارشاد ہوا آپ میں سے کوئی ٹک لے۔ اور دیکھے اور یہ کہے کہ باری
تعالیٰ۔ اچھا اگر یہ خود نہیں بدلا تھا۔ تو اس کی بات سن کر میں بدل گیا تھا۔ میرے طفیل
اس کو معاف کر دے۔ میرے صدقے معاف کر دے۔ ارشاد ہوا آپ بخشش کا وسیلہ بن
جائیں گے۔ سیدنا امام جعفر الصادق کی سنت پر عمل کرتے ہوئے۔ وہ اہل مجلس ایک
دعوہ لیتے تھے۔ (۴۷ - ۳۰) ۔ سیدنا امام جعفر الصادق اپنے اتباع سے محبت کرنے والوں
سے اہل مجلس سے وعدہ لیتے اور فرماتے کہ وعدہ کرو کہ میرے پاؤں میں ہاتھ
ڈال کر کہنا تم بخشواؤ گے مجھے بخشوا لینا۔ میری بخشش کی سفارش کر دینا۔
اگر میں بخشا گیا تو تمہاری سفارش کر دوں گا۔ اور تمہیں بخشوا لوں گا۔ اس لئے
کہ حساب کا وقت قریب آ پہنچا ہے۔ اور فرمایا وہم فی غفلۃ معرضون۔
اور وہ غفلت میں اطاعت سے منہ پھیرے ہوئے ہیں۔ (۳۱ - ۳۶)
- اور اللہ کی اطاعت سے بندگی سے منہ پھیرے ہوئے ہیں۔ یہ دنیا یہ زندگی جس کے
لئے ہم سب کچھ کر رہے ہیں اور سب کچھ فنا کر رہے ہیں۔ سب کچھ قربان کر رہے
ہیں۔ یہ دنیا قیامت کے مقابلے میں پوری زندگی اور دنیا کا عرصہ کتنا ہے۔ کیا معلوم ہے
جس کے لئے ہم نے سب کچھ قربان کر دیا ہے۔ جی رہے ہیں مر رہے ہیں۔ رات دن
ایک کر رکھا ہے۔ اس دنیا و زندگی کے لئے۔ اس پوری زندگی کی قیامت کے مقابلے
میں۔ وزن کتنا ہے، مہلت کتنی ہے۔ اللہ رب العزت سورۃ المومنون میں
ارشاد فرماتے ہیں۔ آیت نمبر 112 - 113 میں کہ قیامت کا دن ہوگا۔
باری تعالیٰ اہل محشر سے پوچھیں گے قال کم لبثتم فی الارض عدد سنین۔
ہم سے پوچھا جائے گا۔ ارشاد ہوگا کہ تم زمین میں برسوں کے شمار سے
بتاؤ کتنی مدت ٹھہرے رہے ہو۔ یہ سوال کیا جائے گا۔ برسوں برسوں
کا شمار کرو۔ اور یہ بتاؤ کہ تم زمین میں کتنی دیر ٹھہرے رہے ہو۔ جب یوم قیامت
کی طوالت پر نظر پڑے گی۔ اس وقت سمجھ میں آئے گی کہ اصل زندگی کیا ہے۔

اصل میں صرف حیات کیا ہے۔ تو اللہ پاک پوچھیں گے کہ بتاؤ تم لوگوں کے شمار
میں کتنی مدت تم زمین پر ٹھہرے ہیں ۔۔۔ تو جواب دیں گے قالو لبثنا یوما او بعض
یوم ۔ وہ کہیں گے ۔ کہ طوالت کی دیکھنے کے بعد یہ بات آج نہیں کہتے ۔ اس لیے کہ
اصل زندگی کو دیکھا جو نہیں ہے ۔ جواب ہیں نہیں ۔ ہم نے خواب دیکھا ہے ۔
ہم نے دھوکہ دیکھا ہے ۔ ہم نے فریب کو زندگی سمجھ لیا ہے ۔ اس کے دھوکے
میں آ گئے ہیں ۔ زین للناس حب الشھوات ۔۔۔ آراستہ ہو گئی ہے
دنیا ۔ شیطان نے بھی نفس نے بھی آراستہ پیراستہ کر کے ہمارے ارد گرد ایک تانا
بانا بنا دیا ہے ۔۔۔ تو ہم کسی شئے کو دیکھتے بھی نہیں ہے ۔ ہم نے اس چار
روزہ زندگی کو اصل زندگی سمجھ لیا ہے ۔۔۔ اور اصل زندگی موت کی
شام سے شروع ہونے والی ہے ۔ رب کائنات بار بار ارشاد فرماتے
ہیں ۔۔۔ اقتربت الساعۃ ۔۔۔ وانشق القمر ۔ ہم نے دیکھا نہیں کہ چاند میرے
معجزے کے باعث دو ٹکڑے ہو گیا تھا کہ قیامت کی آمد کی نشانی دکھائی گئی ہے ۔ اس
وقت قیامت کی طوالت کو دیکھ کر لوگ کہیں گے ۔ سب کہیں گے اہل محشر
بارہا کہ ہم دنیا میں صرف ایک دن یا ایک دن کا کچھ حصہ ٹھہرے ہیں ۔
اندازہ کریں ۔ آپ اعداد و شمار کرنے والوں سے پوچھو ۔ کہ جو حساب کتاب
کرتے ہیں ان لوگوں سے پوچھ لیں ۔ ہمارا اندازہ تو یہ ہے قیامت کے دن کی طوالت
دیکھ کر پچاس ہزار سال کا دن دیکھ کر ۔ اب اپنی زندگیوں کو ہم دیکھتے ہیں ۔ لوگوں کی عمروں
کا حال ۔۔۔ ۴۰ + ۵۰ سال کے درمیان ۔ پہلا تو کوئی وقت مقرر نہیں ہے
تو بچپنے میں آئے یا جوانی میں آئے ۔ جب اس عمر کو انسان پہنچتا ہے تو اس کو سب
کچھ چھوڑ کر چلے جانے کے لیے تیار ہو جانا چاہیے ۔

حدیث پاک میں ہے آقا علیہ السلام نے فرمایا ۔ الدکمیت حدیث میں ایک باب
بھی قائم ہے ۔ بخاری و مسلم میں امام نووی نے ریاض الصالحین میں کہ آقا علیہ السلام کی تعلیمات
کا نتیجہ یہ نکلا ۔ لوگ ۴۰ - ۵۰ سال کی عمر کو پہنچتے سب کام چھوڑ کے بس آخرت کی تیاری

Memo No

M | T | W | T | F | S | S — Date / /

میں لگ جاتے۔ سب دھندے چھوڑ دیتے۔ یہ تو اس اندر کی جو کیفیت ہے کہ جب ہم
واپس جائیں گے تو ایسا لگے گا ہر شخص اب قیامت کی تیاری میں ہے کہ ہم جانتے ہیں ہزار سال
ہو گئے مگر یہ ایک دھوکہ ہے کیونکہ اگلی عمر کو دیکھا جائے تو ایسا ہے کہ قبر کی شام سے شروع ہو گی۔
اور صبح قیامت تک جائے گی۔ اور یہ عمر ہزار سال کی ایک لمحہ ہے حیات کا۔ اس کی آسودگی
اور آرام کیلئے سب کچھ ترک کر دیا ہے اور جب اصل بات شروع ہو گی زندگی کی تو اس
کے پلے کچھ بھی نہ ہو گا۔ مثال ایسے ہے جب کوئی شخص کتاب کے لکھنے سے سارا کچھ خرچ کر دے
شروع میں۔ اور جب کتاب کے ابواب لکھنے شروع کرے تو اس کے پاس کچھ بھی نہ ہو۔
اپنی ساری مساعی اس لمحے میں صرف کر دی۔ جب اصل زندگی شروع ہو گی۔ اس کے
پاس کچھ نہیں ہو گا ۔۔۔ قال ان لبثتم ۔۔۔ تعلمون۔ المومنون ۱۱۴ = اللہ تعالیٰ اس کی
تصدیق فرمائیں گے۔ ارشاد ہو گا ہاں ۔۔۔ تم واقعی صحیح کہتے ہو۔ بہت ہی تھوڑا عرصہ ٹھہرے
اب اللہ تعالیٰ نے واضح جو جملہ وہاں ارشاد فرمانا ہے۔ وہ ہمیں بتا دیا۔ اس امت کا
سارا امتحان سارا ہی چھپا دیتے۔ یہ آقا علیہ السلام کا صدقہ ہے کہ جو قبر کی شام
امتحان ہونا ہے وہ سوال بھی بتا دیئے۔ کسی اور نبی پہ انعام نہ تھا مگر آپ نے بھی ایک لمحہ بھی
چھپا نہ کیا۔ نہ شرم آتا نہ کیسا ہے کہ۔

میں جو بھی بات کرتا ہوں۔ اپنا حال دیکھ کے کرتا ہوں۔ یہ اپنے لئے کرتا ہوں۔ کہ میرا
حال تو یہ ہے۔ اللہ رب العزت نے جو قیامت کے دن باتیں ہونی ہیں وہ بھی بتا دیں۔ ارشاد
ہو گا ہاں ۔۔۔ تم دنیا میں نہیں ٹھہرے مگر بہت ہی تھوڑا عرصہ۔ اگلی بات جو کرے گا۔ اس وقت اللہ
پاک فرمائیں گے۔ لو انکم کنتم تعلمون ۔۔۔ کاش تمہیں اس حقیقت کا اس وقت پتہ
چلتا ۔۔۔ جو آج کر رہے ہوتا۔ یاری تمہاری ایک دن یا تھوڑا عرصہ ٹھہرے ہیں۔ اللہ پاک فرمائیں
گے کاش تمہیں اس حقیقت کا اس وقت پتہ چل جاتا ۔۔۔ کاش ہم یہ بات وہیں
جانتے ہوتے۔ ایک دن کا تھوڑا سا حصہ ہے اصل زندگی تو آگے آنے والی ہے جو تھوڑا
وقت تھا۔ وہ لوگ سارا کچھ صرف کر دیا ۔۔۔ اور ان کے لئے ترک کر دیا جنہوں نے مٹی میں
دبا دینا تک بات ۱۲ نہ کی ۔۔۔ آقا علیہ السلام نے فرمایا ہاں ۔۔۔ اولاد جن کے لئے کرتے ہو۔

اگر کوشش اپنی تربیت سے ہی اولاد کو صالح بنائے گا۔ اس کے اعمال صالح کام آئیں گے
اور اولاد صالح تب ہوگی جب خود بھی صالح بنیں گے۔ جیسا ارشاد فرمایا افحسبتم
انما خلقناکم ـــــ ترجعون المومنون = ۱۱۵ ۔ کہ کیا تم نے یہ خیال کر لیا تھا۔
کہ ہم نے تمہیں بے کار بے مقصد پیدا کر دیا ہے۔ ایسا نہیں پیدا کر دیا ہے۔ اور تم
نے یہ سوچ لیا تھا کہ تم ہماری طرف پلٹ کر نہیں آؤ گے۔ اور تمہیں پلٹ
کر ادھر جانا ہے۔ یہ بات ہمارے عقیدے میں اس طرح ہے کہ اس میں دماغ تک ہے دل میں ثبت
نہیں ہے۔ جیسا ارشاد فرمایا اللہ رب العزت نے۔ اے میرے محبوب ﷺ سورۃ احزاب
۶۳ میں یسئلک الناس عن الساعۃ۔ لوگ آپ سے قیامت کے وقت کے
بارے میں دریافت کرتے ہیں۔ قل انما علمھا عند اللہ ـــ فرما دیجئے اس کا علم تو
اللہ ہی کے پاس ہے۔ وما یدریک ـــــ ترجمہ۔ اور آپ کو کس نے آگاہ
کیا ہے شاید قیامت قریب ہی آ چکی ہو۔ آپ کو کس نے آگاہ کیا۔ یہاں
ایک لطیف بات ہے۔ میں اپنے موضوع سے ذرا دوسری جانب کی طرف
جانا نہیں چاہتا۔ یہاں ایک لطیف اشارہ یہاں آ گیا ہے کہ

لوگ آپ سے قیامت کے وقت کے بارے میں سوال کرتے ہیں۔ کہ کب
آئے گی۔ بتا دیں کہ اس کا علم تو صرف اللہ ہی کے پاس ہے ـــــ وما یدریک
میں اشارہ اس بات کی طرف ہے کہ جب آپ کو تو آگاہ کر دیا گیا ہے کہ آپ
کو کس نے آگاہ کر دیا کہ شاید قیامت قریب ہی آ چکی ہو۔ جیسا ارشاد رب العزت
نے ارشاد فرمایا۔ ان الساعۃ لاٰتیۃ ـــــ لا یومنون = مومن ۵۹ ـــ
بے شک قیامت ضرور آنے والی ہے اور بہت جلد آنے والی ہے۔ (۴۱ - ۴۷)
ـــ تو اس میں کوئی شک نہیں ہے اکثر لوگ یقین نہیں کرتے۔ یہ ہمارا ایمان ہے
اور یقین دو طرح کا ہے۔ ایک یقین اعتقادی ہے اور ایک ہے یقین استحضاری۔ یقین
اعتقادی کی نفی کافر ہونے کی ہے۔ اور یقین استحضاری کی نفی ہمارے دل پر ہے۔ ہم یقین رکھتے ہیں۔
ایمان بالغیب کے درجے میں ہم یقین رکھتے ہیں کہ عقیدے کی حد تک مگر اس کا استحضار نہیں ہے

کر سکے۔ اس کا استغفار نظر آنا نہیں تھا۔ لوگ آنکھوں سے دیکھتے ہیں۔ یہ کیفیت یوں ہے
کہ گویا ہم آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں قیامت کو۔ یہ وہ کیفیت ہے کہ جس کو ہم اپنے قلب پر
وارد نہیں کر سکتے۔ جب انسان اپنی آنکھوں سے کسی چیز کو دیکھ لے تو دل میں اثرات
وارد ہوتے ہیں۔ وہ اثرات زندگی میں ظاہر ہوتے ہیں۔ مثال کے طور پر۔ آپ میں سے کسی شخص کو کورٹ
جج فیصلہ کر دے۔ سزائے موت دے دے۔ اور آپ کو کٹہرے میں چلے جائیں۔ اور تاریخ مقرر ہو جائے پھانسی
کی۔ اب اس فیصلے سے لے کر پھانسی پر چڑھنے کے وقت تک آپ اندازہ کریں کہ اس مجرم کا حال کیا ہوگا۔ اس
کو ڈیتھ سیل میں ڈال دیتے ہیں۔ یہ میں پاکستان کی تعریف کر رہا ہوں (۵۰-۶۰) فیصلہ ہونے تک اس کو یقین نہیں
تھا۔ تذبذب تھا۔ میں چھوٹ جاؤں، معاف ہو جاؤں، سزا دی جائے۔ معلوم نہیں کیا ہو۔ فیصلہ سننے
تک وہ تذبذب تھا۔ جب اس نے فیصلہ سنا دیا۔ سزائے موت تاریخ مقرر کر دی وقت مقرر کر دیا۔
جیل بھیج دیا۔ اب دس دن یا پندرہ دن رہ گئے۔ پروانہ آ گیا کہ اس کو آخری وصیت کروا دو۔ کل
صبح تمہارے پھانسی چڑھنے کا وقت ہے۔ جوں جوں وقت قریب آتا ہے اقترب للناس۔ اب جج کے فیصلے کا
مجرم کو اتنا یقین ہے۔ کہ اس کا ہر لمحہ قیامت بن گیا۔ آپ اندازہ کر سکتے ہیں کہ اس کا حال کیا ہوگا۔ ذہن میں
آتا ہے اس طرح جیل کا جس کی سزا موت کا اعلان کر دیا گیا ہو۔ تو ہمارے لئے تو اس رب نے اعلان
سنا دیا ہے کہ اقترب للناس ... تم غفلت میں ہو۔ اور تمہارے حساب کا وقت قریب آ گیا ہے۔
مگر کوئی ایک رتی بھر بھی اس حساب کے لئے کبھی اثرات بھی ہماری زندگی میں وارد ہوتے ہیں۔
کبھی ہمارا دل لرز جاتا ہے۔ کبھی آنکھیں چھلک پڑتی ہیں کبھی ہم گھبراتے ہیں۔ کبھی اعمال اور احوال حالات
بدلنے کا فیصلہ کرتے ہیں کہ وقت قریب ہے۔ ولیکن ہوتا یہ ہے ہمیں تو اس پیشی کا فکر ہی نہیں ہے کیونکہ
فکر نہیں ہے۔ کیونکہ وہ یقین نہیں جو یقین اللہ چاہتا ہے۔ جس دنیا پر یقین ہے ... کا یقین ہے
وہ یقین نہیں ہے جو اولیاء اللہ کو ہوتے تھے۔ جو اہل ایمان کو ہوتا ہے۔ جو آخرت یاد کرنے والوں کو ہوتا ہے۔
اس لئے فرمایا ولکن اکثر الناس لا یعلمون۔ اکثر لوگ سمجھتے تو ہیں مگر ایمان نہیں لاتے۔
ارشاد فرمایا ہے سورۃ یٰسین میں آیت نمبر ۴۸-۴۹ — ویقولون متی هذا الوعد — عباد اللہ
اور وہ کہتے ہیں کہ وہ وعدہ قیامت کب پورا ہوگا۔ اگر تم سچے ہو۔ اس میں گفتگو تو کفار کو ہوا کرتی تھی۔ اب مفعاد
مشتمل تو کفار کو ہوتا تھا۔ اور اس گفتگو کا تو نتیجہ ہوتا ہے کہ انسان اپنے مکر ہیرا پھیری کے طریقے

ذہن شک میں ہوتا ہے کہ پتہ نہیں آئے گی یا نہ آئے گی۔ یہ خاک میں مل جائیں گے پھر کب دوبارہ زندہ کیے جائیں
گے۔ ان تمام چیزوں پر اعتقاد مشکوک تھا۔ یہ شبہ گفتار کا تھا۔ اور ہمارا حال کیا ہے۔ ہمارا بھی تشکیک
اور وہم کی کیفیت ہے۔ یہ وقت آ پہنچا ہے کہ اس کا یقین ہمارا ذہنی عملی نکتہ کا استحضار کی کیفیت بنی
کر اس نے ہماری زندگی کو لپیٹ میں لے لیا ہے کہ اس یقین کے آ جانے سے پھر ہمارا جو حال ہونا چاہیے
تھا۔ ہم اس حال کی طرف ابھی نہیں جا رہے۔ (۰۰-۵۴) وہ تمہیں اچانک آ لے گی۔ فرمایا ما ینظرون الا
... یخصمون (۳۶-۴۹) - بس صرف ایک سخت چنگھاڑ کے منتظر ہیں وہ اچانک انہیں آ کر پکڑ لے گی۔
یہ موت اس قیامت کی علامت ہے کہ قیامت موت کا ایک تسلسل ہے۔ اسی طرح موت کا جب
لمحہ آئے گا۔ تو کوئی نہیں بچ سکتا۔ اس لمحے سے اور دیکھتے ہی دیکھتے جب روح نکل جائے گی جسم
اس کے سارے سلسلے بھی ختم اس کی ساری تیاریاں ختم۔ اس کی زندگی کے سلسلے سارا ہی ختم۔ اس کے سارے عہدے
و منصب ختم۔ اس کی کمزوریاں ختم۔ اس کے دوست احباب رشتہ داروں اور لوگوں کے ساتھ حسد
غصہ ختم۔ کینے ختم بغض ختم عداوتیں ختم۔ اور دنیا کی جائز حرص اور منصوبہ بندی اور خواہشات غرض۔ اور
جن جن مصیبتوں میں وہ مارا مارا پھرتا تھا۔ ایک لمحے میں چشم زدن میں موت کا لمحہ آیا سب دھرا
کا دھرا رہ گیا۔ (۳۶-۵۵) - اور یہ شخص بے سہارا بے آسرا بغیر کسی چیز کے بارے میں ایک لمحہ بھی
کر زبان سے بھی کچھ کہہ سکے۔ بس وہ رخصت ہو گیا۔

ہم ہر روز لوگوں کو مرتا دیکھتے ہیں۔ ہر روز لوگوں کا آخرت کی طرف سفر دیکھتے ہیں۔
ہر روز جنازے پڑھتے ہیں۔ ہر روز ہی لوگوں کی تدفین کرتے ہیں۔ مگر اتنی بار موت کے بارے میں سن کر
واسطے کی قیامت سے نہیں شرماتے ہیں۔ ہم ہر روز چھوٹی قیامت دیکھتے ہیں مگر قیامت کا اثر ہمارے باطن
پر نہیں اترتا۔ اگر ہوتا تو ہمارے احوال بدل جاتے۔ ارشاد فرمایا تم پوچھتے ہو کہ اچانک وہ قیامت
چنگھاڑ کی طرح انہیں آ پکڑے گی۔ اور وہ آپس میں جھگڑ رہے ہوں گے۔ یہ جو زندگی کے جھگڑے ہیں۔ یہ کبھی ختم
نہیں ہوتے۔ ہمارے ایک دوسرے کے ساتھ جھگڑے ہیں یہ ہماری ساری زندگی میں جھگڑے ہیں۔ فرمایا آپس
میں جھگڑ رہے ہوں گے۔ اور چھوٹی قیامت کی بات یہ ہے کہ موت تمہیں دبوچ لے گی۔ کہ لا شے لعون
کو چھوڑ کر پھر فرمایا کہ لوگ پھر تو وہ وصیت کرنے کے قابل بھی نہیں رہیں گے
اتنی مہلت بھی نہ ملے گی کہ چلو اچھا۔ موت آ گئی لمحہ قیامت آ گیا۔ موت ایک لمحہ رک جا میں ذرا وصیت

پیدا کروں ۔ فرمایا کہ وقت کے گزرنے کے قابل بھی نہیں رہیں گے کہ سب کچھ دھرا کا دھرا رہ جائے گا
اور نہ اپنے گھر والوں کی طرف واپس پلٹ کے جا سکیں گے۔ مہلت بھی نہ ملے گی ۔ اور پھر جب دوبارہ
صور پھونکا جائے گا ۔ لوگ قبروں سے نکل کر دوڑ پڑیں گے ۔ اور جب محشر کا ہولناک سماں
دیکھیں گے ۔ قالوا یویلنا من بعثنا ——— المرسلون ۔ اب تو خبر نہیں ہے جب ہولناک سماں سامنے
آئے گا تو خبر ہو گی ۔ تو دیکھیں گے ہمارے پیارے کا کرم بخشی اس کو ہم کا کرم دیکھو کہ ایک ایک بات
بتا دی ——— اب ہمارا کام صرف یہ ہے کہ تیاری کریں ۔ اور تیاری کا سلسلہ شروع کر دیں ۔
تاہم نہ تیاری کر رہے ہیں نہ تیاری کر رہے ہیں ۔ پھر سورۃ ص میں ارشاد فرمایا ۔ وما ینظر ھؤلاء
——— فواق ۔ 15 ۔ اور سب لوگ قیامت کی سخت آواز جس چنگھاڑ کا انتظار کر رہے ہیں۔
ہم سب لوگ انتظار میں ہیں ۔ موت کا لمحہ بھی ہو تو اس کا بھی انتظار کر رہا ہے کہ اچھا کریں
گے ابھی بڑا وقت پڑا ہے قیامت کا لمحہ آئے تو اس کا بھی انتظار رہے۔ اللہ پاک فرماتا ہے
ما لھا من فواق ——— جب وہ لمحہ آ جائے گا ۔ تو کچھ بھی توقف نہ ہو گا ۔ پھر سوچ بدلنے کی
بھی مہلت نہ ہو گی ——— عمل بدلنا تو دور کی بات ہے ۔ ارشاد فرمایا ۔ سورۃ شوریٰ میں
اللہ الذی انزل الکتاب ——— قریب 17 اللہ وہی ہے جس نے حق کے ساتھ کتاب نازل
فرمائی ۔ اور میزان والانصاف کا ترازو بھی اتارا ۔ اور آپ کو کس نے خبردار کیا یہ شاید قیامت
قریب ہی ہو ——— پھر سورۃ قمر میں ارشاد فرمایا ۔ وما امرنا ——— بالبصر ۔ ۵۰ ۔ اور ہمارا حکم
تو فقط یکبارگی ہو جاتا ہے جیسے آنکھ کا جھپکنا ہے ۔ اس طرح آ جائے گا حکم قیامت ۔ قرب
تو قیامت صغریٰ ہے ۔ جیسے آنکھ جھپکنے میں دیر نہیں لگتی ۔ اسی طرح قیامت کے آنے میں دیر
نہیں لگے گی ——— اور پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا ۔ فاذا ——— عسیر (المدثر 9-8) پھر جب
صور کو پھونک ماری جائے گی ۔ سو وہ دن یعنی روز قیامت بڑا ہی سخت دن ہو گا ۔
چند چیزیں قرآن مجید کی بہت سی آیات میں سے میں نے عرض کیں کہ قرآن مجید
اتنی بات واضح کرنے کے لیے کہ قیامت قریب آ پہنچی ہے ——— اور ہم غفلت میں ہیں ۔
باری تعالیٰ بار بار فرما رہا ہے کہ قیامت قریب آ پہنچی ہے کہ
اللہ نے فرمایا کہ نشانیاں آ چکی ہیں ۔ آقا علیہ السلام نے بتایا کہ نشانیاں آ چکی ہیں ۔

اور جس کی سمجھ میں یہ بات نہ آتا ہو قریب قیامت سے ہے وہ کم از کم یہ سمجھ لے کہ موت قریب ہے۔
اور جو اپنے اندر تغیر احوال نہ کر سکے — اس کا کیا سوچ معلق رہتی ہے۔ تذبذب میں رہے تو اس کا یہی
کوئی کوتاہی نہیں کہ ایک قیامت تو وہ ہر روز دیکھتا ہے کہ موت قریب آ چکی ہے اور موت اتنی قریب
ہوتی ہیں موت تو اتنی دور نہیں ہے جتنا وہ ایک قدم کے بعد دوسرا قدم اٹھا کر میں لمحے میں کیا موت آ جاتی
ہے — کچھ علامات قیامت حدیث نبوی کی روشنی میں۔ قیامت قریب آ چکی

آقا علیہ السلام نے قرب قیامت کی علامات کو بیان فرمایا ہے اور یہ علامتیں ہیں جن کا تعلق
ہماری زندگیوں سے ہے۔ قرب قیامت کی علامات کی اقسام ہیں۔ واقعات کی شکل میں یہ علامات
میں حادثات کی شکل میں کئی علامات ہیں — بڑے بڑے جدال اور جنگوں کی شکل میں ہیں۔
یہ بڑے بڑے زلزلے — بڑی اقسام ہیں۔ لیکن میں صرف ایک قسم کو دیکھ رہا ہوں — کہ جن کا تعلق صرف
ہماری زندگیوں سے ہے کہ ہماری اخلاقی زندگی سے ہماری سماجی اور معاشرتی زندگی سے۔ ہماری روز مرہ کی
زندگی سے وہ علامتیں احادیث مبارکہ سے بیان کر رہا ہوں جنہیں ہم ہر روز دیکھتے ہیں سنتے ہیں۔ تجربہ کرتے
ہیں — تو آقا علیہ السلام نے فرمایا جب یہ علامتیں ظاہر ہو جائیں تو سمجھ لینا کہ قیامت قریب آ گئی ہے —
کیونکہ یہ قیامت کے قرب کی علامتیں ہیں — اور اب یہ ہماری زندگیوں میں دکھائی دیتی ہیں

صحیح بخاری کا درس ادھر میں یہ حدیث ہے۔ (بخاری جلد ۶ صفحہ ۲۵۲۰ حدیث ۶۶۵۲) حضرت ابی
ہریرہ سے مروی ہے کہ آقا علیہ السلام نے فرمایا۔ کہ قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی جب
تک تمہاری زندگیوں میں۔ یہ علامتیں ظاہر نہ ہوں — اور اگر علامتیں ظاہر ہو جائیں تو سمجھو کہ اب قیامت قریب
آ گئی ہے وہ آ پہنچی ہے۔ اور جس کو قیامت سمجھ نہ آئے وہ موت کو اپنی قیامت سمجھ لے۔ ہر ایک
والے کی قیامت اس کی موت ہے اس کا محشر اس کا روز آخرت اس کا یوم قیامت اس بستر کی
شام سے شروع ہو جاتا ہے یہ بات علیحدہ سی بات — اس کی قیامت شروع ہو گئی ہے کہ آقا علیہ
السلام نے فرمایا کہ اس وقت قیامت قائم ہو جائے گی جب یہ علامتیں ظاہر ہو جائیں گی فرمایا علم اٹھا لیا جائے
گا — اور علم سے مراد علم نافع ہے — اور علم صحیح اور دوسری حدیث میں ہے کہ جہالت کثرت سے عام ہو
جائے گی — جہل ظاہر ہو جائے گا۔ اور علم سکڑ جائے گا — آپ دیکھیں کہ کیا علم اٹھا لیا گیا ہے یا نہیں —
(۲) دوسرا فرمایا کہ زلزلے کثرت سے شروع ہو جائیں گے (۳) تیسرا فرمایا کہ زمانہ متقارب ہو جائے

M | T | W | T | F | S | S

Memo No
Date / /

گا۔ زمانے کی اکائیاں سکڑ سمٹ جائیں گی اور بہت قریب قریب ہو جائیں گی۔ حدیث کے آخر میں آقا علیہ

السلام نے فرمایا۔ ۴ چوتھی چیز ہے ارشاد فرمایا کہ فتنے کثرت سے ظاہر ہوں گے۔ لوگوں نے پوچھا

کہ ہرج بڑی کثرت سے ہوگا۔ پوچھا گیا یا رسول اللہ ﷺ ہرج سے مراد کیا ہے؟ فرمایا قتل عام

ہو جائے گا۔ قتل کثرت سے ہوا کرے گا۔ اور پھر آقا علیہ السلام نے فرمایا، تمہارے اندر مال کی بھی کثرت

ہو جائے گی۔ دیکھیں اگر گھر میں برکت ہے فاقے نہیں۔ تو اس کے اسباب اور ہیں۔ اس کے

اسباب یا مہنگائی ہے یا معیارِ زندگی ہے کہ گھر والے اندازہ کریں۔ جو دس تیس سال کی کیفیت

آج سے ۱۰ - ۲۰ - ۲۵ سال پہلے تھی کیا وہی ہے۔ (۱۲-۰۹-۱)

۲۵ یا ۳۰ سال پہلے جن گھروں کا خرچ 2 - 3 ہزار سے چلتا تھا۔ آج ان کا خرچ لاکھوں روپے

سے چلتا ہے۔ لاکھ کہ آتا ہے تو چلتا ہے۔ لوگوں کے پاس 2 سو یا تین سو روپے کا آٹا تھا۔ آج انہی طرح

کے گھروں میں چند ہزار روپوں کا آٹا ہے۔ اب اس میں تنگ دستی ہے تو برکت اٹھ گئی ہے اور

برکت اٹھنے کی کئی شکلیں ہیں۔ ہم نے دنیا حاصل کرنے کے لیے زیادہ بنا لیے ہیں۔ مہنگائی ہو گئی ہے یہ الگ اسباب

ہیں جو برکت اٹھنے کے مختلف معنی ہیں۔ مال ہے مگر آسودگی راحت نہیں ہے۔ جو کم مال

کے زمانے میں تھی۔ فرمایا تم میں مال بڑھ جائے گا۔ مسند حدیث میں ہے حضرت سعید بن مسیب رحمۃ اللہ علیہ

نے روایت کی کہ آقا علیہ السلام نے فرمایا کہ قربِ قیامت کی علامتوں میں سے ہے کہ زمانوں کا متقارب

ایک دوسرے کے قریب ہو جانا۔ عرض کیا یا رسول اللہ زمانے کا تقارب کا قریب ہونا ایک دوسرے

اس کا معنی کیا ہے۔ آقا علیہ السلام نے فرمایا۔ زمانے کی برکت اس طرح اٹھ جائے گی کہ ایسے لگے

گا کہ جیسے سال مہینے کی طرح گزر گیا ہے۔ مہینہ جیسے ہفتے کی طرح گزر جائے گا۔ یعنی آٹھ دن

کا ہفتہ دن میں گزر گیا ہے۔ اور ایک دن لگے گا یوں ساعت میں گزر گیا ہے۔ اور ساعت ایک جھٹکے کی

طرح گزر جائے گا۔ اب آپ دیکھیے کس تیزی سے گزر رہا ہے۔ یہ تقارب زمان ہے یہ عمل

ہماری زندگی میں واقع ہو چکا ہے۔ اور یہ قیامت کی آمد کی نشانی ہے

حضرت کثیر بن مرہ الحضرمی رحمۃ اللہ علیہ ہو گزرے۔ انہوں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے

روایت کی ہے۔ سنن ترمذی جلد ۴ صفحہ ۵۶۷ حدیث (۲۳۳۲) قیامت جب بالکل سامنے

آ جائے گی۔ اس کے قریب کی علامت یہ ہے کہ سینین کہ سال مہینوں کی طرح گزر جائیں گے مہینے

ہفتوں کی طرح اور ہفتے دنوں کی طرح اور دن گھنٹوں کی طرح اور گھنٹے ساعت کی طرح گذر جائیں گے۔ [illegible] اور لمحے چنگاریوں کی طرح گذر جائیں گے۔

آقا علیہ السلام نے فرمایا حضرت امام حسن بصری کی طرف سے مرسلاً مروی ہے کہ قیامت کے قریب آجانے کی علامت یہ ہے کہ مال پھیل جائے گا۔ اور مسند احمد میں تاجر بڑی کثرت سے ہو جائیں گے۔ (۱۶ — ۱۳ — ۱) اور ایک حدیث میں ہے کہ تجارت بہت بڑھ جائے گی۔ اس کا مطلب ہے کہ مال بڑھ جائے گا تجارت بڑھ جائے گی۔ بزنس بڑھ جائے گا۔ امیر امیر تر ہوتے ہیں اور غریب غریب تر ہوتے جا رہے ہیں۔ یہ نظام معاشرت ہے۔ یہ الگ بات ہے مگر سوسائٹی میں ایک وقت تھا۔ جب کسی کی ایک چھوٹی سی دکان ہوتی تھی۔ اور وہ انڈسٹریز کے مالک ہیں۔ چھوٹی سی تجارت تھی۔ آج کئی کئی تجارتوں کے مالک ہیں۔ ملازم تھا تھوڑی تنخواہ تھی۔ ۱۹۸۰ میں جب میں پنجاب یونیورسٹی میں لیکچرر تھا۔ ڈاکٹر، انجینئر، مجسٹریٹ، اسسٹنٹ، افسر گریڈ 17 میں ہوتے تھے۔ پانچ صد روپے ماہانہ تنخواہ ہوتی تھی۔ اڑھائی صد روپے الاؤنس ملتا تھا۔ ساڑھے آٹھ صد یا نو صد کے قریب نو صد ماہانہ تنخواہ بنتی تھی۔ حرام کی بات نہیں کرتا۔ میں حلال کی بات کر رہا ہوں۔ آج وہی لیکچرر پنجاب یونیورسٹی کے ان کی تنخواہ اب بارہ ہزار روپے ہے۔ کہاں بارہ سو اور کہاں بارہ ہزار روپے ہر شخص تھوڑا غور کرے اپنے گھر کے بجٹ کا ۲۰۱۰ – ۲۰۲۵ کا پہلے گھر کا خرچ کیا تھا۔ مال کہاں سے آتا تھا۔ آج اس گھر میں پریشانی ہے تو اس کا سبب کیا ہے۔ مال کتنا ہے مگر آقا علیہ السلام نے فرمایا مال کی کثرت ہوگی۔

یہ نہیں فرمایا کہ معاشرہ پریشان نہیں ہوگا۔ مال کثرت کے ساتھ پھیل جائے گا۔ تجارت کی سوسائٹی میں دیکھئے۔ اسی طرح علماء میں مساجد کے آئمہ خطباء۔ ۲ صد ۳ صد روپیہ ان کی تنخواہیں ہوتی تھیں۔ آج ۲۰ ہزار تک ہے۔ سکول وہ دفتروں کے ملازمین۔ پچاس روپیہ ایک مزدور کی تنخواہ ہوتی تھی۔ سو روپیہ کا ہم میں نے سنا۔ آج ان سکول کے ملازموں کی تنخواہیں ہزاروں میں ہیں۔ آقا علیہ السلام کے فرمان کی عملی مشاہدہ تجربہ بتا رہا ہوں۔ فرمایا آقا علیہ السلام نے کہ مال کی کثرت ہو جائے گی۔ اور تجارت کی کثرت ہو جائے گی۔ اور عیدین آکر

تک اور ختم نہیں ہو سکے گا۔ تو سب انگریز سوسائٹی سے ہمارے اعمال کی وجہ سے
برکت اٹھ گئی ہے۔ اور حدیث شریف پاک کہ صاحب بہت سی برکت کے ساتھ ہو جائیں گے۔
اور علم دبوچ لیا جائے گا۔ یا اٹھا لیا جائے گا۔ (1-14-56) سے پہلے فرمایا کہ علم
غالب ہو جائے گا پھیل جائے گا۔ یعنی علم زیادہ ہو گا اور اٹھ جائے گا۔ کتابیں
بہت زیادہ ہو جائیں گی۔ چھاپہ خانے لگ جائیں گے۔ اب کارخانوں میں چھپ جائیں۔ آپ
اتنی کثرت سے سارے مطبوعات ملیں گی دنیا سے ہر [illegible] بہت سی کتابیں ملیں گی۔
پاکستان سے یورپ امریکہ تک جائیں۔ بات کیسے کر رہا ہے۔ اس سبجیکٹ پر سینکڑوں
ہزاروں کتابیں مل جائیں گی۔ کپڑے کیسے پہنتے ہیں اس پر کتابیں۔ کھانا کیسے کھانا ہے۔ اس پر سینکڑوں
ہزاروں کتابیں مل جائیں گی۔ مسئلہ اب علم دین کا کیا ہے ہزاروں کتابیں مل جائیں گی۔ انگلی ہلانے کو [illegible]۔
الغرض ——— تو میرے آقا نے فرمایا کتابوں کی بڑی کثرت ہو جائے گی۔ دینی بھی دنیوی بھی۔
خبر کی بھی شعر کی بھی ——— وغیرہ وغیرہ۔ بہت کچھ ہو گا مگر علم اٹھا لیا جائے گا۔ کہ ان میں علم
نافع نہیں ہو گا۔

مسلم شریف میں ایک حدیث ہے۔ اس حدیث میں ایک لفظ ہے جس کے محدثین نے
مختلف معانی بیان کیے۔ شروح میں تشریحات کی طرف نہیں جاتا فقط حدیث کا لفظ بتا رہا ہوں۔
تشریحات معانی جتنی بھی بیان کروں تو وہ محدثین کی شروح ہیں۔ وہ حدیث کا بدل نہیں کیونکہ
میرے آقا علیہ السلام نے جو فرمایا وہ حدیث سنا رہا ہوں۔ صحیح مسلم کی حدیث ہے جلد ۳ صفحہ ۱۵۲۵
حدیث نمبر ۱۷۷۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ حدیث کے راوی ہیں۔ کہ مغرب کے لوگ
غالب ہو جائیں گے تمہارے اوپر۔ جب ایسا ہو جائے تو سمجھ لو کہ قیامت قریب آ گئی ہے۔ اب
یہ اہل المغرب ہے اس پر محدثین اور شارحین نے مختلف تاویلات اور تشریحات کی ہیں
کہ اہل مغرب جب غالب آ جائیں۔ [illegible] غالب ہو جائے۔ تو سمجھو کہ قیامت قریب
آ گئی ہے۔ حضرت امام حسن بصری ——— سے مرسلاً حدیث پاک مروی ہے۔ مسند احمد جلد ۵
صفحہ ۳۳۱ ۔ فرماتے ہیں آقا علیہ السلام نے ان دو انگلیوں کو اس طرح جوڑا۔ اور فاصلہ نہیں رکھا۔
اور جوڑ کر فرمایا کہ میری اور قیامت کی مثال ان دو انگلیوں کی طرح ہے۔ جیسے قیامت ہو گا

قریب ہو چکا ہے۔ اور دوسری حدیث جس کو حضرت انس بن مالک نے روایت کیا
اور یہ بھی متفق علیہ حدیث ہے بخاری مسلم کی جلد ۲ صفحہ ۹۶۳
حدیث ۸۶۷ ہے۔ آقا علیہ السلام نے اپنی دو انگلیوں کو جوڑ دیا۔ تاکہ فاصلہ نہ رہے اور فرمایا
میں اور قیامت اس طرح جڑے ہوئے ہیں۔ قرب قیامت کے لیے آقا علیہ السلام نے
تفسیر علامات کی صحابہ کرام کو اور یہ ایک حدیث میں آتا ہے کہ جس کو آقا علیہ السلام نے
وضاحت کرتے ہوئے۔ قیامت کا ذکر فرما رہے تھے۔ اور آقا علیہ السلام نے صحابہ کرام کو
دکھا کر فرمایا۔ تم تم اور قیامت اس طرح قریب آ گئے ہیں جس طرح یہ دو انگلیاں جڑی
ہوئی ہیں۔ پھر آقا علیہ السلام نے قیامت کی علامات بیان کرتے ہوئے۔ حضرت ابو ہریرہ
روایت کرتے ہیں۔ صحیح بخاری نے اس کی تخریج کی ہے جب امانتیں ضائع ہونے لگیں
گی۔ (المستدرک علی الصحیحین جلد ۴ صفحہ ۵۳۹ حدیث ۸۵۱۰) آقا علیہ السلام نے
فرمایا پھر قیامت کا انتظار کرنا۔ تو سمجھو قیامت آ گئی ہے۔ تو صحابہ نے عرض کیا کہ امانتوں
کے ضائع ہونے کا مفہوم کیا ہے فرمایا امانتوں کے ضائع ہونے کا معنی یہ ہے۔ کہ جب امانتیں
اور مسند اور انتشار اختیار اور ذمہ داریاں ان لوگوں کو دی جانے لگیں۔ جو ان کے اہل نہیں ہیں
تو سمجھو کہ قیامت آ گئی ہے۔ اس سلسلہ قیامت کی آمد میں دیر نہیں لگے گی۔ آپ
پورے معاشروں میں نظر دوڑا لیں۔ ہر کسی کی امانتیں اور ذمہ داریاں آج معاشرہ ہم لوگ خود
دوسروں کو سپرد کر رہے ہیں جو ان کے اہل نہیں ہیں۔ کیا وہ امین ہیں۔ آقا علیہ السلام نے
یہی بات بتائی تھی۔ جب یہ وقت آ جائے تو سمجھو کہ قیامت آ گئی ہے انتظار کرو۔
پھر آقا علیہ السلام نے ارشاد فرمایا (صحیح بخاری جلد ۱ صفحہ ۲۱۲ حدیث - ۵۲۵۸)
حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں۔ کہ آقا علیہ السلام نے فرمایا۔ کہ علم جلد جائے گا۔ اور
جہالت چھا جائے گی۔ آج وقت ہے کہ پڑھے لکھے لوگ بھی جاہل دکھائی دیتے ہیں۔ یعنی علم اور
شعور چلا گیا۔ اور جہالت آ گئی ہے۔ کہ علم اٹھا لیا جائے گا۔
آقا علیہ السلام نے فرمایا صحیح مسلم اور صحیح بخاری میں بھی ہے۔ اور ابو داؤد میں ترمذی
میں بھی ہے ترمذی میں ہے۔ ابن ماجہ میں ہے۔ اور صحیح مسلم میں حضرت ابو ہریرہ کی ۹۶ سے روایت کی

معروف حدیث ہے حدیث جبریل ہے۔ اور حدیث شاہ صاحب ان۔ اس میں آخری الفاظ ہیں۔
کہ قیامت کی نشانیاں کی خبر دیں یا رسول اللہ ﷺ۔ جبرائیل امین نے پوچھا کہ قیامت
کی نشانیاں کیا ہیں۔ فرمایا۔ ماں اپنے حکمران کو جنے۔ یعنی اولاد اپنے ماں باپ کے تابع نہ
ہوں گے۔ ماں باپ اولاد کے تابع ہوں گے۔ آپ ایک لمحہ آنکھیں بند کر کے سوچ لیں۔ کہ آج
کی بیویاں اپنی ماؤں نے رکھا و شکایا۔ وہ قرآن سے پوری ہے آپ کے سامنے اور مانتے ہیں۔ کہ آپ ان
کو سنتے اور مانتے ہیں۔ الاماں۔ دوسرا یہ گویا وہ حکم دینے والوں کو جنے گی۔ ماں باپ
محکوم ہو جائیں گے۔ اور اولاد حاکم ہو جائے گی ۔۔۔۔ پھر فرمایا کہ سمجھو کہ قیامت آجائے گی
جب تم دیکھو کہ ننگے پاؤں پھرنے والے اور لباس سے محروم لوگ بیٹھا ہوا نا کہ لباس پہنیں گے۔ یا جن
کے پاس پہننے کو لباس نہ تھا۔ جوتے بھی میسر نہ تھے۔ اور بکریاں چرانے والے تھے۔ اس کا اشارہ آنحضرت علیہ
السلام نے اپنی سرزمین عرب کی طرف کیا ہے۔ وہ اتنے امیر ہو جائیں گے کہ وہ بڑے بڑے اونچے
فلک بوس محلات تعمیر کرنے لگیں۔ اور بڑی اونچی عمارتیں تعمیر کرنے لگ جائیں گے۔ تو سمجھو کہ قیامت
قریب آگئی ہے۔ یہ اپنے سرزمین عرب کی طرف اشارہ کیا۔ (۴۴ — ۲۸ — ۱)
حدیث پاک میں آتا ہے۔ کہ میرا وطن عرب صحرا کی بجائے۔ محلوں اور باغات کا گھر
بن جائے گا۔ تو سمجھ لینا کہ قیامت آگئی ہے۔ فرمایا صحرائے عرب میں جب باغات اگنے لگیں۔ صحرائے عرب
میں چشمے پھوٹنے لگیں اور نہریں بہنے لگیں تو سمجھنا کہ قیامت قریب آگئی ہے۔ لوگ عمارتیں بنانے لگیں
اونٹ اور بکریاں چرانے والے ننگے پاؤں پھرنے والے۔ یہ مسلم شریف میں حدیث ہے۔ اور طبرانی بن عمر سے
روایت کیا ہے اس کو حضرت ابو ہریرہ ؓ سے بخاری نے روایت کیا ہے۔ اسی طرح صحیح بخاری اور مسلم
میں دوسری سند کے ساتھ حضرت ابو ہریرہ ؓ سے مروی ہے۔ سرکار نے فرمایا میں علامات میں خاص
بتا دیتا ہوں قیامت کے قرب کی۔ جب یہ تین علامتیں دیکھو۔ تو سمجھ لینا کہ قیامت سر پر آگئی
ہے۔ ۱۔ بکریاں چرانے والے اور چرانے والے بدوؤں کو جب دیکھو۔ کہ وہ لوگوں کے رئیس اور حکمران بن گئے۔
صحیح مسلم جلد ۱ صفحہ ۳۶ حدیث نمبر ۸ — ۹ ۔ اور ان لوگوں کو دیکھو جو ننگے بدن ننگے پاؤں رہنے
والے تھے۔ فاقہ کش لوگ تھے کہ دیکھو کہ وہ مقابلہ کر رہے ہیں اونچی اونچی عمارتوں اور محلات کے بنانے میں۔ اور ماں
اور باپ کو اولاد ان کی حکمران بننے لگے تو سمجھ لینا کہ قیامت قریب ہے۔ اب خود سوچیں ہم کو کیا نشانیاں

جو ابھی دور رہ گئی ہیں۔ آقا علیہ السلام سے خصوصی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کی ہیں۔ اور عبد اللہ بن عمر سے مروی ہے (بخاری جلد ۶ صفحہ ۲۰۰۵ حدیث ۶۷۰۵) اس وقت تک قیامت نہیں آئے گی۔ اور اس وقت قیامت کو قریب سمجھ لینا جب بڑے بڑے اونچے محلات بننے لگیں۔ ہم ان کی ابتدائیاں بھی نہیں کر سکتے ہیں۔ کہ محلات بننا شروع ہو گئے۔ آقا علیہ السلام نے ان کی ابتدائی بیان نہیں کی۔ نہ میں۔ اور میں تو علامتوں کو بیان کر رہا ہوں کہ جب یہ زمانہ آجائے کہ جب عروج کا یہ جاؤں تو اونچے اونچے محلات نظر آئیں بلند بلڈنگیں نظر آئیں۔ محلات نظر آئیں۔ اونچے اونچے مکانات نظر آئیں۔ تو سمجھ لو کہ یہ جو ساری علامتیں زمین پر ظاہر ہو گئی ہیں تو سمجھو کہ قیامت قریب آگئی ہے۔

اور پھر آقا علیہ السلام نے فرمایا۔ صحیح جامع الصغیر میں روایت کیا گیا ہے امام سعدی کا نے حضرت انس بن مالک سے روایت ہے۔ اور یہ حدیث صحیح حسن ہے۔ میں نے تحقیق کی بات اس لیے کر دی ہے۔ یہ بڑی اہم بات آرہی ہے کہ آقا علیہ السلام سے پوچھا گیا یا رسول اللہ ﷺ کہ قیامت کے بہت قریب آجانے کی کوئی خاص علامت بتائیے۔ جب موسم بارش سے زیادہ ہونے لگیں تو سمجھو کہ قیامت قریب آگئی ہے۔ ایسے تو مشکل ہے۔ کہ صدیوں پہلے اتنی کثرت سے بارشیں ایک نہیں ہوتی تھیں۔ اور پھر آقا علیہ السلام نے [illegible] بات فرمائی — اس زمانے میں شک سا پڑا کوئی عاجز طلب کوئی بات وارد ہوتی ہوگی تو اللہ کے محبوب ﷺ کی سنت ان ہی دیکھیے آپ کی پیشن گوئیوں کی عظمت بھی دیکھیں اور وسعت علم معرفت بھی دیکھیں۔ کیا کیا چیزیں بیان کیں۔ صدیوں پہلے کسی کے وہم و گمان میں بھی نہ تھیں۔ فرمایا جب امواتیں کثرت سے بارشیں ایک سے ہونے لگیں تو سمجھ لینا کہ قیامت قریب آگئی ہے۔ کیا لگ رہا ہے کہ علامت آگئی ہے پوری کی پوری نہیں۔ قریب قیامت کی

پھر آقا علیہ السلام نے فرمایا۔ اور یہ حدیث حضرت حسان بن اوس [illegible] سے روایت ہے۔ مجمع الزوائد میں جلیل القدر ہیں۔ مسند کو روایت کیا ذخائر ہیں۔ اوزاعی روایت کرتے ہیں حضرت حسان سے۔ بہت خاص توجہ طلب نکتہ ہے۔ سنن جلد ۲ صفحہ ۷۹۸ حدیث ۱۰۵ (ابن ماجہ ۱-۳۴-۱) قیامت قریب آنے کی آقا نے فرمایا

بیس خاص علامت بتا رہا ہوں ۔ اگر وہ علامت میری امت میں ظاہر ہو جائے تو اندازہ لگا لو کہ قیامت
قریب ہے آنا فانا کسی لمحے بھی آ سکتی ہے ۔ کہ میری امت میں بدفطرت لوگ شریر لوگ بدمعاش لوگ زانی شرابی
چور ڈاکو اچکے راہزن گرہ کٹ ۔ میری امت کے نیک لوگوں پر جب غلبہ پا لیں ۔ ان پر حاوی ہو جائیں اپنے وسائل
کے بل بوتے پر ۔ اپنی بدکرداری کے بل بوتے ۔ اپنی بدمعاشی کے بل بوتے ۔ جب غالب آ جائیں ۔ اقتدار پر قبضہ کر لیں ۔
حکومت پر قبضہ کر لیں ۔ وسائل پر قبضہ کر لیں ۔ معاشرے میں چھا جائیں ۔ جب وہ غالب ہو جائیں میری
امت پر ۔ خیار پر اشرار ۔ تو سمجھنا کہ قیامت قریب آ گئی ہے کہ میرے آقا علیہ السلام نے فرمایا ۔ جس
طرح منافق آج ہمارے دور میں ہم میں چھپا بیٹھا ہے کہ اسے شرم آتی ہے ۔ چھپا ہوا ہے ۔ ظاہر میں لبادہ
اوڑھا ہے ایمان کے ۔ تا کہ لوگ مجھے پہچان نہ لیں کہ یہ منافق ہے کہ وہ زمانہ میری امت میں آ جائے ۔ کہ لوگ سب عالم
معاشرے میں کھلے چھپے پھریں گے ۔ کہ وہ سوسائٹی میں بیٹھیں گے ۔ ہر طرف بدمعاش پھیلے گے ۔ شرابی ہوں گے
زانی ہوں گے بدکردار ہوں گے بدکار ہوں گے ۔ اور انہیں عزت ہو گی ۔ لوگ انہیں امیر بنائیں گے ۔ راہنما بنائیں گے
لیڈر بنائیں گے ۔ حکمران بنائیں گے ۔ ان کی سوسائٹی کی عزت ہو گی ۔ معزز سمجھے جائیں گے ۔ مہذب
طبقہ کہہ دے گا ۔ نیک متقی پرہیزگار راست کردار کرنے والا ۔ حلال کمانے والا ان کی مجلس میں جھکا ہو گا وہ اپنے
آپ کو چھپاتا ہو گا ۔ اسے شرم آئے گی ۔ وہ کیسے لگے گا کہ میں سچا بیٹھا ہے ۔ ۲۷-۳۲-۱
یہ بڑا سچا اندیشہ لگتا ہے کہ نیکی طعنہ بن جائے گی ۔ تقویٰ طعنہ بن جائے گا ۔ میرے آقا کے قلب اطہر کا اندازہ
کرو ۔ وہاں حال کیا ہو گا ۔ جب دیکھا ہو گا ساری امت کو بنا رہے ہوں گے ۔ تو اس وقت قلب انور کے دکھ
کا عالم کیا ہو گا ۔ کہ میری امت پر یہ زمانہ آ جائے گا ۔ کہ جب منافق آج ہم میں چھپتا ہے ۔ حیا کے
اس طرح مومن میری امت کے اندر رہ کے لوگوں میں ہر جگہ چھپے گا ۔ کئی داڑھی منڈوا لیں گے کہ
کوئی متقی پرہیزگار آدمی نہ سمجھے ۔ حلیے بدل لیں گے ۔ نماز کا وقت آئے گا تو نماز بھی قضا کر دیں گے کہ یہ دیکھیں گے اور دوسرے کہیں گے بڑا
نمازی آ گیا ہے ۔ ایمان تماشہ بن جائے گی ۔ ایمان پر عزت ختم ہو جائے گی ۔ کہ وہ یہ سمجھے اسلام جس نے ان
کو عزت سے نوازا ہے ۔ معاشرہ کرے گا ۔ یہ وہ وقت آ گیا ہے تو رونا ۔ جب ایسا وقت آ جائے ۔ تو
جان لو کہ قیامت قریب ہے ۔ میرے آقا نے فرمایا یہ میرے اس حیثیت میری ہے کہ چہرہ چھپایا کرے گا ۔
(۳۹۴-۳۹-۱) کہ اس کا چہرہ مسعود جیسا ہو جائے ۔ اور آج سے آغاز کر دیا جہاں سے کہ چہرہ
مسعود کی طرح بن جائیں ۔ مسعود کی طرح لوگوں کو ٹھیک ہو سکے ۔ میری مراد سنت ہے ۔ سب سمجھ گیا

چیز دیکھی جاتی ہے کہ سب سے پہلی نظر کس پر پڑتی ہے۔ چہرے پر۔ اندر کا حال تو بعد میں دیکھا جاتا ہے۔
دوسرے تو یہ شرم کی بات ہے۔ حضور کا چہرہ اچھا ہے یا کسی اور کا چہرہ اچھا ہے۔ میرے آقا سے زیادہ
چہرہ کس اور کا ہے؟ تو جس کو آئیڈیل بنائے اس جیسا بننے کی کوشش کرتے ہیں۔

اگر حضور سے پیار ہے۔ عشق ہے۔ تو میرے آقا سے زیادہ آئیڈیل اور کون ہو سکتا
ہے کہ قیامت کے دن چہرہ دیکھ کر فرشتے کہیں کہ حضور کے امتی آ رہے ہیں۔ آپ کی زبان سے سنئے۔
میرے آقا سے صحابہ کرام نے پوچھا۔ کہ یا رسول اللہ آپ قیامت کے دن اپنی امت کو کیسے پہچانیں
گے۔ سارا جہان سب اس میں جمع ہو گا۔ ان کے سارے جسم سے جو اعضاء (صحیح ابن حبان
جلد ۳ صفحہ ۳۲۴ حدیث ۱۰۴۸) وضو کرتے جہاں جہاں وضو کا پانی لگتا ہے وہاں سے نور چمک رہا ہو گا۔
تو میں ان کے نور سے پہچان لوں گا۔ تو آقا علیہ السلام نے جو پہچان رکھی ہے۔ وہ بھی نور
سے متعلق ہے کہ لوگو نور پیدا کرو اپنے اندر۔ ظاہر پر بھی اور باطن پر بھی۔ اور نور عبادت سے جاتا ہے کہ نماز
وعظ ٹکڑوں سے نہیں آتا اور اللہ کے حضور سجدہ ریز ہونے سے آتا ہے کہ طاعت
آتا ہے صدق و اخلاص سے آتا ہے۔ حضور کی سچی غلامی سے آتا ہے۔ اور اپنے آپ کو ایسا بدل لو اسلام
کو آقا علیہ السلام خوش ہو جائیں۔ جب آپ چلیں آپ کا کردار آپ کی گفتار آپ کا چہرہ آپ
کے اعمال آپ کے ناطے آپ کی زبان آپ کا کلام۔ آپ کا لین دین۔ گویا کہ معاملہ سب کچھ ایسا بدلا جائے۔
جو دیکھے تو معلوم ہو کہ اللہ والے آ رہے ہیں۔ حضور کے سچے غلام آ رہے ہیں۔ حضور کی غلامی کی جھلک ان
کے عمل سے نظر آتی ہے۔

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا۔ فرمایا عرب کے سارے
لوگ خراب ہو جائیں گے۔ پوچھا یا رسول اللہ ایسا کیوں ہو گا۔ یہ تو خیر کا منبع ہیں تو پھر ان میں بگاڑ کیوں آ جائے گا۔
جو قوم تباہ ہو گی قیامت کی علامتوں میں سے ہے کہ فاجر لوگ ان پر غالب آ جائیں
(سنن الوارد فی الفتن جلد ۴ صفحہ ۷۹۶ حدیث ۴۰۲) اور پھر جب اللہ طلب کرے اپنے میں سے جو منافق
لوگ ہوں۔ ان کو وہ گدی بنا دیں گے۔ ان کو لیڈر بنا لیں گے۔ سیادت ان کے پاس چلی جاتی ہے کہ
جو منافق اور کمینے لوگ ہیں۔ وہ اس طبقے کے لیڈر ہو جائیں گے۔ قیادت و سیادت ان کو چلی
جائے گی۔ اور اس کو عرب سے بڑھ کر پوری امت پر اطلاق کیا۔

عبداللہ بن عمرو بن عاص رضہ نے روایت کیا۔ آقا علیہ السلام کے فرمان کو۔ مجمع الزوائد
جلد سات ۲۲۳ ۔ فرمایا کہ قیامت کے قریب ہونے کی علامتوں میں سے ہے کہ پوری سوسائٹی میں
جو نیک اور صالح لوگ ہیں۔ ان کو نیچا کر دیا جائے گا۔ اور جو اشرار لوگ ہیں کمینے لوگ اُن کو
اونچا مقام دیا جائے گا ۔۔۔ ہر طبقہ ہر قبیلہ میں سے جو منافق ترین کمینے لوگ ہیں۔ یہ ایسے لوگ وہ اس
قبیلے کے سردار بن جائیں گے۔ لیڈر بن جائیں گے حاکم بن جائیں گے۔ فرمایا قیامت کے قریب آنے
میں سے علامت ہے۔

پھر اس حدیث کو۔ آقا علیہ السلام نے اس کو اشارہ فرمایا۔ اس انداز سے اس کو
سمجھایا کہ کئی صحابہ کرام نے اس کو بیان فرمایا۔ اب عبداللہ بن مسعود روایت کرتے ہیں۔ یہ عمر بن
خطاب بھی روایت کر چکے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضہ روایت کرتے ہیں۔ فرمایا اس وقت تک قیامت
نہیں آئے گی۔ اور قیامت کے قریب ہونے کی علامت یہ ہو گی۔ کہ ہر جماعت ہر قبیلہ اس کا جو
منافق لوگ ہیں۔ وہ اس جماعت کے لیڈر ہو جائیں گے۔

اور پھر حضرت امام حسن البصری رضہ سے بھی مروی ہے۔ جلیل القدر تابعی نے بھی اس کو روایت
کیا۔ پھر ایک اور سند حضرت عبداللہ ابن مسعود سے بھی مروی ہے۔ اور پھر اس کو وضاحت
کرنے کے لیے تاکہ کسی کو شک نہ رہ جائے کہ یہ آقا علیہ السلام نے کیا فرمایا ہے۔ تو آقا علیہ السلام نے
وہ پردہ بھی اٹھا دیا۔ حضرت حذیفہ بن یمان روایت کرتے ہیں۔ یہ حدیث ترمذی شریف میں ہے
اور حدیث صحیح ہے اسناداً۔ اس کو صاحب مشکوٰۃ نے بھی روایت کیا ہے۔ اور الجامع الصغیر
نے بھی روایت کیا ہے۔ کہ آقا علیہ السلام نے فرمایا (سنن ترمذی جلد ۴ صفحہ ۴۹۳ حدیث ۲۲۰۹)
فرمایا کہ لوگو سن لو۔ قیامت اس وقت تک وارد نہیں ہو گی۔ جب تک یہ علامت ظاہر نہ ہو جائے
اور تمہاری سوسائٹی میں۔ اور تمہارے معاشرے میں۔ دنیا میں عزت والا مکرم دنیا میں وہ لوگ
ہوں گے۔ جو حرام کھانے والے حرام زادے ہوں گے۔ کمینہ در کمینہ ہو گا۔ ذلیل در ذلیل ہو گا۔ اس کا باپ بھی
ذلیل۔ دادا بھی ذلیل۔ ذلیلوں کی نسل میں منتقل ہو جائے گی۔ دنیا میں۔ لکع ابن لکع لوگ۔
(مسند احمد ۱) گویا عزت والے نیک متقی لوگ۔ پرہیزگار اُن سے قیادت و سیادت، رہبری و رہنمائی
چھین لی جائے گی۔ اور نسلاً بعد نسل بیٹا۔ پھر پوتا۔ دنیا میں اشرار سے عزت بڑھائی ان کو ملے گی

جو نسلیں کمینے ہوں گے بدمعاش ہوں گے ان کا راج ہوگا - اس لئے کیونکہ وہ ہوں گے ڈاکو ہوں گے اور چور ہوں گے
زانی ہوں گے - میرے آقا ﷺ نے فرمایا جو کمینے ہیں وہ معزز ہو جائیں گے - ان کی عزت کی جائے گی -
آپ بتا دیں کوئی ایک نیک شریف آدمی (الاحادیث ۱۷۷۰) اگر اسمبلیوں میں جا سکتا ہے.
کوئی شریف آدمی وزیر بن سکتا ہے - کوئی شریف آدمی آپ کا حکمران بن سکتا ہے بلکہ آپ کا
سوسائٹی میں لیڈر بن سکتا ہے - وہ نفس کے پجاری ہوں گے - میرے آقا ﷺ نے فرمایا پھر آگے
ان کی نسلیں بھی چلیں گی - شرفاء کا دور ختم ہو جائے گا - فرمایا جب یہ زمانہ آ جائے تو سمجھ
لینا کہ قیامت آ گئی. ہمارے لیے اب کوئی سوچنے کی گنجائش باقی رہ گئی - جو علامتیں آقا علیہ السلام
نے بیان فرمائی ہیں - جو علامتیں بیان فرمائیں قرب قیامت کی وہ ظاہر ہو گئیں دس باقی رہ گئی ہیں -
(صحیح بخاری جلد ۸ صفحہ ۲۰۰ حدیث ۴۹۳۳) میں متفق علیہ حدیث ہے کہ حضرت انس بن
مالک رضی آقا علیہ السلام نے فرمایا کہ مرد ختم ہو جائیں گے عورتیں زیادہ ہو جائیں گی کہ آج کسی سوسائٹی
کا اعداد و شمار چیک کر کے دیکھ لیں - ہر سوسائٹی میں عورتوں کی تعداد زیادہ ہے - بچیوں کی
پیدائش ہے اس میں دیکھ لیں - بچیوں کی پیدائش زیادہ ہے کہ پچاس کے بجائے ۶۰ فی صد ہو رہی ہیں -
پھر آقا علیہ السلام نے فرمایا (بخاری جلد ۸ صفحہ ۴۹۳ حدیث ۲۱۶۱) نمازی اندر سے خالی جائیں گے
تو لوگ مال و دولت خرچ کر کے بڑی بڑی عظیم الشان خوبصورت مسجدیں بنائیں گے - اور لوگ بڑھ چڑھ کر زیب
و زینت فخر کریں گے - بنیاد ہلال آ کے دیکھو —— بڑھ چڑھ کے مقابلہ ہوگا - مساجد کی تعمیر ہوگی
مگر یہ نمازی —— رہ گئی رسم اذان روح بلالی نہ رہی -
فلسفہ رہ گیا - تلقین غزالی نہ رہی -
پھر آقا علیہ السلام نے فرمایا حضرت انس بن مالک سے مروی ہے کہ اور انہوں نے موقوف علیہ حدیث

پہلے سے کہ آقا علیہ السلام نے فرمایا (المستدرک علی الصحیحین جلد ۴ صفحہ ۵۲۰ حدیث ۸۴۵۹)
میرے بعد اللہ قیامت تک — نبوت و رحمت کا دور ہے پھر خلافت و رحمت کا دور ہے پھر اس کے بعد
ملوکیت کا دور — جو بنو امیہ کے زمانے میں شروع ہو گیا تھا۔ جو ملوکیت شہنشاہیت جو آج کے دور تک
جاری ہے۔ جبر ادوار آئے وہ ملوکیت کے تھے۔ سلطنتیں تھیں۔ اس کے بعد پھر فوجی حکمران آنے لگے۔
آمر اور جابر آنے لگے۔ کوئی قوم بھی نہ مار سکے گا۔ جو چاہیں گے کریں گے۔ اور پھر شیطانی نظام حکومت
آئے گا — امریکہ اس وقت سب سے بڑا طاغوت اور شیطان ہے۔ اور میں سوچتا ہوں کہ کہیں دجال بھی
اسی جنس کی نسل میں سے آئے گا۔ اس وقت امریکہ کی سلطنت ہے اور اس کے نیچے تمام
ملکوں کے اندر جبر ہو رہا ہے۔ شیطانی نظام نافذ کیے جا رہے ہیں۔ اسلام کلچر مٹایا جا رہا ہے۔ وہ علم کہ
علم قیامت کا تھا یا قوم کا اس کے نشانات تک کھو گئے ہیں۔ یہ انس بن مالک نے روایت کیا۔
الا اهل العلم کو بیت۔ جو حدیث کا علم رکھنے والوں کے سوا —
سیدنا علی ابن طالب ؓ — ایک دن منبر پر کھڑے ہیں۔ عبداللہ بن عمر روایت کرتے ہیں۔ سنن الواردة فی
الفتن جلد ۴ صفحہ ۸۳۱) فرمایا لوگو جو پوچھنا ہے مجھ سے پوچھ لو۔ قبل اس کے کہ میں چلا جاؤں دنیا
سے۔ تو مجھے لوگ کہنے لگے۔ اور دجال اور قرب کی علامات پوچھیں۔ جب لوگ نمازوں کو چھوڑنے
لگیں — روزوں سے غفلت ہونے لگے۔ اور لوگ جھوٹ کو جائز سمجھنے لگیں۔ کہتے ہیں یہ حکمت عملی ہے۔
یہ پرسن ہے۔ یہ دنیا کا طریقہ ہے — اور سود بے دریغ کھلا کھانے لگیں — اور رشوت عام لینے لگیں —
اور عمارتیں اونچی اونچی بکثرت بنائی جانے لگیں۔ بلڈنگ بلند تر ہونے لگیں — اور نفس کی خواہشوں کی پیروی
ہونے لگے — اور دین کے ذریعے دنیا خریدی جانے لگے — اس کا مطلب ہے جب دین کو دنیا کے بدلے بیچا جانے
لگے — جب انسان کا خون بے قیمت ہو جائے — قتل و غارت عام ہونے لگے — اور خونی رشتے ٹوٹنے لگیں۔
خونی رشتوں میں صلہ نہ رہے۔ بھائی بھائی کا دشمن۔ بھائی بھائی بھی نہ رہیں گے — جب صلہ رحمی ختم ہو جائے گی
اور برداشت کرنے والے حلیم لوگ کمزور سمجھے جائیں — اور جبر و ظلم کرنے والے لوگ خوشی محسوس کرنے لگیں
اور حکمران فاسق و فاجر بننے لگیں۔ خائن اور بد دیانت لوگ وزیر بننے لگیں — اور سوسائٹی کے ظالم لوگ۔
وہ اس کے نمائندے بن جائیں — لیڈر ظالم بن جائیں — اور قرآن کے عالم اور قاری تبلیغ کرنے والا پڑھانے والا تو
والے خود اپنے عمل میں فاسق ہو جائیں — دین کی تبلیغ کریں قرآن کی بات میں پڑھائیں — مگر قرآن کے عمل سے نکل جائیں

— قرآن کا اثر ان کے سینوں میں نہ رہے — قرآن کی تلاوت ولاوت ان کی زندگیوں میں نہ رہے —
فاسق و بے عمل ہو جائیں — اور ظلم نا انصافی جب غالب ہو جائے — اور خاندانوں میں کثرت سے
طلاقیں ہونے لگیں — اور کثرت سے ہارٹ اٹیک ہونے لگیں لوگوں کو — اور جھوٹی شہادت لوگوں کی علامت
بن جائے — اور قرآن بڑے بڑے خوبصورت سنہری حاشیہ کے ساتھ چھپائے جانے لگیں — اور مساجد کی
بڑی آرائش ہونے لگے — اور مسجدوں کے بڑے بڑے اونچے مینار بنائے جانے لگیں — فخر کیا جانے لگے کہ اتنا
اونچا مینار بنایا ہے — اور مسجدیں نمازیوں سے بھر جائیں — مگر مومن کوئی ایک بھی نہ ہوگا — اور شیر و شکر سے
لوگ ٹکڑے ہونے لگیں پہلو بھی نہ ہو سکا اور دل ایک دوسرے سے دور ہو جائیں — خاندانوں میں رشتہ داروں میں —
ماں باپ اور اولاد میں — دوستوں میں — استاد و شاگرد میں — ہر گروہ میں — اور تجارت میں بڑا حرص
بڑھ جائے — بیوی اور شوہر دونوں تجارت میں شریک ہو جائیں — ہر کوئی بڑھ چڑھ کے تجارت میں شریک ہو — حرص
بڑھ جائے دنیا کا — عورتیں اپنی شکل و صورت مردوں جیسی بنانے لگیں — اور مرد عورتوں کی طرح بننے لگیں —
اور کوئی کسی کو سلام نہ کرے مسلمان — سوائے اس کو جس کو پہچانتا ہو — بھیڑیوں کی کھال
لوگ پہننے لگیں — دل ان کے بھیڑیوں کے ہوں — اور اوپر تقویٰ کی پرہیزگاری کا — دین داری کے لباس اوڑھ لیں —
اور آخرت کے عمل کے لئے — دنیا کمائی جانے لگے — اور جو علم ہے — وہ معرفت سے خالی ہو جائے — سیدنا
مولا علی نے ۳۰ علامات بیان کی ہیں جب ظاہر ہو جائیں تو آقا کے ارشادات کے مطابق سمجھ
لینا کہ دجال کے خروج کا وقت قریب آ گیا اور قیامت سر پر آ گئی ہے —

آپ نے آقا علیہ السلام کی 75 یا 80 علامتیں قیامت کی سنی ہیں — کیا ان میں کوئی ایک علامت ہے
کہ آپ کہہ سکیں کہ جو اب باقی ہے — ہر علامت ظاہر ہو چکی ہے — کسی کی ابتداء ہو چکی کسی کی
انتہا ہو چکی ہے — ہم اس زمانے میں ہیں جب آخر سلطنت الٰہیہ کا ڈنکا بج رہا ہے — نقارہ بج رہا
ہے — کہ قیامت قریب آ گئی ہے — لوگو حساب کا وقت قریب آ گیا ہے — آقا علیہ السلام کی علامتیں بیان کر کے
نہ دیکھ لیں — اور سمجھ بھی ہم نہ بدلیں — اور بدلنے کا آغاز نہ کریں — تو اس کا مطلب ہے فالکم علم کا ہونا ہوگا —
کہ ہم ابھی تک ایمان ہی نہیں لائے — مطلب یہ ہے کہ ایمان ہمارا قلوب میں ابھی داخل نہیں ہوا — داخل ہوتا
تو ہم سب بدل دیتا (سورۃ فاتحہ کی تفسیر کئی جلد میں ہیں)
رمضان کا مہینہ اللہ کا بازار ہے اس کے بازار میں نقصان نہ ہو — اور قیامت سے پہلے بازار بند

M T W T F S S

Memo No

Date / /

ہونے کو ہے ۔ خریدار دین جو خرید سکتے ہو تو خرید لو ——— (۲ — ۱۹ — ۱۶) وہ نقشہ میں دینے کو
تیار ہے ادھار بھی دینے کو تیار ہے ۔ بس خریداری کر لو ۔ اور وہ آواز بھی لگا رہا ہے کہ ہے کوئی خریدار میرے سودے
کا ۔ اور اس کے بدلے میں ہر سو ہی حضور علیہ السلام کا مقام نظر آئے ۔ زبان کو میٹھا کر دو ۔ زبان کی کڑواہٹ
ختم کر دو ۔ جب تم بات کرتے ہو کڑوی کرتے ہو، غیبت کرتے ہو، چغلی کرتے ہو، تو لعنت دین اپنی آخرت
برباد کرتے ہو ——— مکارم اخلاق کا مظاہرہ کرتے عبادات میں حلاوت پیدا کرو ۔ یہ کوشش کر دو اس طرح دن رات
کے ایسے گزریں ۔ نہیں بلکہ ہر رات ہر دن تیار زندگی کا آخری سانس تک حضور علیہ السلام کی ایسی نگاہ
آدھا گھنٹہ ہی ایسا کرو ——— قرآن بھی پڑھا کرو ۔ دین بھی پھیلاؤ ——— سفر کرو محنت کرو ۔ حق ادا کرو ۔ رات
ہو جائے تو راہب لگو ۔ ہم ایک مدرسہ کی شفقت بن جائیں ——— اللہ تبارک و تعالیٰ ہم کو علیہ السلام
کے نعلین پاک کے صدقے خیرات کہ ہم فکر دنیا چھوڑ کر فکر آخرت کے لئے تیار ہو جائیں

۲ — ۴ — ۲۰۱۹

۲۶ — ۷ — ۱۴۴۰

منگل

۷ — ۳۲ — ۱۲ — PM

World Summary

Country	Capital	Area Sq Km	Major Language	Population	Currency
Latvia	Rigu	63,700	Latvian	2,350,989	Lats
Lebanon	Beirut	10,452	Arbic	3,720,398	Lebanese Pound
Libya	Tripoli	1,757,000	Arabic	5,478,826	Libyan Dinar
Lithuania	Vilnius	65,300	Lithuanina	3,593,467	Litas
Malaysia	Kuala Lumpur	329,758	Malay	23,031,178	Ringgit
Mexico	Mexico City	1,964,382	Spanish	104,695,273	Mexican Peso
Moldova	Kishiner	33,700	Moldovan Romaia	4,437,948	Lei
Nepal	Kathmandu	147,181	Nepali	26,378,770	Nepalese Rupee
Netherlands	Amsterdam	41,526	Dutch	161,140,314	Guilder
New Zealand	Wellington	270,534	English	3,945,331	Dollar
Nigeria	Abuja	923,768	English	132,746,987	Naira
Norway	Oslo	385,639	Norwegain	4,543,238	Norwegian Krone
Oman	Muscat	309,500	Arabic	2,792,302	Rial Omani
Pakistan	Islamabad	796,095	Urdu	150,255,266	Pak Rupee
Panama	Panama City	75,517	Spanish	2,913,273	Baiboa
Philippines	Manila	300,000	Pilipino	85,958,846	Peso
Poland	Warsaw	312,684	Polish	38,618,896	Zloty
Portugal	Lisbon	92,345	Protuguese	10,099,711	Escudo
Qatar	Doha	11,427	Arbic	813,755	Qatar Riyal
Romania	Bucharest	237,500	Rumanian	22,277,797	Leu
Russia	Moscow	17,075,200	Russian	144,570,925	Rouble
Saudi Arabia	Riyadh	2,240,000	Arabic	24,168,463	Riyal
Singapore	Singapore	648	Bahasa Malay	4,584,003	Singapore Dollar
South Africa	Pretoria	1,219,090	Afrikaans	43,655096	Rand
Spain	Madrid	505,990	Spaish	40,107,833	Peseta
Sri Lanka	Colombo	65,610	Sinhalese	19,718,567	Sri Lanka Rupee
Sudan	Khartoum	2,505,800	Arabic	37,953,059	Sudanese Pound
Sweden	Stockholm	449,964	Swedish	8,878,257	Krona
Switzerland	Berne	41,285	German	7,316,926	Swiss France
Syria	Damascus	185,180	Arabic	17,521,256	Syrian Pound
Taiwan	Taipei	36,000	Mandarin Chines	22,697,864	New Taiwan Dollar
Tanzania	Dodoma	945,100	Swahili	38,011,779	Tanzanian Shilling
Tajikistan	Dushanbe	143,100	Tajik	6,840,946	Rouble
Thailand	Bangkok	513,115	Thai	62,821,940	Baht
Turkey	Ankara	779,452	Turkish	67,997,139	Turkish Lira
Trukmenistan	Ashkhabad	488,100	Turkmenion	4,762,476	Manat
Uganda	Kampala	241,138	English; Swahile	25,317,795	Ugandan Shilling
U.A.E.	Abu Dhabi	83,600	Arbaic	2,478,918	Uae Dirham
U.K.	London	244,110	English	59,884,964	Pound
Ukranie	Kiev	603,700	Ukrainian	48,099,568	Karbovanets
United States	Washington, D.c.	9,629,047	English	282,690,075	Dollar
Uzbekistan	Tashkent	447,400	Uzbek	25,916,301	Sum
Vietnam	Hanoi	331,690	Vietnamese	82,086,550	Dong
Yugoslavia	Belgrade	102,173	Serbo-corat	10,646,033	Dinar
Zambia	Lusaka	752,614	English	10,120,264	Kwacha
Zimbabwe	Harare	390,759	English	11,381,503	Zimbabwe Dollar

World Summary

Country	Capital	Area Sq Km	Major Language	Population	Currency
Afghanistan	Kabul	652,225	Pushtu	28,566,951	Afghani
Algeria	Algiers	2,381,745	Arabic	32,739,985	Algerian Dinar
Argentina	Buenos Aires	2,777,815	Spanish	38,176,887	Argentine Peso
Armenia	Yerevan	29,800	Armenian	3,325,843	Rouble
Australia	Canberra	7,682,300	English	19,706,679	Australian Dollar
Austria	Vienna	83,858	German	8,185,940	Schilling
Azerbaijan	Baku	86,600	Azerbaijani	7,823,747	Manat
Bahrain	Al-manama	707	Arabic	665,737	Bahrain Dinar
Bangladesh	Dhaka	147,570	Bengali	135,183,627	Taka
Belgium	Brussels	30,528	French-Dutch	10,287,727	Belgian Franc
Belarus	Minsk	207,595	Belorussian	10,347,711	Rouble
Bosnia Herzegovina	Sarajevo	51,129	Serbo-Croat	3,990,060	Dinar
Brazil	Brasilia	8,547,404	Portuguese	177,334,445	Cruzeiro
Brunei	Bandar Seri	5,765	Malay	357,057	Brunei Dollar
Bulgaria	Sofia	110,994	Bulgrain	7,549,256	Lev
Burma	Rangoon	676,552	Burmese	42,439,764	Kyat
Canada	Ottawa	9,970,610	English	32,163,220	Canadian Dollar
Chile	Santiago	756,626	Spanish	15,642,875	Chilean Peso
China	Beijing	9,571,300	Mandarin	1,293,824,090	Yuan
Colombia	Bogota	1,141,748	Spanish	41,567,287	Colombian Peso
Czechoslovakia	Prague	78,864	Czech, Slovak	10,250,642	Koruna Or Crown
Denmark	Copenhagen	43,094	Danish	5,382,120	Danish Krone
Estonia	Tallinn	45,227	Estonian	1,409,409	Kroon
Egypt	Cairo	997,739	Arabic	71,712,508	Egyptian Pound
Ethiopia	Addis Ababa	1,133,380	Amharic	69,195,285	Birr
Finland	Helsinki	338,145	Finnish	5,189,728	Markka
France	Paris	543,965	French	59,944,217	Franc
Germany	Berlin	356,970	German	83,436,282	Deutsche Mark
Gerogia	Tbilisi	69,700	Georgian	4,937,702	Rouble
Greece	Athens	131,957	Greek	10,663,484	Drachma
Hongkong	Victoria	1,074	English	7,381,742	Hongkong Dollar
Hungary	Budapest	93,030	Hungarian	10,049,281	Forint
India	New Delhi	3,165,596	Hindi	1,059,301,099	Indian Rupee
Indonesia	Jakarta	1,904,443	Bahasa Indonesia	234,363,497	Rupiah
Iran	Teheran	1,648,000	Farsi (Persian)	67,059,804	Rial
Iraq	Baghdad	438,317	Arabic	24,578,530	Iraqi Dinar
Ireland	Dublin	70,273	Irish	3,918,562	Punt
Italy	Rome	301,323	Italian	57,740,213	Lira
Japan	Tokyo	377,837	Japanese	127,136,912	Yen
Jordan	Amman	89,556	Arabic	5,438,163	Jordan Dinar
Kazakhstan	Alma-ata	2,717,300	Kazakh	16,755,784	Tenge
Kyrgzstan	Bishkok	198,500	Kyrgyz	4,881.743	Som
Kenya	Nairobi	582,646	Swahili	31,443,852	Kenya Shilling
Korea, North	Pyongyang	120,538	Korean	22,432,494	N. Korean Won
Korea, South	Seoul	99,268	Korean	48,673,985	S. Korean Won
Kuwait	Kuwait City	17,818	Arabic	2,171,473	Kuwaiti Dinar

International Dialing

Name	Code
ALGERIA	**213**
Algiers	2
Annaba	8
Oran	6
AFGHANISTAN	**93**
ARGENTINA	**54**
Buenos Aires	1
ARMENIA	**7**
AUSTRALIA	**61**
Adelaide	8
Brisbane	7
Canberra	6
Hobart	02
Melbourne	3
Perth	9
Sydney	2
AUSTRIA	**43**
Salzburg	662
Vienna	1
AZARBAIJAN	**994**
BAHRAIN	**973**
BANGLADESH	**880**
BALGARIA	**359**
BARBADOS	**1 809 29**
BELGIUM	**32**
Antwerp	3
Brussels	3 or 70
BERMUDA	**1 809**
BHUTAN	**975**
BOSNIA	**387**
Sarajevo	71
BRUNEI	**673**
BRAZIL	**55**
Brasilia	61
Recife	81
Rio de Janeiro	21
Sao Paulo	11
CANADA	**1**
Calgary (Alb)	403
Halifax (NS)	902
Montreal (Que)	514
Ottawa (Ont)	613
Quebec	418
Toronto (Ont)	416 or 905
Vancouver (BC)	604
Winnipeg (Man)	204
CHILE	**56**
Santiago	2
CHINA	**86**
Beijing	1
Shanghai	21
COLOMBIA	**57**
CROATIA	**389**
Zagreb	41
CUBA	**53**
Havana	7
CYPRUS	**357**
Larnaca	4
Nicosia	2
CZECH REPUBLIC	**42**
Prague	2

Name	Code
DENMARK	**45**
EGYPT	**20**
Cairo	2
FINLAND	**358**
Helsinki	9
FRNACE	**33**
GERMANY	**49**
Berlin	30
Bonn	228
Bremen	421
Cologne	221
Dusseldorf	211
Frankfurt (Main)	69
Hamburg	40
Leipzig	341
Munich	89
Stuttgart	711
GIBRALTAR	**350**
GREECE	**30**
Athens	1
Thessaloniki	31
HONG KONG	**852**
HUNGARY	**36**
Budapest	1
ICELAND	**354**
Reykjavik	1
INDIA	**91**
INDONESIA	**62**
Jakarta	21
IRAN	**98**
Abadan	631
Tehran	21
IRAQ	**964**
IRELAND	**353**
Dublin	1
ITALY	**39**
Bologna	51
Milan	2
Naples	81
Rome	6
Turin	11
Venice	41
JAMAICA	**1 809**
JAPAN	**81**
Fukuoka	92
Osaka	6
Tokyo	3
KAZAKHTSTAN	**7**
KENYA	**254**
Nairobi	2
KOREA(North)	**850**
KOREA(South)	**82**
Seoul	2
KUWAIT	**965**
LEBANON	**961**
LIBYA	**218**
LITHUANIA	**370**
LUXEMBOURG	**352**
MALAWI	**265**
Thondwe	533
MALAYSIA	**60**

Name	Code
Kuala Lumpur	3
MALTA	**356**
MARITIUS	**230**
MEXICO	**52**
Acapulco	74
Guadalajara	36
Mexico City	5
MOROCCO	**212**
Rabat	7
Tangier	9
THE NETHERLANDS	**31**
Amsterdam	20
Rotterdam	10
The Hague	70
NEPAL	**977**
NEW ZELAND	**64**
Auckland	9
Christchurch	3
Wellington	4
NIGERIA	**234**
Lagos	1
NORWAY	**47**
Oslo	22
OMAN	**968**
PAKISTN	**92**
Faisalabad	41
Islamabad	51
Karachi	21
Lahore	42
Peshawar	91
Quetta	81
PANAMA	**507**
PHILIPPINES	**63**
Manila	2
POLAND	**48**
Warsaw	22
PORTUGAL	**351**
Lisbon	1
QATAR	**974**
RWANDA	**250**
ROMANIA	**40**
Bucharest	0
RUSSIA	**7**
Moscow	095
St Petersburg	812
SAUDI ARABIA	**966**
Dhahran	3
Jeddah	2
Riyadh	1
SERBIA	**38**
Belgrade	11
SEYCHELLES	**248**
SINGAPORE	**65**
SLOVENIA	**386**
SOUTH AFRICA	**27**
Cape Town	21
Durban	31
Johannesburg	11
Pretoria	12
SPAIN	**34**
Barcelona	3

Name	Code
Las Palmas	28
Madrid	1
Seville	5
SRI LANKA	**94**
Colombo	1
SUDAN	**249**
SWEDEN	**46**
Stockholm	8
SWITZERLAND	**41**
Basle	61
Bern	31
Geneva	22
Zurich	1
SYRIA	963
TAIWAN	**886**
Taiper	2
TAJIKSTAN	**7**
THAILAND	**66**
TRINIDAD	**1 809**
TUNISIA	**216**
Tunis	1
TURKEY	**90**
Ankara	312
Istanbol	212,216
UAE	**971**
Abu Dhabi	2
Dubai	4
UGANDA	**256,41**
UKRINE	**7**
UK	44
Belfast	1232
Birmingham	121
Bristol	1272
Edinburgh	131
Glasgow	141
Liverpool	151
Inner London	171
Outer London	181
Manchester	161
UAE	**1**
Atlanta (GA)	404
Boston	617
Chicago	312
Cleveland	216
Dallas	214
Denver	303
Detroit	313
Honolulu	808
Houston	713
Las Vegas	702
Los Angeles	213
Manhattan/Bronx	212
Miami	305
New Orleans	504
New York City	212
Philadelphia	215
Pittsburgh	412
St. Louis	314
San Francisco	415
Washington (DC)	202
ZAMBIA	**260**
Lusaka	1

measures & conversions

length

12inches=1 foot
3 feet=1yard
220 yards=1furlong
5280 feet=1SM
6076.1 feet=1 NM
10 mm=1cm
10 cm=1 dm
10 dm =1 m
10 m=1dam
1,000 m=1 km
1 inch=2.54 cm
0.3937 inch=1 cm
1SM=1.6093 km
0.6214 SM=1km
1 NM=1.8519 km
0.5400 NM=1km

area

144 $inch^2$ = $foot^2$
9 $feet^2$ =1 $yard^2$
4840 $ards^2$ = 1 $acre^2$
640 $acres^2$=1 $mile^2$
100 mm^2=1 cm^2
100 cm^2=1 dm^2
10,000 cm^2 =1 m^2
100 m^2 =1dam^2
100 dam^2 =1 ha^2
10,000 dam^2 =1 km^2
1 $inch^2$ =64516 cm^2
0.155 $inch^2$ = 1cm^2
1$acre^2$=0.4047 ha^2
2.471 $acres^2$=1 ha^2
1 SM^2 = 2.5900 km^2
0.3861 SM^2 = 1km^2

capacity

16 ounces = 1 (U.S.) Pint
20 ounces= 1 imperial pint
2.4019 cups = 1 pint
2 pints= 1 quart
4 quarts (GB)= 1 gallon
1.2009 (U.S) gallon=
1 imperial (GB) gallon
10 ml= 1cl
100 cl= 1l
100 l= 1 hl
1 (U.S.) Quart=0.9465 l
1.0567 (U.S.) Quart= 1l
1 (U.S.) Gallon= 1 13.7854 l
0.2642 (U.S.) Gallon= 1 l
1 (GB) gallon= 4.5460 l
0.2200 (GB) gallon=1 l

weight

437.5 grains= 1 ounce
480 grains= 1 troy(fine) ounce
16 drams= 1 ounce
16 ounces= I pound
14 pounds=1 stone
112 pounds= 1 long hundred weight
2000 pounds= 1 ton

volume

1,1728 $inches^3$=1 $foot^3$
27 $feet^3$= 1 $yard^3$
1000 mm^3=1cm^3
1000 cm^3=1 dm^3
1,000 dm^3= 1 m^3
1 $inch^3$=16.387 cm^3
0.0610 $inch^3$= 1 cm^3
1 $yard^3$=0.7646 m^3
1.3080 $yards^3$=1 m^3

PM 1-55
26-12-2018
16892-8

temperature

F	-40	-31	-22	-13	-4	5	14	23	32	41	50	59	68	77	86	95	104
C	-40	-35	-30	-25	-20	-15	-10	-5	0	5	10	15	20	25	30	35	40

speed

mph	20	30	40	50	60	70	80	90	100
kmph	32	48	64	80	96	112	128	144	160